اردو زبان وادب پر عربی کے اثرات

مصنف

سید علیم اشرف جائسی

مترجم

محمد طارق

اردو زبان وادب پر عربی کے اثرات

مصنف

ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی

مترجم

محمد طارق

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند

فروغ اردو بھون، FC-33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی ـ 110025

© قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

پہلی اشاعت :
تعداد :
قیمت : روپے
سلسلہ مطبوعات :

Urdu Zaban Wa Adab Per Arabi Ke Asarat

By: Dr. Syed Aleem Ashraf Jaisi

Translated by: Mohd. Tarique

ISBN :

پیش لفظ

افراد و اجتماع کی ترقی آ گہی اور معلومات سے مشروط ہے اور آ گہی کے تمام دروازے کتابوں کے ذریعے ہی کھلتے ہیں۔ کتابیں ہمیں روشنی کی ایک نئی دنیا سے روشناس کراتی ہیں اور ہمارے احساس واظہار کو تحریک عطا کرتی ہیں۔ مگر صارفی معاشرت نے ہماری ترجیحات بدل دی ہیں۔ کتابوں سے ذہنوں کا رشتہ کمزور پڑتا جارہا ہے۔ ڈیجیٹل ٹکنالوجی کی وجہ سے متبادل قرأت کی ایک نئی صورت جنم لے رہی ہے۔ اس کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ مطبوعہ کتابوں کی معنویت کم نہیں ہوئی بلکہ کتابیں ہمیشہ زندہ رہیں گی کیونکہ مطبوعہ کتابوں کے لمس کی لذت ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ ای بکس نے گو کہ قاری کا ایک نیا طبقہ پیدا کیا ہے مگر مطبوعہ کتابوں سے آج بھی دنیا کی بڑی آبادی کا رشتہ قائم ہے اور یہی وجہ ہے کہ دنیا کی مختلف زبانوں میں کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ حسب سابق جاری وساری ہے۔

علمی اور تہذیبی ورثے کا تحفظ ہمیشہ سے ایک اہم مسئلہ رہا ہے اور ہمارے ارباب نظر نے اس کے تحفظ کے لیے مختلف صورتیں بھی نکالی ہیں۔ قومی اردو کونسل بھی ایک ایسا ادارہ ہے جس نے علمی اور تہذیبی وراثت کے تحفظ کے لیے مختلف علوم وفنون کی نہ صرف کتابیں شائع کی ہیں بلکہ ''ای کتاب'' کے ذریعے بھی اس کے تحفظ کی ایک نئی صورت نکالی ہے۔ قومی اردو کونسل نے

جہاں لسانیات، ادبیات، تکنیکی وسائنسی علوم، ریاضیات، شماریات اور دیگر علوم کی فرہنگ واصطلاحات، کلاسیکی ادب پاروں، نادرونایاب کتابوں کی اشاعت کا سلسلہ قائم رکھا ہے وہیں ''ای کتاب'' اور ''ای لائبریری'' کے ذریعے اہم کتابوں کے تحفظ کی بھی کوشش کی ہے۔ کونسل نے ذولسانی (اردو اور انگریزی) ایپ ''ای کتاب'' تیار کیا ہے جس میں گلوبل لینگویج سپورٹ کے علاوہ انٹریکٹو فہرست کے ذریعے مطلوبہ باب تک رسائی اور الفاظ کے معانی دیکھنے کی سہولت بھی موجود ہے۔ کونسل سے شائع شدہ اہم کتابیں اس کی ویب سائٹ (ای لائبریری) پر موجود ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ کونسل کی اہم مطبوعات سے استفادہ کرسکیں۔ قومی اردو کونسل نے کم قیمت پر اردو زبان وادب کا سرمایہ شائقین تک پہنچانے کی کوشش کی ہے اور کونسل اپنے اس مقصد میں کامیاب بھی ہے کہ اس کی کتابیں صرف برصغیر ہی نہیں بلکہ بین الاقوامی سطح پر نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ کونسل ترجیحی طور پر ان کتابوں کی اشاعت کرتی ہے جس کے ذریعے ہم حیات وکائنات کے رموز واسرار، آداب زندگی اور قرینہ اظہار سے اچھی طرح واقف ہوسکیں۔

یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ کتاب اساتذہ اور طلبا کے علاوہ عام قارئین کے لیے بھی بے حد مفید ثابت ہوگی۔

شیخ عقیل احمد

ڈائرکٹر

فہرست

عرضِ مترجم ix

مقدمہ xiii

باب اول 1

اردو زبان کی نشو ونما اور ارتقا - ایک تاریخی جائزہ

فصل اول: اردو زبان کی نشو ونما 3

فصل دوم: اردو زبان کا ارتقا 37

باب دوم 51

اردو لغات پر عربی زبان کے اثرات

تمہید: اول: زبانوں کے درمیان تاثیر وتاثر کا رشتہ 53

دوم: تاثیری عوامل 59

سوم: اردو لغات پر عربی زبان کا اثر 64

فصل اول: اردو زبان میں لفظی ومعنوی تصرف سے محفوظ عربی الفاظ 73

فصل دوم: لفظی یا معنوی یا دونوں قسم کے تغیرات پر مشتمل الفاظ 127

تمہید:	موضوع کی اہمیت	127
	تغیر کے اسباب	129
	صوتی و دلالتی (معنوی) تغیر کی اقسام	132
	متغیر الفاظ	135
	وہ الفاظ جن کا تلفظ عام بول چال میں تبدیل ہو گیا	217
فصل سوم:	عربی الفاظ کے ساتھ غیر عربی سابقے ولاحقے	233
	اول: سابقے	233
	دوم: لاحقے	236
فصل چہارم:	اردو زبان میں مستعمل عربی مرکبات	243
	پہلا مجموعہ: عربی جملے وفقرے	243
	دوسرا مجموعہ: عربی مثالیں وکہاوتیں	247
	باب سوم اردو زبان کے علوم پر عربی زبان کے اثرات	251
ابتدائیہ		253
فصل اول:	اردو بلاغت پر عربی زبان کے اثرات	257
	تمہید	257
	علم بیان	265
	علم معانی	273
	علم بدیع	283
فصل دوم:	عروض وقافیے پر عربی زبان کے اثرات	297
	اول: علم عروض	297
	دوم: قافیہ	313
فصل سوم:	اردو زبان کے قواعد نحو وصرف پر عربی زبان کے اثرات	323

فصل چہارم:	رسم الخط اور املا پر عربی زبان کے اثرات	343
فصل پنجم:	اردو تنقید پر عربی زبان کے اثرات	353
	باب چہارم اردو ادب پر عربی زبان کے اثرات	373
تمہید:	بالواسطہ و بلاواسطہ اثرات	375
فصل اول:	اردو ادب پر عربی کے مجموعی اثرات	379
فصل دوم:	اردو نثر پر عربی کے اثرات	415
	نثر کی اقسام	417
	اصناف نثر	427
	امثال و حکم	428
	تحریری قصے	429
	خطبات	438
	خطوط و مکاتیب	440
	سیرت و سوانح	443
	ادبی مقالات	446
	اردو کی دینی تحریروں پر عربی کے اثرات	449
فصل سوم:	اردو شاعری پر عربی زبان کے اثرات	455
	اردو شاعری پر فارسی شاعری کے اثرات	455
	فارسی شاعری پر عربی شاعری کے اثرات	458
	اردو اور عربی اصناف شعر	461
	قصیدہ	465
	غزل	471
	مرثیہ	479

مثنوی	482
رباعی	484
اردو شاعری پر قرآن کریم کے اثرات	485
دوسرے عناصر	486
اختتامیہ	497
عربی اور اردو مصادر و مراجع	499

عرض مترجم

زبانوں کے درمیان تاثیر و تاثر کا رشتہ ایک مسلمہ لسانی حقیقت ہے۔ تمام انسانی زبانوں میں ماضی کی طرح آج بھی یہ رشتہ قائم ہے۔ دنیا میں کوئی ایسی زبان نہیں ہے جس کے متعلق یہ دعویٰ کیا جاسکے کہ وہ بالکل خالص اور دوسری زبانوں کے اثرات سے بالکلیہ پاک ہے۔ درحقیقت یہ کتاب عربی و اردو کے مابین اسی لسانی رشتے کی تلاش سے عبارت ہے؛ جس میں اردو زبان وادب پر عربی کے اثرات کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ زیرنظر کتاب میں اردو زبان کے آغاز ونشو ونما سے لے کر موجودہ شکل تک اس کے تمام مراحل میں عربی زبان کے وسیع و عمیق اور متنوع اثرات وکردار کو مدلل انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی کی عربی زبان میں شائع ہونے والی اس کتاب کو قومی کونسل کے عربک پینل کی جانب سے اردو میں منتقل کرنے کی تجویز پاس ہوئی۔ ترجمے کی ذمہ داری راقم الحروف کو تفویض کی گئی۔ موضوع کے اعتبار سے یہ کتاب نہایت اہم و مفید ہے۔ اردو زبان میں اس کا ترجمہ ایک لائق تحسین قدم ہے۔

کوئی بھی متن کسی بھی زبان میں تیار کیا جاتا ہے تو مصنف کے سامنے قارئین کا ایک مخصوص طبقہ ہوتا ہے جسے مدنظر رکھتے ہوئے وہ اپنا کام انجام دیتا ہے۔ ایک زبان کی تحریر میں دوسری زبان

کے قارئین اوران کے تقاضوں کوملحوظ رکھنا بے حد دشوار گزار عمل ہے؛ کیونکہ ہر زبان کا ایک خاص مزاج ہوتا ہے جو دوسری زبان کے مزاج سے عموماً ہم آہنگ نہیں ہوتا ہے۔

جب ایک زبان میں تحریر کردہ متن دوسری زبان میں منتقل ہوتا ہے تو مترجم کے سامنے مصنف کی دنیا سے الگ ایک نئی دنیا ہوتی ہے جس کے اپنے مخصوص تقاضے ہوتے ہیں۔اس طرح مترجم کو دو محاذوں پر برسرپیکار رہنا پڑتا ہے۔ترجمے کے عمل میں غیر جانبداری کے تمام تر مطالبات کے باوجود مترجم کو بہرصورت ہدفی زبان کے تقاضوں کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے؛ کیونکہ مصنف ہی کی طرح اس کی کاوش سے استفادہ کرنے والوں کا ایک مخصوص دائرہ ہوتا ہے۔

یہ کتاب گوکہ موضوع کے اعتبار سے اردو زبان اور اہل اردو سے زیادہ قریب ہے لیکن کتاب عربی زبان میں لکھی گئی تھی؛ چنانچہ جب اسے عربی سے اردو میں منتقل کیا گیا تو بہت سے مقامات پر اردو قارئین کے لیے کتاب کو زیادہ قابل استفادہ اور قابل فہم بنانے کے لیے مداخلت سے کام لینا پڑا۔مثال کے طور پر باب دوم کی فصل دوم کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ فصل اردو میں عربی سے مستعار ان الفاظ پر مشتمل ہے جن کے اندر صوتی یا معنوی تغیر واقع ہوا ہے۔مصنف کے سامنے چونکہ عربی قارئین تھے اس لیے لفظ کے اردو میں مستعملہ معنی پر زیادہ زور دیا گیا تھا؛ کیونکہ عربی قارئین تو لفظ کے اصل معنی سے واقف ہی ہیں جب ان کے سامنے اردو میں مستعملہ معنی مذکور ہوگا تو وہ اندازہ کرلیں گے کہ کیا تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ترجمے میں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہوگیا۔اب اس کا قاری اردو داں طبقہ ہوگا جو اردو میں مستعملہ معنی سے پہلے ہی واقف ہے، اسے لفظ میں ہونے والی تبدیلی سے اسی وقت واقفیت ہوسکے گی جب اس کے سامنے عربی میں اس لفظ کی اصل اور اس کے معنی بیان کیے جائیں۔لہذا اس معاملے کو حل کرنے کے لیے تمام الفاظ کے اردو معنی کے ساتھ عربی اصل کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔مستعار الفاظ میں جو تغیرات واقع ہوئے ہیں اس کو دو قسمیں کرسکتے ہیں۔پہلی قسم: معنوی تغیر۔دوسری قسم: ترکیبی تغیر۔

وہ الفاظ جن میں معنوی تغیر واقع ہوا ہے ان کے اردو معنی کے ساتھ عربی معنی بھی ذکر کیے گئے ہیں تاکہ فرق واضح ہوسکے۔ترکیبی تغیر مختلف انداز کے واقع ہوئے ہیں، مثلاً ایک عربی لفظ سے اردو کا بالکل نیا لفظ وضع کرلیا گیا: جیسے ادیب سے ادیبانہ، احد سے احدی، خرج سے تخرجہ

وغیرہ، ایسے الفاظ کے آگے ''اردو اشتقاق'' لکھ دیا گیا ہے۔ دوسرے وہ الفاظ جن میں محض ایک دو حرف کا اضافہ کیا گیا ہے ایسے الفاظ کے آگے ''اردو ترکیب'' لکھ دیا گیا ہے۔

اس فصل میں ان عربی الفاظ کی بھی فہرست شامل ہے جن کے تلفظ اردو زبان میں عام بول چال کے اندر اپنی اصل سے مختلف ہوگئے ہیں۔ صاحب کتاب نے عربی قارئین پر تلفظ کے فرق کو واضح کرنے کے لیے لفظ کا اردو تلفظ درج کیا تھا؛ کیونکہ عربی داں قارئین تو عربی تلفظ سے واقف ہی ہوتے ہیں۔ راقم الحروف نے ترجمے میں ان الفاظ کے اردو تلفظ کے بجائے عربی تلفظ درج کیے ہیں ؛ تاکہ اردو قارئین عربی تلفظ سے واقف ہوجائیں اور تلفظ میں ہونے والے تغیر کو جان سکیں۔

مصنف نے اردو کتابوں سے جو اقتباسات نقل کیے ہیں ان میں بعض کا اردو متن نقل کیا ہے اور بعض مقامات پر اردو متن کے بجائے صرف اس کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے۔ ترجمہ شدہ اردو عبارتوں کا ترجمہ کرنے کے بجائے راقم الحروف نے یہ کوشش کی ہے کہ ان اقتباسات کو تلاش کرکے اصل اردو متن نقل کیا جائے۔ جن اقتباسات تک رسائی ممکن ہوسکی انھیں نقل کر دیا گیا ہے اور جو اقتباسات نہیں مل سکے ان کا ترجمہ کرکے قوسین میں ''ترجمہ شدہ'' لکھ دیا گیا ہے۔

کتاب میں جن مقامات پر ایسے حوالوں یا موضوعات کی طرف اجمالاً اشارہ کیا ہے جو عربی داں طبقے میں معروف ومشہور ہیں ایسی تمام جگہوں پر اردو قارئین کے لیے ان کی توضیح کر دی گئی ہے۔ ایسے مقامات جہاں قرآنی آیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جیسے علم لدنی، صدائے کن فیکون وغیرہ ان مقامات پر مکمل آیات اور ان کا ترجمہ نقل کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح تمام قرآنی آیات اور احادیث کا ترجمہ نقل کیا گیا ہے۔

تمام عربی اقتباسات کے بعد ان کا اردو ترجمہ قوسین میں درج کیا گیا ہے۔ ایسے عربی اشعار اور عربی عبارتیں جو بطور نمونہ ومثال مذکور ہیں ان تمام کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ البتہ مثالوں کے طور پر پیش کردہ ان ادبی جملوں، فقروں اور اشعار کے ترجمے میں معنی پر زیادہ توجہ مرکوز کی گئی ہے، فنی وبلاغی خصوصیات کی رعایت پر زیادہ زور نہیں دیا گیا ہے۔

جس طرح اردو عبارت میں اردو املا کی رعایت برتی گئی ہے اسی طرح عربی عبارت میں عربی املا کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

اس کام کی تکمیل پر میں بارگاہ خداوندی میں سجدۂ شکر بجالاتا ہوں کہ اسی کی توفیق سے یہ کام مکمل ہوسکا۔ اس موقع پر میں اپنے مشفق ومربی استاد مولانا محمد مبین صاحب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جن سے میں نے عربی زبان کی تعلیم حاصل کی۔ استاد محترم ڈاکٹر سید محمود کاظمی صاحب کا بھی مشکور ہوں جنھوں نے ریسرچ ورک کے ساتھ اس کام کی مکمل آزادی فراہم کی۔ اخیر میں ان تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں میری معاونت فرمائی۔ اسی کے ساتھ والدین، اہل خانہ، معاونین اور دوستوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی حوصلہ افزائی اور دعائیں میرے لیے مشعل راہ بنیں۔ اس موقع پر میں خاص طور پر ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی صاحب کا بے انتہا ممنون ومشکور ہوں جن کے مفید مشوروں کے بغیر یہ کتاب موجودہ شکل میں نہیں آسکتی تھی؛ انھوں نے بڑی شفقت ومحبت کے ساتھ میری رہنمائی فرمائی۔ کام کے دوران اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ پہلے لوگ اساتذہ کی خدمت میں رہ کر کس طرح استفادہ کرتے تھے۔

میں خاص طور پر قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے کتاب کے ترجمے کے لیے میرا انتخاب کیا۔ آخر میں اپنے دوستوں محمد عدنان اور محمد احمد کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ بہت سے مقامات پر ان سے رہنمائی ملی۔ اللہ تعالیٰ انھیں بہترین جزا دے۔

ترجمہ کس قدر کامیاب ہے اس کا فیصلہ تو ماہرین ترجمہ اور اہل علم ودانش کریں گے؛ لیکن اس اعتبار سے یہ ترجمہ ضرور اہم ہے کہ اس سے اہل اردو کے سامنے غور وفکر کے نئے دریچے وا ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کام کو شرف قبولیت بخشے، اسے اپنی رضامندی کا ذریعہ اور لوگوں کے لیے مفید ونافع بنائے۔ آمین۔

محمد طارق (ریسرچ اسکالر)
شعبۂ ترجمہ
مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد

6 فروری، 2016

مقدمہ

میرے لیے بڑے شرف کی بات ہے کہ مجھے اردو زبان وادب پر عربی کے اثرات کے عنوان سے کام کرنے اور تحقیق و تالیف کا موقع ملا۔ یہ علمی کام بیک وقت دلچسپ بھی تھا اور تھکا دینے والا بھی تھا، جس میں مجھے کئی مشکلات پیش آئیں اور متعدد دشواریوں سے نبرد آزما ہونا پڑا لیکن میں نے پوری سنجیدگی کے ساتھ اس بات کی کوشش کی ہے کہ اس موضوع پر نئے سرے سے نظر ڈالوں اور جہاں تک ممکن ہو سکے پوری معروضیت کے ساتھ کام کروں اور تمام سابقہ تاثرات، قدیم نظریات اور جملہ نفسانی خواہشات ور جحانات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی کوشش کروں۔

زبانوں کا ایک دوسرے سے متاثر ہونا اور ایک دوسرے کو متاثر کرنا ایک معاشرتی اصول اور فطری امر ہے، نیز زبانوں کا باہمی افادہ واستفادہ ایک ایسی واضح اور مسلم حقیقت ہے جس پر ماہرین علم لسانیات نے بے شمار دلائل پیش کیے ہیں۔ ان ماہرین کا اتفاق ہے کہ دنیا میں جتنی بھی زبانیں پائی جاتی ہیں ان میں کوئی بھی زبان ایسی نہیں ہے جو بالکل خالص ہو اور اس پر دوسری زبان کا کوئی اثر ہی نہ ہو۔

ہماری اردو زبان بھی دیگر زبانوں سے مختلف نہیں ہے اس نے دوسری زبانوں سے استفادہ کیا ہے اور ان کے اثرات قبول کیے ہیں۔ اردو جن زبانوں سے متاثر ہوئی ہے ان میں سرفہرست

قرآن حکیم اور دین اسلام کی زبان، عربی ہے۔لیکن انتہائی افسوس کی بات ہے کہ ''اردو پر عربی زبان کے اثرات''، جیسے اہم موضوع کی طرف اسکالروں اور محققین نے اس قدر توجہ نہیں دی جتنی توجہ دینی چاہیے تھی۔ چنانچہ اس موضوع پر کوئی مستحکم علمی تحقیق سامنے نہیں آئی ہے اور جو کچھ بھی لکھا گیا ہے اس میں علمی مواد کی کمی اور صحت کا فقدان دونوں باتیں واضح طور پر نظر آتی ہیں، فارسی اور ترکی زبان والوں نے اپنی اپنی زبانوں پر عربی کے اثرات کو واضح کرنے کے لیے جو خدمات انجام دی ہیں اردو والوں نے اس کا عشر عشیر کام بھی نہیں کیا ہے؛ جبکہ اردو پر عربی کے اثرات اپنی کمیت اور کیفیت کسی بھی اعتبار سے ان دونوں زبانوں سے کم نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ اردو میں اس سلسلے میں جو کچھ کام ہوا ہے اس کا مقابلہ بعض افریقی زبانوں جیسے سواحیلی، ہوسہ وغیرہ اور ملیشیا کی زبان ملایو سے بھی نہیں کیا جاسکتا حالانکہ اردو کے مقابلے میں ان زبانوں کا عربی سے نسبتاً کم تعلق ہے۔

یہ موضوع انتہائی اہمیت کا حامل ہے؛ کیونکہ زبانیں اپنے سماج ومعاشرے کی ایسی آئینہ دار ہوتی ہیں جس میں تمام قسم کی معاشرتی تبدیلیاں منعکس ہوتی ہیں۔ زبانوں کا ایک دوسرے سے تاثیر وتاثر کا رشتہ قوموں کے درمیان رشتے کی دلیل ہوتا ہے۔ایک زبان دوسری زبان سے جس قسم کے الفاظ مستعار لیتی ہے اس کو بولنے والی قوموں کے درمیان اسی قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔زبانوں کے درمیان تاثیر وتاثر کے باہمی رشتوں کے مطالعے سے اہم تاریخی احوال وواقعات کی معرفت حاصل ہوتی ہے، انسانی تہذیب وثقافت کے تنوع وانتشار اور اس کی تقسیم در تقسیم کے ادوار وکوائف کو معلوم کرنے میں مدد ملتی ہے۔اس سے یہ بھی معلوم کرنا ممکن ہوتا ہے کہ ایک قوم دوسری قوم سے کس حد تک متاثر ہے، اس کو کتنا متاثر کیا ہے اور تاثیر وتاثر کا یہ عمل کن کن میدانوں میں ہوا ہے۔اس سے کسی قوم کی علمی وفکری ترقیوں سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور مخصوص علمی وفنی میدانوں میں دوسری قوموں پر اس کی سبقت وفوقیت کا بھی علم ہوتا ہے۔علوم اور صنعت وحرفت سے متعلق مستعار الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ علوم وفنون بھی غالباً وہیں سے آئے ہیں جہاں سے یہ الفاظ مستعار لیے گئے ہیں۔مستعار الفاظ وعلوم اور ان میں ہونے والے تغیرات سے بعض ایسے اہم تاریخی اور معاشرتی حقائق کا ادراک ہوتا ہے جن تک رسائی کسی اور وسیلے سے ممکن نہیں ہوتی ہے۔

میرے لیے اس موضوع کو منتخب کرنے کی ایک اہم وجہ اس سے میرا دیرینہ تعلق ہے جو اس وقت سے قائم ہے جب میں (1995-1989) کے درمیان طرابلس (لیبیا) کے ایک تعلیمی ادارے کلیۃ الدعوۃ الاسلامیہ (Faculty of Islamic call) میں زیر تعلیم تھا۔ کالج کے اندر جو تعلیمی نظام رائج تھا اس میں سائنٹفک تحقیق اور اس کے مناہج پر ہر دو نظری اور عملی اعتبار سے کافی توجہ دی جاتی تھی۔ فیکلٹی میں یو جی اور پی جی کے تمام طلبا کو ہر ایک پرچے کے لیے ایک تحقیقی مقالہ تحریر کرنا ہوتا تھا اور یہ عمل اسے پورے چھ سال تک کرنا پڑتا تھا؛ چار سال بی۔اے میں اور دو سال ایم۔اے میں۔اس مدت میں طلبہ کو لازمی طور پر دسیوں علمی مقالے تیار کرنے پڑتے تھے۔کالج کی طرف سے ہمیشہ طلبہ کے لیے یہ تجویز پیش کی جاتی تھی کہ اگر ممکن ہو تو وہ ایسے موضوعات کا انتخاب کریں جن کا تعلق ان کے اپنے وطن اور ملک سے ہو اور اس سلسلے میں طلبہ کی حوصلہ بھی کی جاتی تھی۔اس تجویز کا مقصد یہ تھا کہ ان ممالک میں عربی زبان کے نشانات کو واضح کیا جائے اور اسلامی علوم و آداب کی نشر و اشاعت میں مختلف اقوام کی کوششوں کو منظر عام پر لایا جائے۔

چنانچہ اس تعلیمی پالیسی کی وجہ سے ہمیشہ ایسے موضوعات ہی میرے سپرد کیے جاتے تھے جن کا تعلق ہندوستان میں عربی زبان اور اسلامی تہذیب و ثقافت سے ہو۔میں نے اپنے اساتذہ کی زیر نگرانی اس قسم کے مختلف موضوعات پر کئی مقالے تحریر کیے ہیں جس میں سے کئی زیور طبع سے آراستہ ہو چکے ہیں۔اس طرح ہندوستانی عربی ادب سے میرے روابط مضبوط ہو گئے اور گزرتے وقت کے ساتھ اس میں مزید قوت واستحکام پیدا ہوتا گیا۔ساتھ ہی ساتھ میرا یہ احساس بھی شدید سے شدید تر ہوتا گیا کہ ''اردو پر عربی کے اثرات'' ایک ایسا موضوع ہے جس کے ساتھ خاصی بے اعتنائی برتی گئی ہے۔اس سلسلے میں جو بھی کام ہوئے ہیں ان میں ایک طرف تو منہجیت کی کمی ہے؛ کہ ان میں تحقیق کے اصول و قواعد کو ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے دوسری طرف جامعیت کا فقدان ہے؛ کہ ان کا دائرہ صرف لسانی پہلوؤں تک محدود ہے۔ جہاں تک اردو زبان کے علوم کا تعلق ہے تو میرے علم کی حد تک اس میں ابوالکلام قاسمی صاحب کی ایک کتاب کے علاوہ کوئی علمی تحریر موجود نہیں ہے۔قاسمی صاحب نے اپنی کتاب میں اردو تنقید پر عربی و فارسی تنقید کے اثرات کا ذکر کیا ہے علاوہ ازیں اردو کے ادبی پہلوؤں پر عربی کے اثرات کی جانب کسی مصنف نے توجہ نہیں دی ہے۔

میرے خیال میں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس موضوع پر کام کرنے کے لیے عربی اور اردو دونوں زبانوں سے گہری واقفیت کی ضرورت ہے اور صورت حال یہ ہے کہ اس وقت اردو زبان کے ماہرین و محققین عربی زبان سے عموماً ناواقف ہیں اور یہی ناواقفیت ان کو اس موضوع سے کنارہ کشی اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ اردو مصنفین کی ایک بڑی تعداد ایسی ضرور ہے جو عربی زبان سے اچھی طرح واقف ہیں لیکن ان میں اکثر وہ لوگ ہیں جو مدارس اور علاقائی اسلامی جامعات سے فارغ التحصیل ہیں نیتجتاً وہ عصری اسلوب اور جدید علمی منہج کے مطابق موضوع کو پیش کرنے کے اسالیب سے واقف نہیں ہیں۔

یہ کتاب ایک مقدمے، اور چار ابواب پر مشتمل ہے۔

پہلے باب میں اردو زبان کی نشو ونما اور اس سے متعلق نظریات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں تین نظریات پائے جاتے ہیں۔ ہندوستانی نظریہ، ہریانوی نظریہ اور پنجابی نظریہ۔ اس کے بعد ان نظریات کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ نظریات فکری تناقضات کا شکار ہیں اور علمی مسلمات اور بحث و تحقیق کے مقررہ اصول وضوابط کی خلاف ورزیوں سے بھرے پڑے ہیں۔ نیز اس باب میں اردو زبان کے ارتقا اور اس کے فروغ و اشاعت میں کئی معاون عوامل کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور اردو کی نشو ونما اور ارتقا کے تمام مراحل میں عربی زبان کے کردار کو خاص طور پر اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

دوسرے باب میں اردو لغات پر عربی زبان کے اثرات سے بحث کی گئی ہے۔ اس باب کی ابتدا میں تین تمہیدی مقدمات قائم کیے گئے ہیں۔ پہلا مقدمہ ''زبانوں کے درمیان تاثیر و تاثر''، دوسرا مقدمہ ''تاثیری عوامل'' اور تیسرا مقدمہ اس موضوع پر کیے جانے اہم کاموں کے تجزیاتی مطالعے پر مبنی ہے۔ ان تین مقدمات کے بعد چار فصلیں ہیں۔ پہلی فصل اردو لغات میں شامل ہونے والے ان الفاظ پر مشتمل ہے جو ہر قسم کے لفظی و معنوی تصرف سے محفوظ ہیں۔ ان الفاظ کو اردو لغات کے اعتبار سے الف بائی ترتیب پر جمع کیا گیا ہے۔ دوسری فصل میں ان الفاظ پر روشنی ڈالی گئی ہے جن میں لفظی یا معنوی تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ اس سے قبل اس مطالعہ کی اہمیت سے متعلق ایک تمہید اور صوتی و معنوی تبدیلیوں کی قسمیں اور ان تبدیلیوں کے اسباب ذکر کیے گئے ہیں۔ تیسری فصل اردو الفاظ میں عربی سوابق ولواحق کے اور عربی الفاظ میں اردو سوابق ولواحق کے استعمال کے بیان پر مشتمل ہے۔ چوتھی فصل میں اردو لغات میں شامل بعض عربی مرکبات کا ذکر کیا گیا ہے۔

تیسرے باب میں اردو زبان کے علوم پر عربی زبان کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اگر میں یہ کہوں تو اس میں ذرا بھی غلط بیانی نہیں ہوگی کہ اپنی نوعیت کا یہ اولین کام ہے جو لسانی تقابلی مطالعے کے نئے دروازے کھولے گا۔ یہ باب پانچ فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں اردو علم بلاغت کی تینوں اقسام یعنی بیان، معانی اور بدیع پر عربی زبان کے اثرات کا بیان ہے۔ دوسری فصل میں عروض وقافیہ پر عربی کے اثرات، تیسری فصل میں نحو وصرف پر عربی کے اثرات، چوتھی فصل میں رسم الخط اور املا پر عربی کے اثرات اور پانچویں فصل میں اردو تنقید پر عربی زبان کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

چوتھے اور آخری باب میں اردو ادب پر عربی زبان کے اثرات سے بحث کی گئی ہے۔ یہ باب تین فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں اردو ادب پر عربی کے عام اثرات، دوسری فصل میں اردو نثر پر عربی زبان کے اثرات اور تیسری فصل میں اردو شاعری پر عربی زبان کے اثرات کا بیان ہوا ہے۔

اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ ہندوستان کے اندر انگریزی سامراجیت سے پہلے کے مختلف ادوار میں عربی زبان کی جو صورت حال تھی وہ اس قدر تبدیل ہو چکی ہے کہ آج کسی اہل علم کے لیے اردو پر عربی زبان کے وسیع وعمیق اثرات کا کما حقہ اندازہ کرنا مشکل ہے؛ جب تک کہ اسے یہ نہ معلوم ہو کہ ان سابقہ ادوار میں عربی زبان کس بلند مقام پر فائز تھی اور عہد استعمار تک اسے کیسی قائدانہ علمی حیثیت حاصل تھی اور عربی عہد سے استعماری عہد تک اس زبان میں تصنیف وتالیف اور تعلیم وتدریس کا بازار کتنا گرم رہا ہے۔ ہندوستان میں عربی زبان کا زوال عہد استعمار میں شروع ہوا۔ نوآبادکاروں نے اس بات کی پوری کوشش کی کہ ہندوستان سے عربی زبان کا خاتمہ کر دیا جائے اور اس کوشش کے نتیجے میں عربی زبان کی جو حالت ہوئی وہ سب کے سامنے عیاں ہے۔ چنانچہ عربی کی موجودہ حالت کے پیش نظر بہت سے محققین اردو زبان کی نشو ونما اور ارتقا میں عربی زبان کے کردار کو مشکوک نظر سے دیکھتے ہیں؛ کیونکہ وہ ان عصور میں عربی زبان کی صورت حال کو موجودہ دور کی صورت حال پر قیاس کرتے ہیں جب کہ ان دونوں کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے۔

ضرورت اس بات کی تھی کہ کتاب میں شامل چاروں ابواب کے علاوہ ایک اور باب شامل کیا جائے جس میں ماقبل استعمار عصور میں عربی زبان کے بلند مقام ومرتبہ اور وقیع

صورت حال کا ذکر ہو۔ ان عصور کی ابتدا عہد عربی اور عہد غزنوی سے ہوتی ہے۔ ان دونوں عہد حکومت میں مغربی پنجاب اور سندھ کے اکثر علاقوں میں خط و کتابت اور عام بول چال کی زبان عربی ہی تھی جیسا کہ مقدسی اور دوسرے سیاحوں اور جغرافیہ نویسوں نے صراحت کی ہے۔ اس کے بعد خاندان غلاماں اور مغلوں کے عہد حکومت میں بھی عربی زبان کو تمدنی، ثقافتی اور علمی تحریر کی زبان کا درجہ حاصل تھا۔ جب عربی زبان ظالم انگریزوں کے استعماری عہد میں داخل ہوئی تو پوری کوشش کی گئی کہ اس زبان کا خاتمہ کر دیا جائے۔ اس طرح اس باب کے اندر ہندوستان میں عربی زبان کی نشر واشاعت، اس کے اسباب، عربی کا سدا بہار دور، اس کے آثار اور اس میں تصنیف و تالیف کی مضبوط و مسلسل روایت کا بھی تھوڑا بہت ذکر ہو؛ تاکہ اس کتاب کا قاری ان تاریخی اور علمی حقائق سے کسی قدر واقف ہوجائے اور جب وہ اردو پر عربی زبان کے وقیع اثرات اور اس کی گہرائی و گیرائی دیکھے تو اس کے اندر حیرت واستعجاب نہ پیدا ہو۔ لیکن اس کتاب میں یہ باب شامل نہیں ہے جس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ موضوع سے بظاہر اس کا تعلق کم تھا۔ علاوہ ازیں ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میں نے اپنی کتاب "فصول فی التعریف بالہند العربیة الاسلامیة" (عربی اسلامی ہندوستان کے تعارف میں چند فصلیں) میں یہ تمام باتیں پوری تفصیل کے ساتھ بیان کی ہیں۔

میں نے اس کام میں اپنی پوری کوشش، تمام تر مبلغ علمی اور اپنی ساری طاقت صرف کی ہے۔ اگر میری یہ کوشش کامیاب ہے تو یہ صرف اللہ تعالی کی توفیق ہے اور اگر اس میں کسی قسم کی کمی اور نقص ہے تو وہ میری اپنی کمزوری اور بے مائیگی ہے؛ میرے لیے یہی کافی ہے کہ میں نے اپنی طرف سے پورے خلوص کے ساتھ یہ کوشش کی ہے۔

اخیر میں میں ان تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنھوں نے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں میری معاونت کی ہے؛ کیونکہ شکر سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس کو دوام بھی نصیب ہوتا ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اس کام کو مکمل کرنے کی توفیق بخشی۔ میں اپنے برادر مکرم مولانا سید محمد اشرف کلیم، سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ جائس کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جنھوں نے میری تعلیم و تربیت میں نمایاں کردار ادا کیا، میں اپنے ان

اساتذۂ کرام کا بے حد ممنون و متشکر ہوں جن سے میں نے استفادہ کیا، جن کے زیر سایہ تربیت حاصل کی، اور علم و معرفت کے حصول میں جن کے مشورے میرے لیے مشعل راہ بنے۔ خصوصیت سے میں اپنے استاد علامہ مظفر حسین پورنوی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن سے علوم عقلیہ کی تعلیم حاصل کی۔ استنباط و استخراج کے طریقے معلوم کیے اور استدلال کی معرفت حاصل کی۔ کلیۃ الدعوۃ الاسلامیہ میں ایم۔فل میں میرے مقالہ کے نگراں ڈاکٹر ہاشم الشریف صاحب کا بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے مجھے علمی مقالہ نگاری کا طریقہ سکھایا اور اس کے نظری و عملی مناہج سے واقف کرایا۔ اس کے بعد میں اپنے استاد پروفیسر سید کفیل احمد صاحب کا شکریہ ادا کروں گا جو علی گڑھ کے شعبۂ عربی میں میرے ڈاکٹریٹ کے مقالہ کے نگراں تھے، اور یہ کتاب اسی مقالے کا ایک حصہ ہے۔

بڑی ہی ناسپاسی ہوگی اگر میں ان حضرات کا شکریہ نہ ادا کروں جنھوں نے میرے ساتھ تعاون کیا اور اپنے مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔ خاص طور پر پروفیسر ظفر احمد صدیقی صاحب، شعبۂ اردو، اے ایم یو، کا شکر گزار ہوں جن سے میں نے کافی استفادہ کیا اور جنھوں نے انتہائی اہم اردو مراجع کی طرف میری رہنمائی فرمائی، ڈاکٹر سید سراج الدین اجملی صاحب، شعبۂ اردو، اے ایم یو، کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے ہمیشہ ہی کشادہ دلی اور خندہ روئی سے میرا استقبال کیا اور اردو زبان و ادب سے متعلق مسائل و موضوعات میں میری مدد کی۔

میرے لیے قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کا شکریہ ادا کرنا بھی ایک خوش گوار فریضہ ہے جس نے اس کتاب (عربی نسخہ) کی طباعت کے لیے مالی معاونت کی۔ آخر میں اپنے دو ریسرچ اسکالر شمس الحق اور آصف لئیق کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے اس کتاب کی مراجعت میں میری بہت مدد کی۔ اللہ تعالی ان دونوں کو بہترین جزا عطا فرمائے۔

اللہ تعالی کی بارگاہ میں دست بہ دعا ہوں کہ وہ عربی زبان کی اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور اسے اپنی رضامندی کا ذریعہ بنائے۔ وصلّی اللہ تعالی علی خیر خلقہ سیّدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

سید علیم اشرف جائسی

شعبۂ عربی،

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدر آباد

باب اول

اردو زبان کی نشو و نما اور ارتقا۔ ایک تاریخی جائزہ

فصل اول

اردو زبان کی نشو ونما

ماہرین لسانیات نے دنیا کی تمام زبانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا گروہ ان زبانوں کا ہے جن میں اشتقاق کا نظام نہیں پایا جاتا ہر لفظ آزاد ہوتا ہے، اس کی ہیئت وشکل میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کے ساتھ سابقہ لاحقہ آتا ہے جیسے چینی، برمیز و دیگر زبانیں۔ دوسرا گروہ ان زبانوں کا ہے جن میں نظام اشتقاق ہوتا ہے۔ پھر اس گروہ کی زبانوں کو آٹھ خاندانوں میں تقسیم کیا گیا ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں: 1 سامی، 2 ہند آریائی، 3 دراوڑی، 4 ہند چینی، 5 ملاوی، 6 افریقی، 7 امریکی (سرخ ہندوستانیوں کی زبانیں)، 8 مونڑا زبانیں (آدی باسی)۔[1]

بعض لوگوں نے تمام زبانوں کی تین قسمیں کی ہیں: عازل زبانیں، لاصق زبانیں اور صرفی زبانیں۔ عازل وہ زبانیں کہلاتی ہیں جن میں اشتقاق ہوتا ہی نہیں۔ لاصق وہ زبانیں ہیں جن میں علامتوں کو باہم جوڑنے سے الفاظ تیار ہوتے ہیں اور ان کے معنی میں تبدیلی ہوتی ہے جیسے دراوڑی، افریقی، جاپانی اور قدیم امریکی باشندوں کی زبانیں ''اورال'' وقوقاز وغیرہ کی زبانیں۔ صرفی زبانوں سے مراد وہ زبانیں ہیں جن کے الفاظ صرفی نظام کے تابع ہوتے ہیں جیسے سامی اور ہند یورپی زبانیں۔[2]

اردو زبان کا تعلق اس لسانی خاندان کی ایک ترقی یافتہ زبان سے ہے جسے ہند-یورپی زبانوں کا خاندان کہتے ہیں جو ہندوستانی زبانوں کے ساتھ مل کر پلی بڑھی اور جسے عربی، فارسی اور ترکی نے استحکام بخشا۔ان زبانوں میں یہ باہمی ربط وتعامل اس وقت شروع ہوا جب سندھ اور اس کے گردونواح میں عرب فوج داخل ہوئی۔ پھر وسطی ہندوستان اور پنجاب میں ترکی اور فارسی فوجوں سے ان کا سابقہ پڑا۔ یہ زبان توحید کے عقیدے کے بعد مسلمانوں کی جانب سے اس ملک کو سب سے بڑا تحفہ ہے۔

اردو زبان مختلف مراحل سے ہوکر گزری ہے۔اس مدت میں اس کو کئی نام دیے گئے۔ اردو زبان کے آغاز وارتقا، اس کے مصدر ومنبع کے متعلق کئی رائیں پائی جاتی ہیں۔ان میں سے کچھ آرا ایسی ہیں جو محض قیاس کی حیثیت رکھتی ہیں اور کچھ رائیں علمی بنیادوں پر قائم ہیں خواہ درست ہوں خواہ نہ ہوں۔ سچ بات تو یہ ہے کہ کسی بھی زبان کے آغاز اور اس کے ارتقائی مراحل کا پتہ لگانا انتہائی مشکل کام ہے بلکہ کسی حد تک ناممکن ہے؛ کیونکہ کسی زبان کی نشو ونما بہت ہی پیچیدہ اور دشوار راستوں اور مختلف مراحل سے ہوکر گزرتی ہے۔ یہ آرا ونظریات ماضی میں پیش آئے واقعات کے انکشاف کی کوششوں سے عبارت ہیں تا کہ انھیں قریب ترین ممکن صورت میں پیش کیا جاسکے۔

ان تمام آرا کا صرف اسی ایک بات پر اتفاق ہے کہ اردو زبان ہند آریائی مجموعہ زبان سے نکلی ہے جو کہ ہند یورپی لسانی خاندان کا حصہ ہے۔اس کے قواعد کے اجزائے ترکیبی سے یہ حقیقت پورے طور پر واضح ہوجاتی ہے اور کوئی شک باقی نہیں رہتا ہے اور اس سے انکار ایک لغو بات ہے۔

ہند آریائی مجموعہ زبان ہند یورپی زبانوں کے خاندان سے نکلنے والی ایک شاخ ہے۔اس کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

دور قدیم: یہ دور 1500 ق م سے تقریباً 500 ق م تک قائم رہا۔اس عہد میں ویدی زبان کی نشو ونما ہوئی اور وہ سنسکرت زبان وجود میں آئی جس میں ''رگ وید'' کے علاوہ دیگر ویداور دینی و علمی کتابیں مرتب ہوئیں۔

دور متوسط: یہ عہد ڈیڑھ ہزار سال کے عرصے پر محیط ہے جو پہلے دور کے اختتام سے 1000 تک قائم تھا۔ اس عہد میں پراکرتوں کا چلن عام ہوا۔ سنسکرت کو مصنوعی سمجھا جانے لگا اور اس کے مقابلے میں نئی زبان کو پراکرت یعنی فطری زبان کہا گیا؛ کیونکہ سنسکرت اعلیٰ طبقے اور دانشوروں تک محدود ہوگئی تھی اور عوام سے دور تھی۔ پراکرت زبان میں جین و بدھ مت کی مذہبی کتابیں اور اشوک کے کتبے لکھے گئے۔

دور جدید: یہ دور 1000 کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور اب تک جاری ہے۔ اس دور میں قدیم زبانیں ختم ہوگئیں اور ان کی جگہ اپ بھرنشوں نے لے لی۔ ''اپ بھرنش'' کے معنی ہیں گری ہوئی اور رکیک۔ دوسرے دور کے اخیر زمانے میں ہی ان کی تشکیل شروع ہوگئی تھی۔ پھر ان سے کئی زبانیں نکلیں اور ان کے کئی روپ سامنے آئے۔[3]

نیچے وہ خاکہ پیش کیا جارہا ہے جس سے ہند آریائی زبانوں کا باہمی رشتہ واضح ہوتا ہے۔ یہ خاکہ جارج گریسن نے Linguistic survey of India میں پیش کیا ہے:

مشرقی	وسطی	جنوبی وسطی	جنوب مغربی	شمال مغربی
ہریانوی	برج	قنوجی مشرقی	بندیلی	ہندوستانی

مگدھی — اردھ ماگدھی یا مشرقی ہندی

اردھ ماگدھی

اودھی — بجھیلی — چھتیس گڑھی

ماگدھی

آسامی — بنگالی — اڑیا — میتھلی — مجھیہ — بھوجپوری

چوتھائی صدی (1928-1903) کے زمینی مطالعہ کے بعد جارج گریسن نے اپنی مذکورہ کتاب میں ہندوستانی زبانوں اور لہجوں کی تعداد کی ایک فہرست پیش کی جس کے مطابق ہندوستانی زبانوں اور لہجوں کی تعداد 225 تک پہنچتی ہے۔[4]

اردو زبان کی ابتدا کے سلسلے میں سب سے قدیم رائے میرامن کی مانی جاتی ہے۔ جوانھوں نے باغ و بہار کے مقدمہ میں پیش کی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ باہر سے آنے والے مسلمانوں اور علاقائی ہندوؤں کے درمیان اختلاط کے سبب شہنشاہ اکبر کے عہد (1556-1605) میں اردو زبان کی نشوونما ہوئی۔ طبقۂ علما میں اس نظریہ کو خوب قبولیت ملی اور مشرق و مغرب کے علما نے اس کی تائید کی جس میں امام بخش صہبائی، محمد حسین آزاد، سر سید احمد خان، انشاء اللہ خان انشا اور ہورنلی قابل ذکر ہیں۔ محمد حسین آزاد اور ہورنلی نے یہ مزید کہا کہ ہندو باشندوں اور مسلمان فوجیوں کے اختلاط کے باعث برج بھاشا (مغلوں کے قدیم دارالحکومت آگرہ کے علاقے میں رائج بولی) نے عربی، فارسی اور ترکی زبان کے الفاظ، مفہوم اور تعبیرات سے استفادہ کرنا شروع کر دیا۔ بیرونی زبانوں اور برج بھاشا کے درمیان میل جول سے اردو زبان کی بنیاد پڑی۔ ابتدا میں جارج گریسن بھی اسی نظریے کے قائل تھے لیکن ہندوستانی زبانوں کا جائزہ لینے کے بعد انھوں نے اس رائے سے رجوع کر لیا۔[5]

سید سلیمان ندوی کہتے ہیں کہ اسلامی عہد کی ادبی تاریخ کے گہرے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مخلوط زبان سندھ، گجرات، اودھ، دکن، پنجاب اور بنگال ہر جگہ کی صوبہ وار زبانوں سے مل کر ہر صوبہ میں الگ الگ پیدا ہوئی حتیٰ کہ جن صوبوں میں ان بولیوں کو الگ وجود نہیں مل سکا ان میں بھی اس قدر اثر پڑا کہ ان میں دو متوازی دھارے بن گئے۔ ایک مسلمانی اور ایک خالص دیسی؛ چنانچہ بنگالی، مرہٹی، کنڑ، تلنگی، ملیالم ہر ایک میں مسلمانی بولی خالص بولی سے الگ ہے۔ مسلمانی بنگالی، مسلمانی مرہٹی، مسلمانی تلنگی خالص بنگالی، مرہٹی اور تلنگی سے الگ اور ممتاز ہے۔ یہ امتیاز بھی ہے کہ مسلمان ان صوبہ وار بولیوں میں عربی و فارسی لفظوں کو ملا کر بولتے ہیں اور ان صوبوں کے اصل باشندے ان کو خالص اور بے میل بولتے ہیں۔

مسلمانوں اور ہندوؤں کا یہ میل جول سب سے پہلے ملتان سے لے کر ٹھٹھ تک سندھ میں، پھر یہاں سے گجرات اور کاٹھیاواڑ تک ہوا۔ اس میل جول میں جو زبان بنی اس کا پہلا نمونہ ہمیں 762ھ/ 1361 میں فیروز شاہ تغلق کے عہد میں سندھ میں ملتا ہے۔ بادشاہ جب ٹھٹھ پر ناکام حملہ کر کے واپس گجرات گیا تو ٹھٹھ والوں نے اس کو اپنے شیخ کی کرامت سمجھ کر کہا

:''برکت شیخ تھیا، اک موا، اک تہا''۔یعنی یہ شیخ کی برکت تھی کہ ایک حملہ آور (سلطان محمد شاہ تغلق جس نے 752ھ/ 1351 میں حملہ کیا تھا) مر گیا اور دوسرا (سلطان فیروز شاہ تغلق) ناکام رہا۔

اس جملے سے یہ بات واضح ہے کہ 762ھ/ 1361 میں عربی، فارسی اور سندھی بولیوں کا مجموعہ جس کو آج آپ اردو کہتے ہیں پیدا ہو چکا تھا۔

سید سلیمان ندوی آگے لکھتے ہیں کہ:اردو زبان کے آغاز اور تاریخ کے متعلق میر امن، سرسید اور دوسرے قدما کے بیان کو لوگ صرف بزرگوں کی کہانی سمجھتے ہیں۔اس وقت ایسی کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں جن میں مغلیہ عہد سے پہلے کے نثری وشعری نمونے موجود ہیں۔ پھر اس کے بعد انھوں نے اردو کے آغاز سے متعلق میر امن کے قول کو نقل کر کے صراحتاً کہا ہے کہ میر امن کا بیان زمانہ اور اشخاص کے ناموں کو چھوڑ کر سرتاپا حقیقت ہے۔[6]

اردو کی نشو ونما کے متعلق ایک نظریہ یہ ہے کہ اس کا آغاز دکن میں ہوا؛ کیونکہ اسلام کی آمد کے بعد ہی ہندوستان کے مغربی سواحل میں عرب قافلے پھیل گئے تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں جہاز راں، تاجرین، عرب داعی اور سرداران بنو ہاشم سواحل ہند پر پہنچے،سواحل سے گزر کر اندرون ملک میں داخل ہوئے اور تمام جنوبی خطوں میں دور تک پہنچ گئے۔مشہور ومعروف مسلمان سیاح ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں ان قافلوں کا ذکر کیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان علاقوں میں بااثر عرب موجود تھے۔ پھر شمالی ہند سے بہت سے صوفیائے کرام، تاجرین، امرا اور عاملین جنوبی ہند کی طرف آئے۔مسلمانوں کا یہاں کے دیسی باشندوں کے ساتھ ہر وقت اور ہر کام میں سابقہ پڑتا تھا، ظاہر ہے اس صورت میں ایک خاص زبان کا پیدا ہونا ضروری تھا جو دونوں قوموں کے لیے تبادلہ خیال کا ذریعہ ہو اور ان کی سماجی ضرورتوں کی تکمیل کر سکے۔ جو مخلوط زبان دکن میں وجود میں آئی اسی کو اردو کا نام دیا گیا۔[7]

ڈاکٹر آمنہ خاتون اس سلسلے میں بہت دور چلی گئیں، انھوں نے ''دکنی کی ابتدا'' کے نام سے ایک کتابچہ شائع کیا جس میں انھوں نے دکنی کو اردو سے علاحدہ زبان قرار دیا ہے۔جنوب کی علاقائی خاص طور پر مرہٹی زبان میں عربی وفارسی الفاظ کی آمیزش سے دکنی کی داغ بیل پڑنا

شروع ہوگئی تھی۔ ڈاکٹر آمنہ خاتون کے خیال کے مطابق جنوبی ہند میں علاقائی فتوحات اور 1327 میں محمد تغلق کے عہد میں دہلی سے دولت آباد پایۂ تخت منتقل ہونے سے قبل ہی اس کی ابتدا ہوچکی تھی اور دکنی کا اردو سے کوئی تعلق نہیں ہے۔[8]

آگے اردو کی نشوونما کے متعلق جدید ماہرین لسانیات کے نظریات پیش کیے جارہے ہیں:

1- سر چارلس لائل اور جارج گریسن نے ہندوستانی زبانوں کے جائزہ کے بعد اس نظریہ کو اختیار کیا کہ ہندوستانی (اردو) بالائی دوآبے اور مغربی روہیل کھنڈ کی (بول چال کی) زبان ہے۔ جس میں سے غیر مانوس اور گنوار الفاظ و محاورات نکال کر عربی و فارسی الفاظ و تعبیرات کا اضافہ کیا گیا۔[9]

ان کے نزدیک ہندوستانی مغربی ہندی سے نکلنے والی بولیوں میں سے ایک ہے اور اسے کھڑی بولی بھی کہا جاتا ہے۔ اس کو کھڑی بولی کہنے کی وجہ یا تو اس کا دیہاتی پن ہے یا یہ کہ اس کے اکثر الفاظ و مصادر الف یا فتحہ پر ختم ہوتے ہیں۔ شمالی صوبہ (اترپردیش) کے شمال مغربی اضلاع میں یہی بولی رائج تھی جس میں دلی کا قریبی علاقہ میرٹھ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

بہت سے ہندوستانی ادیبوں اور اردو زبان وادب کے ماہرین تاریخ نے ان دونوں آرا کی تائید کی ہے۔ انھیں مویدین میں ایک نام رام بابو سکسینہ کا بھی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ: زبان اردو اس ہندی یا بھاشا کی ایک شاخ ہے جو صدیوں سے دہلی اور میرٹھ کے اطراف میں بولی جاتی تھی۔ یہ بھاشا جسے مغربی ہندی کہنا بجا ہے زبان اردو کی اصل اور ماں سمجھی جاسکتی ہے؛ لیکن انگریزی کی تقلید میں اردو کو ہندوستانی کہنا صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ اس لفظ میں مشرقی ہندی، مغربی ہندی اور راجستھانی سب شامل ہیں۔[10]

جدید ماہرین لسانیات میں ایک معروف نام گیان چند جین کا ہے، انھوں نے بھی گریسن کے نظریے کی اتباع کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ: اردو اور ہندی کھڑی بولی کے دو روپ ہیں۔ کھڑی بولی میں عربی فارسی الفاظ کے شامل ہونے سے اردو روپ متشکل ہوا۔ انھوں نے سہیل بخاری کا قول نقل کیا ہے: ''دراصل اردو اور ہندی ایک ہی زبان کے دو روپ ہیں جسے ماہرین علم زبان نے کھڑی بولی کا نام دیا ہے۔ ان کے موجودہ روپوں میں دو واضح فرق ہیں: ایک لپی (رسم الخط) کا دوسرا دخیل الفاظ........ لیکن علم زبان کے لحاظ سے دونوں کے یہ اختلافات قابل

التفات نہیں ہیں، کیونکہ ان سے زبان کی بنیادی خصوصیات پر کوئی اثر نہیں پڑتا..... کھڑی بولی کی قدیم تاریخ اردو زبان کا بھی ایسا ہی حصہ ہے جیسا ہندی زبان کا''۔ 11ؔ

آخر میں انھوں نے کہا ہے کہ: ''اردو کے آغاز کو دو مرحلوں میں تلاش کرنا چاہیے: 1 کھڑی بولی کا آغاز، 2 (عربی فارسی الفاظ کی شمولیت سے) کھڑی بولی کے اردو روپ دھارنے کا زمانہ''۔ 12ؔ

شوکت سبزواری نے جدید علم لسانیات کی روشنی میں صرفی قواعد اور لغوی نصوص سے استشہاد کرتے ہوئے بڑی گہرائی سے اس موضوع پر بحث کی ہے۔ انھوں نے بھی بعد کے ماہرین کے نظریات کی اتباع کی ہے۔ بحث کی ابتدا میں انھوں نے علم لسانیات کے دو عام قاعدے ذکر کیے ہیں:

الف۔ زبانوں کی تقسیم اور ان کے رشتوں اور قرابتوں کی تعیین ان کی صرفی نحوی ساخت کے مطابق کی جاتی ہے۔ فرہنگ الفاظ کی اس سلسلے میں کوئی اہمیت نہیں ہے جیسا کہ جدید ماہرین علم لسانیات میکس مولر کا خیال ہے۔

ب۔ لوگوں کو غلط فہمی ہے کہ دو یا دو سے زیادہ زبانوں کو جوڑ کر کوئی تیسری زبان وضع کی جاسکتی ہے۔ زبان کا اپنے پاس پڑوس کی زبانوں سے استفادہ کرنا، اس سے تقویت حاصل کرنا فطری بات ہے؛ لیکن اس کے ساتھ مل کر کسی تیسری بولی کو جنم دینا اس کے بس کی بات نہیں۔ 13ؔ

وہ آگے لکھتے ہیں: اردو دہلی، میرٹھ اور اس کے آس پاس کے علاقوں کی زبان ہے۔ مسلمانوں کی آمد سے قبل یہ یہاں عام بول چال کی زبان تھی۔ گیارہویں صدی عیسوی میں یا اس سے پہلے اردو کے خدوخال ابھرے۔ وہی خطہ زبان کا مولد قرار پاتا ہے جہاں عام طور پر لوگ اسے بولتے ہیں اور اس علاقے میں کوئی دوسری زبان نہ بولی جاتی ہو۔ سندھ، پنجاب، اودھ، دکن، بہار، گجرات اور بمبئی وغیرہ علاقوں میں جہاں اردو کا سکہ چلتا ہے اردو کے پہلو بہ پہلو دوسری علاقائی زبانیں بھی رائج ہیں۔ اردو تہذیبی زبان کی حیثیت رکھتی ہے اور بول چال کی زبانیں دوسری ہیں۔ نیز شہروں کی زبان اردو ہے اور دیہات کے باشندے مقامی زبان بولتے ہیں۔ 14ؔ

لیکن یوپی کے مغربی اضلاع میں اردو کے سوا کوئی دوسری زبان نہیں، صرف اردو ہی ہے جو شہروں اور دیہاتوں میں عام طور پر بولی جاتی ہے۔ ہندو مسلمان سب اردو بولتے ہیں۔ 15ؔ

اردو زبان اوراس کی نشو ونما کو ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے مربوط کرنے کی بظاہر دو وجہیں ہیں۔ پہلی اور بڑی وجہ اردو کا عربی و فارسی سرمایہ ہے۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ کسی زبان کے لیے دوسری زبان سے اخذ و استفادہ عام اور ظاہر بات ہے۔ دنیا کی ہر چھوٹی بڑی اور ترقی یافتہ زبان نے فاتح اقوام کی زبان سے استفادہ کیا، اس کے الفاظ وکلمات کو دل کھول کر قبول کیا ہے۔ انگریزی نے فرانسیسی کی وساطت سے لاطینی الفاظ، سابقے لاحقے، جمع کے قاعدے، تذکیر و تانیث کے اصول بڑی بے تکلفی سے قبول کیے۔اس کے بالمقابل اردو نے عربی و فارسی عناصر کے ساتھ اتنی بے تکلفی نہیں برتی اور نہ یہ عناصر اردو کی فطرت میں جذب ہو سکے۔[16] اس کے باوجود انگریزی والوں میں سے کسی نے موجودہ انگریزی کی پیدائش کو نارمن[17] فتوحات کا نتیجہ نہیں قرار دیا۔اسی طرح اردو نے عربی و فارسی الفاظ بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کیے جورچ بس کے اردو ہو گئے لیکن اردو کا مزاج بدستور ہند آریائی رہا۔[18]

اس کے بعد شوکت سبزواری نے اردو پر عربی و فارسی کے اثرات کے بعض پہلوؤں کو ذکر کر کے اپنے نظریات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اوراس بات پر زور دیا ہے کہ اردو کی ساخت پران اثرات کا نفوذ بہت کم ہے۔اس کی بنیادی اور ترکیبی شکل وصورت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ مسلمانوں کے عربی و فارسی کے ساتھ اردو کو مربوط کرنے کی دوسری وجہ مسلمانوں کا وہ سر پرستانہ اور مربیانہ سلوک ہے جو انھوں نے اردو کے ساتھ روا رکھا۔اردو مسلمانوں کے دہلی فتح کرنے سے پہلے دہلی اوراس کے نواح میں بولی جاتی تھی۔مسلمانوں نے اسے اٹھا کر سینے سے لگایا اوراس کی نوک پلک درست کر کے اس قابل بنایا کہ اس کے ذریعہ شاعرانہ خیالات کا اظہار ہو سکے،اس میں علمی وفنی کتابیں لکھی جاسکیں۔مسلمان جہاں گئے اردو ان کے ہم رکاب رہی ۔مسلمانوں کی فتوحات کے ساتھ اردو ملک کے گوشے گوشے میں جا پہنچی اور مقامی بولیوں کو پیچھے دھکیل کر اس نے مسلمانی دائرہ حکومت کی وسعت کے مطابق بہت جلد ایک عام اور ملک گیر زبان کا مقام حاصل کرلیا۔شاید اسی سر پرستی اور تربیت کی بنا پر اردو کو مسلمانوں کی وضع کردہ زبان سمجھ لیا گیا۔سبزواری اپنے نظریے کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں: ’’میرے خیال میں ان وجوہات کے سوا کوئی تاریخی یا لسانی توجیہ اس بے بنیاد خیال کی پیش نہیں کی جاسکتی‘‘۔[19]

2- حافظ محمود شیرانی کا نظریہ یہ ہے کہ اردو کی نشو ونما عہد غزنوی (392ھ/1002-582ھ/1186) میں پنجاب میں ہوئی۔ اس سلسلہ میں انھوں نے دو چیزوں کو بطور دلیل پیش کیا ہے: ایک اس عہد کے کثیر شعری ونثری متون، دوسرے قدیم اردو اور پنجابی کے درمیان موجود مماثلت و مشابہت۔ وہ لکھتے ہیں:

غزنوی کے قبضے میں تمام پنجاب، سندھ اور ملتان تھا۔ ہانسی، سرستی اور میرٹھ تک اس کے قبضے میں تھے، بلکہ یوں کہیے دہلی کے قریب تک پھیلے ہوئے تھے۔ اتنے بڑے علاقے کے مالی وملکی انتظام کے لیے عمال کو اس ملک کی زبان سیکھنی ضروری تھی؛ چونکہ لاہور ہندوستان کا دارالسلطنت تھا اس لیے ظاہر ہے اس خطے کی زبان کو اس عہد کی حکومت اور مسلمانوں نے ترجیح دی ہوگی۔ یہ خیال کرنا کہ جب تک مسلمان پنجاب میں آباد رہے انھوں نے کسی ہندوستانی زبان سے سروکار نہیں رکھا اور جب پنجاب سے دہلی گئے تب برج بھاشا اختیار کی، ایک ناقابل قبول خیال ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ قطب الدین ایبک کے فوجی و دیگر متوسلین پنجاب سے کوئی ایسی زبان اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہوئے جس میں فوج کے مختلف عناصر باہم گفتگو کر سکیں اور مقامی باشندوں سے گفتگو کر سکیں۔

دلچسپی کا امر یہ ہے کہ غیاث الدین پنجابیوں کے لشکر کے ساتھ دہلی میں داخل ہوتا ہے جس نے وہاں آباد ہو کر دہلی کی زبان پر بے حد اثر ڈالا ہوگا..... جب نارمنوں کی فتح نے انگریزی زبان پر ایک نہ مٹنے والا اثر ڈالا اور ہمیشہ کے لیے اس کی رفتار بدل دی تو ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ دہلی پر ان پنجابیوں نے کس قدر اثر ڈالا ہوگا۔ تغلقوں کے عہد میں دہلی میں جس قسم کی زبان بولی جاتی تھی اگر ہم کو اس کے نمونے دیکھنا ہیں تو قدیم دکنی اردو کے ادبی نمونے دیکھنے چاہیے۔[20]

گراہم بیلے، سنیتی کمار چٹرجی اور محی الدین قادری زور وغیرہ نے شیرانی کی تائید کی ہے۔ بلاشبہ حافظ شیرانی نے اس نظریے کو آگے بڑھایا ہے اور جدید اسلوب میں پیش کیا ہے؛ لیکن ان سے قبل بھی کئی لوگ اس قسم کا اظہار خیال کر چکے ہیں۔ جن میں ایک شیر علی خاں سرخوش ہیں، وہ اپنی کتاب ''تذکرہ اعجاز سخن'' کے مقدمے میں لکھتے ہیں کہ: ''اردو زبان کی نہایت ابتدائی شکل و صورت پنجابی ہی ہے'' اور ''اردوئے قدیم پنجابی سے ماخوذ ہے''۔[21]

گراہم بیلی نے اردو ادب کی تاریخ نامی کتاب مرتب کی اور اس میں اردو زبان کے آغاز وارتقا پر ایک مستقل باب قائم کیا:

> ہمیشہ یہی کہا جاتا ہے کہ اردو کی نشو ونما دہلی میں ہوئی لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ فارسی زبان بولنے والے لوگ پہلے پنجاب میں آئے اور دہلی میں اولین حکومت قائم ہونے سے پہلے ایک لمبے عرصے تک وہاں قیام کیا۔ دہلی میں نشو ونما کے جو امکانات موجود ہیں اس سے کہیں زیادہ امکانات تو لاہور میں موجود ہیں؛ چنانچہ جو کچھ دلی میں پیش آنے کی بات کی جاتی ہے وہ سب صدیوں پہلے لاہور میں پیش آ چکا تھا۔22ے

سنیتی کمار چٹرجی لکھتے ہیں:

> فطری طور پر مسلمانوں نے سب سے پہلے اسی زبان کو اپنایا جو اس وقت پنجاب میں رائج تھی، اور اس وقت پنجاب خصوصاً مشرقی پنجاب اور اتر پردیش کے بالکل مغربی حصوں میں رائج لہجوں میں خاص فرق نہیں تھا۔ ہم تصور کر سکتے ہیں کہ آٹھ نو سو سال قبل یہ فرق کتنا کم رہا ہوگا بلکہ اس بات کا بھی امکان ہے کہ وسطی اور مشرقی پنجاب کے لہجے بڑی حد تک مماثل رہے ہوں۔23ے

مزید لکھتے ہیں:

> یہ بات واضح ہے کہ ایرانی اور ترکی فاتحین کے بعد پنجاب سے دہلی آنے والے مسلمانوں کی اہمیت اس نئے دارالحکومت میں تمام ہندوستانی گروہ میں سب سے زیادہ تھی۔ یہ لوگ پنجاب سے اپنی بولی لے کر آئے جو شمال اور شمال مغربی دہلی کے اضلاع کی بولیوں سے بہت سے معاملوں میں مماثل تھی۔ اس نے دہلی میں نشو ونما پا رہے عام لہجے کو جدید اسلوب عطا کیا اور اس کے اندر امتیازی صفات اور بہترین خصوصیات کا اضافہ کیا۔24ے

ہندوستان کے ماہرین لسانیات میں ایک بڑا نام ڈاکٹر محی الدین قادری زور کا ہے۔ انھوں نے بھی اسی نظریے کی صحت پر زور دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: اردو زبان کی نشو ونما سرزمین

پنجاب میں ہوئی؛ لیکن عجیب بات ہے کہ اس جانب کسی یورپی ماہر لسانیات کا ذہن منتقل نہیں ہوا۔ اس کی طرف سب سے پہلے ہندوستانیوں ہی کی توجہ مبذول ہوئی اور ہندوستانی اہل قلم نے اس کو سب سے پہلے بے نقاب کیا۔ چنانچہ 1928 میں پروفیسر حافظ محمود شیرانی نے اپنی کتاب ''پنجاب میں اردو'' میں اس خیال کو نہایت واضح انداز میں دلائل کے ساتھ پیش کیا۔ جس زمانے میں اردو پنجاب میں بنی اس وقت پنجاب اور دوآبۂ گنگ وجمن کی زبان میں بہت کم فرق پایا جاتا تھا۔ برج بھاشا، کھڑی بولی اور جدید پنجابی زبانیں بعد کو عالم وجود میں آئیں۔ چنانچہ میں نے اپنی کتاب ''ہندوستانی فونے ٹکس'' میں اس نظریہ کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ غرض 1928 کے بعد سے اہل اردو اور ماہرین لسانیات کے نقطۂ نظر میں تبدیلی پیدا ہوگئی اور اردو کے سرزمین پنجاب میں پیدا ہونے اور لسانی نشوونما حاصل کرنے کا نظریہ مستحکم اور مسلّم ثبوت بن گیا۔ 25ے

عزیز احمد لکھتے ہیں:

> غزنوی نے پنجاب میں وہی زبان بولنی شروع کردی جو جدید پنجابی سے مشابہ تھی اور فارسی الفاظ کی آمیزش نے اس کو خوب ثروت مند کردیا اور یہ ترقی کرتے کرتے اردو زبان کی شکل اختیار کرگئی جو عربی، فارسی اور ترکی کے بعد عالم اسلامی میں رابطے کی سب سے اہم زبان بن کر سامنے آئی۔ 26ے

3- ایک معروف نظریہ مسعود حسین خان کا ہے جس کی بنیاد انھوں نے ژول بلاک کے اس نظریے پر رکھی ہے کہ اردو کی نشوونما ہریانوی (بانگڑو بھاشا) سے ہوئی ہے۔ انھوں نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ اردو زبان نے ہریانوی پر مکمل اعتماد کے علاوہ دہلی کے گردونواح میں رائج بولیوں جیسے کھڑی بولی اور برج بھاشا کے بہت سے عناصر کو اپنے اندر جذب کیا ہے اور یہ عناصر اس کے ترکیبی ساخت میں رچ بس گئے۔

> ''اس لیے دہلی اور گردونواح اردو کا اصل منبع اور سرچشمہ ہے اور حضرت دہلی اس کا حقیقی مولد ومنشا''۔ 27ے

پروفیسر مسعود حسین مزید لکھتے ہیں کہ:

> ہریانوی اور پنجابی میں بہت سے عناصر مشترک ہیں۔ اس بنا پر پروفیسر شیرانی

دکن کے قدیم لسانی مواد کا مقابلہ پنجابی سے کر کے سلسلہ اسی سے ملا دیتے ہیں۔ جب ہم نے ان مواد کا مقابلہ بجائے پنجابی کے ہریانوی سے کیا تو پنجابی کے مقابلے میں ہریانوی اور قدیم دکنی مواد میں کہیں زیادہ مشترکہ خصوصیات اور یکساں عناصر ملے۔ مذکورہ بالا تقابلی مطالعے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ قدیم اردو کی تشکیل براہ راست دوآبہ کی کھڑی اور جمنا پار کی ہریانوی کے زیر اثر ہوئی۔ پھر جب سولہویں صدی میں آگرہ دارالسلطنت بنا تو اردو نے برج سے بہت اخذ واستفادہ کیا، برج نے اس کو نئی تعبیرات عطا کیں اور اس کی نوک پلک سنواری۔ اور کرشن بھگتی تحریک کے ساتھ بھاشا عام مقبول زبان ہوگئی۔ 28ے

-4 اردو زبان کی نشو ونما کے متعلق جو نظریات پائے جاتے ہیں ان میں سب سے عجیب وغریب وہ نظریہ ہے جسے سہیل بخاری نے پیش کیا ہے، جس کی طرف قدیم وجدید علما میں سے کسی بھی عالم کی نظر نہیں گئی تھی۔ اس پورے نظریے کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر زبان کا نام نسبتی ہوتا ہے جو اس علاقے کے نام پر رکھا جاتا ہے۔ اگر اردو زبان کو ''کھڑی بولی'' کی ترقی یافتہ شکل مانیں تو ہمیں اس کی ابتدائی نشو ونما اسی بولی میں تلاش کرنا ہوگی۔ کھڑی بولی کا نام ''کھڑی بولی'' اس کے کھردرے پن یا اس کے اسما اور افعال کے الف اور فتحہ پر ختم ہونے یا ماہرین کے بیان کردہ دوسرے اسباب کی وجہ سے نہیں پڑا ہے۔ اس قسم کی تعلیلیں بعید از قیاس ہیں اور لسانیات کے اصولوں سے میل نہیں کھاتی ہیں۔ اپنی مادری زبان کا لہجہ کسی کو درشت یا کھردرا نہیں لگتا، لہٰذا یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ درشتگی کی وجہ سے اس کا نام ''کھڑی بولی'' رکھا گیا ہو۔ کھڑی بولی کا یہ نام اس لہجے کے لیے فارسی خط اختیار کرنے سے بہت پہلے رکھا جا چکا تھا، پھر اسے کیوں کر صحیح کہا جا سکتا ہے کہ کھڑی نام رکھنے کی وجہ اس کے اسما وافعال کا الف اور فتحہ پر ختم ہونا ہے۔ مزید یہ کہ صرف کھڑی بولی میں الفاظ الف اور فتحہ پر ختم نہیں ہوتے بلکہ اور بھی کئی زبانیں اور بولیاں ہیں جن کے الفاظ الف وفتحہ پر ختم ہوتے ہیں لیکن ان میں سے کسی کا نام اس طرح نہیں رکھا گیا۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ کھڑی بولی علاقہ ''کھڑ'' کی بولی ہے اور کھڑ غالباً اڑیسہ کے جنوب میں سمندر کے قریب واقع ایک علاقہ ہے۔ 29ے

اب تک اردو زبان کی نشو ونما کے متعلق مشہور نظریات اور قدیم وجدید آرا کا ذکر کیا گیا۔ ان نظریات اور آرا کے درمیان اس قدر تعارض ہے کہ کسی علمی نتیجہ تک پہنچنا انتہائی دشوار ہے۔ قدیم آرا سے متعلق جدید نظریہ سازوں کا کہنا ہے کہ یہ بوسیدہ خیالات ہیں، اوران میں اس قدر اختلاف ہے کہ ان میں غور وفکر کرنا، توجہ دینا اوران پر بحث کرنا ہی بے کار ہے۔ نہ ان میں تحقیقی لہجہ کا لحاظ رکھا گیا ہے اور نہ ہی جدید لسانیاتی اصولوں سے واقفیت نظر آتی ہے۔ لہٰذا اگر ہم ان قدیم آرا سے صرف نظر کر کے جدید نظریات کی طرف توجہ کریں تو یہاں بھی صورت حال مختلف نہیں ہے بلکہ یہ نظریات باہم زیادہ متناقض اور زیادہ مختلف فیہ ہیں۔ یہ تمام نظریات ساز بھی کسی ایک یا کم از کم قریبی رائے تک پہنچنے میں پوری طرح نا کام رہے ہیں اور جدید لسانیاتی اصولوں سے ان کی واقفیت نے اس سلسلے میں ان کی کوئی مدد نہیں کی۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہر کسی نے اپنے نظریے کے اثبات پر توجہ دینے کے بجائے دوسروں کے خیالات اور آرا کی تردید وابطال پر زیادہ توجہ دی ہے۔ اردو زبان کی نشو ونما کے متعلق تمام جدید نظریات میں تحقیقی منہج کی رعایت اور صحیح منطقی فکر کی کمی ہے۔ مزید یہ کہ ہر نظریے میں اختلاف، دعووں کا تناقض، عمومیت اور اطلاقات موجود ہیں۔ اور اکثر وبیشتر رائج علمی طریقۂ تحقیق سے دوری نظر آتی ہے، جو اسکالر کو حیرت میں ڈال دیتی ہے اور وہ شک وشبہ اور تردد میں پڑ جاتا ہے۔

اردو کے ہند آریائی لسانی خاندان کی ایک شاخ ہونے کے علاوہ اگر ان نظریات کا کسی بات پر اتفاق ہے تو وہ اردو اور عربی کے درمیان موجود تعلقات وروابط کو صراحتاً یا اشارۃً ختم کرنے کی کوشش اور اردو کے آغاز وارتقا میں مسلمانوں کے تاریخی کردار کے انکار پر ہے اور وہ بھی تمام تاریخی وعلمی حقائق کو پس پشت ڈال کر۔ ان اصحاب نظریات کی اس روش کو استدلال بے جا سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ [30] اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ ہندوستانی ماہرین میں عربی کے خلاف مخاصمانہ روش شعوری یا غیر شعوری طور پر مستشرقین کی تحریروں کی اتباع اور اس موضوع پر مغربی مفکروں کی آرا پر مکمل اعتماد کا نتیجہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے کسی نے بھی معمولی نوعیت کے اور ثانوی اضافات کے علاوہ کوئی نئی چیز پیش نہیں کی۔ اپنے نظریے کی تائید میں نصوص تو پیش کیے ہیں لیکن اکثر وبیشتر نصوص مطعون ومشکوک ہیں۔

اردو زبان کے آغاز سے متعلق جن جدید نظریات کو علمی حلقوں میں قبولیت و پذیرائی نصیب ہوئی وہ بنیادی طور پر مندرجہ ذیل تین نظریات کے ارد گرد گھومتے ہیں:

1- ’’ہندوستانی‘‘ نظریہ

اس نظریے کے حامی شوکت سبزواری اور سہیل بخاری ہیں، نیز جارج گریسن کا رجحان بھی اسی جانب ہے۔ان کا کہنا ہے کہ اردو کی نشو ونما ہندوستانی سے ہوئی اور اس کا مولد دہلی اور نواح دہلی یعنی ہندوستان کی شمالی ریاست اتر پردیش کے شمال مغربی اضلاع ہیں۔

2- ’’پنجابی‘‘ نظریہ

حافظ شیرانی اور محی الدین قادری زور کے مطابق اردو کی نشو ونما پنجاب میں ہوئی اور وہی اس کا مولد ومنشا ہے۔گراہم بیلی کا نظریہ بھی یہی تھا۔

3- ’’ہریانوی‘‘ نظریہ

مسعود حسین خان نے اس کو اپنایا ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اردو کی نشو ونما ہریانوی اور دہلی ونواح دہلی میں رائج بولیوں سے ہوئی۔اور دہلی سے لگے ہوئے ہریانہ کے علاقے ہی اردو کا مولد ومنشا ہیں۔مسعود حسین خان سے پہلے ژول بلاک نے بھی یہ بات کہی تھی۔

اس طرح یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اردو زبان کی نشو ونما سے متعلق ان تین معروف نظریات کے قائلین نے مستشرقین کی آرا اور ان کے افکار کی اتباع کی ہے اور ان کے بنائے ہوئے راستے کی پیروی کی ہے، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے عربی زبان کے اہم رول کو نظر انداز کردیا خواہ عربی کا اثر اردو زبان کے آغاز وارتقا پر براہ راست پڑا ہو یا فارسی کے واسطے سے۔دانستہ یا نادانستہ طور پر انھوں نے عربی زبان کے ان عظیم تر اثرات کو بھلا دیا جو تمام ہندوستانی زبانوں پر عام طور پر اور اردو زبان پر خاص طور پر پڑے ہیں، بلکہ عربی زبان اردو کے آغاز اور اس کو موجودہ شکل دینے میں کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔

مذکورہ تینوں نظریات میں سے کوئی بھی نظریہ تنقید سے محفوظ نہیں ہے؛ چنانچہ شوکت سبزواری اور مسعود حسین نے اردو کے پنجاب میں پیدا ہونے کے نظریے پر زبردست تنقید کی ہے

اوراس نظریے کو پورے طور پر رد کیا ہے، اوراس سلسلے میں جو دلائل استعمال کیے گئے ہیں وہ ان دونوں کے نزدیک قطعی اور حتمی ہیں۔ ان کے اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

الف اگر ہم کلی طور پر اس نظریے کو قبول کرلیں تو پھر ہمیں یہ ماننا ہوگا کہ سندھ اردو کا گہوارۂ اول ہے؛ کیونکہ پنجاب میں غزنویوں کے قیام سے کئی صدی قبل سندھ میں عرب مقیم ہوچکے تھے، جو کہ سید سلیمان ندوی کا نقطۂ نظر ہے۔

ب حافظ شیرانی نے اردو کے متعلق جو یہ کہا ہے کہ یہ مسلمان فوجیوں کے ہمراہ پنجاب سے ہجرت کر کے دہلی پہنچی محض قیاس ہے؛ کیونکہ اس سلسلے میں کوئی مضبوط دلیل موجود نہیں ہے کہ یہ فوجی جو بولی بولتے تھے اسی نے ترقی کر کے اردو کی شکل اختیار کرلی، بلکہ اس کے برعکس اگر اس بات کو قبول کرلیں تو دو میں سے کسی ایک صورت کا ہونا ضروری ہے۔ یا تو یہ کہ جس وقت مسلمان ہجرت کر کے دہلی پہنچے اس وقت وہاں کوئی زبان نہیں تھی، یا یہ کہ ان مہاجرین کی تعداد دہلی کے اصل باشندوں سے کئی گنا زیادہ تھی اور علاقائی زبان اس مہاجر زبان میں گم ہوگئی؛ جب کہ یہ دونوں صورتیں تاریخ ولسانیات دونوں لحاظ سے ناقابل قبول ہیں۔

ج حافظ شیرانی نے مکمل طور پر تاریخی شواہد پر اعتماد کیا ہے اور تاریخ کو ہی انھوں نے اپنے نظریے کی بنیاد بنایا ہے، پھر ان تاریخی شواہد کی بنا پر وہ جس نتیجے پر پہنچے اس کی تائید میں انھوں نے لسانی دلائل پیش کیے جو کہ علم لسانیات کے مقررہ اصولوں کی صریح خلاف ورزی ہے۔ دو یا دو سے زیادہ زبانوں میں قرابت داری کا فیصلہ زبان کے سرمایے کو دیکھ کر اور اس کے گہرے تقابلی مطالعے کے بعد کیا جاتا ہے۔ لسانی دلائل کی تائید میں تاریخی شہادت پیش کی جاسکتی ہے لیکن یہ شہادت تائیدی اور ثانوی ہوگی۔ اعتماد صرف لسانی شہادت پر کیا جائے گا۔[31]

د زبان کا مولد وہی ہوتا ہے جہاں وہ بلاشرکت غیرے بولی جائے۔ شہر، دیہات، گلی کوچے، بازار ہر جگہ یکساں طور پر لوگ اسے بولتے ہوں اور پورے خطے میں اس کا استعمال افہام وتفہیم، بول چال اور ثقافتی زبان کے طور پر ہوتا ہو۔ اردو زبان پنجاب میں کبھی بھی اس درجہ کو نہیں پہنچی، لہٰذا اس کا مولد پنجاب کو قرار دینا صحیح نہیں ہے۔[32]

ہ شیرانی نے پنجابی اور اردو میں بعض مشترک خصوصیات کی وجہ سے یہ رائے قائم کی ہے،

چنانچہ انھوں نے پنجابی اور اردو کی ایک اہم مشترک خصوصیت علامت مصدر ''نا'' بتائی ہے؛ لیکن اس سلسلے میں یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ ''نا'' کی علامت مصدر پنجابی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔قدیم زمانے سے ہریانوی میں ''ن'' کے ساتھ ''نا'' بھی ملتا ہے۔[33]

مشترکہ خصوصیات میں صیغۂ امر بھی ہے جس کے متعلق شیرانی لکھتے ہیں: امر کا قاعدہ اردو پنجابی میں بالکل ایک ہے۔یعنی علامت مصدر گرا دی جائے تو امر باقی رہ جاتا ہے۔لیکن امر کا یہ قاعدہ پنجابی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہندوستان کی تمام جدید آریائی زبانوں میں امر اسی طرح بنتا ہے۔[34]

و حافظ شیرانی اور قادری زور دونوں کا یہ کہنا ہے کہ ہریانوی اور ہندوستانی دونوں کو مسلمانوں کے دہلی فتح کرنے کے بعد نشو ونما ملی؛ لیکن اس دعوے کو بعد میں حاصل ہونے والے نصوص نے باطل قرار دے دیا ہے، جن کی اطلاع شیرانی اور قادری کو نہیں ہو سکی، اور ان نصوص کا تعلق دہلی کی فتح سے قبل سے ہے۔

اسی طرح دیگر دونوں نظریات کے حاملین نے ہریانوی نظریے پر تنقید کی ہے۔مندرجہ ذیل نقاط میں اس تنقید کے اہم پہلوؤں کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے:

الف پروفیسر مسعود حسین خاں نے ژول بلاک کی رائے کو اپنے نظریے کی بنیاد بنایا ہے لیکن ژول بلاک خود اپنی اس رائے پر قائم نہیں رہے۔محی الدین قادری زور لکھتے ہیں کہ جب میں ڈی۔لٹ کے لیے پیرس پہنچا اور پروفیسر ژول بلاک کے ساتھ ''گجراتی فارمز آف ہندوستانی'' پر مقالہ لکھنا شروع کیا تو وہ اس وقت ان مباحث اور نظریے سے پوری طرح واقف ہوئے۔چنانچہ جب پیرس ہی سے ''ہندوستانی فونیٹکس'' شائع ہوئی تو اس پر خود پروفیسر بلاک نے مقدمہ تحریر فرمایا اور اس نظریے کی کوئی مخالفت نہیں کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا تھا۔[35]

ب مسعود صاحب سے ایک اہم فروگذاشت یہ ہوئی ہے کہ انھوں نے موجودہ ہریانوی کا مقابلہ قدیم دکنی سے کر کے نتائج اخذ کیے ہیں، حالانکہ یہ تقابل صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ جب پنجاب میں اردو کی نشو ونما ہوئی ہریانوی کا مستقل وجود نہیں تھا۔جب ہریانوی اردو کے بعد وجود میں آئی

تو اس بات کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے کہ اردو اس سے نکلی ہو، اور اگر ان دونوں میں کچھ خصوصیات مشترک ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک زبان دوسری زبان سے نکلی ہے۔ ان دونوں زبانوں میں اشتراک کی حقیقی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کی اصل ایک ہے۔ [36]

ج ڈاکٹر مسعود مانتے ہیں کہ عہد غزنوی کے ایک شاعر خواجہ مسعود سعد سلمان (515ھ/1122) ہیں جنھوں نے اپنے عربی و فارسی دیوان کے علاوہ ہندوی زبان میں بھی ایک دیوان چھوڑا ہے۔ انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ ان کا ہندی دیوان امیر خسرو کے عہد تک دستیاب تھا، پھر انھوں نے یہ قیاس لگایا کہ یہ دیوان لاہوری زبان میں تھا؛ لیکن امیر خسرو اپنی کتاب ''غرۃ الکمال'' کے مقدمے میں مسعود لاہوری کے متعلق لکھتے ہیں: میری ہی طرح ہندوی زبان میں ان کا بھی ایک دیوان ہے۔ یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ امیر خسرو ہر جگہ کی زبانوں کا فرق جانتے تھے اور اپنے عہد کے سب سے بڑے زبان داں تھے۔ اس حقیقت کا اعتراف خود مسعود حسین خان نے بھی کیا ہے۔ ایسی صورت میں اگر مسعود سعد سلمان کی زبان لاہوری ہوتی تو امیر خسرو اس کو لاہوری کے بجائے ہندوی کیوں لکھتے۔ [37]

د مسعود حسین خان نے ہریانوی کے بعض قدیم مصنفین کی تحریروں کو قدیم ہریانوی کے نمونے کے طور پر پیش کیا ہے اور اس کو اردو کا نقش اول قرار دیا ہے۔ وہ شیخ عبداللہ انصاری، شیخ محبوب عالم، اکرم روہتکی وغیرہ کو ہریانوی کا قدیم مصنف مانتے ہیں؛ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی تصانیف اردو میں ہیں ہریانوی میں نہیں۔ ہریانہ کے علاقہ میں لکھے جانے کی وجہ سے ان میں ہریانوی کا اثر آ گیا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ صوبائی اردو ہے۔

ہ مسعود حسین خان کہتے ہیں: ''بجنور، مرادآباد اور رامپور کی کھڑی بولی معیاری اردو سے قریب تر ہے'' اور یہ بات صراحتاً ان کے نظریے کے منافی ہے۔ [38]

اردو کے ہندوستانی نظریے پر بھی تنقیدیں ہوئی ہیں۔ گو کہ شوکت سبزواری معاصر ماہرین میں اردو کے ہندوستانی نظریے پر سب سے زیادہ زور دیتے ہیں اور انھوں نے دوسروں کی رائے کی سب سے زیادہ تردید کی ہے اور اس موضوع پر طویل گفتگو کی ہے؛ لیکن اس کے باوجود وہ اپنے نظریے کے اثبات پر کافی وشافی دلائل پیش نہیں کر سکے، اور جو دلائل انھوں نے پیش کیے ہیں ان

میں بہت ہی پیچیدگی اور تناقضات ہیں: کبھی وہ کہتے ہیں کہ اردو کی نشو ونما ہندوستان سے ہوئی ہے اور کبھی اس کو قدیم مغربی ہندی کی فرع مانتے ہیں۔ کبھی یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اردو اور ہندوستانی ایک ہی ہیں اور کبھی اردو کو ہندوستانی کی ادبی شکل قرار دیتے ہیں۔

ان متبادل تنقیدوں سے قطع نظر کچھ قابل ذکر معروضات مندرجہ ذیل ہیں:

الف اردو زبان کی نشو ونما سے متعلق ہونے والی تحقیقات ومباحث پہلی منزل میں ہی ہیں اوراس میں پوری طرح سے قدیم مستشرقین اور جدید ہندی زبان کے ماہرین کی جانب سے ہونے والے کاموں پر تکیہ کیا گیا ہے۔اب بھی اردو زبان میں اوریجنل اور تبعیت سے پاک آزادانہ تحقیق کی ضرورت ہے۔اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مستشرقین نے اردو زبان کے آغاز وارتقا سے متعلق جو آرا اور نظریات پھیلائے ہیں وہی ان اختلافات کی جڑ ہیں اور اسی وجہ سے یہ سارے اختلافات اور تمام غلط فہمیاں پیدا ہوئیں ۔ مستشرقین کی اتباع کی وجہ سے ہندوستانی محققین کے اندر بھی یہ اختلافات سرایت کر گئے ہیں۔تمام محققین کی گفتگو ومباحث مستشرقین کی آرا تک ہی محدود ہیں۔ان میں سے ہر ایک نے مستشرقین کی ایک ایک رائے کو اختیار کر لیا اور ان میں سے کوئی مسئلے کے وسیع وعریض ابعاد کو نہیں دیکھ سکا۔ان حضرات کا عذر یہ ہے کہ وہ اس راہ کے نئے مسافر ہیں، زادِ سفر مکمل نہیں ہے اور راستہ بے حد دشوار گزار ہے۔

ان سب کے باوجود ہم مستشرقین کی ان کوششوں کو بے قیمت نہیں کہتے اور ان کی بیش قیمت تحریریں اور مباحث اہل اردو کے شکریہ وتعریف کی مستحق ہیں؛ لیکن ہمیں اس سفر کو منزل تک جاری رکھنا ہے اور غلطیوں کو ہرگز قبول نہیں کرنا ہے خواہ وہ کسی سے بھی صادر ہوئی ہوں۔

ب جدید ماہرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اردو ہند آریائی خاندان کی شاخ ہے لیکن اس نقطۂ نظر پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔آریائی فوجوں نے ہندوستان پر حملہ کر کے شمالی علاقوں کو اپنے قبضے میں لے لیا اور اپنی قوت وساز وسامان سے اہل ہند کو مغلوب تو کر دیا لیکن ثقافتی جنگ میں ناکام ہو گئے؛ کیونکہ ہندوستان کی دراوڑی ثقافت ان کے مقابلے میں بہت ترقی یافتہ تھی۔ یہ فطری بات ہے کہ جب دو قومیں ملتی ہیں اور ان میں سے ایک مہذب ہوتی ہے اور دوسری غیر مہذب یا کم تہذیب یافتہ ہو تو مہذب قوم کی ثقافت دوسری قوم پر اثر انداز ہوتی ہے خواہ وہ

میدان جنگ میں مغلوب ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ ہند آریائی زبانیں بالکل خالص نہیں ہیں بلکہ ان میں دراوڑی زبانوں کی آمیزش ہے۔ جب اس آمیزہ پر دراوڑی رنگ غالب ہے تو اسے آریائی کہنا کسی صورت میں درست نہیں ہوگا۔

ڈاکٹر سہیل بخاری نے اپنی آخری رائے یہ پیش کی ہے کہ تمام ہندوستانی زبانیں اپنی اصل کے اعتبار سے دراوڑی ہیں۔ آریائی زبانوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے، یہ زبانیں آریاؤں کے ہندوستان آنے سے پہلے بھی بولی جاتی تھیں۔ [39]

ج　　اردو کے مولد و منشا کے بارے میں شوکت سبزواری کا یہ کہنا کہ اردو کا مولد و منشا وہی علاقے ہیں جہاں یہ عام بول چال کی زبان کے طور پر رائج ہے صحیح نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی بنیاد ہے؛ کیونکہ ایسی بہت سی زبانیں ہیں جو اپنے بولنے والوں کے ہمراہ اپنے مولد سے ہجرت کر کے دور دراز مقامات کی طرف منتقل ہوگئیں اور وہیں پر رائج ہوگئیں۔ مثال کے طور پر آریائی زبانوں کو ہی لے لیجیے، یہ ہندوستان میں باہر سے آئیں لیکن ان میں ان کے اصلی وطن کا کوئی اثر نہیں پایا جاتا۔ یہی حال دراوڑی زبانوں کا ہے، ان کا اصل مولد تو شمالی ہند ہے لیکن وہ اس وقت ہندوستان کے جنوبی علاقوں میں رائج ہیں۔ سامی زبانوں کی جائے پیدائش کے متعلق ایک معروف نظریہ یہ ہے کہ ان کا مولد افریقہ ہے اور بہت سے علما اسی ''افریقی نقطۂ نظر'' کے قائل ہیں؛ چنانچہ مستشرق نولڈکے کہتا ہے کہ: ''سامی اور حامی زبانوں میں موجود قرابت سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ سامیوں کا وطن اصلی افریقہ تھا''۔ [40]

د　　عام طور پر معروف ہے کہ جدید ہندی زبانیں سنسکرت سے نکلی ہیں، یہ بات صحیح نہیں ہے بلکہ ان زبانوں اور سنسکرت سب کی اصل ایک ہے، اس لیے کہ ان تمام زبانوں کی اصل ''پراکرت'' سنسکرت سے نکلی ہوئی نہیں تھی بلکہ اس کی بہن تھی۔

ہ　　ماہرین لسانیات میں اس بات پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اردو نے مختلف زبانوں اور بولیوں کا اثر قبول کیا ہے اور ان سے اخذ و استفادہ بھی کیا ہے۔ اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ اردو کی اصل کون سی زبان یا بولی ہے۔ چنانچہ حافظ شیرانی اور قادری زور ہریانوی کے اثرات کی بات کرتے ہیں۔ مسعود حسین خان پنجابی، میواتی اور ہندوستانی وغیرہ کے اثرات کو بھی قبول

کرتے ہیں۔اسی طرح شوکت سبزواری اردو میں ہندوستانی کے علاوہ متعدد بولیوں کا اثر ہونے کا اعتراف کرتے ہیں۔جمیل جالبی نے تواس دائرے کواور بھی وسیع کردیااور سندھ وپنجاب میں مروج سندھی اورسرائیکی کوبھی ان زبانوں کی فہرست میں شامل کردیا جنھوں نے اردوزبان کو متاثر کیاہے۔[41]

جدیدنظریات کے حامل ان ماہرین کے یہ اعترافات جہاں ایک طرف ان کے اضطراب وتردد کوظاہرکررہے ہیں وہیں دوسری طرف قدما، خاص طور پر سید سلیمان ندوی کی رائے کوتقویت دے رہے ہیں، گوکہ سیدسلیمان ندوی کی رائے بظاہر جدیدعلم لسانیات کے اصولوں اور مصطلحات سے خالی ہے لیکن اپنی اصل کے اعتبار سے صحت سے زیادہ قریب ہے۔

و پنجابی، ہریانوی، ہندوستانی، قنوجی اور برج وغیرہ سب شورسینی اپ بھرنش ہی کی شاخیں ہیں۔سرائیکی اورسندھی زبانوں پربھی سورشینی کا بہت گہرااثر پڑاہے۔[42] یہی وجہ ہے کہ ان زبانوں کا بنیادی کینڈا تقریباً یکساں ہے اوران میں نحوی وصرفی اصول وقواعداورالفاظ کی سطح پر اتنی مشابہت پائی جاتی ہے کہ یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ اردواسی زبان سے نکلی ہے دوسری سے نہیں۔ لسانی خصوصیات اورصرفی قواعد میں اشتراک کودلیل بناکرکوئی یہ کیسے کہہ سکتاہے کہ اردو کی بنیاد ہریانوی یاہندوستانی یاپنجابی پر ہے؛ کیونکہ یہ خصوصیت اورقواعدی مشابہت توان تمام ہی زبانوں میں پائی جاتی ہے۔

ز عجیب وغریب بات ہے کہ اردو کے بہت سے مصنفین نے اردو کے آغازوارتقامیں مسلمانوں کے کردار کاسختی سے انکار کیاہے۔چنانچہ شوکت سبزواری نے ان لوگوں کوشدیدتنقید کا نشانہ بنایاہے جواردو کی نشوونما کومسلمانوں کی آمد سے جوڑتے ہیں۔[43] وہ کہتے ہیں: اردو، ہندوستانی اوردہلوی ایک زبان کے مختلف نام ہیں،جس وقت مسلمان فاتحانہ شان سے دہلی میں داخل ہوئے تویہ زبان دہلی کے بازاروں میں بول چال کی حیثیت سے رائج تھی۔[44] لیکن یہ قول باطل ہےاوراس کاغلط ہونا بالکل ظاہر ہے؛ کیونکہ اردوزبان کی موجودہ شکل تمام ہندوستانی زبانوں سے الگ ایک مستقل وجود ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ اردواپنے آغازوارتقااوراپنی موجودہ شکل کے لیے مسلمانوں کی مرہون منت ہے۔یہ ایسی واضح حقیقت ہےجس کے لیے کسی قسم کی دلیل کی

ضرورت نہیں ہے، گو کہ شوکت سبزواری نے اس سے انکار کیا ہے لیکن اس کے باوجود کبھی کبھی وہ اس بات کا اقرار بھی کر لیتے ہیں کہ اردو کے ارتقا اور اس کی تزئین وزیبائش میں مسلمانوں کا ہاتھ ہے [45] اردو کے ارتقا میں مسلمانوں کے کردار سے ہماری مراد بھی یہی ہے، اور کس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مسلمانوں نے اردو کو عدم سے وجود بخشا ہے۔ شوکت سبزواری کے اضطراب کا اندازہ اسی بات سے لگتا ہے کہ کبھی تو وہ یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی آمد سے قبل ہی دہلی میں اردو زبان رائج تھی۔ کبھی یہ کہتے ہیں کہ اردو آج کی زبان ہے۔ [46] کبھی اردو پر عربی وفارسی کے اثرات کا بالکلیہ انکار کرتے ہیں [47] اور کبھی اردو پر عربی وفارسی اثرات کی فہرست پیش کرتے ہیں۔ [48]

ح ان ماہرین نے جو مباحث ونظریات پیش کیے ہیں اس میں ایک ''نظریۂ اختلاط'' بھی ہے جس کے قائل قدیم علما ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ علاقائی زبانوں کے ساتھ عربی وفارسی کے اختلاط سے اردو کی نشوونما ہوئی۔ جدید نظریہ سازوں نے اسے محال وفرسودہ اور بچکانہ پن قرار دیا ہے اور ان کا کوئی بھی مقالہ یا تحریر اس نظریے کے ذکر اور اس پر تنقید سے خالی نہیں ہے۔ لیکن بظاہر یہ شور شرابہ بے فائدہ اور بے موقع ہے؛ کیونکہ انھوں نے اختلاط سے یہ سمجھا کہ ایک زبان دوسری زبان میں ضم ہو جائے جو کہ بلاشک وشبہ عملاً محال ہے۔ لیکن غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اختلاط کی یہ صورت کسی نے ذکر نہیں کی بلکہ یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ ایک زبان اساس ہو اور دوسری زبان اس کی ثروت مندی اور اس کی لسانی ترقی میں معاون ہو، اور یہ نہ صرف درست ہے بلکہ دنیا میں اس طرح کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ [49]

مذکورہ آرا اور مباحث سے یہ بات بالکل صاف ظاہر ہے کہ اردو نے ان تمام زبانوں اور بولیوں سے اخذ واستفادہ کیا جو مسلمانوں کی راہ میں آئیں، ان میں سندھ، پنجاب اور دہلی کی بولیاں شامل ہیں۔ آج کوئی بھی منصف مزاج اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ اردو کی نشوونما مسلمانوں اور ہندوستانیوں کے میل جول سے ہوئی ہے۔ اردو اسلامی وہندوستانی دو ثقافتوں کے ملاپ کا نتیجہ ہے۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ یہ تہذیبی ملاپ پہلے پہل سندھ میں ہوا۔ سندھ میں دونوں تہذیبیں طویل عرصہ تک ایک دوسرے کے ساتھ رہیں۔ لہٰذا عربی وسندھی زبانوں میں آپسی لین دین ہونا لازمی امر ہے، اور ہو سکتا ہے کہ یہ لسانی تعامل کسی ایسی زبان کی شکل

میں ظاہر ہوا ہو جس سے لوگوں کی روزانہ کی ضروریات کی آسانی سے تکمیل ہو سکتی ہو۔ تو ایسی کون سی وجہ ہے جس کی بنا پر ماہرین لسانیات اردو کی جائے پیدائش سندھ کے بجائے پنجاب و دہلی کو قرار دے رہے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ جن احوال کے پیش آنے کا تصور پنجاب اور دہلی میں کیا جا سکتا ہے اس کا تصور سندھ میں نہ کیا جائے ؛ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ غزنویوں کے فتح پنجاب سے پہلے ہی سندھ میں یہ احوال وجود میں آ چکے تھے۔ اس لیے کہ اجتماعی حالات یکساں تھے اور کسی ایسی زبان کی ضرورت تھی جس میں لوگ آسانی سے افہام و تفہیم کر سکیں اور آسانی سے گفتگو کر سکیں۔

جو ماہرین پنجاب کو اردو کی جائے پیدائش قرار دیتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اردو کی نشو و نما عہد غزنوی میں ہوئی اور یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ غزنوی سلطنت کا خاتمہ دو صدی کے اندر ہی ہو گیا تھا۔ اسی طرح ہندوستانی و ہریانوی نقطۂ نظر کے حاملین میں سے جنھوں نے دہلی کو اردو کا مولد قرار دیا ہے وہ یہ مانتے ہیں کہ اردو زبان کی نشو و نما کے بعد تیز رفتار ترقی ہوتی رہی یہاں تک کہ وہ بہت ہی کم مدت میں تحریر و شعر و شاعری کی زبان بن گئی ؛ کیونکہ خاندان غلاماں کا عہد سلطنت 603ھ/ 1207 سے شروع ہوتا ہے اور سنہ 725ھ/ 1325 میں اردو کے ادیب و شاعر امیر خسرو کی وفات ہوتی ہے۔ کیا یہ بات عقل میں آنے والی ہے کہ ایک زبان جس کا کوئی وجود نہیں تھا اس کا آغاز ہوا اور اس نے اس قدر ترقی کی کہ اتنی مختصر مدت میں شعر و شاعری و ادب کی زبان بن گئی؟ اگر مان بھی لیا جائے کہ جس دن سے مسلمانوں نے دہلی میں قدم رکھا اور ان کی حکومت کا قیام وجود میں آیا اسی دن سے اردو کی نشو و نما کا آغاز ہو گیا تو بھی یہ ممکن نہیں ہے کہ اس قلیل مدت میں اردو پختگی کے اس معیار کو پہنچ جائے۔

کیا یہ عجیب و غریب صورت حال نہیں ہے کہ جو کچھ دہلی میں صرف ایک صدی میں یا پنجاب میں دو صدی میں پیش آ گیا وہ سندھ میں چار صدیوں میں پیش نہیں آ سکا ؛ جبکہ ان کے حالات، امکانات اور ضروریات ایک ہی تھیں۔ مزید یہ کہ باہر سے آنے والے فاتح اور علاقائی باشندوں کے درمیان جیسے گہرے تعلقات و روابط عہد عربی میں تھے ویسے تعلقات اسلامی ہند میں کسی عہد میں نہیں رہے۔

غور کیجیے کہ مسلمانوں نے سندھ اور گرد و نواح کے علاقوں کو فتح کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں اہل سندھ کی ایک بڑی تعداد دائرہ اسلام میں داخل ہو گئی۔ اسلام قبول کرنے کے بعد وہ نو مسلم قرآن

اورمبادیات اسلام سیکھنے لگے ،دوران تعلیم انھوں نے عربی کے بہت سے مفردات یاد کر لیے۔ عربوں سے معاملات اور گفتگو کے دوران بہت سے ضروری جملے بھی سیکھے اوران کواپنی زبان میں شامل کرلیااوراس طرح عربی کلمات کی تعداد علاقائی زبان میں دن بدن بڑھتی رہی یہاں تک کہ ایک ایسی بولی تیار ہوگئی جس کوعرب و ہندوستانی سبھی جدید ومروج بولی کے طور پر استعمال کرنے لگے۔یہی بولی اس زبان کا پہلا بیج ہے جس کی پنجاب میں نشوونما ہوئی اور دہلی ونواح دہلی میں اس کی ترقی ہوئی اور یہ دیگرزبانوں سے علاحدہ ایک زبان بن گئی جس کواردوزبان کا نام دیا گیا۔

یہ بات انتہائی نامعقول معلوم ہوتی ہے کہ عربوں نے اتنی طویل مدت تک قیام کیااور ایسی کوئی زبان نہ رہی ہوجس کے توسط سے وہ مقامی افراد سے بات چیت کرسکیں، ان سے روابط پیدا کرسکیں۔خواہ ہمیں اس کے نصوص ملیں یا نہ ملیں؛ کیونکہ لاعلمی عدم وجود کی دلیل نہیں ہوتی۔

بات یہیں پر بس نہیں ہوئی ، بلکہ اس سلسلہ میں تاریخی مصادر وعلمی وثائق بھی ہماری معاونت کرتے ہیں ۔اہل ہند نے عربی زبان وادب کے سیکھنے میں بڑی دلچسپی کا مظاہرہ کیا اورعلوم اسلامیہ کے حصول میں تو ان کی پیاس اور بھی شدید تھی۔ چنانچہ مختلف میدان علم میں بہت سے علما و ماہرین پیدا ہوئے ،ان میں سے بعض تو ہجرت کر کے عرب ممالک چلے گئے اور وہاں اعلیٰ عہدوں تک رسائی حاصل کر لی۔بعض نے منصورہ، دیبل ، ملتان ،لاہور اور بوقان وغیرہ شہروں میں درسگاہ علم آراستہ کی ، چند نے عربی حکومت میں مترجم کا کردارادا کیا، کچھ ایسے لوگ تھے جنھوں نے ہندی علوم ومعارف کوعربی زبان میں منتقل کرنے کی ذمّے داری ادا کی۔سمعانی اورحموی نے علماومحدثین کی جوفہرست پیش کی ہےاس میں ایک بڑی تعدادعلمائے ہندکی ہےاور وہ اپنے اپنے شہروں کی طرف منسوب ہیں۔

اسی طرح بہت سے عربوں نے علاقائی زبان میں اس حدتک مہارت حاصل کرلی کہ اس میں کتابیں لکھیں اورشاعری کی۔ بزرگ بن شہریار نے اپنی کتاب ''عجائب الہند'' میں ذکر کیا ہے کہ ایک عربی شخص جوکئی ہندوستانی زبانیں جانتا تھااس نے ایک ہندوستانی کے لیےاس کی زبان میں ایک قصیدہ لکھا جس میں اس نے عقیدۂ اسلام کی تشریح کی تھی۔ نیزبادشاہ کے مطالبہ پراس نے اسی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا۔[50]

عرب مورخین اور سیاحوں نے عہد عربی میں ہندوستان کے شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں جاری علمی سرگرمیوں کا پورا نقشہ کھینچا ہے۔ اس وقت علمی مجالس کا رواج عام تھا، درس و تدریس کے حلقے بھرے رہتے تھے، عرب بستیاں اور مقامی لوگوں کی بستیاں علم اور اہل علم سے بھری ہوئی تھیں، گھروں، بازاروں، چوراہوں، گلیوں ہر جگہ علاقائی زبانوں کے ساتھ ساتھ عربی زبان بھی بولی جاتی تھی۔ [51]

ایسا نہیں ہے کہ ہندوستان میں عرب بستیاں چھوٹی تھیں یا باہر سے آنے والے عربوں کی تعداد کم تھی یا عربی زبان بولنے والے اس قدر کم تھے کہ وہ علاقائی زبانوں پر اثر انداز نہ ہو سکیں یا ان عربوں کی زبان مقامی زبان سے مل کر ایک نئی مشترک زبان تشکیل دینے کی اہل نہ ہو؛ بلکہ اس کے برخلاف مفتوحہ علاقوں میں عربوں کی ایک بڑی تعداد آباد تھی اور ان کی بستیاں پورے اطراف میں پھیلی ہوئی تھیں۔ معاشرے کے اندر ہر عہدے اور مقام پر ان کی نمائندگی تھی مثلاً حکام، لشکر، مبلغین کرام، علما، تاجر، ماہرین، محنت کش اور پناہ گزین وغیرہ ہر شعبہ جات میں مقامی عوام کے شانہ بشانہ وہ بھی نظر آتے تھے، مزید یہ کہ عربوں نے کئی ایسے شہر بسائے جن میں ان کی غالب اکثریت تھی جیسے منصورہ، بیضاء اور محفوظہ وغیرہ؛ حتّٰی کہ ہندوستان کے بعض شہر ایسے بھی تھے جس میں اکثریت عربوں کی تھی۔ مثال کے طور پر مقدسی نے ملتان کے بارے میں لکھا ہے کہ ''وہاں عربوں کی اکثریت تھی''۔ [52]

اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ کسی جدید زبان کی نشو و نما کے لیے ضروری تمام شرائط مکمل طور پر اس عہد میں موجود تھیں۔ جو کچھ دہلی اور پنجاب کے ماحول اور حالات کے بارے میں کہا جاتا ہے وہ ان دونوں سے پہلے اور بہتر و افضل شکل و صورت میں سندھ میں موجود تھا۔ لیکن یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر معاملہ اتنا آسان اور واضح تھا تو لوگوں نے اس سے غفلت کیوں برتی، یا یہ کہ اس عہد کے ماہرین لسانیات نے اس سے تغافل کیوں برتا۔ وہ کون سا ایسا سبب ہے جس کی وجہ سے انھوں نے اردو کی نشو و نما میں عربی زبان کے کردار سے نظریں موند لیں اور ادبا و محققین کی نگاہ میں عربی نقطۂ نظر کو قبولیت کیوں نہیں ملی، مندرجہ ذیل نقاط کے تحت ان سوالوں کے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے:

1- مغربی مصنفین و مستشرقین میں سے کسی نے بھی عربی نقطۂ نظر کو اختیار نہیں کیا اور ان کی اتباع میں اردو مصنفین نے بھی اس جانب توجہ نہیں کی اور اردو زبان کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں نے ان کی آرا پر ہی اکتفا کیا۔

2- اردو کی نشو و نما کے تعلق سے جو نظریات سامنے آئے وہ سب تقریباً 30 کی دہائی میں ہی سامنے آئے اور اس دہے میں اردو زبان وادب پر الحادی میلانات اور اشترا کی رجحانات کا غلبہ تھا، پھر اس کے بعد ترقی پسند تحریک شروع ہوگئی جس نے ان تمام کاموں کو نا قابل معافی جرم اور قابل گرفت گناہ قرار دیا جس میں مذہبی عظمت کا شائبہ بھی نظر آتا ہو۔ جہاں تک ناوابستہ محققین و مصنفین کا تعلق ہے تو انھوں نے قدامت پرستی اور رجعت پسندی کے الزام کے خوف سے اس نقطۂ نظر سے صرف نظر کر لیا۔

3- عہد عربی اور اس کے معاشرتی، ثقافتی و علمی صورت حال پر جو کتابیں لکھی گئیں ان میں سے اکثر و بیشتر عربی میں ہیں اور یہ اردو محققین عربی زبان سے ناواقف ہیں ۔عہد عربی سے ناواقفیت اور علمی وسائل کے فقدان وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے ماہرین لسانیات نے اس نقطۂ نظر سے دوری اختیار کی بلکہ اس کے تئیں معاندانہ رویہ اختیار کیا۔مشہور مقولہ ہے کہ لوگ جس چیز سے ناواقف ہوتے ہیں اس کے دشمن ہوتے ہیں۔

4- ہمارے یہاں رجحان یہ ہے کہ تاریخ ہند کے معاملے میں عام طور پر مغربی مورخین پر اعتماد کیا جاتا ہے، جنھوں نے دانستہ طور پر عہد عربی کے متعلق کوئی کام نہیں کیا؛ کیونکہ یہ سب سے نمایاں اور نمائندہ مسلم عہد اور بلند اسلامی اقتدار کی سب سے بڑی مثال تھا۔ تاریخ ہند پر جو کتابیں لکھی گئیں ان کی ابتدا عموماً سکندر مقدونی کے حملہ (326۔327ق.م) سے ہوتی ہے جس میں اس کی پوری تفصیلات و جزئیات کا ذکر ہوتا ہے، پھر عہد عربی کی طرف معمولی اشاروں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ حالانکہ تنہا محمد بن قاسم کی فتوحات (92 تا 96ھ/ 711 تا 715) مفتوحہ علاقوں کے رقبے اور اپنی شان و عظمت میں سکندر کی فتوحات سے کہیں زیادہ فیصلہ کن تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ عام ہندوستانی مسلمان حتّٰی کہ مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ بھی یہی سمجھتا ہے کہ عہد عربی میں ایک چھوٹی سی حکومت قائم ہوئی اور مختصر سے عرصے میں ختم ہوگئی۔ اس نے ثقافتی و علمی میدان میں کسی قسم کا کوئی نقش مرتب نہیں کیا۔

ان محققین کی آرا سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اردو کو شورسینی اپ بھرنش کی ایک شاخ مانتے ہیں اور سندھی شورسینی اپ بھرنش کی شاخ نہیں ہے، لہٰذا ان کے نزدیک سندھ میں اردو کی پیدائش سرے سے خارج از بحث ہوگئی، اور جب عربی سندھ کی جغرافیائی حدود سے باہر ہی نہیں پہنچی جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے تو اردو کی نشو ونما میں اس کا اثر کیسے ہوسکتا ہے۔

لیکن سچی بات یہ ہے کہ اس نظریے کی کوئی مضبوط دلیل نہیں ہے؛ کیونکہ یہ تقسیمیں بالکل فرضی ہیں جس کے پیچھے کوئی ثابت شدہ حقیقت نہیں ہے؛ حتّٰی کہ شورسینی اپ بھرنش کا وجود محض ایک منطقی اختراع ہے اور یہی وجہ ہے کہ شورسینی اپ بھرنش کی تعریف وتحدید میں ان محققین کے درمیان خاصا اختلاف ہے۔ چنانچہ بعض ماہرین پنجابی کو شورسینی اپ بھرنش قبیلہ کی ایک زبان نہیں مانتے ہیں۔[53] اور بعض مانتے ہیں[54] اور بعض نے تو سندھی کو بھی اسی لسانی قبیلے میں شامل کیا ہے۔[55]

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ سندھی زبان شورسینی اپ بھرنش کے بجائے کسی اور لسانی قبیلے سے[56] نکلی ہوئی ہے تب بھی صورت حال میں کوئی خاص تبدیلی نہیں پیدا ہوتی اور زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ اردو زبان کی نشو ونما میں ایک سے زائد لسانی قبیلوں کا ہاتھ ہے اور ایسا ہونا جائز ہے بلکہ کثیر الوقوع ہے۔ خاص کر کے جب یہ تمام لسانی قبیلے ایک ہی لسانی خاندان سے وابستہ ہوں اور جب ان سب کی اصل ایک ہی ہو تو ایسا ہونا عام بات ہے۔ یہ قبیلے آپس میں اس حد تک گھلے ملے ہیں کہ ان کے درمیان خط فاصل کھینچنا مشکل ہے۔ اور ان کے اصول وفروع میں اس قدر قربت ہے کہ قدیم زمانے سے لوگ مختلف قبیلوں سے نکلی ہوئی ان زبانوں کو جانتے تھے اور ان کے بولنے، لکھنے اور پڑھنے پر قادر تھے جس کا ذکر قرآن کریم کے ترجمے کے حوالے سے گزر چکا ہے، اور جیسا کہ معصومی نے اپنی تاریخ میں راجہ داہر کے باپ کے ذکر کے ضمن میں نقل کیا ہے کہ ''وہ سندھی اور ہندوستانی دونوں زبانوں سے بخوبی واقف تھا''۔[57]

علاوہ ازیں ہمیں یہ بات اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ عربوں کی فتوحات صرف سندھ تک ہی محدود نہیں تھیں اور قدیم عربی کتابوں میں جب سندھ کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے تو اس سے پاکستان میں واقع چھوٹا سا صوبہ سندھ مراد نہیں ہوتا جو اس وقت دریائے سندھ کے نچلے حصہ میں واقع علاقوں پر مشتمل ہے۔ عربوں نے جس وقت سندھ فتح کیا تھا اس وقت صورت حال بالکل

مختلف تھی ۔اُس وقت مکران اور صوبہ سرحد کے کچھ حصوں کو چھوڑ کر موجودہ پورا پاکستان سندھ کا حصہ تھا۔بعض جغرافیہ دانوں نے تو مکران کو بھی سندھ کا حصہ قرار دیا ہے۔[58] حتّٰی کہ بعض نقشوں میں (افغانستان کے شہر) ''قندھار'' کو بھی سندھ کی عمومی سرحد کے اندر دکھایا گیا ہے۔[59]

عربوں کی فتح کے وقت سندھ جس وسیع وعریض علاقے پر محیط تھا اس سے کہیں زیادہ علاقے انھوں نے فتح کیے تھے جس کے بہت سے علاقے موجودہ انڈین یونین کے مختلف صوبوں میں آتے تھے۔

بلاذری نے ''فتوح البلدان'' میں ان فتوحات کے لیے ''فتوح السند'' کے عنوان سے ایک علاحدہ باب قائم کیا ہے۔[60] اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ عنوان دقیق اور درست نہیں ہے اور کسی حد تک گمراہ کن بھی؛ یہاں تک کہ اکثر لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ عربوں کی فوج حدود سندھ سے آگے نہیں بڑھی۔لیکن بڑی عجیب وغریب بات ہے کہ بلاذری نے اسی باب میں عربوں کے مفتوحہ شہروں کا ذکر کیا ہے اور یہ شہر وادیٔ سندھ کے بجائے ہندوستانی صوبوں کا حصہ ہیں جیسے گجرات، راجستھان اور مدھیہ پردیش۔[61] پنجاب تو مکمل طور پر مفتوحہ علاقوں میں تھا اور اس کا مغربی حصہ عہد عربی کے اختتام تک عربوں کے زیر اقتدار رہا۔

اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عہد عربی میں بڑے پیمانے پر عربی زبان کا چلن عام تھا۔ ہندوستان کی کئی زبانوں سندھی، سرائکی، پنجابی، گجراتی اور راجستھانی میں رائج مختلف بولیوں سے اس کا سابقہ تھا۔لہٰذا ان زبانوں پر عربی کا کافی اثر پڑا۔خاص طور پر سندھی اور پنجابی سے اس کا ربط وتعلق زیادہ تھا اسی لیے عربی کا اثر بھی سب سے زیادہ انھیں زبانوں پر پڑا۔اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں زبانیں لسانی سطح پر بہت قریب ہیں۔سندھی پر عربی کا اثر تو اس قدر پڑا کہ وہ عربی رسم الخط میں لکھی جانے لگی جیسا کہ بیرونی نے ذکر کیا ہے۔[62]

یہ وہ حقائق ہیں جو ہمیشہ ماہرین ومحققین کی نظروں سے پوشیدہ رہے ہیں، اور اگر دلائل کی روشنی میں غور کریں تو اس سلسلہ میں کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ اردو کی پیدائش عربی زبان کے زیر اثر سندھ میں ہوئی، پنجاب میں اس کے خدوخال تیار ہوئے اور دہلی ونواح دہلی کی بولیوں کے سہارے اس کو پختگی وتوانائی نصیب ہوئی اور اس پوری مدت میں اس زبان کی ثروت مندی کے پیچھے عربی زبان کا پورا پورا ہاتھ رہا۔

اس زبان کے اولین نثری وشعری نمونے کسی نہ کسی طرح سندھ سے مربوط ہیں۔اردو کے پہلے شاعرامیرخسرو نے پانچ سال تک سندھ میں قیام کیا اوراس دوران انھوں نے پورے پنجاب اور سندھ کا دورہ کیا، وہاں کی زبان وثقافت سے کافی متاثر ہوئے جس کی جھلک ان کے افکار اور شعروں میں نظر آتی ہے،انھوں نے اپنے فارسی شعروں میں سندھی زبان کے بعض کلمات کا استعمال بھی کیا ہے۔[63]

مجھے یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہے کہ امیرخسرو نے قیام سندھ وپنجاب سے بہت استفادہ کیا اوراس زبان پران کو اتنی قدرت حاصل ہوگئی کہ وہ اس میں شعر کہہ سکیں۔ان تمام دلائل سے قطع نظر ایسے علما وماہرین کے اقوال موجود ہیں جو عربی نقطۂ نظر کی صحت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔انھیں ماہرین میں ایک نام ناطق لکھنوی کا بھی ہے۔

وہ لکھتے ہیں:

> یوں سمجھ لینا چاہیے کہ اردو ایک ایسا سرچشمہ ہے جو شمالی ہند کے پہاڑوں سے پھوٹا اور دہلی پہنچ کر ایک ندی کی شکل اختیار کرگیا پھر اس ندی سے دسیوں نہریں نکلیں جو بنگال، بہار، اودھ، گجرات وغیرہ کی طرف چل پڑیں۔ان میں سے جو نہر سب سے دور تک گئی اس نے پورے علاقہ دکن کو سیراب کردیا،ان میں سے ایک نے تو سمندر کا روپ دھار لیا۔اودھ میں جاری نہر کے پانی کو لکھنؤ کے اندر دہلی وآگرہ کے شعرا وادبا نے صاف وشفاف کیا اوراس صاف پانی کی چھوٹی چھوٹی نہریں ملک کے گوشے گوشے میں بہادیں۔[64]

اردو زبان کے نامور ادیب وناقد نیاز فتح پوری نے ایک مضمون جو جنوری 1935 کے ''نگار'' میں شائع ہوا تھا، میں لکھا تھا کہ ''اس میں کسی قسم کے شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ اردو کی نشو ونما ہندوستان میں مسلمان بادشاہوں کے فوجی حملوں کے ساتھ جڑی ہوئی ہے''۔[65]

محمود شیرانی نے ''پنجاب میں اردو'' کے اندر اپنے پنجابی نقطۂ نظر کی تائید کے لیے جو رائے پیش کی ہے اس سے بھی اس نقطۂ نظر کی تائید ہوتی ہے۔وہ لکھتے ہیں: ''یہ زبانیں بہت قدیم ہیں جس کو ہندوستان میں مسلمانوں کے قیام نے پیش کیا''۔[66]

اگر عربی زبان نہ ہوتی تو اردو بھی اپنی موجودہ شکل میں نہ ہوتی۔اس حقیقت سے منہ پھیرنا ایک کار عبث اور ہٹ دھرمی ہے۔ہمیں اس بات سے انکار نہیں ہے کہ اردو اپنی ترکیبی ساخت اور اپنے وجود کے اعتبار سے ہند آریائی خاندان سے جا کر ملتی ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی جائے پیدائش سندھ نہیں ہے اور یہ کہ اردو نے عربی سے استفادہ نہیں کیا ہے اور مسلمانوں نے اردو کی نشو ونما و ترقی میں کوئی خاص کردار نہیں ادا کیا۔

اگر کوئی یہ کہے کہ ''یہ جاپانی کپڑا ہے'' تو اس کا واضح مطلب یہی ہو گا کہ یہ کپڑا جاپان میں تیار ہوا ہے۔اس میں اس کے دھاگے، روئی اور ان کی اصل زیر بحث نہیں ہو گی۔ٹھیک اسی طرح اردو ایک ایسے کپڑے کے مانند ہے جس کو مسلمانوں نے عربی اور فارسی کے کرگھے پر بنا ہے، یہ بات اہمیت نہیں رکھتی کہ اس کے تانے بانے کس روئی سے بنے ہیں، اس کا دھاگہ کس جگہ تیار ہوا اور کس کھیت میں یہ روئی اگائی گئی۔

●

حواشی

-1 اختر اورینوی، بہار میں اردو زبان کا ارتقا، (پٹنہ: مطبع لیبل لیتھو پریس، 1957) ص15-14

-2 احمد عبدالرحیم السائح، "اللغة الإنسانية ؛ نشأتها ، فلسفتها ، مفهومها ، تطورها "، مجلّہ اللسان العربی، (رباط: دائمی دفتر برائے تعریب، عرب لیگ، جنوری 1972)، جلد:9، جز اول، ص57-56

-3 The New Encyclopaedia of Britanica,9:439.، محمد حسن عسکری، ہندی ادب کی تاریخ، (طبع چہارم، دہلی: سیما آفسیٹ پریس، 1980) ص15۔

-4 The New Encyclopaedia of Britanica , 9 : 285 .

-5 شوکت سبزواری، داستان زبان اردو، (دہلی: اردو بازار، غیر مورخ) ص1

-6 سید سلیمان ندوی، نقوش سلیمانی ''اردو کیونکر پیدا ہوئی''، (طبع سوم، اعظم گڑھ: معارف پریس، 1980) ص254-251

-7 نصیر الدین ہاشمی، دکن میں اردو، (طبع اول، نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، 1958) ص35-33

-8 اردو زبان کی تاریخ، مرزا خلیل احمد بیگ، (طبع اول، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، 1995) ص63

-9 شوکت سبزواری، داستان زبان اردو، ص49-48

-10 رام بابو سکسینہ، تاریخ ادب اردو، ص2-1

-11 گیان چند جین، اردو کے آغاز کے نظریے، الہ آباد نیشنل آرٹ پریس، 1978، ص358-357

-12 ایضاً، ص360

-13 ایضاً، ص356

-14 انشاء اللہ، عنقریب ان مقدمات اور ان میں موجود دعوؤں پر گفتگو کی جائے گی۔

-15 شوکت سبزواری، داستان زبان اردو، ص96

-16 اس دعویٰ کی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ مثال صحیح نہیں ہے اس لیے کہ وہ علمی مبحث کے منہج سے میل نہیں کھاتا۔

-17 لفظ ''نورمن'' قرون وسطیٰ میں فرانسیسیوں اور فرانسیسی زبان کے لیے بولا جاتا تھا۔ نورمندی فتوحات

سے مراد وہ فتوحات ہیں جو فرانسیسیوں نے دسویں اور گیارہویں صدی میں انگلینڈ میں حاصل کی تھیں۔
دیکھیے منیر بعلبکی کی المورد، طبع 13، بیروت: دارالقلم، 1989، ص 617

-18 شوکت سبزواری، داستان زبان اردو، ص 41

-19 ایضاً، ص 43-44

-20 جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 1977، 594:1

-21 ایضاً، 596:1

-22 A History of Urdu Literature,(Delhi: A T. Graham Bailey, sumit Publication1979),6.

-23 سید محی الدین قادری زور، ''اردو کی ابتدا''، مرزا خلیل احمد کی کتاب اردو زبان کی تاریخ، ص 21

-24 ایضاً، ص 22

-25 ایضاً، ص 18

-26 تراث الاسلام نامی کتاب میں شامل مقالہ ''الہند''، یہ کتاب مقالات کا مجموعہ ہے جسے شاخت بوز ورتھ نے ترتیب دیا ہے، مجلّہ عالم المعرفت، طبع دوم، کویت: قومی کونسل برائے ثقافت وفنون وآداب، 1988، ص 206:1

-27 مسعود حسین خاں، مقدمہ تاریخ زبان اردو، طبع ہفتم، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، 1987، ص 262

-28 ایضاً، 235-36

-29 اردو زبان کا ارتقا، کتاب اردو زبان کی تاریخ، مرزا خلیل احمد بیگ، ص 114-15

-30 تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں: شوکت سبزواری کی داستان زبان اردو، مسعود حسین خاں کی مقدمہ تاریخ زبان اردو اور مرزا خلیل احمد بیگ کی اردو زبان کی تاریخ۔

-31 شوکت سبزواری، داستان زبان اردو، ص 45-48

-32 ایضاً، ص 96

-33 مسعود حسین خاں، مقدمہ تاریخ زبان اردو، ص 203

-34 ایضاً، ص 210

35- اردو کی ابتدا، کتاب اردو زبان کی تاریخ، مرتب مرزا خلیل احمد بیگ، ص26

36- ایضاً، ص27-29

37- ایضاً، ص27

38- گیان چند جین، اردو زبان کی تاریخ از مرزا خلیل احمد بیگ، ص48

39- اردو زبان کی تاریخ، مرزا خلیل احمد بیگ، منقول از فتح محمد ''لسانی تحقیق کا سیاسی پہلو'' کتاب ''انداز نظر''، لاہور: اردو بازار 1980، ص144

40- رمضان عبدالتواب، فصول فی فقہ العربی، طبع دوم، قاہرہ: مکتبہ الخانجی، 1983، ص8

41- جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، 1:696

42- جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، 1:8-7

43- شوکت سبزواری، داستان زبان اردو، ص39 اور آگے

44- ایضاً، ص94

45- ایضاً، ص41-43

46- شوکت سبزواری، داستان زبان اردو، ص40

47- ایضاً، ص41

48- ایضاً، ص42

49- سید اعجاز حسین، مختصر تاریخ ادب اردو، ص14

50- مسعود علی ندوی، ہندوستان عربوں کی نظر میں، اعظم گڑھ: مطبع المعارف، دارالمصنفین، 1960، 1:193-96

51- تفصیل کے لیے دیکھیے: سید علیم اشرف جائسی، فصول فی التعریف بالہند العربیہ الاسلامیہ، طبع اول، جائس: دارالعلوم جائس، 2003، ص232-40

52- مقدسی، احسن التقاسیم فی معرفۃ الاقالیم، لیدن: بریل، 1890، ص480

53- محمد حسن، ہندی ادب کی تاریخ، ص54

54- جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، 1:7

-55 حامد حسن قادری، داستان تاریخ اردو، معلومات طبع دستیاب نہیں ہیں، ص2، نصیر الدین ہاشمی، دکن میں اردو، ص32

-56 ہندی مصادر نے اسے شمال مغربی خاندان یا ''پساچی اپ بھرنش'' کے ساتھ خاص کیا ہے۔

-57 جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، 672:1

-58 مقدسی، احسن التقاسیم، ص478، The Encyclopaedia of Islam, vol: *3rd*, p. 404.

-59 حموی، معجم البلدان، 402-03:4

-60 بلاذری، فتوح البلدان (تعلیق: رضوان محمد رضوان، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1983) ص420

-61 ایضاً، ص30-429، سید رضوان علی، ''تعریف مدن الھند و تحدیدھا الواردة فی کتاب فتوح البلدان للبلاذری'' مجلّہ: العصور، جنوری 1987، جلد ثانی، 137:1 تا 149

-62 وفا راشدی، مہران نقش، ''سندھی ادب کا تاریخی جائزہ''، کراچی: مکتبہ اشاعت اردو، 1986، ص28

-63 وفا راشدی، اردو کی ترقی میں اولیائے سندھ کا حصہ، لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، 1994

-64 ایضاً، ص29، حاشیہ: 3

-65 ایضاً، ص30

-66 ایضاً، ص30، حاشیہ: 2

فصل دوم

اردو زبان کا ارتقا

اپنے ارتقائی مراحل میں اردو مختلف ادوار سے گزری ہے،اس نے ترقی یافتہ زبانوں کے خصائص و امتیازات کو اپنے اندر جذب کیا اور مشرقی زبانوں کی خصوصیات کی جامع بن گئی۔اس میں عربی کی بلاغت بھی ہے اور فارسی کی نرمی و ملائمت بھی،ترکی کا جوش و خروش بھی ہے اور ہندی کی گہرائی بھی۔اس کی سب سے بڑی خوبی اس کی اکتسابی فطرت ہے،جس کے چلتے کسی بھی زبان کے الفاظ کو اردو بڑی آسانی سے اپنے آغوش میں لے لیتی ہے۔

اردو ہند آریائی لسانی خاندان کی ایک شاخ ہے۔ ہند آریائی زبانوں کا فروغ ہندوستان میں آریوں کی آمد کے بعد ہوا۔اُس وقت ملک کے طول وعرض میں دراوڑی زبانوں کا سکہ رائج تھا۔موہن جوداڑو اور ہڑپا کے تہذیبی باقیات سے پتہ چلتا ہے کہ دراوڑین قوم مہذب اور ترقی یافتہ تھی۔ان کی زبان بھی متمدن اور ترقی یافتہ تھی۔لہٰذا آریائی جنگجوؤں کی زبان پر ضرور اثر انداز ہوئی ہوگی اور اس کے ساتھ اس سے اثر قبول بھی کیا ہوگا لیکن یہ کہنا دشوار ہے کہ دونوں نے ایک دوسرے کا کتنا اثر قبول کیا۔ہاں یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ دراوڑی کا اثر زیادہ پڑا ہوگا، کیونکہ وہ آریائی زبان کے مقابلے میں زیادہ ترقی یافتہ اور مہذب تھی۔

اس لسانی لین دین سے سنسکرت نے جنم لیا۔ یہ سب سے قدیم ہند آریائی زبان ہے جس کے نصوص موجود ہیں ۔اس کے ساتھ ساتھ اور بھی بہت ساری بولیاں تھیں جو عام طور پر بولی جاتی تھیں، سنسکرت کی نشو ونما آریاؤں کے ہاتھوں ہوئی ،لیکن انھوں نے اس زبان کو مذہبی رنگ میں رنگ دیا، برہمنوں نے اسے اپنی جا گیر بنالی۔نحویوں نے اس کونحوی وصرفی قواعد کی زنجیروں سے جکڑ دیا جس کی وجہ سے وہ عوام الناس سے دور ہوتی گئی اور صرف پڑھے لکھے طبقے کی زبان بن کررہ گئی۔دھیرے دھیرے یہ صرف مذہبی گانوں، دعاؤں، مذہبی تہواروں اور رسومات کی ادائیگی کی زبان بن گئی۔اس میں ہندو مذہب کی مقدس کتابیں لکھی گئیں ۔چاروں ویدوں کی زبان سنسکرت ہی ہے۔پھر اس خلا کو پراکرت زبانوں نے پر کیا۔پراکرت کا مطلب ہے فطری ،اس فطری پن کی وجہ سے یہ بولیاں پورے ہندوستان میں بولی جانے لگیں۔اس کی ترویج وترقی میں بدھسٹوں اور جینیوں نے خاص کردارادا کیا۔

پراکرت سادہ ،آسان اور فطری زبان تھی ۔اس لیے اس نے عوام میں بے حد مقبولیت حاصل کی، پراکرت نے ترقی کی اوراس سے کئی اورزبانیں نکلیں،ان میں سب سے مشہور پراکرت وہ ہے جس میں بدھ مذہب کی کتابیں لکھی گئیں۔پراکرت کا سب سے قدیم نمونہ حضرت عیسیٰؑ سے نصف صدی قبل کا ہے۔اجین کے مشہور راجہ وکر ماجیت کے دربار کے ایک پنڈت نے ایک کتاب تصنیف کی جس میں نحو وصرف کے قواعد مرتب کیے۔یہ کتاب اب تک موجود ہے اور ’’پراکرت پرکاش‘‘ کے نام سے 1868 میں لندن سے شائع ہوئی ہے۔[1]

رفتہ رفتہ پراکرت زبانیں بھی تبدیلی سے دو چار ہوئیں ۔ان میں بہت بگاڑ پیدا ہو گیا اور ان کی جگہ اپ بھرنش زبانوں نے لے لی (اپ بھرنش کا معنی ہے گری ہوئی زبان) جنھیں بہت مقبولیت حاصل ہوئی جبکہ پراکرت صرف عبادت گاہوں تک محدود ہو کر رہ گئی ۔اپ بھرنش کی مختلف شکلیں رائج ہوئیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

1- مگدھی اپ بھرنش

2- اردھ مگدھی اپ بھرنش

3- شورسینی اپ بھرنش

4- مہاراشٹری اپ بھرنش

5- ہڑاچداپ بھرنش (پیاچی)

6- کیکئی اپ بھرنش

ان پراکرت زبانوں میں شورسینی اپ بھرنش نے سب سے زیادہ ترقی کی اور پنجاب سے لے کر گنگا جمنا کے دوآبے تک عام ہوگئی۔اس کا دوسری پڑوسی زبانوں پر کافی گہرا اثر پڑا۔گیارہویں بارہویں صدی کے درمیان شورسینی مشترک زبان کی حیثیت سے استعمال میں آنے لگی۔اس میں شعروادب بھی تخلیق ہونے لگا۔اس کا ربط مختلف علاقائی زبانوں سے ہوااوراس کی وجہ سے بہت سی زبانوں کی نشوونما ہوئی۔گجرات کے جین عالم ''ہیم چندر'' نے اپنی قواعد کی مشہور کتاب (سدھ ہیم چندر شیدانوشاسن) میں اپ بھرنش کے دوہے کو ذکر کیا ہے،ان میں پنجابی، سرائیکی، گجراتی، راجستھانی، کھڑی، برج بھاشا وغیرہ کے ملے جلے اثرات واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔[2]

شورسینی اپ بھرنش ہی اردو کی اصل اوراس کا ماخذ ہے۔اردو اسی مشترک اور ملک گیر شورسینی اپ بھرنش کا جدید ترین اورترقی یافتہ روپ ہے۔ترقی کے اس سفر میں بہت سے ایسے تاریخی واقعات اورعوامل ہیں جنھوں نے اس زبان کی ترقی وتہذیب میں بہت ہی اہم کردارادا کیا ہے۔ان میں چندعوامل مختصراً ذکر کیے جارہے ہیں

1- سندھ ونواح سندھ کی فتح

تاریخ ہند پراس فتح کے بہت ہی گہرے سیاسی، مذہبی، ثقافتی اورلسانی اثرات مرتب ہوئے۔ سب سے اہم اثراس زبان کا آغاز ہے جوعربی اور ہندآریائی کے امتزاج سے پیدا ہوئی جسے عرب وہندوستانی دونوں ہی اپنی آپسی گفتگو ومعاملات میں استعمال کرتے تھے۔بظاہر ہمیں اس دور کی اردو کے نمونے نہیں ملےلیکن اتنا تو طے ہے کہ اردو کا مولد سندھ ہی ہے،اوراگراس کے نمونے نہیں ملتے ہیں تواس کے دوسبب ہوسکتے ہیں:اول یہ کہ یہ زبان ابھی اپنے ابتدائی مرحلے میں تھی اس کے اندر وہ شرطیں نہیں تھیں جوکسی زبان کوتحریری شکل دینے کے لئے ضروری ہیں،دوسری یہ کہ ابھی اس مرحلہ میں اردو عام بول چال کی زبان سے آگے نہیں بڑھی تھی،اوراتنی بات تو معلوم ہے کہ عام طور پر جوزبان روزمرہ بول چال میں استعمال ہوتی ہے اسے عام طور پرضبط تحریر میں نہیں لایا جاتا ہے۔

2- پنجاب میں غزنوی حکومت کا قیام

لسانی تاثیروتاثر کا جوسلسلہ سندھ میں شروع ہوا تھا وہ عہدغزنوی میں بھی برابر جاری رہا۔ اس نے ارتقا کے کئی مراحل طے کیے یہاں تک کہ ایک جدید زبان کے خدوخال ظاہر ہونے لگے۔ اس زمانے میں فارسی زبان کا اثر ونفوذ گو کہ بڑھنے لگا تھا لیکن عربی کی اہمیت مفقود نہیں ہوئی تھی؛ کیونکہ عربی تو ملک کی سرکاری زبان کے رتبے پر فائز تھی، تصنیف وتالیف کی زبان بھی وہی تھی۔ غزنوی سلطنت کی حدود میں بہت سے ایسے علاقے شامل تھے جو عربوں کے زیرنگیں رہ چکے تھے۔ دارالحکومت ''لاہور'' کا شمار عالم اسلام کے اہم علمی مراکز میں ہوتا تھا۔ یہاں عربی بولنے والوں کی کافی بڑی تعداد موجود تھی۔ حکومت کے وزرا وامرا عربی زبان میں خاصی مہارت رکھتے تھے۔ انھیں اسباب کی بنا پر عربی اس نئی زبان کی ترقی میں معاونت کرتی رہی۔ اس عہد تک شعرا نے اپنے مافی الضمیر کی ادائیگی کے لیے اور اپنے جذبات کو بیان کرنے کے لیے اس نئی زبان کا استعمال شروع کردیا تھا، جس کے پیش نظر لوگوں کی توجہ اس کی طرف اور زیادہ ہوگئی تھی۔ محمد عوفی نے اپنی کتاب ''لباب الالباب'' میں لکھا ہے کہ مشہور شاعر مسعود بن سعد لاہوری (متوفی 515ھ/1121) نے عربی وفارسی کے علاوہ ہندوستانی زبان میں ایک دیوان چھوڑا ہے۔ جس کا ذکر امیرخسرو نے بھی اپنی کتاب ''غرۃ الکمال'' کے مقدمے میں کیا ہے۔[3] یہ دیوان مفقود ہے۔

جولوگ سندھ کو اردو کا مولد ومسکن قرار دیتے ہیں ان کے لیے یہ بات طاقتور دلیل ہے؛ کیونکہ پنجاب میں غزنوی سلطنت کا قیام پانچویں صدی ہجری- مطابق گیارہویں صدی عیسوی کی ابتدا میں ہوا۔ اگر یہ مان بھی لیں کہ اردو کی ابتدا پنجاب میں ہوئی تو کیا یہ بات عقل تسلیم کرنے کے لیے تیار ہے کہ ایک زبان ایک صدی بلکہ اس سے بھی کم عرصے میں ترقی کے اتنے مدارج طے کرلے کہ اس میں شعروشاعری ہونے لگے، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس میں دیوان تک مرتب ہوجائے۔ ایسا ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔ اگر سندھ کو اردو کا مولد تسلیم نہ کیا جائے تو غزنوی عہد کے شعرا کے لیے ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اس زبان میں دیوان مرتب کردیں۔ اس لیے کہ کوئی بھی زبان خواہ کتنی ہی تیزی سے ترقی کرے محض ایک صدی کے اندر اندر اس میں اتنی صلاحیت نہیں پیدا ہوسکتی کہ اس میں شاعری کی جاسکے۔ اس عہد میں اردو کے رواج کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ بہت سے شعرا نے

اپنے فارسی کلام میں اردو کے مفردات کا استعمال کیا ہے۔ مسعود بن سعد سلمان کا یہ مصرعہ دیکھیے:

برآمد از پس دیوار حصن ''مار امار''[4]

اس عہد کے بعض ایرانی شعرا نے تو اردو کے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں۔ غزنوی شعرا کی نقل و پیروی میں متعدد ایرانی شعرا کے فارسی کلام کے درمیان میں اردو کے الفاظ ملتے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ شعرا کے یہاں اس کا چلن بہت عام ہو چکا تھا۔ مثلاً حکیم سنائی (545/1150)[5] کا یہ شعر دیکھیے۔

اساسی دریں عالم است از نہ حاشا

چہ آپ وچہ نان وچہ میداوچہ ''پانی''

3- دہلی میں مسلم حکومت کا قیام

جب خاندان غلاماں کی حکومت قائم ہوئی اور انھوں نے دہلی کو اپنا دارالحکومت بنایا تو اس وقت دہلی کئی زبانوں کا سنگم تھا جیسے ہندوستانی، برج، میواتی اور ہریانوی وغیرہ، لیکن شہر میں ان تمام بولیوں کی ایک آمیزہ بولی رائج تھی جس پر ہندوستانی کا اثر زیادہ تھا۔ لہٰذا لازمی بات تھی کہ مسلمان اسی زبان میں گفتگو کریں جو عہد عربی میں سندھ میں اور عہد غزنوی میں پنجاب میں ترقی کے مراحل طے کر چکی تھی؛ کیونکہ یہی وہ زبان تھی جو دہلی اور نواح دہلی کی بولیوں سے قریب تر تھی۔

لسانی تعامل کا یہ سلسلہ مزید آگے بڑھتا رہا اور اس جدید زبان نے ان تمام زبانوں خاص طور پر ہندوستانی سے بہت استفادہ کیا۔ اس کا نام بعد میں ہندی یا ہندوی رکھا گیا۔ صاحب ''سیر الاولیاء'' نے لکھا ہے کہ شیخ فرید الدین نے ہندی زبان میں گفتگو کی۔ ''فرمود بزبان ہندی''۔[6]
یہی عہد امیر خسرو کا بھی ہے جنھیں اردو کا اولین شاعر مانا جاتا ہے جن کے اشعار اب بھی موجود ہیں۔

4- علاؤ الدین خلجی کی فتوحات

علاؤ الدین خلجی نے گجرات اور جنوبی ہندوستان میں دور تک جو فتوحات کیں وہ اردو کی ارتقائی تاریخ میں بہت اہم مقام رکھتی ہیں۔ ان مفتوحہ علاقوں کو ہزاروں انتظامی اکائیوں میں بانٹا گیا۔

ہراکائی میں 100 گاؤں آتے تھے جس پر مرکزی حکومت کی جانب سے ایک امیر مقرر کیا جاتا تھا۔ چنانچہ ہزاروں کی تعداد میں فارسی، عربی اور ترکی خاندان دہلی سے ہجرت کر کے گجرات اور مختلف جنوبی علاقوں کی طرف چلے گئے تاکہ ان حکومتی حلقوں اور اداروں کے انتظامی امور سنبھال سکیں۔ یہ خاندان اپنے ساتھ اس جدید زبان کو بھی لے گئے جس کو وہ اپنی یومیہ ضروریات اورانتظامی امور کی انجام دہی کے لیے استعمال کرتے تھے۔ دہلی سے دکن پہنچنے والی یہ زبان پورے دکن میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ شمال میں فارسی اردو کی راہ میں ایک رکاوٹ تھی جب کہ جنوب میں ایسی کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔اس زبان میں علاقائی عناصر بھی شامل ہو گئے اور یہی زبان دکن میں ''دکنی'' اور گجرات میں ''گجری'' سے موسوم ہوئی۔

5- عہد محمد تغلق میں دارالحکومت کی دہلی سے دولت آباد منتقلی

محمد تغلق نے دارالحکومت کو دہلی سے دولت آباد منتقل کرنے کا فیصلہ کیا۔ سنہ 728 / 1328 میں اس فیصلہ پر عمل ہوا۔ دہلی سے ہر ذی روح، مرد و عورت، بچے، غلام، آزاد ہر کوئی دولت آباد کوچ کر گیا۔ پھر کچھ ہی دنوں کے بعد بادشاہ نے فیصلہ بدل دیا اور لوگوں کو دہلی واپس چلنے کا حکم دیا اس طرح دارالحکومت پھر دہلی میں ہی آ گیا۔ جتنے لوگ واپس آسکے آئے جبکہ اکثر و بیشتر نے واپسی کا ارادہ ترک کر کے دکن کو ہی ہمیشہ کے لیے اپنا وطن بنالیا۔ جو افراد دکن میں ہی رہ گئے تھے انھوں نے اس زبان کو خوب فروغ دیا اور اس کو ترقی دی۔

6- دکن کی خودمختاری

اردو کے ارتقائی مرحلے میں ایک اہم موڑ اس وقت آیا جب دکن کے امرا نے اپنی خودمختاری کا اعلان کر کے علاحدہ سلطنت قائم کر لی (جسے بہمنی سلطنت کے نام سے جانا جاتا ہے) اور اس پر اپنا ایک حکمراں مقرر کر لیا۔ اس واقعہ کے تاریخی اسباب و علل سے قطع نظر اگر اردو کے ناحیہ سے غور کریں تو اس سے دہرا فائدہ حاصل ہوا۔ اول یہ کہ اس سے اردو کو کافی فروغ ملا۔ دوسرے یہ کہ فارسی کا اثر ورسوخ بہت حد تک کم ہو گیا۔ جس سے اردو کی اہمیت میں مزید اضافہ ہوا حتّٰی کہ حکومت کی عنایتوں اور توجہات سے یہ دکن کی سب سے اہم زبان بن گئی۔

7- دہلی پر تیمور لنگ کا حملہ

تیمور لنگ نے سنہ 801 / 1399 میں دہلی پر حملہ کیا اور شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ اس آفت ناگہانی نے ہزاروں علما کو دہلی چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ان میں سے کچھ نے گجرات و دکن کی راہ لی اور کچھ نے جونپور و بنگال کی ریاستوں میں پناہ لی۔ وہاں ان علما کا گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا گیا۔ان ریاستوں کے صوبہ دار اسی فراق میں تھے کہ مرکزی حکومت کمزور پڑ جائے چنانچہ انھوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور اپنی خودمختاری کا اعلان کر دیا۔ یہاں علم کی اشاعت وترویج ہوئی اور علمائے کرام کو انعام واکرام سے نوازا گیا۔اس طرح یہ نئی خودمختار ریاستیں اردو کا مرکز بن گئیں اور انھیں اسباب کی بنا پر گجرات ودکن میں اردو کو بڑی تیزی سے فروغ حاصل ہوا اور یہ زبان اس قابل ہوگئی کہ اس میں اچھوتے تصورات اور دقیق افکار کو نثر و نظم دونوں صورتوں میں بیان کیا جاسکے؛ گرچہ کہ زبان کا جنم شمال میں ہوا تھا لیکن اس کو ادبی زبان کا درجہ پہلے جنوب میں حاصل ہوا۔

8- مغلوں کی اعتدال پسند سیاست اور دارالحکومت کی اکبرآباد منتقلی

مغلوں نے دین، سیاست اور معاشرت تمام شعبہ جات میں نرم اور آزادانہ پالیسی اختیار کی جس کی وجہ سے مسلمانوں اور ہندوؤں کو ایک دوسرے سے قریب آنے کا موقع ملا، ان میں معاشرتی وسماجی تعلقات قائم ہوئے، تہذیبی وثقافتی لین دین اپنے عروج کو پہنچ گیا جس سے اردو زبان کی ترویج وترقی کی راہیں کھل گئیں۔

اکبرآباد (آگرہ) میں برج بھاشا بولی جاتی تھی۔ برج مغربی ہندی کی سب سے ترقی یافتہ بولی تھی۔ دارالحکومت جب دہلی سے آگرہ منتقل ہوا تو اردو کا سابقہ برج سے ہوا، اردو نے برج سے نرمی وملائمت کو جذب کیا، نرم وخوبصورت الفاظ سے اپنے ذخیرے میں اضافہ کیا، اس کے حسین ادبی اسلوب کو اختیار کیا۔البتہ اس کے قدیم سخت لہجے اور اجنبی الفاظ سے یکسر دامن جھاڑ لیا اور ایک صاف ستھری زبان کی صورت سامنے آئی۔شعرا نے اس زبان کی طرف توجہ مرکوز کی اور فارسی کلمات وترکیبوں کی آمیزش کے ساتھ اس نئی زبان میں شعر کہنے لگے۔اس دور میں

اردو کو ''ریختہ''، یعنی گری پڑی کا نام دیا گیا۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ''اپ بھرنش'' کو بھی یہی نام دیا گیا تھا؛ کیونکہ زبانوں میں ہونے والی اصلاح کو فساد سے ہی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس دور کی اردو کا ایک نمونہ شیخ سعدی کاکوری (1002 / 1594) کا یہ شعر ہے ؎

سعدی کہ گفتہ ریختہ دَرریختہ دُرریختہ

شیرو شکر آمیختہ ہم شعر ہے گیت ہے

ابتدا میں ریختہ کو صرف منظوم کلام کے لیے استعمال کیا جاتا تھا لیکن آگے چل کر اس کا استعمال نظم و نثر دونوں کے لیے ہونے لگا اور عربی اور فارسی سے مرکب تحریروں اور عربی و فارسی سے خالی ہر قسم کی تحریروں کے لیے ریختہ کا استعمال ہونے لگا۔

9- اردوئے معلیٰ کا قیام

مغل بادشاہ شاہجہاں کو فنِ تعمیر سے خاص شغف تھا۔ اسے شاندار عمارتیں بنوانے کا بہت شوق تھا۔ اس کے عہد حکومت میں جو عمارتیں تعمیر کی گئیں وہ فنِ تعمیر کا شاہکار ہیں، انھیں عمارتوں میں ایک لال قلعہ بھی ہے۔ قلعے کے بازو میں بادشاہ نے ایک بہت بڑی فوجی چھاؤنی بنوائی جسے اردوئے معلیٰ (عظمت مآب لشکر) کا نام دیا گیا۔ چھاؤنی کے اندر ایک بہت بڑا بازار بھی تھا جسے ''بازار اردوئے معلیٰ'' کہا جاتا تھا۔ یہ بازار مختلف نسلوں اور الگ الگ بولیاں بولنے والوں کا مقام اجتماع تھا۔ بازار میں فارسی، ترکی اور ہندوستانی شہزادیاں اور امیرزادیاں آیا کرتی تھی اور ان کی آپسی گفتگو عام طور پر ہندی یا ہندوی یا ریختہ میں ہوا کرتی تھی۔ دھیرے دھیرے یہ بولی لوگوں کی زبان پر چڑھ گئی، قلعے کے اندر بھی داخل ہو گئی اور اس کے بعد پورے شہر میں ہر جگہ یہی زبان رائج ہو گئی۔

اس کے بعد اس زبان کو ''زبان اردوئے معلیٰ'' کہا جانے لگا۔ پھر بعد میں محل کے نام پر حال کا نام یا مکان کے نام پر مکین کا نام کے طور پر اس کو اردو کا نام دے دیا گیا۔ اورنگ زیب عالم گیر کے عہد میں اردو کے عظیم شاعر ولی دکنی (1119 / 1707) کا ظہور ہوا جن کا ایک ضخیم دیوان موجود ہے۔

ولی کی پیدائش دکن میں ہوئی اور وہیں ان کی نشو و نما بھی ہوئی۔ اپنی عمر کے آخری ایام میں وہ دہلی آئے۔ یہاں لوگ پہلی بار ان کی شاعری سے آشنا ہوئے۔ ان کے کلام کی نرمی، مٹھاس اور فکری گہرائی نے لوگوں کو حیرت زدہ کر دیا؛ کیونکہ اس سے قبل اردو میں یہ صفات موجود نہیں

تھیں اور نہ ہی لوگوں کو کبھی اس سے سابقہ ہی پڑا تھا۔ لہٰذا لوگ بڑی تیزی کے ساتھ ان کی شاعری کی طرف متوجہ ہوئے اور چند ہی دن میں ولی کا شہرہ پورے شہر میں پھیل گیا۔ شمالی ہند کے شعرا نے ان کی پیروی شروع کر دی۔ ولی کی شاعری میں رقت و ملائمت کی ایک خاص وجہ تصوف کی طرف ان کا میلان ہے۔[7]

بعد کے زمانے میں بادشاہوں کی سرپرستی میں اردو زبان تیزی سے ترقی کے مراحل طے کرتی گئی؛ حتّٰی کہ آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر اردو کے بڑے شعرا میں شمار کیے جاتے ہیں۔

10- فورٹ ولیم کالج کا قیام

فورٹ ولیم کالج کا قیام 1800 میں کلکتہ میں ہوا۔ اس کالج کے قیام کا مقصد انگلستان سے آنے والے نئے ملازمین کو اردو زبان اور ہندوستانی مزاج واطوار سے واقف کرانا تھا تاکہ وہ باقاعدگی کے ساتھ منظّم انداز میں اپنی ذمہ داری ادا کر سکیں۔ اس کالج میں بہت سے اردو اساتذہ، مصنفین وادبا نے ملازمت اختیار کی اور اردو زبان کی زبردست خدمات انجام دیں۔ کالج کے زیر اہتمام مختلف موضوعات پر کتابیں لکھی گئیں۔ کئی فارسی کتابوں کا آسان وسہل اسلوب میں اردو میں ترجمہ بھی کیا گیا۔ کالج کا انتہائی اہم کام یہ ہے کہ یہاں صرف ونحو کی کتابیں مرتب کی گئیں اور ان کتابوں کی طباعت کے لیے ایک مطبع قائم کیا گیا۔ شعبہ ہندوستانی کا ڈائرکٹر جان گلکرسٹ کو بنایا گیا تھا اور انھیں کی نگرانی میں یہ تمام کام انجام پا رہے تھے۔ اگرچہ یہ کالج انگریزوں کی سیاسی مصلحت کے تحت عمل میں آیا تھا لیکن اس کالج نے اردو زبان کے نثری ادب کی ترقی کے لیے نئی راہیں کھول دیں۔

اردو کی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کردار

اردو زبان کی نشو ونما اور اس کی ترقی میں اگر صوفیائے کرام اور ان کی زبردست خدمات کا ذکر نہ ہو تو بڑی ناسپاسی کی بات ہوگی۔ اس لیے کہ اردو کی ابتدا سے لے کر فورٹ ولیم کالج کے قیام تک صوفیائے کرام نے ہی اردو کو پالا پوسا، اس کی کفالت کی، لوگوں کے دلوں میں اس زبان کی محبت پیدا کی، ملک کے گوشے گوشے تک اس زبان کو پہنچایا، جہاں جہاں گئے اس زبان کو اپنے ساتھ لے کر گئے، صوفیائے کرام کی خانقاہوں اور تکیوں میں اس کی پرورش ہوئی۔

یہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ صوفیائے کرام نے ہی سب سے پہلے علاقائی زبانوں کو گلے لگایا، ان علاقائی زبانوں اور عوامی بولیوں میں تصنیف وتالیف کا آغاز کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صوفیائے کرام کا تعلق ہمیشہ عوام سے ہوتا ہے، انھیں ان سے ملنے جلنے کی ضرورت ہوتی ہے، ان کے زبان، مذہب، رنگ، نسل سے قطع نظر ان کا صرف ایک مقصد ہوتا ہے، اللہ کی طرف لوگوں کو بلانا اور شریعت اسلامی کی تعلیمات کو عام کرنا۔ وہ اپنے عام تقاضے کی وجہ سے ایسی مشترک زبانوں کی تحصیل میں سبقت کا مظاہرہ کرتے ہیں تاکہ معاشرے کے افراد کے ساتھ گفتگو ومعاملات اور ربط وضبط کی راہیں کھلیں۔
سرزمین ہند میں طلوع اسلام کے وقت سے اپنی دعوت کو پہنچانے کے لیے جس زبان کا صوفیا نے انتخاب کیا وہ اردو زبان ہی ہے؛ کیونکہ اردو ہی وہ واحد زبان تھی جو ان کی خواہش پوری کرسکتی تھی اور ان کی ضروریات کی تکمیل کرسکتی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے مشترکہ زبان کا درجہ حاصل تھا۔ اس زبان کے سب سے قدیم نصوص انھیں صوفیا کے اقوال، نصائح، خطبات اور وصیتیں ہیں جس کی تصدیق شارح ''اکھروتی'' (تصنیف ملک محمد جائسی علیہ الرحمہ) کے قول سے بھی ہوتی ہے جس کا ذکر انھوں نے کتاب کے خاتمے پر کیا ہے کہ: شیخ معین الدین چشتی اجمیری (633ھ/1235) عوام سے اردو زبان میں بات چیت کرتے اور تعلیم وتلقین فرماتے تھے۔[8] لیکن افسوس کہ باوجود تلاش کے ہمیں حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ العزیز کے اقوال کا کوئی نمونہ ہندی زبان میں نہیں ملا۔
عظیم صوفی شیخ فریدالدین گنج شکرؒ (664ھ/1265) بھی اسی زبان میں گفتگو کرتے تھے۔ ان کے متعدد مقولے اور بہت سے اشعار اس زبان میں ملتے ہیں۔ صاحب ''سیر الاولیا'' سید مبارک لکھتے ہیں کہ جب شیخ فریدالدین نے شیخ جمال الدینؒ کے بیٹے کو بیعت وخلافت مرحمت فرمائی تو شیخ جمال الدین کی خادمہ نے ان سے کہا کہ ''خوجا بالا ہے''، یعنی ابھی صاحبزادے کی عمر کم ہے تو شیخ فریدالدین نے جواب دیا کہ ''پونوں کا چاند بھی بالا ہے''، یعنی چودھویں رات کا چاند بھی پہلی شب میں چھوٹا ہوتا ہے۔

مولوی عبدالحق نے سیر الاولیا سے ان کے اقوال اور اشعار نقل کیے ہیں۔[9]

ایک کلام کے اشعار انہی کی طرف منسوب ہیں جس کا مطلع ہے۔[10]

وقت سحر وقت مناجات ہے　　　خیز دراں وقت کہ برکات ہے

شیخ بہاؤ الدین باجن (المتوفی 912ھ/ 1506) کی کتاب ''خزائن رحمت'' اور شیخ شاہ عالم گجراتی کے مرید کی مرتب کردہ کتاب ''جمعیات شاہی'' میں ان کے بہت سے اشعار مذکور ہیں۔ جمعیات شاہی میں صوبہ گجرات کے مشہور صوفی بزرگ شیخ قطب عالم (متوفی 585ھ/ 1446) کے بہت سے اردو مقولے بھی شامل ہیں۔

شیخ نظام الدین اولیا کی خانقاہ صرف ایک خانقاہ نہ تھی بلکہ اردو کی تعلیم و تدریس کے لیے ایک مدرسہ نیز اس کی ترقی اور ترویج و اشاعت کا مرکز بھی تھی۔ اس عظیم مدرسے کے فارغین نے اردو زبان کی زبردست خدمات انجام دیں اور ہندوستان کے گوشے گوشے میں اردو کو عام کیا۔ ان میں سب سے مشہور اور سرفہرست امیر خسرو (متوفی 725ھ/ 1332) کا نام نامی ہے جنھوں نے عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں میں دیوان مرتب کیے۔ گو کہ ان کا اردو دیوان ضائع ہو گیا لیکن بہت سے اشعار ضرب المثل بن گئے اور نسل در نسل منتقل ہوتے رہے۔ بہت سے حکیمانہ اقوال، مثل اور چیستاں ان کی طرف منسوب ہیں لیکن ان میں اکثر کی صحت مشکوک ہے کہ آیا یہ انھیں کے ہیں یا کسی اور کے۔ البتہ اس پر سبھی کا اتفاق ہے کہ اردو کی ترقی میں ان کا بہت اہم کردار رہا ہے۔

اس سلسلے میں شیخ نظام الدینؒ کے جن تلامذہ کا نام آتا ہے ان میں شیخ اخی سراج، شیخ برہان الدین غریب اور شیخ لطیف الدین دیار نوش وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

شیخ شرف الدین یحییٰ منیری (متوفی 782ھ/ 1380) کا شمار بڑے شیوخ میں ہوتا ہے، انھوں نے بھی اردو زبان میں اشعار کہے ہیں۔[11] بہار و بنگال میں ان کے اشعار بہت مقبول ہوئے اور لوگوں میں رائج ہو گئے۔

اگر نظم سے ہٹ کر نثر کی بات کریں تو یہاں بھی صوفیائے کرام کا ہی جھنڈا بلند نظر آتا ہے۔ اردو کی ابتدائی شکل میں جتنی بھی کتابیں تصنیف ہیں وہ سب صوفیائے کرام کی مرتب کردہ ہیں۔ میر نذر علی درد کاکوری نے اپنے ایک مقالے[12] میں لکھا ہے کہ: سید اشرف سمنانی (متوفی 808ھ/ 1406) نے اخلاق و تصوف میں ایک رسالہ تصنیف کیا تھا۔ یہ رسالہ میری نظر سے گزرا ہے جو کہ 207 صفحات پر مشتمل ہے۔[13]

یہ کتاب اردو زبان کی تاریخ میں نثری تحریر کا اولین نمونہ ہے۔ علمی حلقوں میں یہ بات

مشہور ہے کہ امیر خسرو کی ''خالق باری'' یا سید حسینی خواجہ بندہ نواز کی ''معراج العاشقین'' اردو کی پہلی کتاب ہے۔ ''خالق باری'' کو امیر خسرو کی طرف منسوب کرنے میں بہت سے علمانے تردد کا اظہار کیا ہے۔ البتہ جہاں تک معراج العاشقین کی بات ہے تو اگر بندہ نواز کی طرف اس کی نسبت کو صحیح بھی مان لیا جائے [14] تب بھی یہ شیخ سید اشرف سمنانی کے مذکورہ رسالے کے بعد کی تصنیف ہے۔

پھر اس کے بعد تزکیہ نفس، تصفیہ اخلاق اور کیفیۃ وصول الی اللہ کے موضوعات پر صوفیا کی بہت سی کتابیں منظر عام پر آئیں جن میں میران جی شمس العشاق (متوفی 902ھ/ 1497) کی ''مرغوب القلوب''، شاہ میراں حسینی کی ''شرح تمہید ہمدانی'' شیخ برہان الدین جانم (متوفی 990ھ/ 1583) کی ''کلمۃ الحقائق'' شاہ امین الدین اعلیٰ کے رسائل اور میران یعقوب کی ''شمائل الاتقیاء'' وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ [15]

ان کے علاوہ اردو زبان کی خدمت میں جن صوفیائے کرام کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے ان میں شیخ حمید الدین ناگوری، شیخ ابو علی قلندر، شیخ بہاؤ الدین باجن، شیخ عبد القدوس، شیخ وجیہ الدین گجراتی، شیخ غوث محمد گوالیاری اور میاں خوب چشتی وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ [16]

ان معروضات کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اردو زبان کی نشو ونما میں عربی زبان نے بہت ہی اہم اور فعال کردار ادا کیا ہے، اور اردو کے فروغ میں ہر ہر قدم پر اس کا تعاون شامل حال رہا۔ اردو کی ترقی اس کی جدو جہد کا ہی نتیجہ ہے یہاں تک کہ آج اردو دنیا کی بڑی زبانوں میں سے ایک ہے۔ ان تمام باتوں کی بنیاد پر راقم کو یہ کہنے کا حق پہنچتا ہے کہ اردو زبان کو وجود بخشنے میں عربی کا بہت بڑا ہاتھ ہے، اگر عربی زبان نہ ہوتی تو اردو معرض وجود میں نہ آتی۔

●

حواشی

1- حامد حسن قادری، داستان تاریخ ارردو،ص2

2- جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو،7:1

3- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، طبع اول، لاہور: جامعہ پنجاب 1966، 332:2، مادہ ''اردو''

4- جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو،676:1

5- ایضاً

6- حامد حسن قادری، داستان تاریخ اردو،ص5

7- اردو دائرہ معارف اسلامیہ،344:2

8- مولوی عبدالحق، اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام، اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو، 1933، ص7

9- ایضاً، ص10-8

10- حامد حسن قادری، داستان تاریخ اردو،ص12

11- محمد نعیم فردوسی، مقدمہ مکتوبات صدی، بہار شریف: مکتبہ الشرف، 1986، ص33

12- یہ مقالہ مجلّہ ''نگار''، لکھنؤ میں دسمبر 1925 میں شائع ہوا۔

13- حامد حسن قادری، داستان تاریخ اردو،ص17

14- مولوی عبدالحق نے سید محمد بن یوسف الحسینی معروف بہ خواجہ بندہ نواز کی طرف اس کی نسبت کی تردید کی ہے۔ انھوں نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ مصنف کا ان کی طرف نسبت کرنا مشکوک ہے۔

15- اردو دائرہ معارف اسلامیہ، تحت مادہ ''اردو'' 2:355-354

16- مولوی عبدالحق، اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام، ص15 وبعد

باب دوم

اردو لغات پر عربی زبان کے اثرات

تمہید

اول: زبانوں کے درمیان تاثیر وتاثر کا رشتہ

ایک زبان کا دوسری زبانوں سے متاثر ہونا اور دوسری زبانوں پر اثر انداز ہونا فطری تقاضہ اور سماجی اصول ہے۔زبانوں کا آپسی استفادہ واضح اور مسلم حقیقت ہے۔اس کے ثبوت میں جدید لسانیات کے ماہرین نے بے شمار دلائل پیش کیے ہیں۔[1]

تمام ماہرین لسانیات کا متفق علیہ خیال ہے کہ روئے زمین پر کوئی بھی ایسی زبان نہیں ہے جس پر کسی دوسری زبان کا اثر نہ ہو۔مشہور مغربی ماہر لسانیات سائیس (sayce) کا کہنا ہے:

> ’’یہ بات محتاج بیان نہیں ہے کہ دنیا میں جتنی بھی زبانیں پائی جاتی ہیں ان میں کوئی ایک زبان بھی ایسی نہیں ہے جو بالکل خالص اور دوسری زبانوں کے اثرات سے بالکلیہ پاک ہو‘‘۔[2]

جان لیونس لکھتا ہے:

> ’’اتنی بات ہر شخص جانتا ہے کہ جغرافیائی و ثقافتی سطح پر زبانوں کے درمیان آزادانہ لین دین کا تعلق قائم ہوتا ہے۔مختلف اشیا اور عادات واطوار کے ساتھ وابستہ الفاظ انھیں کے ہمراہ لسانی وجغرافیائی حدود پار کر کے دوسری جغرافیائی و لسانی حدود میں داخل ہو جاتے ہیں‘‘۔[3]

دنیا میں پائی جانے والی کسی بھی زبان کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ خالص اور تمام تر خارجی اثرات سے پاک ہے؛ بلکہ اس کے برعکس تمام زبانوں میں دوسری زبانوں سے مستعار الفاظ کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہوتا ہے۔ جو الفاظ ایک زبان سے دوسری زبان کا حصہ بنتے ہیں وہ عام طور پر انتظامی امور، علوم وفنون، مصنوعات اور تجارتی اشیا سے متعلق ہوتے ہیں۔ جس طرح یہ اشیا ایک مقام سے دوسرے مقام منتقل ہوتی ہیں اسی طرح ان سے جڑے الفاظ بھی منتقل ہو جاتے ہیں۔ جب ایک زبان کا دوسری زبان سے ملاپ ہوتا ہے تو تاثیر و تاثر کا عمل بھی شروع ہو جاتا ہے۔ ممکن ہی نہیں ہے کہ ملاپ کے بعد دونوں کے درمیان آپسی لین دین کا تعلق قائم نہ ہو۔ یہ تعلق مندرجہ اسباب کے باعث قائم ہوتا ہے:

1- ایک ملک یا قوم پر کسی دوسری ایسی قوم یا ملک کا استعماری تسلط قائم ہونا جس کی زبان مختلف ہو مثلاً جہاں جہاں برطانوی تسلط قائم تھا وہاں کی زبانوں پر انگریزی کے واضح اثرات دیکھے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح لیبیا کی عام بول چال کی زبان پر اطالوی اور مغرب اقصیٰ کے ممالک پر فرانسیسی کا اثر موجود ہے۔ اس کے علاوہ مختلف ممالک اور اقوام میں اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

2- دو مختلف زبان بولنے والی قوموں کے درمیان قربت۔ جیسے فارسی کا عربی سے متاثر ہونا اور ترکی کو متاثر کرنا۔

3- دو مختلف زبان بولنے والے ملکوں کا طویل مدت تک برسرپیکار رہنا۔ جیسے طویل مدت تک چلنے والی نارمن جنگوں کے سبب فرانسیسی اور انگریزی کا آپسی لین دین اور تاثیر و تاثر۔ صلیبی جنگوں کے دوران یورپی زبانوں کا عربی سے متاثر ہونا۔

4- الگ الگ زبان بولنے والی قوموں کے درمیان تجارتی وثقافتی تعلقات، مثلاً عربی زبان ہندوستانی اور فارسی زبانوں پر اثر انداز بھی ہوئی اور ان سے متاثر بھی ہوئی۔[4]

ان اسباب میں سے جب کوئی سبب پیدا ہوگا تو لسانی تاثیر و تاثر کی تحریک پروان چڑھے گی۔ یہی وجہ ہے کہ انگریزی نے دیگر زبانوں کے مقابلے میں نارمن زبانوں سے زیادہ استفادہ کیا ہے؛ کیونکہ نارمندیوں کے حملے کے سبب دیگر زبانوں کے بالمقابل انگریزی اور اس کے درمیان بہت قریبی تعلق قائم رہا۔ لاطینی نے یونانی زبان سے بہت استفادہ کیا، اس کی بنیادی وجہ

ان دونوں کی قربت ہے۔ آج جو بہت سے عربی الفاظ یورپی زبانوں کا حصہ ہیں یا یورپی الفاظ عربی زبان میں شامل ہیں تو اس میں صلیبی جنگوں کا بہت ہی اہم کردار ہے۔ اسی طرح جب دو زبان بولنے والے افراد کے درمیان تجارتی وثقافتی تعلقات استوار ہوتے ہیں تو ان کی زبان ایک دوسرے سے متاثر ہوتی ہے؛ چنانچہ قبل از اسلام جو بہت سے ہندوستانی الفاظ عربی زبان کا حصہ بن چکے تھے وہ اسی قسم کے تعلقات کا نتیجہ تھے۔

زبانوں کا یہ آپسی لین دین مفردات، لہجوں، محاورات، سابقے و لاحقے اور صرفی ونحوی قواعد کے لین دین کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔[5] البتہ اکثر و بیشتر یہ لین دین مفرد الفاظ کے اخذ تک ہی محدود رہتا ہے، لہجوں اور محاورات کی منتقلی کا مرحلہ کم ہی آتا ہے اور کسی زبان کا دوسری زبان کے قواعد کا اخذ کرنے کا واقعہ تو شاذ و نادر ہی پیش آتا ہے۔ علی عبدالواحد وافی لکھتے ہیں:

> جن جن ناحیوں سے اس تاثر کا ظہور ہوتا ہے ان میں سب سے اہم مفرد الفاظ ہی ہیں۔ اور قواعد یا لہجے عموماً ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل نہیں ہوتے الاّ یہ کہ طویل مدت تک ان زبانوں میں رسا کشی چلتی رہے، اور اگر ایسا واقعہ پیش آئے کہ ایک زبان کا قاعدہ دوسری زبان میں شامل ہو جائے تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جس زبان میں قاعدہ داخل ہوا اس کے زوال کا وقت قریب آ رہا ہے اور جس زبان سے منتقل ہوا ہے وہ اس میں ضم ہو جائے گی۔[6]

کوئی بھی زبان دوسری زبان سے جو مفردات اخذ کرتی ہے وہ عموماً ان اشیا یا امور سے متعلق ہوتے ہیں جن میں اس زبان کے بولنے والوں کو مہارت وخصوصیت حاصل ہوتی ہے۔ اس چیز کی پیداوار میں وہ ممتاز ہوتے ہیں اور دوسروں سے پہلے انھوں نے اس کو متعارف کرایا ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ عربی زبان میں تمدن، حکومت اور فرنیچر سے متعلق الفاظ کی ایک بڑی تعداد فارسی سے منتقل ہوئی ہے اور علم و فلسفہ سے متعلق اکثر و بیشتر الفاظ یونانی سے آئے ہیں۔ زرعی امور سے متعلق الفاظ نبطی سے، دینی رسومات سے متعلق اکثر الفاظ عبرانی یا سریانی سے منقول ہیں۔ مسالہ جات، خوشبویات، ادویات اور عطریات وغیرہ سے متعلق الفاظ کی اکثریت ہندی الاصل ہے۔[7]

لاطینی زبان نے علوم وفلسفہ پر دلالت کرنے والے مفرد الفاظ کا اکتساب یونانی سے کیا؛ کیونکہ اس میدان میں یونان روم کے مقابلے بہت فائق تھا اور خود یونانی نے فینیقی سے کافی استفادہ کیا تھا۔ چنانچہ جہاز رانی کے شعبے میں استعمال ہونے والے بکثرت الفاظ فینیقی سے یونانی میں داخل ہوئے؛ کیونکہ جہاز رانی اور بحریہ میں فینیقی قوم کو اوّلیت حاصل تھی۔

یہ لسانی اصول اب بھی جاری وساری ہے چنانچہ یورپین زبانوں میں لباس اور کھانے پینے سے متعلق بہت سے الفاظ فرانسیسی سے منتقل ہوئے۔ موسیقی سے متعلق الفاظ اطالوی سے ماخوذ ہیں۔ جسمانی کھیلوں سے متعلق الفاظ کی اصل عام طور پر انگریزی ہے۔ عدلیہ، حکومت، حکمت، انتظامی امور اور علوم وفنون سے متعلق ہندوستانی زبانوں میں موجود الفاظ عربی سے مستعار ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ زبانوں کے درمیان لین دین کا عمل دنیا کی تمام زبانوں میں رائج ہے۔ ہر زبان دوسری زبان سے استفادہ کرتی ہے۔ اردو زبان بھی اس اصول سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اس نے بھی عربی، فارسی، مختلف ہندوستانی اور بعض یورپی زبانوں سے خوشہ چینی کی اور ان کے اثرات قبول کیے۔ زبانوں کے درمیان باہم لین دین کے حوالے سے عربی زبان و ادب کے ماہرین میں ''معرب'' (مستعار)[8] الفاظ کی بحث زمانۂ قدیم سے چلی آرہی ہے۔ عرب ماہرین لسانیات نے اسے لسانیات کا ایک اہم موضوع قرار دیا ہے۔ قدیم وجدید ماہرین نے اس موضوع پر بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سب سے مشہور کتاب ابو منصور جوالیقی متوفی (540ھ/ 1146) کی ''المعرب من الکلام الاعجمی'' ہے۔ لیکن بسا اوقات ان حضرات پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انھوں نے الفاظ کو عجمی اور مستعار قرار دینے میں جلد بازی سے کام لیا ہے اور اس جلد بازی کی بنا پر بہت سے ایسے الفاظ بھی عجمی الفاظ کی فہرست میں آگئے جو عربی الاصل تھے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ آس پاس کی زبانوں کے تئیں ان کو مکمل واقفیت نہیں تھی۔ علاوہ ازیں وہ لوگ جدید لسانی ماہرین کے وضع کردہ علم اصول الفاظ پر کماحقہ مہارت نہیں رکھتے تھے؛ چنانچہ ان سے تین جہتوں میں غلطیاں صادر ہوئیں:

1- دو الگ الگ زبانوں کے دو الفاظ کے درمیان مشابہت اتفاق بھی ہوسکتا ہے۔

2- بہت سے ایسے سامی الفاظ ہیں جو پہلے سامی سے فارسی میں داخل ہوئے اور پھر فارسی کے وسیلے سے عربی میں منتقل ہوئے۔ ان الفاظ کو معرب قرار دیا گیا جب کہ حقیقت میں یہ سامی الاصل تھے۔

-3 ان علمانے ایسے تمام عربی الفاظ کو معرب قرار دے دیا جو سریانی، عبرانی یا دوسری زبانوں میں رائج تھے اور انھوں نے اس بات سے صرف نظر کرلیا کہ یہ الفاظ تینوں زبانوں میں سامی زبان سے ہی آئے ہیں۔

عربی زبان کے دوسری زبانوں سے متاثر ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم میں بہت سی دوسری زبانوں کے الفاظ شامل ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی (911ھ/1508) نے قرآن کریم میں موجود معرب الفاظ کو جمع کیا ہے جن کی کل تعداد 126 ہے۔ یہ تمام الفاظ مندرجہ ذیل گیارہ زبانوں سے منقول ہیں: حبشی، فارسی، رومی، ہندوستانی، سریانی، عبرانی، نبطی، قبطی، ترکی، بربری اور زنجی۔[9]

صحابۂ کرامؓ اور تابعینؒ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ قرآن میں معرب الفاظ موجود ہیں چنانچہ ابن عباسؓ، عکرمہؒ اور مجاہدؒ وغیرہ سے بہت سے الفاظ کی بابت مروی ہے کہ وہ غیر عربی زبان کے الفاظ ہیں جیسے سجیل، المشکاۃ، الیم، الطور، اباریق، استبرق وغیرہ۔[10]

زمخشریؒ، ابن حاجبؒ اور سیوطیؒ وغیرہ بہت سے ایسے علما ہیں جو قرآن کریم میں معرب الفاظ موجود ہونے کے قائل ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ علما کا ایک گروہ وہ بھی ہے جو قرآن کریم میں معرب الفاظ کے وجود کا انکار کرتا ہے مثلاً امام شافعیؒ، ابوعبیدہ، معمر، ابن مثنیٰ، ابن فارس، باقلّانی اور امام رازی وغیرہ۔ علمانے ابوعبیدہ سے ان کا مشہور قول نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں: ''جو شخص یہ کہے کہ قرآن میں عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان کے الفاظ ہیں تو وہ اللہ کے حضور بڑی بات کرنے والا ہے''۔[11] ان کی دلیل اللہ تبارک وتعالی کا قول ''انا جعلنہ قرآناً عربیاً ''(ہم نے اسے عربی قرآن بنایا ہے)[12] اور ''بلسانٍ عربیٍ مبین ''(واضح عربی زبان میں)[13] ہے۔ بعض علمائے کرام نے ان دونوں رایوں میں تطبیق دینے کی کوشش کی ہے وہ کہتے ہیں کہ: ''یہ الفاظ عجمی الاصل ہیں پھر عرب ان الفاظ کو بولنے لگے اور ان کو عربی خراد پر چڑھا کر عربی رنگ میں ڈھال لیا، اس طرح وہ عربی زبان کے الفاظ ہوگئے اور اپنی اصل کے اعتبار سے عجمی رہے''۔[14] متاخرین علمانے اس رائے کو پسند کیا ہے؛ کیونکہ انھیں اس طرح اس قضیے کا حل نکلتا نظر آیا۔ البتہ جدید علما میں شیخ احمد محمد شاکر نے ابوعبیدہ کے قول کو اختیار کیا

ہے اور قرآن کریم میں کسی غیر عربی لفظ کے وجود کا صراحتاً انکار کیا ہے اور اس بات کی پوری کوشش کی ہے کہ کسی نہ کسی طرح ان الفاظ کے عربی اشتقاق تلاش کیے جائیں۔ [15]

اس قسم کی تمام کوششیں خواہ قدما کی جانب سے کی گئی ہوں یا متاخرین کی طرف سے، سب تعصب پر دلالت کرتی ہیں جس کی کوئی توجیہ نہیں کی جاسکتی یا پھر یہ زبانوں کے درمیان تاثیر و تاثر کے مسلمہ اصول سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ محمد عید کہتے ہیں:

> ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے قرآن کریم میں معرب الفاظ کے وجود کا انکار کیا ہے ان پر لسانی حقائق کے اثبات کے بجائے دینی نقطۂ نظر غالب تھا۔ [16]

علما نے ایسی علامات وضع کی ہیں جن سے معرب الفاظ کی شناخت کی جاسکتی ہے۔ علاوہ ازیں انھوں نے ان طریقوں کو بیان کیا ہے جن کے ذریعے عربی زبان نے غیر عربی الفاظ کو اپنایا ہے۔ [17] مصر کی عربی اکیڈمی نے عربی میں بھی معرب الفاظ کے وجود کا اقرار کیا ہے جیسا کہ یہ صورت حال تمام انسانی زبانوں میں عام ہے۔ اسی طرح اس نے حسب ضرورت الفاظ کی تعریب کی اجازت دی ہے لیکن صرف انھیں علمی وفنی الفاظ کے تعریب کی اجازت دی ہے جن کا متبادل عربی زبان میں نہ لایا جاسکے۔ [18]

قابل ذکر بات ہے کہ دیگر زبانوں کی طرح عربی زبان بھی تاثیر و تاثر کے مراحل سے گزرتی رہی ہے لیکن اس سلسلے میں اسے یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ اس کے اندر دوسری زبانوں سے مستعار الفاظ کی تعداد چند سو سے زیادہ نہیں جن میں بڑی تعداد جامد اسما کی ہے؛ جب کہ بہت سی ایسی زبانیں بھی ہیں جن میں مستعار الفاظ کی تعداد زبان کے اصل الفاظ کی تعداد سے متجاوز ہے۔

یونانی اور لاطینی زبانوں کا اثر یورپ کی حدود سے متجاوز نہیں ہوا؛ جب کہ پادری رقائیل نخلہ کے مطابق عربی نے تقریباً سو زبانوں اور افریقہ وایشیا کے تقریباً پچاس ملکوں کے عوام پر اپنے اثرات ثبت کیے ہیں، ''عربی زبان کو حاصل یہ عظمت وبلندی انتہائی حیرت انگیز ہے''۔ [19]

جس وقت یورپی زبانوں نے یونانی اور لاطینی علوم وفنون اور فلسفے کو اپنے اندر جذب کرنا شروع کیا تو ان علوم وفنون سے وابستہ اصطلاحی الفاظ کو بھی جذب کرلیا؛ بلکہ اہل یورپ تو ماضی قریب

تک علمی کتابیں لاطینی زبان میں تالیف کرتے تھے؛ کیونکہ یورپی زبانوں میں اس قدر وسعت نہیں تھی کہ وہ علوم وفنون کے دقائق ولطائف کا استیعاب کرسکیں۔اس کے بالمقابل عربوں نے دوسری اقوام سے صرف علوم وفنون اخذ کیے ان کی زبانیں نہیں۔مشہور ہے کہ عربوں نے منطق یونانیوں سے اخذ کی ہے۔یہ اخذ خواہ براہ راست ہو یا لاطینی کے واسطے سے لیکن انھوں نے لاطینی اور یونانی الفاظ کو اخذ نہیں کیا لہٰذا منطق کی عربی کتابوں میں ان دونوں زبانوں کا اثر نہیں پایا جاتا اور منطق میں استعمال ہونے والی تمام اصطلاحات عربی زبان کے دامن میں سمٹ گئیں۔

یہ تو ان اثرات کا ذکر تھا جو کمیت و کیفیت کے اعتبار سے عربی نے دوسری زبان سے استفادہ کیا ہے۔عربی سے دوسری زبانوں نے عام طور پر جو اثرات قبول کیے ہیں ان میں حروف تہجی، ہزاروں الفاظ، علوم وفنون کی اصطلاحات وغیرہ شامل ہیں۔عربی زبان کے اثرات قبول کرنے والی زبانوں میں اردو سرفہرست ہے۔اردو نے کسی بھی دوسری زبان کے مقابلے میں عربی سے سب سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔

باوجود یہ کہ اردو کی نشو ونما میں کئی دوسری زبانوں کا دخل رہا ہے لیکن عربی زبان اس میدان میں سب سے آگے ہے۔اردو زبان کی ترویج وترقی میں سب سے اہم کردار عربی زبان کا ہی رہا ہے۔اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اردو پر فارسی زبان کا واضح اور مضبوط اثر ہے لیکن اس میں بھی عربی کا اثر شامل ہے؛ کیونکہ فارسی پر عربی زبان کا اثر ہے۔ بلکہ فارسی کی نشو ونما عربی کے گہوارے میں ہوئی، فارسی عربی کے زیر سایہ جوان ہوئی اور اسی کے تعاون سے ترقی کے مراحل طے کیے۔اردو زبان کی ترقی میں اہم کردار ادا کرنے والی دوسری زبانوں میں ترکی زبان کا درجہ تیسرا ہے۔اس کا حال بھی فارسی ہی کی طرح ہے؛ کیونکہ اس پر بھی عربی زبان کے واضح اثرات موجود ہیں، کچھ تو براہ راست اور کچھ فارسی کے واسطے سے۔

دوم: تاثیری عوامل

قرآن، اسلام، عرب فاتحین اور مسلمان مبلغین کی زبان ہونے کی حیثیت سے جس طرح عربی زبان نے فارسی، ترکی، کردی، پشتو، سندھی، سرائیکی، پنجابی، ہندی، بنگالی، تامل، مراٹھی وغیرہ اور براعظم افریقہ کی مختلف زبانوں کو متاثر کیا اسی طرح اردو زبان پر بھی اس کے اثرات ثبت

ہوئے۔فرق یہ ہے کہ مذکورہ تمام زبانوں کے مقابلے اردو پر اس کے اثرات زیادہ اور گہرے ہیں؛ کیونکہ عربی زبان کے ربط میں آنے سے قبل ان زبانوں کا مستقل وجود تھا اور ان کی حیثیت کامل زبان کی تھی۔اس کے بعد دونوں میں اتصال ہوا اور ان زبانوں نے عربی سے استفادہ کیا، الفاظ اور علمی اصطلاحات اخذ کیں، چنانچہ یہ ساری زبانیں اپنے عروج وارتقا میں عربی کی مرہون منت ہیں جبکہ اردو زبان نہ صرف اپنے عروج وارتقا میں بلکہ نفس وجود میں عربی کی منت کش احسان ہے۔چنانچہ اگر عربی نہ ہوتی تو اردو زبان جس طرح آج ہے اس طرح نہ ہوتی، اور باوجود یہ کہ اردوزبان کا تعلق ہندآریائی لسانی خاندان سے ہے لیکن اس کے باوصف اس پر عربی کا ایسا اثر ہے کہ اس کے علوم وآداب کا تعین قدر عربی علوم کی معرفت کے بغیر ناممکن ہے۔

جو شخص عربی زبان وادب سے واقف نہ ہو اس کے لیے اردوزبان پر قدرت اور اس میں روانی حاصل کرنا ممکن نہیں، یہ وہی بات ہے جو پروفیسر براؤن نے فارسی زبان کے متعلق کی تھی۔[20] واقعہ یہ ہے کہ یہ قول فارسی کے مقابلے اردوزبان پر کہیں زیادہ صادق آتا ہے۔

اردو لغات پر عربی کا کس قدر اثر ہے اس کا اندازہ کرنے کے لیے اردو لغت میں عربی حروف ہجّے کے کسی ایک باب کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔اگر اردو زبان سے عربی الفاظ کو خارج کر دیا جائے تو اس کا استعمال مشکل ہوجائے گا۔اہل اردو کوئی ایسا جملہ نہیں بولتے جس میں عربی الفاظ شامل نہ ہوں۔ اردو معانی، بیان، بدیع، عروض اور قافیہ وغیرہ تمام علوم کا منبع وسرچشمہ عربی ہے۔ان علوم میں مستعمل اصطلاحات، ترتیب اور اسلوب سب عربی کے تابع نظر آتے ہیں۔اگر فعل کی شکلیں، جملوں کی ترکیب اور علامات جمع کا اختلاف نہ ہوتا تو ان علوم کی تمام اردو کتابیں بعینہ عربی کتابیں ہوتیں۔

تاثیر کے مختلف اسباب میں سے چند اہم اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

1- عربی زبان کا اسلام سے ربط وتعلق

دنیا کی آبادی کے پانچویں حصے یعنی مسلمانوں کی مذہبی زبان ہونے کی حیثیت سے عربی کو دنیا کی تمام زبانوں میں ایک بلند مقام حاصل ہے۔اسلامی شریعت کے بنیادی ارکان قرآن وسنت کی زبان ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کی مذہبی اور معاشرتی زندگی میں عربی کا بڑا اہم رول ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ خواہ ان کی زبان کوئی بھی ہو وہ قرآن عربی میں ہی

پڑھیں، دن میں پانچ بار عربی میں ہی نماز ادا کریں۔ ایک دوسرے کو سلام کریں تو عربی میں ہی کریں۔ ان احکام کی ادائیگی کے راستے اسلامی ممالک کی زبانوں میں عربی زبان گہرائی تک داخل ہوگئی اور ان پر عربی کا گہرا اثر پڑا، واضح رہے کہ اردو بھی انھیں زبانوں میں سے ایک ہے۔ عربی زبان کی ترویج و اشاعت اور دوسری زبانوں کو متاثر کرنے کے پس پشت اسلام کا بہت بڑا دخل ہے۔ مغربی زبانوں کے ایک ماہر نے اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ:

> ’’اسلام کی زبان ہونے کی حیثیت سے عربی زبان کا نفوذ پورے عالم اسلام میں ہے جیسے ترک، فارس، اور ہندوستان‘‘۔ 21؎

2- فارسی و ترکی پر عربی کے اثرات

اردو زبان کی ترویج و ترقی ہندوستان میں ترکی اور افغانی عہد حکومت کے زیر سایہ ہوئی لہٰذا اس پر فارسی اور ترکی زبان کا خاطر خواہ اثر ہونا بالکل فطری بات تھی۔ اردو پر ترکی کے بالمقابل فارسی کے اثرات زیادہ پڑے، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ترکی زبان طبقۂ حکام تک ہی محدود تھی اور اس کے بولنے والوں کی تعداد بہت کم تھی جبکہ فارسی زبان کا دائرۂ کار بہت وسیع تھا؛ چنانچہ فارسی حکومت و سلطنت سے وابستہ افراد کی زبان تھی، عام بول چال کی زبان تھی اور مسلم عہد حکومت میں سرکاری زبان کے درجے پر فائز تھی۔ چونکہ فارسی پر عربی کا خاصا اثر بایں طور ہے کہ عربی نے اسے مصادر و مشتقات سے بھر دیا تھا اور مصطلحات و اسالیب سے پر کر دیا تھا لہٰذا فارسی زبان کا اردو پر جو بھی اثر ہوا وہ ایک طرح سے عربی کا بالواسطہ اثر ہے۔ عربی سے اثر قبول کرنے کے معاملے میں ترکی زبان فارسی سے مختلف نہیں ہے خواہ یہ اثرات براہ راست پڑے ہوں یا فارسی کے واسطے سے۔ غور و فکر کرنے والے شخص پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اردو نے ان دونوں زبانوں سے جو اثرات قبول کیے ان میں عربی کا ایک بڑا ذخیرہ بھی شامل ہے۔ اس طرح دیکھا جائے تو فارسی اور ترکی پر پڑنے والے عربی اثرات بھی اردو پر اثر انداز ہونے والے عوامل میں شمار ہوں گے۔

اردو زبان کے ماہرین نے ہماری زبان پر پڑنے والے جن اثرات کو فارسی و ترکی زبان کے اثرات میں شمار کیا ہے ان کی معتد بہ تعداد دراصل عربی زبان کا بالواسطہ اثر ہے؛ لیکن عربی زبان کی عدم معرفت ان حضرات کے لیے اس حقیقت تک رسائی میں مانع رہی۔

3- عربی زبان کا علمی مقام ومرتبہ

اسلام کی آمد کے بعد ایسا علمی انقلاب شروع ہوا جس کا تاریخ نے کبھی مشاہدہ نہیں کیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے صحرائے عرب مرکز علم وعرفان بن گیا۔ ہر سمت سے علم کے چشمے ابلنے لگے۔ علم وادب کی آبیاری کے لیے عربی زبان آب حیات کی حیثیت اختیار کرگئی۔ عربوں نے یونان، ہند، چین کے قدیم علوم اپنی زبان میں منتقل کیے اور عربی کو اس مقام پر پہنچا دیا کہ علم وفن کا متلاشی خواہ کسی خطے کا ہو یا کوئی بھی زبان بولتا ہو عربی سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اسی علمی مقام ومرتبے کے باعث عربی زبان چہار دانگ عالم میں پہنچی اور دنیا کی دیگر زبانوں پر اثر انداز ہوئی۔

4- ہندوستان کے اندر عربی زبان میں تصنیف وتالیف کا تسلسل

ہندوستان میں عربی زبان میں تصنیف وتالیف کا تسلسل اردو پر عربی زبان کے اثر انداز ہونے کا ایک بڑا سبب رہا ہے۔ ہندوستان میں اسلام کے داخلہ کے وقت سے لے کر اب تک تحریر، ثقافت اور علوم کی زبان عربی ہی رہی ہے۔ عربی زبان میں تصنیف وتالیف کا سلسلہ پورے مسلم عہد حکومت میں منقطع نہیں ہوا۔ چنانچہ یہاں کی زبانوں پر عربی اثرات کا واقع ہونا فطری نتیجہ تھا۔ فارسی زبان کا حلقۂ اثر وسیع ہونے اور سرکاری زبان ہونے کے باوجود اس کا دائرہ کار افہام وتفہیم، معاملات، عدالت اور امور سلطنت سے آگے نہیں بڑھ سکا اور وہ علمی وثقافتی میدان میں عربی زبان کی بلندی کو نہیں پہنچ سکی۔ جس سے ان لوگوں کے خیال کی تردید ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اردو پر عربی زبان کا براہ راست اثر نہیں ہوا بلکہ تمام اثرات فارسی کے واسطے سے آئے ہیں۔ بعض لوگوں نے تو اس سے بھی آگے بڑھتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ اردو پر عربی کا بہت ہی معمولی اثر ہے جو کہ عربی زبان سے عدم واقفیت اور ہندوستان کی تصنیفی وتالیفی سرگرمیوں سے آگاہ نہ ہونے کا بین ثبوت ہے۔ یہ بات بالکل سچ ہے کہ اس میدان میں فارسی زبان کا بہت اہم کردار ہے لیکن اتنا نہیں جتنا کہ اردو ادبا و محققین سمجھتے ہیں۔

5- عربی زبان کی لسانی فوقیت

دوسری زبانوں پر عربی زبان کے اثرات کا ایک اہم سبب اس کا لسانی تفوق ہے۔عربی زبان میں بے شمار ایسی لسانی خصوصیات مجتمع ہوگئیں جو دوسری کسی زبان میں نہیں ہیں۔عربی الفاظ و مفردات کے اصول، قواعد نحو و صرف اور بلاغت کی باریکی کے اعتبار سے دنیا کی سب سے ثروت مند زبان ہے۔اسی لسانی فوقیت نے عربی زبان کو ممتاز مقام عطا کیا اور دیگر زبانوں نے اس سے خوشہ چینی کی۔

6- ہندوستان میں عرب حکومت کا قیام

ہندوستان کے شمال مغربی خطے میں عرب حکومت کے قیام سے ایک طرف یہاں عربی زبان کی نشر و اشاعت میں کافی تعاون حاصل ہوا تو دوسری طرف علاقائی زبانوں پر عربی کے اثرات مرتب ہوئے۔واضح رہے کہ عرب دور حکومت میں عربی ہی سرکاری اور معاملات کی زبان تھی جس پر علمی کتابیں اور تاریخی دستاویزات شاہد ہیں۔[22]

7- قبل از اسلام عرب و ہند تعلقات

اس وقت کسی محقق کے لیے انتہائی مشکل ہے کہ وہ اسلام سے قبل عرب و ہند تعلقات اور ہندوستان کے مغربی سواحل پر عرب بستیوں کے نتیجے میں یہاں کی علاقائی زبانوں اور عربی کے درمیان لسانی تاثیر و تاثر کا پتہ لگا سکے۔مگر لسانی اصول اس امر کو یقینی بناتے ہیں کہ ان کے درمیان تاثیر و تاثر کا تعلق ضرور رہا ہوگا؛ کیونکہ آج بھی ان علاقوں میں عرب آباد ہیں نیز ان خطوں کی علاقائی زبانوں میں پائے جانے والے سینکڑوں عربی الفاظ اسی عہد کی دین ہیں۔

8- اردو اور مسلمانوں کے درمیان ربط و تعلق

اردو زبان کی پرورش مسلمانوں کی زیر نگرانی ان کے محلات، بازار، مجالس، خانقاہوں اور مدارس میں ہوئی۔ لہٰذا اس پر مسلمانوں کی مذہبی زبان عربی کا اثر انداز ہونا بدیہی بات ہے۔ ابتدائی ایام میں اردو کے تمام بڑے شعرا عربی زبان و ادب سے واقف تھے چنانچہ وہ اپنی شاعری اور تحریر میں شعوری یا غیر شعوری طور پر عربی الفاظ کا استعمال کرتے تھے۔

سوم: اردو لغات پر عربی زبان کا اثر

''اردو لغات پر عربی کے اثرات'' ایسا موضوع ہے جس کا اب تک حق ادا نہیں کیا جا سکا۔ محققین نے اس کی طرف اس طرح توجہ نہیں دی جیسی توجہ کا یہ موضوع مستحق ہے۔ اس موضوع پر جو کتابیں تصنیف ہوئی ہیں ان میں سائنٹفک طریقۂ کار کی کمی ہے نیز گفتگو جامع انداز میں نہیں کی گئی ہے۔

اس سلسلہ میں جو کام ہوئے ان کی حیثیت سرسری مطالعہ کی ہے۔ چند اہم کام مندرجہ ذیل ہیں:

1- نقوش سلیمانی از سید سلیمان ندوی:۔ یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے جس میں تقریباً سو عربی الفاظ سے گفتگو کی گئی ہے اور یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ اردو میں آنے کے بعد ان الفاظ میں کس قسم کی معنوی و لفظی تبدیلی واقع ہوئی۔ ایک طرف تو اس کتاب میں بہت کم الفاظ کا مطالعہ کیا گیا ہے، دوسری طرف عربی الاصل اردو الفاظ میں ہونے والے بعض ایسے تصرفات کا ذکر کیا گیا ہے جو کہ ان الفاظ کے عربی زبان میں رہتے ہوئے پیش آ چکے تھے۔ جیسے نقد، شوربا، ولی، ضابطہ، تربہ، غرض وغیرہ۔[23]

2- سرگزشت الفاظ از احمد دین:۔ یہ ایک مختصر کتابچہ ہے جس میں مرور ایام کے ساتھ اردو الفاظ میں ہونے والی تبدیلی و تغیر کو سرسری طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس میں طریقۂ کار اور موضوع کا خاص التزام نہیں کیا گیا ہے۔ مصنف نے ایک ہزار بیس الفاظ کو اپنی کتاب میں شامل کیا ہے جن میں سے چار سو عربی الفاظ ہیں۔[24]

3- قاموس الاغلاط از سید مختار احمد:۔ مصنف نے اس کتاب میں ایسے عربی الفاظ جمع کیے ہیں جن کے معنی یا شکل یا تلفظ میں تبدیلی واقع ہوئی ہے اور ان کو صحیح کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن انھوں نے اس کوشش میں لسانی مزاج کی رعایت نہیں برتی؛ کیونکہ کوئی بھی لفظ جب کسی زبان سے دوسری زبان میں داخل ہوتا ہے تو اس میں اس وقت کے سماجی احوال کے مطابق تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ جس زبان سے لفظ منتقل ہوا اور جس میں منتقل ہوا دونوں کے بولنے والوں کی جغرافیائی، معاشی اور مزاجی کیفیت کا اختلاف بھی اس تبدیلی پر اثر انداز ہوتا ہے۔[25]

4- اردو کے بعض الفاظ کی سرگزشت از ابو اللیث صدیقی:۔ اس کتاب میں مصنف نے ان عربی الفاظ سے بحث کی ہے جن کے خدوخال اردو میں بدل گئے۔ اس کتاب میں ایک تو الفاظ کی تعداد بہت کم ہے، دوسرے یہ کہ بعض ایسے الفاظ کو عربی الاصل قرار دے دیا گیا ہے جو عربی الاصل نہیں ہیں جیسے ہودہ، شکر، رباوغیرہ۔

5- تصحیح اللغات از مولوی رفیع احمد:۔ اس کتاب میں اردو تحریر و گفتگو میں استعمال ہونے والے عربی کے بعض الفاظ کو جمع کیا گیا ہے۔

6- تاثرات از ابوالحسنات ایوب حسن بیدل:۔ یہ کتاب عربی سے ماخوذ بعض اردو الفاظ اور ان میں ہونے والی لفظی و معنوی تبدیلیوں پر مشتمل ہے۔ خواہ ان کا تعلق بولنے سے ہو یا لکھنے سے۔ [26]

ان کتابوں کے علاوہ ہندوستان اور مختلف عرب ممالک سے شائع ہونے والے مختلف رسائل میں اس موضوع پر مقالات شائع ہوئے ہیں۔ اس مقام پر ڈاکٹر عبد الوہاب عزام کی کوششوں کی ستائش کی جانی چاہیے جو انھوں نے اس میدان میں انجام دی ہیں۔ شاید وہ پہلے عربی عالم ہیں جنھوں نے اس جانب توجہ مبذول کی اور اس موضوع کی اہمیت کو محسوس کیا۔ اس موضوع پر ان کے کئی مضامین شائع ہوئے ہیں، جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ " الألفاظ العربية في اللغات الإسلامية غير العربية " (غیر عربی اسلامی زبانوں میں عربی الفاظ)۔ [27]

2۔ " صلات اللغة العربية واللغات الإسلامية "(اسلامی زبانوں اور عربی زبان کے تعلقات)۔ [28]

3۔ " اللغة العربية في البلاد الإسلامية غير العربية "(غیر عرب اسلامی ممالک میں عربی زبان)۔ [29]

اس موضوع سے متعلق دیگر اہم مقالات:

1۔ " الكلمات العربية في اللغة الأردية " لمبارك الباكستاني (''اردو زبان میں عربی الفاظ'' مبارک پاکستانی)۔ [30]

2۔ " تأثير اللغة العربية في اللغات الهندية " لسيد أبى الحسن علي الندوي (''ہندوستانی زبانوں پر عربی زبان کے اثرات'' سید ابوالحسن علی ندوی)۔ [31]

مولانا ابوالحسن علی ندوی نے بعض عربی الاصل الفاظ کو جمع کیا ہے۔ اس مقالے میں گیارہ الفاظ شامل ہیں۔ یہ تمام الفاظ سید سلیمان ندوی کی تصنیف نقوش سلیمانی میں اسی ترتیب و تفسیر کے ساتھ مذکور ہیں۔

3۔ " أثـر اللغة العربية في اللغة الأردية " لحسين علي محفوظ (''اردو زبان پر عربی زبان کا اثر''، حسین علی محفوظ)۔ [32]

4۔ " اللغة العربية واللغات الهندية " لكونس شارل (''عربی و ہندوستانی زبانیں'' کونس چارل)۔ [33]

5۔ " الـكـلـمـات الـعـربية و الـفـارسية في اللغات الهندية " لمحمد أجمل خان (''ہندوستانی زبانوں میں عربی اور فارسی الفاظ'' محمد اجمل خاں)۔ [34]

اس سلسلے میں راقم کو جو واحد علمی تحریر دستیاب ہو سکی وہ مجتبیٰ حسین صاحب کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ ہے جو انھوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں 1949 میں "Arabic Words in Urdu, Whose meaning, Pronounciation, or Form have changed" (اردو زبان کے وہ عربی الفاظ جن کا معنی، تلفظ یا شکل تبدیل ہو چکی ہے) عام طور پر راقم نے اس مقالے سے کافی استفادہ کیا ہے اور خاص طور پر بعض مصادر و مراجع تک رسائی میں اس مقالے سے مدد پائی ہے۔ [35]

مقالے کا علمی مقام اور محقق کی غایت درجہ کوشش و جد و جہد بالکل مسلم ہے لیکن اس کے باوجود موضوع کا حق ادا نہیں کیا گیا ہے نہ ہی موضوع کے تمام گوشوں کا احاطہ کیا گیا ہے جیسا کہ مقالے کے عنوان سے ہی واضح ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں فاضل محقق سے بہت سے تبدیل شدہ عربی الفاظ کے معنی بیان کرنے میں لغزش سرزد ہوئی ہے۔ انھوں نے سمجھا کہ یہ تبدیلی لفظ کے اردو میں شامل ہونے کے بعد ہوئی ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ عربی لغات میں یہ معانی پائے جاتے ہیں؛ گو کہ قلیل الاستعمال ہوں یا بعد کے عہد میں یہ معنی داخل ہوئے ہوں۔ دوسرے یہ کہ انھوں نے عربی الفاظ کے لفظی تصرف کے بیان میں فصیح اور عام استعمال کے درمیان فرق نہیں کیا۔ چنانچہ انھوں نے بہت سے ایسے متغیر الاشکال عربی الفاظ بھی مقالے میں شامل کر دیے ہیں جو کہ صرف عوام الناس ہی استعمال کرتے ہیں لیکن پڑھا لکھا طبقہ اس سے مستثنیٰ ہے؛ کیونکہ وہ لوگ ان الفاظ کو صحت کے ساتھ ہی استعمال کرتے ہیں اور اردو لغات میں بھی اس کی موافقت نہیں کی گئی ہے۔ اس قسم کی غلطیوں کی مثالیں اپنے مقام پر آئیں گی۔

اس فصل کی تکمیل کے بعد راقم کو ڈاکٹر سمیر عبدالحمید ابراہیم کی کتاب ''مـعـجـم الالـفـاظ الـعربيه فى اللغة الاردية'' کی اطلاع ہوئی۔ یہ بہت ہی زبردست کام ہے اور لائق ستائش کوشش ہے۔

البتہ یہ کتاب بھی نقائص سے پاک نہیں ہے؛ کیونکہ ڈاکٹر سمیر نے اپنی کتاب میں بہت سے ایسے عربی الفاظ بھی شامل کر دیے ہیں جو اہل اردو استعمال نہیں کرتے اور نہ ہی اردو لغات میں یہ الفاظ درج ہیں جیسے اقمشہ، غثیان، مظلل وغیرہ۔ لغت ضخیم ہونے کے باوجود اس کے اندر بہت سے اردو میں مستعمل الفاظ درج ہونے سے رہ گئے جیسے آبنوس، آمر، مآل وغیرہ۔ نیز انھوں نے ان الفاظ کو بھی ذکر نہیں کیا ہے جن کی شکلیں بدل گئی ہیں اور ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ اگر انھیں بھی شامل کر لیتے تو ان کی کتاب کی ضخامت دگنی ہو جاتی۔

سب سے عجیب وغریب بات یہ ہے کہ انھوں نے تمام الفاظ میں قاف کو کاف سے یہ گمان کرتے ہوئے تبدیل کر دیا کہ اردو زبان بولنے والے قاف کے تلفظ پر قدرت نہیں رکھتے۔ راقم کی نظر میں ان کے اس مغالطے کا سبب ان کا مغربی پنجاب میں قیام ہے؛ کیونکہ وہاں کے بارے میں معروف ہے کہ وہاں کے لوگ قاف کے تلفظ پر قادر نہیں ہوتے اور وہ کاف تلفظ کرتے ہیں۔ مصنف پر اس کا اثر صرف اسی مسئلے میں نظر نہیں آتا بلکہ انھوں نے بعض الفاظ کو انھیں کے لہجے کا لحاظ کرتے ہوئے درج کیا ہے۔ مثال کے طور پر لفظ ''اسہال'' اور ''رفعت'' ہے۔ دونوں الفاظ میں پہلا حرف مکسور ہے لیکن انھوں نے مفتوح لکھا ہے کیونکہ پنجابی دونوں کو فتحے کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔

ڈاکٹر سمیر نے مختلف علوم اسلامیہ کی اصطلاحوں کو شامل کیا ہے اور یہ بھول گئے کہ یہ اصطلاحیں اردو زبان کا حصہ نہیں ہیں بلکہ اردو میں علوم اسلامیہ پر تصنیف کی جانے والی کتابوں میں استعمال ہوتی ہیں جیسے اردو کی فزکس، کیمسٹری اور حساب وغیرہ کی کتابوں میں انگریزی اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں۔ [36]

اردو لغات میں شامل ہونے والے عربی الفاظ کو مندرجہ ذیل فصلوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

پہلی فصل: وہ الفاظ جو لفظی ومعنوی تصرف سے محفوظ ہیں۔

دوسری فصل: وہ الفاظ جن میں لفظی یا معنوی یا دونوں قسم کا تصرف واقع ہوا ہے۔

تیسری فصل: وہ الفاظ جو غیر عربی سابقوں یا لاحقوں کے ساتھ مستعمل ہیں۔

چوتھی فصل: عربی مرکبات۔ یہ مرکبات دو مجموعوں پر مشتمل ہیں:

پہلا: جو عربی فقروں و جملوں سے بنے ہوں۔

دوسرا: جو عربی ضرب الامثال و حکم پر مشتمل ہوں۔

اس بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ مراجع کی تکرار کے پیش نظر صرف ان کے مختصر نام ذکر کیے جائیں گے جیسے فیروز اللغات کے لیے ''فیروز''، نور اللغات کے لیے ''نور''، فرہنگ آصفیہ کے لیے '' آصفیہ''، فیروز آبادی کی قاموس المحیط کے لیے ''القاموس''، ڈاکٹر مجتبیٰ حسن کے مقالے کے لیے ''مقالہ''، ڈاکٹر سمیر عبد الحمید ابرہیم کی تصنیف معجم الالفاظ العربیہ فی اللغۃ الاردیہ کے لیے ''معجم'' کا لفظ استعمال کیا جائے گا۔

●

حواشی

-1 صبحی صالح، دراسات فی فقہ اللغۃ، طبع دوم، بیروت: منشورات المکتبہ الاہلیہ، 1962، ص 367

-2 Sayce, Introduction to the science of language, (2nd ed; London: Kegan Paul Trench & co, 1883), 1: 170

-3 John Lyons, Introduction to theoretical linguistic, Cambrige: University Press, 1968), p. 25

-4 علی عبدالواحد وافی، علم اللغہ، طبع پنجم، مصر: مکتبہ نہضہ مصر، 1962، ص 208,225، اور M. H. Bakalla, Arabic Culture Through its Language and Literature, (London : Kegan Paul International, 1984), p 67 .

-5 A. H. Sayce , Introduction to the scince of language , 1:170 .

-6 اللغۃ والمجتمع، مصر: داراحیاء الکتب العربیۃ، 1945، ص 25-26

-7 حامد عبدالقادر''''، مجلّہ المجمع العلمی العربی، دمشق: المجمع العلمی العربی، جولائی: 1960، جلد: 35، جز: 3، ص 369

-8 تھانوی لکھتے ہیں: ''معرب تعریب سے اسم مفعول ہے۔ اہل عرب کے نزدیک معرب وہ لفظ ہے جو غیر عرب نے اس معنی کے لیے وضع کیے ہوں جو عرب استعمال کرتے ہیں''۔ کشاف اصطلاحات الفنون، بیروت: شرکۃ الخیاط للکتب والنشر، د، ت، 4:945

-9 عبدالکریم الزبیدی کی تدوین، المتوكلي فيما وقع في القرآن من المعرب، سبہا (لیبیا): جامعہ سبہا، 1986، فهرست الألفاظ القرآنية المعربة الواردة في النص، ص 169-187

-10 ابوالمنصور جوالیقی، المعرب من الكلام الأعجمي على حروف المعجم، تحقیق وتقدیم: احمد محمد شاکر، طہران: د۔ن۔ 1966، ص 5

-11 ایضاً، ص 4

-12 ایضاً، 43:3

-13 ایضاً، 195:26

14- جوالیقی،المعرب،5

15- ایضاً،حواشی وتعلیقات میں

16- ''''مجلّہ اللسان العربی، رباط: المکتب الدائم لتنسیق التعریب، جامعۃ الدول العربیۃ، جلد9، جز:1:29

17- تفصیل کے لیے دیکھیے: جوالیقی،المعرب،6-12

18- عبدالواحدوافی،فقہ اللغۃ،طبع چہارم،مصر:مطبعۃ لجنۃ البیان العربی،1956،201-202

19- محمدسیدعلی بلاسی''اللغة العربية بين التأثير و التأثر''مجلّہ اللسان العربی،عدد:34،1990،ص144

20- Abdul Ali"Contribution of Arabic to the Culture heritage of India" مجلّہ اللسان العربی،جلد:18 جز:1،ص71

21- Andere Lefevere, Race and Language,(London:1884), p. 222

22- تفصیل کے لیے دیکھیے: سیدعلیم اشرف جائسی،فصول فی التعریف بالهند العربية الإسلامية، سابق مصدر،''الحکومات العربیہ''،فصل:بعض وسائل انتشار اللغة العربية فی الهند،ص 193-202''العصر العربی''،فصل:حركة التأليف باللغة العربية فی الهند،232-240

23- ایضاً، 289-349

24- لاہور،مطبع کریمی،غیرمورخ

25- حیدرآباد،1936

26- بنگلور،مطبع ہمدرد،غیرمورخ

27- مجلّہ مجمع اللغہ العربیہ،قاہرہ:المطبعہ الامیریہ،1958،جز:1،ص85وبعد

28- مجلّہ مجمع اللغہ العربیہ،قاہرہ:مطبع وزارۃ المعارف،1953،جز:9

29- مجلّہ المجمع العلمی العربی،دمشق:مئی،1947،جز:5,6،ص206وبعد

30- مجلّہ المجمع العلمی العربی،دمشق:اپریل،1954،جز:2،ص252وبعد

31- مجلّہ حضارۃ الاسلام،(اپریل،1961)،عدد:10،ص36وبعد

32- مجلۃ الآداب،(بغداد:1977)،جلد:1،عدد:21،ص129وبعد

33- مجلّہ ثقافۃ الہند،(نئی دہلی:1951)،جلد:2،عدد:3،ص48وبعد

34- مجلّہ ثقافۃ الہند، (نئی دہلی: 1951)، جلد: 11، عدد: 4، ص 33 وبعد

35- مخطوطہ نمبر: T-86، شعبہ رسائل، مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

36- معجم الالفاظ العربیہ فی اللغہ الاردیہ، ریاض: جامعہ امام محمد بن سعود، 1996

فصل اول

اردو زبان میں لفظی ومعنوی تصرف سے محفوظ عربی الفاظ

ان الفاظ پر گفتگو کرنے سے قبل چند چیزوں کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے:

الف۔ بعض حروف تہجی کی ادائیگی پر قدرت نہ ہونے کو لفظی تصرف شمار نہیں کیا جائے گا۔ مثال کے طور پر اہل اردو عموماً ثا اور صاد کو سین سے بدل دیتے ہیں جیسے میراث اور صوم، حاء کو ہاء سے تبدیل کر دیتے ہیں جیسے حکم، ضاد اور ظاء کو زاء سے جیسے ذمہ، ظلم اور مرض، طاء کو تاء سے جیسے طاقت، عین اور ہمزہ کو الف سے جیسے علم اور خطا۔

اس قسم کی تبدیلی لفظی تصرف میں شامل نہیں ہے؛ کیونکہ ان تبدیلیوں کا سبب دونوں قوموں کے اعضائے نطق کا فطری اختلاف ہے جو طبعی، معاشی اور جغرافیائی وجوہ سے پیدا ہوتا ہے اور یہ صوتیات کا مسلمہ اصول ہے۔

ب۔ عربی الفاظ میں تذکیر وتانیث کا فرق معنوی تصرف میں داخل نہیں ہوگا؛ کیونکہ لفظ رعشہ عربی میں مونث ہے جب کہ اردو میں مذکر ہے۔ اسی طرح لفظ رضا عربی میں مذکر ہے اور اردو میں مونث۔ اس کی وجہ اردو پر علاقائی زبانوں کا اثر ہے۔

ج۔ اگر کسی لفظ کے کئی معنی ہیں لیکن وہ اردو میں صرف ایک ہی معنی میں استعمال ہوتا ہے اور وہ

معنی عربی لغات میں موجود ہوتو اسے بھی معنوی تصرف کے خانے میں نہیں رکھا جائے گا۔ جیسے لفظ ''آیت'' ہے، اردو میں یہ لفظ قرآن کی آیت کے ساتھ خاص ہے جبکہ عربی میں اس کے کئی معنی آتے ہیں۔ اسی طرح اگر اردو میں کسی لفظ میں عربی معنی کے علاوہ کئی معانی پائے جاتے ہوں اور ساتھ ساتھ عربی معنی پر بھی دلالت ہوتی ہوتو اسے بھی پہلے ہی مجموعہ میں رکھا جائے گا۔

د۔ مد کے بعد ہمزہ کے سقوط کو تصرف نہیں مانا جائے گا۔

ہ۔ تاء مدورہ (ۃ) اکثر تا مبسوط (ت) لکھی جاتی ہے۔ اگر اپنے حال پر باقی رہے تو تحریر و تقریر دونوں میں ہا مختفی (ہ) سے بدل جائے گی۔ جیسے رسالت، خالہ۔ مقالہ میں اسے بھی تصرف لفظی کے دائرہ میں شامل نہیں کیا جائے گا۔

الف ممدودہ

آباء، آبائی، آبنوس، آثار، آثم، آجر، آحاد، آخذ، آخر، آخرت، آداب، آدم، آدمی[1]، آزوقہ، آفات، آفاق، آفت، آل، آلات، آلام، آلہ، آمال، آمر، آمنا، آمین، آن، آہ[2]، آیات، آیت۔[3]

الف مقصورہ

اب، اباء[4]، اباحت، اباحی، اباحیت، ابتسام، ابتلاء، ابتہاج، ابجد، ابحار، ابخرات، ابخرہ، ابخل، ابد، ابداع، ابدال، ابدان، ابدی، ابدیت، ابرار، ابرص، ابریق، ابصار، ابطال، ابعاد، ابکار، ابلاغ، ابلق، ابلح، ابلیس، ابن، ابو، ابواب، ابہام، ابیات، ابیض۔

اتباع، اتحاد، اتحاف، اتراک، اتصاف، اتصال، اتفاق، اتفاقات، اتفاقاً، اتفاقی، اتقا، اتقان، اتقیا، اتلاف، اتم، اتمام، اتہام۔

اثاث، اثبات، اثر، اثرات، اثری، اثقال، اثم، اثمار، اثنا، اثناعشری، اثناعشریہ، اثیر۔

اجابت، اجارہ، اجازت، اجانب، اجتماع، اجتماعات، اجتماعی، اجتناب، اجتہاد، اجتہادی، اجداد، اجر، اجرا، اجرام، اجرت، اجزا، اجساد، اجسام، اجل، اجلّ، اجلاف، اجلال، اجلہ، اجماع، اجماعی، اجمال، اجمالی، اجمل، اجناس، اجنبی، اجوف، اجہل، اجیر۔

احاد، احادیث، احاطہ، احبّا، احباب، احبار، احتباس، احتجاب، احتجاج، احتراز، احتراق، احترام،

اختشام ،احتضار ، احتفاظ ، احتقار ، احتکار ، احتلام ، احتمال ، احتیاج ، احتیاجات ، احتیاط ، احتیاطاً،
احتیاطی، احد، احرار، احراز، احراق، احرام، احزاب، احزان، احساس، احساسات، احسان،
احسن، احسنت ،احصا ،احصار ،احضار ،احفاد ، احق ،احقاق ،احقر ،احکام ،احکم ،احمد ،احمر ،احمق ،
احناف ،احوال ،احول ،احیا ،احیاناً۔

اخ ،اخبار ،اخبث ،اخت ،اختتام ،اختراع ،اختراعات ،اختراعی ،اختصار ،اختصاص ،اختصاصی ،
اختفا ،اختلاج ،اختلاط ،اختلاف ،اختلافات ،اختلافی ،اختلال ،اختیار ،اختیاری ،اخذ ،اخراج ،
اخروی ، اخص ، اخضر ، اخفا ، اخفش ، اخلاص ، اخلاط ، اخلاف ، اخلاق ، اخلاقاً ، اخلاقی ، اخلال ،
اخوان ،اخوہ ،اخوی ،اخی ،اخیار ،اخیافی ،اخیر۔

ادا ،ادارہ ،ادب ،ادباً ،ادبا ،ادبار ،ادبی ،ادخال ،ادرار ،ادراک ،ادعا ،ادعیہ (ماثورہ) ،ادغام ،
ادق ،ادنا ،ادوار ،ادویہ ،ادیان ،ادیب ،ادیبہ ،ادیم۔

اذان ،اذعان ،اذکار ،اذکیا ،اذن ،اذہان ،اذیت۔

ارادت ،ارادہ ،ارادتاً ،ارادی ،اراکین ،اراضی ،ارباب ،اربع ،اربعین ،ارتباط ،ارتجال ،ارتجالاً ،
ارتداد ،ارتسام ،ارتعاش ،ارتفاع ،ارتقا ،ارتقائی ،ارتکاب ،ارتکاز ،ارتیاب ،ارث ،ارجل ،ارحام ،
ارحم ،ارزاق ،ارذل ،ارسال ،ارشاد ،ارشد ،ارض ،ارضی ،ارفع ،ارقام ،ارکان ،ارنی[5] ،ارواح۔

ازار ،ازالہ ،ازدحام[6] ازدیاد ،ازرق ،ازکیا ،ازل ،ازمنہ ،ازواج ،ازہار ،ازہر۔

اساتذہ ،اساس ،اساسیات ،اساسی ،اساطیر ،اساطین ،اسالیب ،اسامی ،اسانید ،اسباب ،اسباط ،
اسباق ،استاذ ،استبداد ،استبدادی ،استبرق ،استتار ،استثنا ،استجابت ،استحالہ ،استحسان ،استحصال[7]
استحقار ،استحقاق ،استحکام ،استخارہ ،استخراج ،استخفاف ،استخلاص ،استدراج ،استدراک ،استدعا ،
استدلال ،استراحت ،استسقا ،استشہاد ،استشارہ ،استصواب ،استطاعت ،استعارہ ،استعانت ،
استعجاب ،استعجال ،استعداد ،استعفا ،استعمار ،استعماری ،استعمال ،استغاثہ ،استغراق ،استغفار ،
استغنا ،استفادہ ،استفاضہ ،استفتا ،استفراغ ،استفسار ،استفہام ،استفہامیہ ،استقامت ،استقبال ،
استقرا ،استقرار ،استقلال ،استکمال ،استکراہ ،استماع ،استمالت ،استمرار ،استمراری ،استمزاج ،استناد ،
استنباط ،استنتاج ،استنجا ،استوا ،استوائی ،استہزا ،استیصال ،استیعاب ،استعلا ،اسد ،اسرار ،اسراف ،

اسرافیل ، اسرائیل ، اسرائیلی ، اسفل ، اسفنج ، اسقاط (حمل) ، استقام ، اسقف ، اسلاف ، اسلام ، اسلامی ، اسلحہ ، اسلوب ، اسم ، اسما ، اسماعیلی ، اسماعیلیہ ، اسمی ، اسناد ، اسود ، اسہال ، اسہل ، اسیر ۔

اشارات ، اشارہ ، اشارتاً ، اشاعت ، اشاعرہ ، اشباع ، اشباہ ، اشتباہ ، اشتداد ، اشتراک ، اشتراکی ، اشترا ، اشتعال ، اشتغال ، اشتقاق ، اشتمال ، اشتہا ، اشتیاق ، اشجار ، اشخاص ، اشد ، اشر ، اشرار ، اشراف ، اشراق ، اشراقی ، اشرف ، اشرفی[8] ، اشعار ، اشعاع ، اشعر (شعر سے) ، اشعری ، اشعریہ اشغال ، اشفاق ، اشقیا ، اشکال ، اِشکال ، اشہاد ، اشہب ، اشہر ، اشیا ۔

اصابت ، اصالت ، اصالتاً ، اصح ، اصحاب ، اصدار ، اصرار ، اصراف ، اصطباغ ، اِصْطَبْل[9] اصطرلاب ، اصطفا ، اصطلاح ، اصطلاحات ، اصطلاحی ، اصغر ، اصفیا ، اصل ، اصلا[10] ، اصلاب ، اصلاح ، اصلاحات ، اصلاحی ، اصلی ، اصم ، اصناف ، اصنام ، اصوات ، اصول ، اصیل ۔

اضافت ، اضافہ ، اضافی ، اضحوکہ ، اضحیٰ ، اضحیہ ، اضداد ، اضطراب ، اضطرار ، اضطراری ، اضعاف ، اِضعاف ، اضعف ، اضغاث (خواب) ، اضلاع ، اضلال ، اضمار ۔

اطاعت ، اطالوی ، اطبا ، اطراف ، اطریفل ، اطعمہ ، اطفا ، اطفال ، اطلاع ، اطلاق ، اطلس ، اطلسی ، اطمینان ، اطناب ، اِطناب ، اطوار ، اطہار ، اطہر ، اطیب ۔

اظلال ، اظلم ، اظہار ، اظہر ۔

اعادہ ، اعاظم ، اعانت ، اعتبار ، اعتدال ، اعتذار ، اعتراض ، اعتراف ، اعتزال ، اعتصام ، اعتقاد ، اعتقادی ، اعتکاف ، اعتماد ، اعتنا ، اعجاز ، اعجوبہ ، اعدا ، اعداد ، اعراب ، اِعراب ، اَعرابی ، اعراض ، اعراف ، اعشاریہ ، اعشاری ، اعصاب ، اعصابی ، اعضا ، اعطا ، اعظم ، اعقاب ، اعلا (کلمۃ الحق) ، اعلام ، اَعلام ، اعلان ، اعلم ، اعلا ، اعماق ، اعمال ، اعمام ، اعنی ، اعوان ، اعیان ۔

اغذیہ ، اغراض ، اغراق ، اغلاط ، اغلاق ، اغلام ، اغلب ، اغلظ ، اغماز ، اغماض ، اغنیا ، اغیار ۔

اف ، افادات ، افادہ ، افاضل ، افاضہ ، افاقہ ، افتا ، افتتاح ، افتتاحی ، افتتاحیہ ، افتخار ، افترا ، افتراق ، افراد ، افراط ، افرنگی ، افریقی ، افساد ، افشا ، افصح ، افضال ، اِفضال ، افضل ، افضلیت ، افطار ، افعال ، افعیٰ ، افق ، افقی ، افکار ، افلاس ، افلاک ، افہام ، افیون ۔

اقارب ، اقالہ ، اقالیم ، اقامت ، اقانیم (ثلاثہ) ، اقبال ، اقتباس ، اقتباسہ ، اقتدا ، اقتدار ، اقتران

اقتصاد، اقتصادی، اقتصار، اقتضا، اقتدار، اقدام، اِقدام، اقدس، اقرار، اقران، اقرب، اقربا، اقسار، اقسام، اقصٰی، اقطاب، اقطار، اقطاعہ، اقل، اقلیت، اقلیدس، اقلیم، اقمار، اقوم، اقوال، اقوام، اقویا۔

اکابر، اکبر، اکتساب، اکتشاف، اکتشافات، اکتفا، اکثر، اکثریت، اکرام، اکراہ، اکرم، اکسیر، اکفر، اکل، اکمل، اکمال، اکول، اکناف، اکید۔

الآن، الا، الامان، الباب، البتہ، التباس، التزام، التفات، التماس، التہاب، التیام، الحاج، الحاح، الحاد، الحاصل، الحاق، الحان، الحذر، الخ، الزام، السلام، السنہ، الصاق، الطاف، العبد، العطش، الغیاث، الفاظ، الفت، الفراق، القا، القاب، الکحل، الکن، الم (نشرح)، الماس، المان، المانی، المدد، الواح، الوان، الوداع، الوہیت، الہ، الہام، الہامی، الہی، الیم۔

امارت، امّارہ، اماکن، امالہ، امام، امامت، امامیہ، امان، امانت، امت، امتثال، امتحان، امتداد، امتزاج، امتلا، امتنان، امتی، امتیاز، امتیازی، امثال، امثلہ، امجد، امداد، امر، امرا، امراض، امرد، امزجہ، امساک[11]، امصار، امعا، امعان، امکان، امکنہ، امل، املا، اَملاک[12]، امم، امن، اموات، امواج، اموال، امور، اموی، امہات، امی، امیر[13]، امین۔

انا، انابت، اناث، اناجیل، انانیت، انبساط، انبیا، انتباہ، انتخاب، انتزاع، انتصاف، انتظار، انتظام، انتفاع، انتقاد، انتقادی، انتقال[14]، انتقام، انتقامی، انتہا، انثی، اثنین، انجاح، انجم، انجماد انجیل، انحراف، انحصار، انحطاط، انحلال، انخلا، اندراج، اندمال، انزال، اِنس، اُنس، انساب، انسان، انسانی، انسانیت، انشا، انشائیہ، انشراح، انشقاق، انصار، انصاری، انصاف، انضباط، انضمام، انطباع، انطباق، انتفاع، انعام، انعدام، انعطاف، انعقاد، انعکاس، انفاس، انفراد، انفرادی انفرادیت، انفراغ، انفُس، انفساخ انفصال، انفکاک، انقباض، انقسام، انقضا، انقطاع، انقیاد، انکار، انکشاف، انوار، انواع، انوشت، انور، انہار، انہدام، انہزام، انہماک، انیس، انیق، انیقہ۔

اواخر ، اوامر ، اوائل ، اوباش ، اوتاد ، اوج ، اوجاع ، اوراد ، اوراق ، اوزار ، اوزان ، اوسط ، اوصاف ، اوصیا ، اوضاع ، اوطان ، اوقات 15؎ اوقاف ، اول ، اولا ، اولاد ، اولو (العزم)، اولیٰ ، اولیا ، اولویت ، اولیت ، اولین 16؎ اوہام ۔

اہالی ،اہانت ،اہتدا ،اہتزاز ،اہرام ،اہل ،اہلیت ،اہم ،اہمیت ۔

ائتلاف ،ائمہ ۔

ایام ،ایتام ،ایثار 17؎ ایجاب ،ایجاد ،ایجاز ،ایذا ،ایصال ،ایضاً ،ایفا ،ایقان ،ایما ،ایمان ،ایمن ، ایہام ۔

با

باب ، بابل ، بابی ، بادی ، بادیہ ، بار ، باری ، باسط ، باصر ، باصرہ ، باطل ، باطلہ ، باطن ، باطنی ، باطنیہ ، باعث ، باقلا 18؎ باقی ، باقیات ، بال ، بالکل ، باللہ ، بالغ ، بالغہ ، بانی 19؎ باہ ، بائع ، بائن ۔

ببر ۔

بتول ۔

بحار ، بحر ، بحری 20؎ بحمدہ ، بحور ، بحیرہ ۔

بخار ، بخل ، بخلا ، بخور ، بخیل ۔

بدائع ، بدایت ، بداہت ، بدر ، بدعت ، بدل ، بدن ، بدنی ، بدو ، بدون ، بدوی ، بدیع ، بدیہہ ، بدیہی ، بدیہیات ۔

بذاتہ ، بذل ۔

بر ، براز ، براق ، بَرّاق ، براہین ، برائت ، برایا ، بربریت ، برج ، برزخ ، برص ، برق ، برقع ، برقیہ ، برکات ، برکت ، بروج ، برودت ، برہان ، بری ، بَرّی ، برید ، بریہ ۔

بزاز ۔

بساط ، بسالت ، بسائط ، بستان 21؎ بستانی ، بسط ، بسیط ۔

بشارت ، بشاش ، بشاشت ، بشر ، بشرہ ، بشریٰ ، بَشری ، بشریت ، بشیر ۔

بصارت ، بصائر ، بصر ، بصل ، بصیر ، بصیرت ۔

بضاعت، بضعہ۔

بط، بطالت، بطانہ، بطحاء، بطریق، بطل، بطلان، بطن، بطنی، بطون، بطیخ۔

بعث، بعثت، بعد، بُعد، بعدہ، بعض، بعید، بعیر، بعینہ۔

بغال، بغاوت، بغض، بغی۔

بقا، بقال، بقایا، بقر، بقعہ، بقلہ، بقیہ۔

بکا، بکارت۔

بلا، بلا[22]، بلاد، بلادت، بلاغ، بلاغت، بلبل، بلد، بلدہ، بلدیہ، بلدیات، بلغا، بلغم، بلور، بلّوط[23]

بلوغ، بلوغت، بلیات، بلیغ، بلیٰ، بلیہ۔

بن، بُن، بنا، بناء، بنات، بنت، بنی۔

بواب، بواسیر[24]، بوق، بول۔

بہائم، بہتان، بہجت۔

بیاض، بیان، بیت[25]، بیضا، بیضاوی، بیضہ، بیضوی، بیطار، بیع، بیعت، بین، بینات، بین بین[26]۔

تا

تابع، تابعین، تابوت، تاثر، تاثرات، تاثیر، تاج، تاجر، تاخر، تاخیر، تادیب، تادیبی، تادّبی، تارک، تاریخ، تاریخی، تاسف، تاسیس، تاکید، تالف، تالم، تالیف، تالیفی، تام، تامل، تانیث، تاویل، تائب، تاہل، تائید۔

تبادل، تباشر، تباغض، تباین، تبحر، تبختر، تبخیر، تبدل، تبدیل، تبرع، تبرک، تبرکا، تبرکات[27]، تبرید، تبسم، تبصرہ، تبع (التابعین)، تبعاً، تبغیض، تبلیغ، تبنی، تبویب، تبیان، تبییض، تبیین۔

تتبع، تتمہ۔

تثلیث، تثنیہ۔

تجار، تجارب، تجارت، تجاوز[28]، تجاہل، تجدد، تجدید، تجربہ، تجربات، تجرد، تجرید، تجریدی، تجزیہ، تجسس، تجلی، تجلیات، تجلید، تجمل، تجنب، تجنیس، تجویز، تجہیز[29]، تجہیل۔

تحالف،تحائف،تحت،تحتانی،تحجر،تحدیث،تحدید،تحذیر،تحرک،تحری،تحریر 30ھ تحریص،تحریف،
تحریفات،تحریم ،تحسین،تحشیہ،تحصیل 31ھ تحفظ،تحفہ،تحقیر،تحکم،تحکیم،تحلیل،تحمل،تحمید،تحمیق،تحویل،
تحیات،تحیت،تحیر۔
تخاطب،تخالف،تخدیع،تخریب،تخریج،تخصص،تخصیص،تخطئہ 32ھ تخفیف، تخلخل،تخلص 33ھ
تخلف،تخلل 34ھ تخلیط،تخلیل،تخلیق،تخمہ،تخمیر،تخمین،تخمیناً،تخویف،تخیل،تخیلات۔
تدابیر،تداخل،تدارک،تداول،تداوی،تدبر،تدبیر،تدریج،تدریس،تدفین،تدقیق،تدوین،
تدہین،تدین۔
تذبذب،تذکار،تذکرہ،تذکیر،تذلل،تذلیل،تذہیب۔
تراب،ترابی،تراجم،ترادف،تراضی،تراکیب،ترامیم،تراویح،تربت،تربیت،ترتیب،ترتیل،
ترجمان،ترجمہ،ترجی،ترجیح،ترجیع،ترحم،ترخیص،تردد،تردید،ترشح،ترسد،ترصیع،ترطیب،
ترغیب ترفع،ترفہ،ترقب،ترقی،ترقیم،ترک،ترکیب،ترکیبی،ترمیم،ترنم،ترویج،تریاق۔
تزکیہ،تزلزل،تزوج،تزویج،تزویر،تزیین۔
تساوی،تساہل،تسبیح،تسخیر،تسطیر،تسلسل،تسلط،تسلیم،تسلیمات،تسمیہ،تسنن،تسنیم،تسوید،تسویہ،تسہیل۔
تشابہ،تشبہ،تشاکل،تشبیب،تشبیہ،تشبیہات،تشتت،تشخیص 35ھ تشدید،تشرع،تشریح (ابدان)،
تشریع،تشریعی،تشریک،تشکک،تشکل،تشکیک،تشکیل،تشنج،تشنیع،تشویق،تشویہ،تشہد،تشہیر،تشیع۔
تصادم،تصانیف،تصحیح،تصحیف،تصدق،تصدیق،تصرف،تصرفات،تصریح،تصریحات،تصریف،
تصغیر،تصفیہ،تصلیب،تصمیم،تصنیف،تصور،تصورات،تصوف،تصویب۔
تضاد،تضاعف،تضحیک،تضرع،تضعیف،تضمین،تضییع۔
تطابق،تطاول،تطویق،تطوع،تطویل،تطہیر۔
تظلم 36ھ
تعارض،تعارف،تعاقب،تعالی (اللہ)،تعاون،تعب،تعبد،تعبیر،تعبئہ،تعرف،تعریب،تعریض،
تعریف،تعریفی،تعزیت،تعزیر،تعزیرات،تعزیل،تعسر،تعشق،تعصب،تعصّبات،تعطف،تعطل،
تعظیم،تعفن،تعقل،تعقیب،تعقید،تعلق،تعلم،تعلیق،تعلیل،تعلیلات،تعلیم،تعلیمات،تعلیمی،تعمق،

تعمیر،تعمیم ،تعمیہ،تعنت،تعوذ،تعویذ،تعویق،تعہد،تعین۔

تغافل،تغاریر،تغذیہ،تغلب،تغلیط،تغنی،تغیر،تغیرات،تغییر۔

تف 37، تفاح 38، تفاخر، تفاسیر، تفاصیل، تفاوت، تفاول، تفتیش، تفحص، تفخیم، تفرج، تفرد، تفرس، تفرقہ، تفریط، تفریق 39، تفسیر، تفصیل، تفصیلات، تفصیلا، تفضّل، تفضیل، تفقد، تفقہ، تفکر، تفکرات تفنن، تفوق، تفویض، تفہم، تفہیم۔

تقابل، تقارب 40، تقاریب، تقاطر، تقاطع، تقبیل، تقدس، تقدم، تقدمہ، تقدیس، تقدیم، تقرب تقریبا، تقریظ، تقسیم، تقشّف، تقصیر، تقطیر، تقطیع، تقلب، تقلید، تقلیل، تقوی، تقویت، تقویم، تقویمی، تقی، تقیہ۔

تکالیف، تکبر، تکبیر، تکثیف، تکدر، تکذیب، تکرار، تکریم، تکثیر، تکفیر، تکفین، تکلف، تکلم، تکمیل، تکوین۔

تلازم، تلاطم، تلافی، تلامذہ، تلامیذ، تلاوت، تلبس، تلبیہ، تلخیص، تلذذ، تلطف، تلف، تلفظ، تلقین، تلمیح، تلون۔

تماثیل، تمجید، تمدد، تمادی، تمام، تمتع، تمتعات، تمثال، تمثیل، تمثیلاً، تمدن، تمر، تمرد، تمرین، تمسخر، تملق، تملیک، تموج، تمول، تمہید، تمہیدی، تمیز۔

تنازع، تناسب، تناسخ، تناسل، تنافر، تناقص، تناول، تنبیہ، تنجیم، تنزل، تنزہ، تنزیل، تنزیہ، تنصر، تنصیف، تنظیم، تنعم، تنفر، تنفس، تنقیح، تنقیحات 41، تنقیص، تنقیہ، تنکیر، تنور، تنوع، تنویر، تنویم، تنوین۔

تواب، توابع، تواتر 42، توارث، تواریخ، توازن، تواضع، توافق، توالد، توبہ، توبیخ، توثیق، توجہ، توجیہ، توحید، تودیع، تورات، تورع، توزیع، توسط، توصل، توصیع، توصیف، توضیح، توضیحات، توطن، توغل، توفیر، توفیق، توقع، توقعات، توقف 43، توقیت، توقیر، توکل، تولد، تولیت، تولید، توہم، توہمات۔

تہجد، تہجی، تہدید، تہلیل، تہمت، تہنیت، تہور 44۔

تیقظ، تیقن، تیمّم، تیمن، تیمناً۔

ثا

ثابت، ثاقب، ثالث 45، ثالثاً، ثانوی، ثانی، ثانیاً، ثانیہ۔

ثبات، ثبت۔

ثروت، ثری، ثریا۔

ثقات، ثقافت، ثقالت، ثقل، ثقلین، ثقہ، ثقیل۔

ثلاثی، ثلث۔

ثم، ثمار، ثمر، ثَمن، ثُمن۔

ثنا۔

ثواب، ثوابت، ثور، ثوب۔

ثیاب۔

جیم

جابر، جاذب، جاذبہ، جاذبیت، جار، جارح، جاری، جاریہ، جازم، جاسوس، جامد، جامع، جامعہ، جامعیت، جان، جانب، جانبین، جاہل، جاہلی، جاہلیت، جائز۔

جبار، جبال، جبر، جبرا، جبرئیل، جبری، جبریہ، جبل، جبلت، جبلی، جبن، جبہ، جبہہ، جبین۔

جثہ۔

جحیم۔

جد، جِد، جدال، جدت[46]، جدل، جدلی، جدلیت، جدول، جدولی، جدی، جدید۔

جذام، جذمی، جذب، جذر۔

جر، جرات، جراثیم، جراح، جراحت، جرار، جرائد، جرائم، جرثمہ، جرح، جرس، جرعہ، جِرم، جُرم، جری، جریان، جریب، جریدہ۔

جز، جزا، جزائر، جزع، جزم، جزئی، جزئیات، جزیرہ، جزیہ۔

جسارت، جسامت، جسد، جسم، جسمانی، جسمانیت[47]، جسمی، جسیم۔

جعد، جعفر، جعفری، جعل۔

جفا، جفر۔

جلا، جلادت[48] جلال، جلالت، جلب، جِلد، جلدی، جلوت، جلوس[49] جلوہ، جلی، جلیس، جلیل۔

جماد، جمادات، جُمادی (اولی واخری)، جمار، جماع، جماعت، جماہیر، جمع، جمعہ، جمعیت، جمل، جملہ، جمود، جمہور، جمہوری، جمہوریت، جمہوریہ، جمیع، جمیل، جمیلہ۔

جنّ، جناب، جنابت، جنایت، جناح، جنازہ، جنان، جنت، جنتی، جنس، جنسی، جنوب، جنوبا، جنوبی، جنود، جنون، جنین۔

جو، جواب، جوابا، جواد، جوار، جوارح، جوارش[50] جواز، جوامع، جوانب، جواہر، جود، جور، جوع جوف، جوہر، جوہری[51]۔

جہات، جہاد، جہال، جہالت، جہت، جہد، جہر، جہل، جہلاء، جہنم، جہنمی، جہول۔

جیب، جیبی، جید، جیش، جیوش۔

حا

حاجات، حاجب، حاجت، حاجز، حاد، حادث، حادثہ، حادہ، حاذق، حار، حارہ، حاسد، حاسہ، حاشا حاشیہ، حاصل، حاضر، حاضرین، حافظ، حاکم، حاکمیت، حال، حالا، حالت، حالی، حامد، حامض، حامل، حاوی، حائضہ، حائل۔

حبّ، حُب، حباب، حبالہ (عقد)، حبذا، حبس، حبسات، حبشہ، حبشی، حبل، حبوب حبہ، حبیب۔

حتمی، حتیٰ۔

حج، حجاب، حجاج، حجاز، حجازی، حجام، حجامت، حجب، حجت، حجر، حجرہ، حجری، حجلہ، حجم۔

حد، حداثت، حداد، حدت، حدث، حدوث، حدود، حُدی، حدیث، حدید، حدیقہ۔

حذاقت، حذر، حذف۔

حر، حرارت، حراست، حرام، حرب، حرز، حرف، حرفی، حرفت، حرفہ، حرکات، حرکت، حرکی، حرم، حرمان، حرمت، حرمین، حروف، حریت، حریر، حریرہ، حریری، حریف، حریق، حریم۔

حزب، حزم، حزن، حزین۔

حس، حساب، حسابی، حساد، حساس، حسام، حسب، حَسَب، حسد، حسرت، حسن، حُسن، حسنات، حسنہ، حسنی[52] حسود، حُسود، حسیب، حسینی۔

حشر،حشرات،حشرہ،حشریات،حشفہ،حشم،حشو،حشیش۔
حصر،حصص،حصن،حصول،حصہ،حصین۔
حضرات،حضرت،حضور،حضری۔
حفاظ،حفظ،حفیظ۔
حق،حقا،حقارت 53ھ حقانی،حقانیت،حقائق،حقنہ،حقوق،حقیر،حقیقت،حقیقتا،حقیقی۔
حک،حکاک 54ھ حکام،حکایت،حکایتاً،حکم،حِکم،حُکم،حکما،حکمت،حکومت،حکیم۔
حل،حلاج،حلال،حلالہ،حلاوت،حلت،حلف،حلفاً،حُلَفا،حلق،حلقوم،حلقہ،حلقی،حلل،حلم، حلول،حلہ،حلیف،حلیم۔
حمار،حماقت،حمال،حمام،حمامی،حمائل،حمایت،حمد،حمرا،حمق،حمل،حمید،حمیدہ،حمیرہ،حمیم۔
حنابلہ،حنان،حنبلی،حنجرہ،حنظل،حنفی،حنوط،حنیف۔
حوا،حوادث،حواری،حواس،حواشی،حوالی،حوائج،حوت،حور 55ھ حوض.
حی،حیا،حیات،حیثیت،حیدر،حیران،حیرت،حیض،حیف 56ھ حیل،حیلہ،حیوان،حیوانی،حیوانیت۔

خا

خاتم،خاتمہ،خادم،خادمہ،خارج،خارجی،خارجیت،خارق،خازن،خاسر،خاص،خاصہ، خاصیت،خاطر،خاطی،خال،خالد،خالص،خالصہ،خالق،خالہ،خالی،خام 57ھ،خامس،خانقاہ، خائف،خائن،خائنہ۔
خباثت،خبائث،خبث،خبر،خبرا،خبط،خبیث،خبیر۔
ختم،ختنہ۔
خجالت،خجل۔
خد،خدام،خدم،خدمات،خدمت۔
خراب،خرابہ،خراج،خرافات،خردل،خرطوم،خرق،خرقہ 58ھ خروج،خریف 59ھ خریفی۔
خزائن،خزف،خزینہ۔
خسارہ،خساست،خست،خسران،خسوف،خسیس۔

خشوع، خشونت، خشیت۔

خصال، خصائص، خصلت، خصم[60]، خصوص، خصوصا، خصوصی، خصوصیات، خصوصیت، خصوم، خصومت، خصی، خصیہ۔

خضاب، خِضَر[61]، خضوع۔

خطا، خطاب، خطابت، خطاط، خطایا، خطبا، خطبات، خطبہ، خطر، خطوط[62]، خطیب، خطی۔

خِفا[63]، خفت، خفقان، خفی، خفیف، خفیہ۔

خلا، خلاص، خلاصہ، خلاف، خلافت، خلاق، خلال، خلائق، خلایا، خلت، خلجان، خلخال، خلد، خلط، خِلط، خلع، خلعت، خلف، خلفا، خلق، خُلق، خلقت، خلقی، خلل[64]، خلو، خلوت، خلود، خلیج، خلیق، خلیط، خلیفہ، خلیل، خلیہ، خلیات۔

خمّار، خماسی، خمس، خُمس، خمل، خمیرہ۔

خنازیر، خناس، خُناق، خنثا، خنجر[65]، خندق، خنزیر۔

خوارج، خوارق، خواص۔

خوض، خوف۔

خیار، خیارین، خطاط، خیال، خیالی، خیام، خیانت، خیر، خیریت، خیل، خیمہ۔

دال

داخل، داخلی، دار، دارین، داعی، داعیہ، دافع، دافعہ، داء، دائر[66]، دائرہ، دائم، دائماً، دایہ۔

دب، دباغ، دباغت، دبر، دبور۔

دجال، دجل۔

دخان، دخانی، دخل، دخول، دخیل۔

در، دراج، درایت، درج، درجات، درجہ، درس، درک، درہم۔

دساتیر، دستور، دسیسہ۔

دعا، دعاوی، دعوت، دعوی۔

دف، دفاتر، دفائن، دفتر، دفع، دفن، دفینہ۔

دق، دقائق، دقت، دقیق، دقیقہ۔

دکان 67ھ دلال، دلالہ، دلالت، دلائل، دلق، دلیل۔

دم، دماغ، دموی۔

دنانیر، دنایت، دنی، دنیاوی، دنیوی۔

دوات، دوار، دوام، دوامی، دواوین، دوا، دوائر، دور، دوران، دورہ، دول۔

دہر، دہریت، دہریہ 68ھ دہلیز۔

دیار، دیباج، دیباجہ، دیر 69ھ دین، دِین، دینی، دیوان، دیوث۔

ذال

ذابح، ذات، ذاتی، ذاکر، ذائع، ذائقہ۔

ذبح، ذبیح، ذبیحہ۔

ذخار، ذخائر، ذخیرہ۔

ذرات، ذراع، ذرائع، ذرہ، ذری، ذریت، ذریعہ۔

ذقن۔

ذکی، ذکاوت، ذکر، ذِکر، ذکور، ذکی، ذکیہ۔

ذل، ذلالت، ذلت، ذلیل۔

ذم، ذمہ، ذمی، ذنب، ذَنَب، ذنوب۔

ذو، ذوات، ذوق، ذوی۔

ذہانت، ذہب، ذہن، ذہنی، ذہنیت، ذہین۔

ذی، ذیابطیس، ذیل۔

را

رابطہ، رابع، رابعاً، رابعہ، راتب، راجح، راجع، راجی، راحت، راحلہ، راحل، رادع، رادعہ، رازق، راس، راسخ، راشد، راضی، راعی، راغب، رافت، رافضی، راقم، راکب، راکد، رائع، رابی، راہب

راہبہ، راہن، رائج، رائحہ۔

رب، رُب، رِبا، رباب، رباط، رباعی، رباعیات، ربانی، ربط، ربع، ربوبیت، ربوہ، ربیب، ربیبہ، ربیع، ربیعی۔

رتبہ۔

رجا، رجال، رجب، رجز، رجعت، رجعی، رجعیت، رجل، رجما، رجم، رجوع، رجولت، رجوم، رجیم۔

رحلت، رحم، رحمان، رحمانی، رحمت، رحیل، رحیم۔

رخصت۔

رد، ردا، ردیف۔

رذالت، رذالہ، رذیل، رذیلہ۔

رزاق، رزق۔

رسالت، رسل، رسوب، رسوخ، رسول۔

رشحہ، رشد، رشوت، رشید۔

رصاص، رصد۔

رضا، رضاعت، رضوان، رضی۔

رطب، رطوبت۔

رعایا، رعایت، رعب، رعد، رعیت۔

رغبت۔

رفاقت، رفاہ، رفرف، رفض، رفع، رفعت، رفق، رفقاء، رفو، رفیع، رفیق۔

رق، رقاص، رقاصہ، رقت، رقص، رقم، رقیب 70؎ رقیق، رقیم، رقیمہ۔

رکاب، رکاکت، رکعت، رکن، رکنی، رکوع، رکیک، رکین۔

رمال، رمز، رمضان، رمق، رمل، رموز۔

روابط، رواتب، رواج، روافض، رواق، رواقی، رواقین، رواقیت، روایات، روایت، روح،

روحانی، روحانیات، روحانیت، روضہ، روم، رومی، رونق، روی، رویا، رویت۔

رہبان، رہبانیت، رہن، رہین۔

رؤسا، رؤف، رئیس، رئیسہ۔

ریا، ریاح، ریاحین، ریاست، ریاض، ریاضت، ریاضیات، ریب، ریح، ریحان، ریق۔

زا

زاد، زاغ، زانی، زانیہ، زاہد، زاہدہ، زائد، زائر، زائرین، زائل۔

زبدہ، زبرجد، زبور۔

زجاج، زجاجی، زجر۔

زحاف، زحل۔

زخار، زخارف۔

زراعت، زرعی، زرافہ۔

زعفران، زعفرانی، زعم، زعماء، زعیم۔

زفاف۔

زقوم۔

زکاۃ، زکام، زکی، زکیہ۔

زلال، زلت، زلزلہ، زلیخا[71]۔

زمام، زمان، زمرہ، زمزم، زمن، زمہریر۔

زنا، زنادقہ، زنار، زنبور، زندقہ، زندیق۔

زوار، زوال، زوائد، زوایا، زوج، زوجہ، زوجیت، زوجین، زور۔

زہاد، زہد، زہرا، زہرہ۔

زیادہ، زیارت، زیتون، زیدی، زین، زینت۔

سین

سابع، سابق، سابقا، سابقین، ساجد، ساجدہ، ساحر، ساحرہ، ساحل، ساحلی، سادس، سادسا، سارق سارقہ، ساری، ساسانی، ساطع، ساعت، ساعد، ساعی، سافل، ساق، ساقط، ساقی، ساکت، ساکن، سالک، سالکین، سالم، سامری، سامع، سامعہ، سامعین، سامی 72ے، سائر، سائل، سائلہ، سائلین، سائس 73ے

سبّ، سبا، سباب، سبابہ، سباق، سبب، سببیت، سبت، سبحان، سبحہ، سبط، سبطین، سبع، سبل، سبیل۔

ستار، ستر، ستہ۔

سجاد، سجادہ، سجایا، سجدہ، سجع، سجود۔

سحاب، سحر، سحور۔

سخا، سخاوت، سخی، سخیف۔

سد، سدرہ 74ے سدس۔

سر، سراب، سراج، سرطان، سرعت، سرور، سریع۔

سطح، سطحی، سطحیت، سطر، سطوت، سطور۔

سعادت، سعد، سعی، سعید، سعیر۔

سفارت، سفاک، سفاہت، سفر، سفرا، سفسطہ، سفلی، سفوف، سفیر، سفینہ، سفیہ۔

سقا، سقایت، سقر، سقف، سقم، سقوط، سقیم۔

سکان، سکانی، سکتہ، سکر، سکرات، سکن، سکوت، سکوتی، سکون، سکونت، سکینہ۔

سل، سلاح، سلاست، سلاسل، سلاطین، سلام، سلب، سلس، سلسبیل، سلسلہ، سلطان، سلطانہ، سلطانی، سلطنت، سلف، سلک، سلم، سلمی، سلوک، سلوی، سلیس، سلیقہ، سلیم۔

سم، سما، سماع، سماعت، سماعی، سماق 75ے سماوات، سماوی، سمت 76ے سمع، سمعی، سموم، سُموم، سمیات، سمیت، سمیع۔

سِن 77ے سنان، سنبل، سنبلہ، سنت، سندان 78ے سندس، سنہ، سنن، سنی، سنین۔

سوء،سوابق،سواحل،سواد،سُوال[79]،سواغ،سوداء،سوداوی،سورت،سورہ،سوفسطائی،سوق،سوقی،سویدا۔

سہام،سہل،سہم،سہو،سہوا،سہولت،سہیل،سہیم۔

سیاح،سیاحت،سیادت،سیار،سیارہ،سیاست،سیاسی،سیاق،سیال،سید[80]،سیر،سِیَر،سیرت،
سیئات،سیئہ،سیف،سیل،سیلانی،سیوف۔

شین

شاب،شاذ،شارح،شارع،شاطر،شاعر،شاعرہ،شافع،شافعی،شافی،شاق،شاکر،شاکرہ،شاکی
شامل،شامہ،شامی،شان[81]،شاہد،شائبہ،شائع۔

شباب،شبہ،شبیہ۔

شتا،شتم۔

شجاع،شجاعت،شجر،شجیع۔

شحم،شحیم۔

شخص،شخصی،شخصیت۔

شد،شداد،شدائد،شدت،شدید۔

شذرات[82]،شذرہ۔

شر،شرا،شرار،شرارہ،شرافت،شراکت،شرائط،شرائع،شرایین،شرب،شرح،شرر،شرط،شرطی،
شرع،شرعا،شرعی،شرف،شرفا،شرق،شرقی،شرک،شرکا،شروح،شروط،شروع،شریان،شریر،
شریعت،شریف،شریک۔

شطحات[83]،شطرنج۔

شعار،شعاع،شعاعی،شعائر،شعبہ،شعر[84]،شعرا،شعری،شعریت،شعلا،شعور،شعوری،شعیر۔

شغب،شغف،شغل۔

شفا،شفاعت[85]،شفاف،شفعا،شفعہ،شفق،شفقت،شفیع،شفیق۔

شق،شِق،شقا،شقائق[86]،شقاق،شقاوت،شقی،شقیق،شقیقہ۔

شک،شکایت،شکر،شکل،شکور،شکوک۔

شماتت،شمال،شمالی،شمائل،شمس،شمسی،شمع،شملہ 87۔

شناعت،شنیع،شنیعہ۔

شوال،شوارع،شواہد،شوائب،شوری،شوق،شوکت،شوم۔

شہاب،شہادت،شہامت،شہد،شہدا،شہر،شہرت،شہرہ،شہوات،شہوانی،شہوت،شہود،شہور،شہید،
شہیر۔

شئون۔

شیاطین،شیب،شیخ، شیطان،شیطانی،شیطنت،شیعہ،شیعی،شیوخ،شیوع۔

صاد

صابر،صابی،صاحب،صاحبہ 88 صادر،صادق،صارم،صاع،صاعد،صاعقہ،صاف،صالح،
صالحات،صالحہ،صالحین،صانع،صائب،صائم۔

صبا،صباح،صباحت،صبح،صبر،صبغہ،صبور،صبی،صبیانی،صبیہ،صبیح،صبیحہ۔

صحابہ،صحابی،صحابیہ،صحاح،صحافت،صحافی،صحائف،صحبت،صحرا،صحرائی،صحف،صحن 89،صحیح،
صحیحین 90 صحیفہ۔

صدا،صداقت،صدف،صدق،صدقات،صدقہ،صدمہ،صدور،صدوق،صدیق،صدیقہ۔

صراحت،صراحتاً،صراط،صراف 91 صرافہ،صرصر،صرع،صرف،صِرف،صرفی،صرہ،صریح،صریر۔

صعوبت،صعود۔

صغار،صغائر،صغر،صغراء،صغیر،صغیرہ۔

صف،صفا،صفات،صفت،صفحات،صفحہ،صفر،صِفر،صفرا،صفراوی،صفوت،صفوف،صفہ 92 صفی،
صفیر،صفیہ۔

صلابت،صلاح 93 صلب،صلح،صلحا،صلات،صلوات،صلہ،صلیب،صلیبی۔

صم،صمد،صمدانی،صمدیت،صمصام،صمغ،صمیم۔

صنادید،صناع،صنائع،صندل،صنعت،صنف،صنم،صنوبر،صنیعہ۔

صواب،صوت،صوتی،صور،صُوَر،صورت،صوری،صوف،صوفی،صوفیا،صوفیہ،صولت،صوم،

صومعہ، صہبا، صیاد، صیام، صیانت، صید، صیغہ۔

ضاد

ضابط، ضامن، ضائع۔

ضبط۔
ضحیٰ، ضحک۔
ضخامت، ضخیم۔
ضد، ضدین۔
ضرار، ضرب، ضربات، ضرر، ضرورت، ضروری، ضروریات، ضریح۔
ضعاف، ضعف، ضِعُف، ضعفا۔
ضلال، ضلالت۔
ضم، ضماد، ضمانت، ضمائر، ضمن، ضمناً، ضمنی، ضمہ، ضمیر، ضمیمہ۔
ضو۔
ضیا، ضیاع، ضیافت، ضیغم، ضیف، ضیق، ضیوف۔

طا

طابع، طارق، طاری، طاس، طاعات، طاعت، طاعون، طاغوت، طاق، طاقت، طالب، طالبات، طالبہ، طالح، طالع، طامع، طاہر، طاہرہ، طائر، طائف، طائفہ، طائل، طاؤس، طائی۔
طب، طبابت[94]، طباخ، طباشیر، طباعت، طبائع، طبع، طبعی، طبق، طبقات، طبقہ، طبل، طبلہ، طبی، طبیب، طبیعت، طبیعی، طبیعیات، طحال۔
طراز، طراوت، طرب، طربوش، طرز، طرف، طرفہ، طُرفہ، طرفین، طرق، طریق، طریقت[95]، طریقہ، طست۔
طعام، طعن۔
طغراء، طغیان، طغیانی۔

طفل،طفلی،طفولت،طفولیت،طفیل،طفیلی۔

طلاب،طلاق،طلاقت،طلب،طلبہ،طلوع۔

طماع،طمع۔

طناب،طناز،طنبور،طنز،طنزاً۔

طواف،طوائف 96؎،طوبیٰ،طور،طُور،طوعا،طوفان،طوفانی،طوق،طول،طولا،طولانی،طومار،طویل۔

طہارت،طہر،طہور۔

طیار،طیارہ،طیب،طیّب،طیبات،طیبہ،طیّبہ،طیبین،طیر،طیش،طین،طینت،طیور۔

ظا

ظالم،ظاہر،ظاہراً،ظاہری۔

ظرافت،ظرافتاً،ظرف،ظرفاً،ظروف،ظریف۔

ظفر۔

ظل،ظلام،ظلم،ظلمات،ظلمت،ظلوم،ظلّی۔

ظن،ظنون،ظنّی۔

ظواہر،ظہار،ظہر،ظُہر،ظہور،ظہیر۔

عین

عابد،عابر،عاج،عاجز،عاجل،عادات،عادت،عادتاً،عادل،عادی 97؎،عار،عارض،عارف،عاری،عاریت،عازم،عازمین،عاشق،عاشورہ،عاصم،عاصی،عاصیہ،عاطفت،عافیت،عاق،عاقبت،عاقر،عاقل،عاقلہ،عالم،عالِم،عالمہ،عالمی،عالمین،عالی،عالیہ،عام،عامر،عامرہ 98؎ عامل،عامہ،عائد،عائلی۔

عبا،عباد،عبادات،عبادت،عبارت،عباسی،عباسیہ،عبس،عبد،عبرانی،عبرت ،عبری،عبقری،عبودیت،عبور،عبوس،عبید۔

عتاب،عترت،عتبات،عتبہ،عتیق۔

عجاب،عجائب،عجب،عُجب،عجز،عجلت،عجم،عجمی،عجمیت،عجوز،عجیب۔

عداوت،عدت،عدد،عددی،عدسہ،عدل،عدم،عدن،عدو،عدوان،عدول،عدید،عدیل،عدیم۔

عذاب،عذار[99]،عذب،عذر،عذرا،عذوبت۔

عرائس،عرائض،عرب،عربدہ،عربی،عرش[100]،عرشہ،عرض،عرَض،عرضاً[101]،عرف،عرفا، عرفات،عرفان[102]،عرفہ،عرق[103]، عِرق،عروج،عروس،عروسی،عروض،عروضی،عروق، عریض،عریضہ۔

عز،عزا،عزازیل،عزائم،عزت،عزرائیل،عزل،عزلت[104]،عزم،عزیز،عزیمت.۔

عساکر،عسر،عسرت،عسکر،عسکری،عسل،عسیر۔

عشا،عشائر،عشاق،عشر،عُشر،عشرہ،عشق،عشقی۔

عصا،عصب،عصبہ،عصبیت،عصر،عصری،عصریت،عصمت،عصیان،عصیر۔

عضد،عضلات،عضلہ،عضو،عضوی۔

عطا،عطار[105]،عُطارِد،عطایا،عطر،عطریات،عطش،عطف،عطیہ۔

عظام،عُظام،عظم،عظمت،عظمیٰ،عظیم۔

عفاریت،عفاف،عفت،عفریت،عفو،عفونت،عفیف،عفیفہ۔

عقاب،عِقاب،عقابی،عقارب،عقائد،عقائدی،عقب،عقد،عِقد،عُقدہ،عقرب،عقل،عقلا، عقلاً،عقلی،عقلیت،عقول،عقیدہ،عقیق،عقیقہ،عقیم۔

عکس۔

علاج،علاجی،علاقہ[106]،علام،علامات،علامت،علامہ،علانیہ،علاوہ،علائق،علت،علل،علم،عِلم، علمی،علو،علوم،علوی،علی،علیا،علیل،علیم،علیین۔

عم،عماد،عمارات،عمارہ،عماری،عمال،عمامہ،عمائد[107]،عمد،عمداً،عمر،عمرانی،عمرو،عمرہ،عمق،عمل، عملاً،عملہ،عملی،عمود،عموداً،عمودی،عموم،عموماً،عمومی،عمومیت،عمیق،عمیم۔

عنا،عنابی،عنادل،عناصر،عنان،عنایات،عنایت،عنب،عنبر،عنبری،عند،عندلیب،عنصر[108]،

عنصری ، عنصریت ، عنفوان ، عنقا ، عنکبوت ، عنوان ، عنوانات ، عنید ، عنیف ، عنین ۔

عواقب، عوالم ،عوام ،عود ،عُود ،عوض ،عون ۔

عہد ،عہود ۔

عیادت ،عیاض ،عیار ،عیال ،عیان ،عیب ،عید ،عین ،عینی ،عیوب[109] ،عیون ۔

غین

غادر ، غار[110] ، غارت ، غاشیہ[111] ، غاصب ، غافر ، غافل ، غالب ، غالبًا ، غالبیت ، غالی[112]

غامض ، غائب ، غائر ، غایت ، غائی ۔

غبار ،غباوت ،غبغب[113] ،غبن ،غبی ۔

غدار ،غدر ،غدد[114] ،غدہ ،غدیر ۔

غذا ،غذائی ۔

غرا ،غراب ،غرابت ،غرائب ،غرب ،غربی ،غربال ،غرض ،غرغرہ ،غرق ،غروب ،غرور ،غرہ ،غُرہ ،

غریزی ،غریق ۔

غزال ،غزالہ ،غزل[115] ۔

غُسالہ ۔

غصب ،غصباً ۔

غضب ،غضنفر ۔

غفار ،غفران ،غفلت ،غفور ،غفیر[116] ۔

غل ،غلاف ،غلام ،غلبہ ،غلط ،غلمان ،غلو ،غلہ ۔

غم ،غماز ،غمزہ[117] ۔

غنا ،غِنا ،غنائم ،غنائی ،غنہ ،غنی ،غنیم ،غنیمت ۔

غواص ،غوامض ،غوایت ،غوث ۔

غیاب ،غیاث ،غیب ،غیبت ،غیبی ،غیرت ،غیظ ،غیور ۔

فا

فاتحہ 118ء، فاتر، فاجر، فاجرہ، فاجعہ، فاحش، فاحشہ، فاختہ، فاخر، فاخرہ، فار، فارس، فارسی، فارق
فاروق، فاروقی، فاسخ، فاسد، فاسق، فاصل، فاضل، فاضلہ، فاطمی، فاعل، فاعلی، فاعلیت 119ء
فاقد، فال، فالج، فانوس، فانی، فائدہ، فائز، فائق، فائقہ۔

فبہا120ء۔

فتاح، فتاوی، فتحاً، فتن، فتنہ 121ء فتوح، فتوحات، فتوی، فتیل، فتیلہ۔

فجار، فجر، فجور۔

فحش۔

فخامت، فخر۔

فدا، فدائی، فدیہ۔

فرادی، فرار، فراست، فراش، فِراش، فراعنہ، فراق، فرامین، فرائض، فرج، فرح، فرحان، فرحت،
فرد، فردا (فرداً)، فردوس، فرس، فرسخ، فرش، فرض، فرضا، فرضی، فرط، فرع، فرعون، فرعونی،
فرعونیت، فرق، فرقان، فرقت، فرقدان 122ء فرقہ، فروع، فروعی، فرید، فریدہ، فریضہ، فریق،
فریقین۔

فزع۔

فساد، فساق، فسخ، فسق، فسوق۔

فصاحت، فصحا، فصد، فصل، فصول، فصیح، فصیل۔

فضا، فضائل، فضائی، فضل، فضلا، فضلات، فضلہ، فضول، فضولی، فضہ، فضیحت، فضیحتاً، فضیلت۔

فطانت، فطر، فطرت، فطرتاً، فطری، فطین۔

فعال، فعل، فعلاً، فعلی۔

فقاہت، فقدان، فقر، فقرا، فقرہ، فقط، فقہ، فقہا، فقہی، فقید، فقیر، فقیہ۔

فک 123ء فکاہات، فکاہت، فکر، فکری۔

فلاح، فلّاح، فلاسفہ، فلاکت، فَلان، فُلان، فلانا، فلزات، فلزی، فلسفہ، فلسفی، فلفل، فلک، فلکی۔

فم۔

فن،فنا،فنجان،فنون،فنی۔

فواحش،فواد،فوارہ،فواکہ،فواصل،فوائد،فوت[124]،فور،فوراً،فوری،فوز،فوق،فوقانی،فوقیت۔

فہارس،فہامہ،فہرس،فہرست،فہم،فہیم۔

فیاض،فیصل،فیض،فیل،فیلہ،فیلسوف،فیوض۔

قاف

قاب(قوسین)[125]،قابض[126]،قابلہ[127]،قاتل،قاتلہ،قادر،قادری،قادریہ،قارورہ[128]،قارون،قاری،قاسم،قاضی،قاطبۃ[129]،قاطع،قاطعہ،قاعدہ،قافلہ[130]،قافیہ،قال(وقیل)،قالب،قالین،قامت،قاموس[131]،قانع،قانون،قانونا،قانونی،قاہر،قائد،قائل[132]،قائم،قائمہ۔

قبا،قباحت،قبالہ،قبائح،قبائل،قبح،قبر،قبض[133]،قبط،قبطی،قبطیہ،قبل،قبلہ،قبور،قبول،قبہ،قبیح،قبیحہ،قبیل،قبیلہ۔

قتّال،قتال،قتل،قتیل۔

قحبہ،قحط۔

قد،قدامت،قدح،قدَح،قدر،قدَر،قدرت،قدری،قدریہ،قدس،قدسی،قدسیہ،قدم،قِدم،قدما،قدوس،قدوسی،قدوم،قدوہ،قدیر،قدیم،قدیمہ۔

قرابت،قرار،قرآن،قِران[134]،قرآنی،قرائت،قرائن،قرب،قربت،قرۃ(عین)،قرح،قرحہ،قرشی،قرص،قرض،قرطاس،قرعہ،قرمز،قرمزی،قرن،قرنفل،قریب،قریبا،قرین،قرینہ،قریہ۔

قزح۔

قسام،قساوت،قسط،قسم،قِسم،قسمت،قسیس،قسیم۔

قشر۔

قصاب،قصاص،قصائد،قصبات،قصبہ،قصد،قصداً،قصر،قصص،قصہ،قصیدہ،قصیر۔

قضا[135]،قضایا،قضیب،قضیہ۔

قطار [136] قطب، قطبی، قطبین، قطر، قطرہ، قطرات، قطع، قطعاً، قطعات، قطعہ [137] قطعی، قطمیر۔

قعدہ، قعر، قعود۔

قفل۔

قلب، قلبی، قلت، قلزم، قلع، قلعہ، قلعی، قلق، قلم، قلوب، قلیل۔

قمار، قمر، قمری، قُمری، قمع، قمقام، قمیص۔

قنادیل، قناعت، قند، قندیل [138] قنوت، قنوط۔

قویٰ، قواعد، قوافل، قوافی، قوام، قوانین، قوت، قوّت، قوس، قول، قولاً، قولی، قوم، قومہ [139] قومی قومیت، قوی۔

قہار، قہر [140] قہرا، قہقری، قہقہہ، قہوہ۔

قے، قیادت، قیاس، قیاسا، قیاصرہ، قیام، قیامت، قیراط، قیس، قیصر، قیل (وقال)، قیلولہ، قیم، قیمت، قیود، قیوم۔

کاف

کابوس، کاتب، کاذب، کاسب [141] کاسہ، کاظم، کاغذ، کافر، کافرہ، کافور، کافی، کالعدم، کامل، کاملہ، کاہن، کاہنہ۔

کباب [142] کبابی، کبار، کبائر، کبد، کبَر، کِبَر، کبُر، کبریٰ، کبریا، کبریت، کبیر، کبیرہ، کبیسہ۔

کتاب، کتابت [143] کتم، کتمان۔

کثافت [144] کثرت، کثیر، کثیف، کحل، کحال۔

کد، کدورت [145]۔

کذاب، کذب۔

کرار، کرام، کرامات، کرامت، کراماً (کاتبین)، کراہت، کراہتاً، کراہیت، کرایہ، کرب، کرسی، کرم، کروی، کرہ، کرہا، کریم، کریہ۔

کساد، کسب، کسبی، کسر، کسری، کسرہ، کسل، کسوت، کسور، کسوف۔

کشاف، کشف۔

کعب [146] کعبتین، کعبہ۔

کف [147] کفار، کفارہ، کفالت، کفایت، کفایہ، کفر، کفران، کفن، کفو، کفیل۔

کل، کلاب، کلام، کلامی، کلب، کلمات، کلمہ، کلی، کلیم، کلیتًا، کلیہ۔

کمال، کمیت [148] کَمِّیَّت، کمین، کن، کنایتاً، کنایہ، کنز، کنعان، کنہ، کنیت، کنیسہ۔

کواکب، کوائف، کوثر، کوفی، کوکب، کون، کونین۔

کہف، کہولت۔

کیس، کیسہ، کیف، کیفیات، کیفیت، کیمیا، کیمیائی۔

لام

لا [149] لاآلی، لاحق [150] لاحقہ، لازم، لاسلکی، لاطینی، لامسہ، لامع، لاہوت، لائحہ، لائق، لائم، لائمہ۔

لب، لباس، لبن، لبیب، لبیک۔

لجاجت، لجہ۔

لحاظ، لحاف، لحد، لحظہ، لحم، لحن، لحیم (شحیم)۔

لدنی۔

لذات، لذائذ، لذت، لذیذ۔

لسان، لسّان، لسانیات۔

لطافت [151] لطف، لطیف۔

لعاب، لعان، لعب، لعبت، لعل، لعن، لعنت، لعوق، لعین۔

لغو، لغوی۔

لف (ونشر)، لفظ۔

لقا، لقب، لقطہ، لقلق، لقمہ، لقوہ۔

لکنت۔

لمحہ، لمس۔

لوا، لواحق [152] لوازم، لواطت، لوائح، لوث، لوح، لوذعی، لوز، لوطی، لولو، لوم، لومت، لون۔

لہجہ، لہذا، لہو۔

لئیم، لئام۔

لیل، لیلہ، لیلیٰ، لینت۔

میم

مآب، مآثر، مآل، ماتم 153ے، ماثور، ماثورہ، ماجد، ماجدہ، ماجور، ماخذ، ماخوذ، مادح، مادہ، مادی، مادیات، مادیت، مارکسی، مارکسیت، ماضی، ماکول، ماکولات، ما، مالک، مالکی، مالکیت، مالوف، مالی، مالیخولیا، مامن، مامور، مامول، مامون، مانع، مانعیت، مانوس، ماوی، ماہر، ماہیت، ماء، مائدہ، مائع، مائل، مائی۔

مباح، مباحث، مباحثہ، مبادرت، مبادلہ، مبادی، مبارز، مبارزت، مبارک، مبالغ، مبالغہ، مبانی، مباہات، مباہلہ، مبتدا، مبتدع، مبتدی، مبتذل، مبتسم، مبحث، مبدا، مبدل، مبذول، مبرا، مبرد، مبرِد، مبرم، مبرور، مبسوط، مبشر، مبطون، مبعوث، مبغوض، مبلغ، مبنی، مبہم، مبہوت، مبین، مبیَّن۔

متابعت، متاثر، متاثرہ، متاخر، متاخرین، متادب، متاسف، متاع، متامل، متبادل، متبدل، متبائن، متبحر، متبسم، متبع، متبنی، متبوع، متجانس، متجاوز، متجسس، متحارب، متحد، متحدہ، متحرک، متحقق، متحکم، متحمل، متحیر، متخاصم، متخاصمین، متخیل، متخیلہ، متداول، متداولہ، متدین، متذبذب، مترادف، مترادفات، مترتب، مترِتب، مترجم، مترِجم، مترجمین، متردد، مترقبہ، مترنم، متروک، متروکات، متروکہ، متزلزل، متساوی، متسع، متسلط، متشابہ، متشبہات، متشدد، متشرع 154ے، متشکک، متشکل، متصادم، متصرف، متصف، متصِف، متصل، متصلہ، متصنع، متصور، متصوِر، متصوف، متضاد، متضرع، متضمن، متعارف، متعارِف، متعارفہ، متعاقب، متعاقد، متعاقدین، متعاہد، متعاہدین، متعال، متعالی، متعجب، متعدد، متعدی، متعرض، متعصب، متعفن، متعلق، متعلقات، متعلقہ، متعلقین، متعہ، متعین، متعینہ، متغایر، متغیر، متغِیرہ، متفاوت، متفحص، متفرد، متفرع، متفرق، متفرقات، متفرقہ، متفق (علیہ)، متفِق، متفقہ، متفکر 155ے، متقابل، متقارب، متقاضی 156ے، متقدم، متقدمین، متقی، متقین، متکبر، متکبرین، متکلم، متکلمین، متلاطم، متلون، متمتع، متمدن، متمرد، متملق، متمنی، متمول، متمیز، متن، متنازع، متنازعات، متناصب، متناقض، متناہی، متنبہ، متنبّی، متنفس 157ے، متنوع، متواتر، متوارث، متوارد، متوازی،

متوالی، متوجہ [158] متوحش، متورع، متورم، متوسط، متوسل، متوطن، متوفی، متوقع، متوقِع، متوقف، متوکل، متون، متوہم، متیقن، متین۔

مثال، مثالی، مثانہ، مثبت، مثقال، مثل، مُثل، مثلاً، مثلث، مثلہ، مثمن، مثنی۔

مجادل، مجادلہ، مَجاز [159] مجازا، مجازی، مجالس، مجالست، مجامعت، مجاملت، مجانبت، مجانست، مجانین ، مجاورت، مجاہد، مجاہدہ، مجبور [160] مجبوراً، مجتبیٰ، مجتمع، مجتنب، مجتہد، مجد، مجدد، مجدداً، مجذوب [161] مجذور، مجذوم، مجرب [162] مجربات، مجرم، مجروح، مجروحین، مجسم، مجلد، مجلس، مجلیٰ، مجمل، مجملاً، مجموعہ، مجموعی، مجنون، مجوس، مجوسی، مجوسیت، مجوف، مجہول، مجیب، مجید۔

محاذات، محاذی، محاربہ، محارب، محاسب، محاسبہ، محاسن، محاصر، محاصرہ، محاصرین، محاصل، محاصیل، محافظ، محافظت، محافل، محاق، محاکات، محاکمہ، محال، مُحال، محالات، محامد، محبّ، محبت، محبث، محبوب، محبوبہ، محبوس محتاج محتاط، محترز، محترم، محترمہ، محتسب، محجوب، محدب، محدث، محدثین، محدود، محذوف، محراب، محرِّر [163] محرّرہ، محرف، محرق، محرقہ، محرک، محرم، محرّم، محرمات، محروسہ، محروم، محزون، محسن، محسنہ، محسوب، محسود، محسوس، محسوسات، محشر، محشیٰ، محصل، محصنات، محصنہ، محصور، محصورین، محصول، محض، محضر، محظور، محظورات، محظوظ، محفل، محفوظ، محقر، محقق [164] محققین، محک، محکم، محکمات، محکوم، محلات، محلّہ، محلول، محمل، محمود، محمودہ، محمول، محمولہ، محن، محو [165] محور، محولہ، محی، محیر، محیط۔

مخارج، مخاصم، مخاصمت، مخاطب، مخاطِب، مخاطبت، مخاطبین، مخالف، مخالفت، مختار، مختص، مختصر، مختصراً، مختفی، مختل، مختلط، مختلف، مختلِف، مختوم، مختون، مخدر، مخدرات، مخدِرات، مخرب، مخرج، مخروطی، مخزن، مخزون، مخصوص، مخطط، مخطی، مخفف، مخفی، مخل، مخلص، مخلوط، مخلوق، مخلوقات، مخلی، مخمس، مخمسات، مخمور، مخنث، مخیلہ۔

مد، مُد، مداح، مداخلت، مداد، مدار، مدارات، مدارج، مدارس، مدافعت، مداومت، مداہنت، مدائح، مداین، مدیر، مدیرین، مدت، مدح، مدحیہ، مدد، مدرس، مدرسہ، مدرکہ، مدعو، مدعی، مدعیہ، مدغم، مدفن، مدفون، مدقق، مدقوق، مدلول، مدن، مدنی [166] مدنیت، مدور، مدون، مدوِن، مدید، مدینہ، مدیون۔

مذاق [167] مذاکرات، مذاکرہ، مذاہب، مذبح، مذبذب، مذبوح، مذکر، مذکور، مذکورہ، مذلت، مذمت، مذموم، مذمومہ، مذنب، مذہب، مذی۔

مرآت ،مراحت ،مراتب ،مراثی ،مراجعہ ،مراحل ،مراد ،مرادف ،مراسلات ،مراسلت ،مراسلہ ، مراسم 168ء مرافقہ ،مرافقت ،مراقبہ ،مرام ،مربع ،مربوط ،مربی ،مرتَّب 169ء مرتِب ،مرتبت ، مُرتَّبہ ،مرتبہ ،مرتد ،مرتشی ،مرتضیٰ ،مرتعش ،مرتفع ،مرتکب ،مرتہن ،مرثیہ ،مرجان ،مرنج ،مرجز ،مرجع ، مرجعیت ،مرحلہ ،مرحوم ،مرحومہ ،مرحومین ،مرسل ،مرسِل ،مرسلہ ،مرسلین ،مرشد ،مرشدین ،مرصّع ، مرض ،مرغوب ،مرفوع ،مرفہ ،مرقد ،مرکب ،مرکّب ،مرکبات ،مرکز ،مرکزی ،مرکزیت ،مرمّت 170ء مرقم ،مرقمہ ،مروج ،مروجہ ،مرور ،مروی ،مرہم ،مرہون ،مرہونہ ،مرئی ،مرئیات ،مریخ ،مرید ،مریض ، مریضہ ،مریم ۔

مزاج ،مزاجی ،مزاح ،مزاحاً ،مزاحمت ،مزار ،مزارع ،مُزارع ،مزامیر ،مزاولت ،مزرعہ ،مزروعہ ، مزعوم ،مزعومہ ،مزکوم ،مزمار ،مزمن ،مزمنہ ،مزید 171ء مزین ۔

مس ،مسا ،مسابقت ،مسابقہ ،مساجد ،مساح ،مساحت ،مساعد ،مساعدت ،مساعی ،مسافت ، مسافر ،مساکن ،مساکین ،مسالک ،مسام ،مسامات ،مسامحت ،مساوات 172ء مساوی ،مسائل ، مسبب ،مسبِب ،مسبوق ،متاجر ،متبد ،مستبعد ،مستتر ،مستثنیٰ ،مستثنیات ،مستجاب ،مستجیب ،مستحب ، مستحسن ،مستحق ،مستحقین ،مستحکم ،مستحیل ،مستدعی ،مستزاد ،مستشرق ،مستشرقین ،مستطیع ،مستطیل ، مستعار ،مستعد ،مستعفی ،مستعمر ،مستعمرات ،مستعمرہ ،مستعمل ،مستعین ،مستغاث ،مستغرق ،مستغنی ، مستفاد ،مستفتی ،مستفسر 173ء مستفید ،مستفیض ،مستقر ،مستقِر ،مستقیم ،مستلزم ،مستمر ،مستند ،مستنبط ، مستوجب ،مستور ،مستولی ،مستویٰ ،مسجد ،مسجع ،مسجود ،مسح ،مسحور ،مسخ ،مسخر ،مسخرہ ،مسدس ،مسدود ، مسرت ،مسرف ،مسرفین ،مسرور ،مسروقہ ،مسطح ،مسطر 174ء مسعود ،مسعودہ ،مسقّف ،مسک ،مسکت ، مسکن ،مسکنات ،مسکنت ،مسکون ،مسکین ،مسلح ،مسلسل ،مسلط ،مسلک ،مسلم ،مسلّم ،مسلمہ ،مسلّمہ ، مسلمین ،مسلوب ،مسمّاۃ ،مسموع ،مسموم ،مسمّٰی ،مسنن ،مسند ،مُسند ،مسنون ،مسواک ،مسودات ، مسودہ 175ء مسہل ،مسئلہ ،مسئول ،مسیح ،مسیحی ۔

مشابہ ،مشابہت ،مشار ،مشارب ،مشاطہ ،مشاغل ،مشاورت ،مشاہدہ ،مشاہیر ،مشائخ ،مشایعت ، مشائین ،مشبّہ ،مشاق ،مشتبہ ،مشترک ،مشترکہ ،مشتری ،مشتعل ،مشتغل ،مشتق ،مشتمل ،مشتہر ، مشتہِر ،مشتہی ،مشخص ،مشدد ،مشرب ،مشرف ،مشرق ،مشرقین ،مشرک ،مشرکین ،مشروط ،مشروع ،

مشعل، مشغلہ، مشغول، مشفق، مشقت، مشکک، مشکل، مشکلات، مشکوٰۃ 176ۃ مشکوک، مشلول، مشمول، مشمولہ، مشورہ، مشوش، مشوِش، مشہود، مشہور، مشیت، مشیخت۔

مصاحب، مصاحبت، مصاحبین، مصاحف، مصادر، مصارف، مصافحہ، مصالح، مصالحت، مصائب مصباح، مصحح، مصحّح، مصحف 177ۃ مصحوب، مصداق، مصدر، مصدق، مصدِق، مصدقہ، مصر، مصِر، مصرح، مصطفیٰ، مصطلح، مصطلحات، مصفّیٰ، مصفِی، مصلح، مصلحت، مصلحتاً، مصلوب، مصلی، مصمم، مصنف، مصنِف، مصنفہ، مصنِفہ، مصنفین، مصنوعات، مصنوعہ، مصور، مصوِر، مصون، مصیبت۔

مضاربت، مضارع، مضاعف، مضاف، مضحک، مضحکہ، مضر، مضراب، مضرات، مضرت، مضروب، مضطر، مضطرب، مضغہ، مضل، مضمر، مضموم۔

مطابع، مطابق، مطابقت، مطاع، مطالب، مطالبات، مطالبہ، مطالع، مطالعہ، مطائبہ 178ۃ مطبخ، مطبع، مطبوع، مطبوعات، مطبوعہ، مطرب، مطربہ، مطعون، مطلب، مطلع، مطّلع، مطلق، مطلقاً، مطلقہ، مطلوب، مطمح، مطمح، مطمئن، مطول، مطہر، مطہرات، مطیع۔

مظالم، مظاہر، مظاہرہ، مظاہرین، مظفر، مظلوم، مظہر۔

معابد، معاد، معادن، معارض، معارف، معاش، معاشرت، معاصر، معاصرت، معاصرین، معاصی، معاف، معالج، معالجہ، معاملت، معاملہ، معانقہ، معانی، معاوضہ، معاون، معاونت، معاہد، معاہدات، معاہدہ، معائب، معاینہ، معاییر، معبد، معبود، معتاد، معتبر، معتد (بہ)، معتدل، معترض، معترضین، معترف، معتزلہ، معتزلی، معتصم، معتضد، معتقد، معتقدات، معتکف، معتمد، معجز، معجزات، معجزہ، معجّل، معجون، معذور، معدوم، معذور، معذب، معذرت، معذور، معراج، معرب، معرفت، معرفہ، معرکہ 179ۃ معروض، معروف، معز، معزز، معزول، معشوق، معشوقہ، معصوم، معصیت، معطر، معطل، معطی، معظم، معظّمہ، معقول، معقولات، معقولیت، معکوس، معلق، معلقہ، معلم، معلّمہ، معلن، معلول، معلوم، معلمات، معلّیٰ، معمار، معمر، معمور، معمورہ، معناً، معنوی، معنویت، معنی، مع ہذا، معہود، معیار، معیت، معیشت، معین، معیّن، معینہ۔

مغازی، مغالطہ، مغایر، مغتنم، مغتنمات، مغرب، مغربی، مغرور، مغضوب، مغفرت مغفور، مغلظ، مغلوب، مغموم، مغنی، مغنّی، مغنیہ، مغیث۔

مفاتیح ، مفاجات ، مفاخرت ، مفاد ، مفارقت ، مفاسد ، مفاصل ، مفتاح ، مفتخر ، مفتری ، مفتوح ، مفتوحہ ،مفتون ، مفتی ، مفر ، مفرح ، مفرحات ، مفرد ، مفردات ، مفرس ، مفرط ، مفروش ، مفروشات ، مفروضہ ، مفسد ، مفسدہ ، مفسر ، مفصل ، مفصلہ ، مفعول ، مفقود ، مفکر ، مفلس ، مفلوج ، مفلوک ، مفوض ، مفوضہ ، مفہوم ، مفید ، مفیض۔

مقابر ، مقابل ، مقابلہ ، مقاتلہ ، مقادیر ، مقاصد ، مقاطعہ ، مقالہ ، مقام ، مقامات ، مقاومت ، مقبرہ ، مقبول ، مقتدا ، مقتدر ، مقتدی ، مقتضا ، مقتضی ، مقتل ، مقتول ، مقدراً ، مقدرات ، مقدرت ، مقدس ، مقدسہ ، مقدم ، مقدّم ، مقدمات ، مقدمہ ، مقر ، مِقر ، مقراض ، مقرب ، مقربین ، مقرون ، مقسوم ، مقشر ، مقصد ، مقصود ، مقصورہ ، مقطر ، مقطع ، مقطعات ، مقفل ، مقفیٰ ، مقلب ، مقلد ، مقلوب ، مقناطیس ، مقناطیسی ، مقناطیسیت ، مقنن ، مقولہ ، مقوی ، مقہور ، مقیاس ، مقید ، مقیم۔

مکاتبہ ، مکاتب ، مکاتیب ، مکار ، مکارم ، مکارہ ، مکاسب ، مکاشفہ ، مکافات ، مکالمہ ، مکتبہ ، مکتفی ، مکتوب ، مکتوبات ، مکدر ، مکر ، مکرم ، مکرمت ، مکروہ ، مکروہات ، مکسر ، مکسور ، مکشوف ، مکاعب ، مکفول ، مکلّف ، مکلِف ، مکمل ، مکنون ، مکی۔

ملا ، ملاح ، ملاحدہ ، ملاحظہ ، ملاحظات ، ملاذ ، ملاطفت ، ملاطفہ ، ملاعنہ ، ملاعین ، ملاقات ، ملامت ، ملت ، ملتبس ، ملتزم ، ملتزِم ، ملتفت ، ملتمس ، ملجی ، ملح ، ملحد ، ملحق ، ملحِق ، ملحقہ ، ملحقات ، ملحوظ ، ملخّص ، ملعون ، ملقب ، ملک ، ملِک ، مُلک ، مِلک ، ملکات ، ملکوت ، ملکوتی ، ملکہ ، ملِکہ ، ملکیت ، ملل ، ملوث ، ملوک ، ملوکیت ، ملہم ، ملہِم ، ملی ، ملیح ، ملیحہ ، ملین۔

ممات ، مماثل ، مماثلت ، ممارست ، مماس ، ممالک ، ممانعت ، ممتاز ، ممتحن ، ممتد ، ممتنع ، ممدوح ، ممدوحہ ، ممدوحین ، ممدودہ 180ھ ، ممزوج ، ممسک ، ممکن ، ممکنات ، مملکت ، مملوء ، مملوک ، مملوکہ ، ممنوع ، ممنوعہ ، ممنوعات ، ممنون ، ممنونیت ، ممیت ، ممیز ، ممیّزہ۔

مناجات ، منادی ، منادِی ، منار ، منارہ ، منازعت ، منازل ، مناسب ، مناسبت ، مناسک ، مناصب ، مناطقہ ، مناظر ، مُناظر ، مناظرہ ، منافرت ، منافع ، منافق ، منافقت ، منافی ، مناقب ، مناقشہ ، مناکحت ، منان ، مناہی ، منبر ، منبع ، منت ، منتج ، منتخب ، منتخبات ، منتظر ، منتظِر ، منتفع ، منتقل ، منتقم ، منتہا ، منثور ، منجم ، منجمد ، منجنیق ، منحرف ، منحوس ، مندرج ، مندرجات ، مندرجہ ، مندمل ، مندوب ، مندیل ،

منزّل ، منزلت ، منزہ ، منسلک ، منسلکہ ، منسوب ، منسوبہ ، منسوخ ، منشور ، منصب ، منصور ، منصوص ، منصۂ ، منطبق ، منطق ، منطقہ ، منطقی ، منظر ، منظّم ، منظوم ، منظومات ، منع ، منعدم ، منعطف ، منعقد ، منعکس ، منعم ، منفذ ، منفرج ، منفرجہ ، منفرد ، منفصل ، منفعت ، منفک ، منفی ، منقاد ، مِنقار ، منقبت ، منقبض ، منقح ، منقسم ، منقضی ، منقطع ، منقلب ، منقوش ، منقوط ، منقول ، منقولہ ، منقولات ، منقی ، منکر ، منکرات ، منکِر ، منکرین ، منکشف ، مَن ، منوال ، منور ، منون ، منہاج ، منہدم ، منہضم ، منہمک ، منہا ، منہیات ، منی ، منیب ، منیر ۔

مواثیق ، مواج ، مواجہہ ، مواخات ، مواخذہ ، مواد ، مواسات [181] ، مواصلات ، مواصلت ، مواظبت ، مواعظ ، مواعید ، موافق ، موافقت ، مواقع [182] ، موالات ، موالی ، موانست ، موانع ، مواہب ، موت ، مؤتمر ، مؤثر ، مؤثق ، موج ، موجب ، موجد ، موجز ، مؤجل ، موجودات ، موجود ، موخر ، مودب ، مودِب ، موذن ، موذی [183] ، مورث ، مورخ ، مورِخ ، مورخہ ، مورخین ، مورد ، موسس ، موسم [184] موسمی ، موسوم ، موسوی ، موصل ، موصوف ، موصی ، موضح ، موضوع ، موطن ، موعظت ، موعود ، موعودہ ، موقر ، موقف ، موقوف ، موکد ، موکل ، موکلہ ، مولد ، مولف ، مولفہ ، مولِفہ ، مولم ، مولود [185] ، مومن ، مومنہ ، مومنین ، مونث ، مونس ، موہب ، موہوب ، موہوم ، موید ، مویّد ۔

مہاجر ، مہاجرت ، مہارت ، مہام ، مہبط ، مہتدی ، مہجور ، مہد ، مہدی ، مہر ، مہلت ، مہلک ، مہملہ ، مہموز ، مہیب ۔

میت [186] ، میثاق ، میدان ، میراث ، میزان ، میزانیہ ، میسرہ ، میعاد ، میقات ، مَیل ، میلاد ، میلان ، میمنت ، میمنہ ، میمون ، میمونہ ۔

نون

نابغہ ، ناثر ، ناجی ، ناجیہ ، نادر ، نادرہ ، نادم ، نار ، ناری ، نازل ، ناسخ ، ناسوت ، ناسور ، ناشر ، ناشرین ، ناصح ، ناصر ، ناصیہ ، ناطق ، ناظر ، ناظرین ، ناظم ، نافذ ، نافع ، نافلہ ، نافیہ ، ناقد ، ناقص ، ناقل ، ناقوص ، ناقہ ، ناکح ، ناموس [187] ، نامی ، نامیہ ، نائب ۔

نبات ، نباتات ، نباتی ، نبض ، نبوت ، نبوی ، نبی ، نبیذ ۔

نتائج ، نتیجہ ۔

نثر ، نثری ۔

نجابت،نجات،نجاح،نجار،نجاست،نجاشی،نجباء،نجدی،نجس،نجم،نجیب۔

نحر،نحس،نحل،نحو،نحوست،نحوی،نحیف۔

نخاس،نخل،نخوت۔

ندا،نداف،ندامت،ندرت،ندما،ندوہ،ندیم۔

نذر،نذیر۔

نزاع،نزع،نزلہ،نزول،نزیل۔

نسا،نسب،نسبت،نسبی،نسخ،نسخہ(من کتاب)،نسل،نسلاً،نسلی،نسوان،نسوانی،نسوانیت،نسیان،نسیم۔

نشاط،نشر،نشو،نشور۔

نص،نصاب،نصارا،نصائح،نصب،نصر،نصرانی،نصرانیت،نصرت،نصف،نصوح،نصوص، نصیب،نصیحت،نصیر،نصیری۔

نطفہ،نطق۔

نظارت،نظافت،نظام،نظائر،نظر،نظری،نظریات،نظریہ،نظم 188 نظیر،نظیف۔

نعش،نعل 189 نعلین،نعم،نعمت،نعیم۔

نغمات،نغمہ۔

نفاخ 190 نفاذ،نفاس،نفاست،نفاق،نفخ،نفخہ،نفر،نفرت 191 نفس،نفسانی،نفسی،نفع،نفقہ،نفل، نفوذ،نفور،نفوس،نفی،نفیس۔

نقاب،نقاد،نقاش،نقاط،نقاحت،نقائص،نقب،نقد 192 نقداً،نقرس،نقش،نقص 193 نقصان نقض،نقطہ،نقل،نقوش،نقول،نقی،نقیب 194 نقیض۔

نکات،نکاح،نکبت،نکتہ،نکرہ،نکہت،نکیر 195۔

نَما 196 نمو۔

نوادر،نواسیر 197 نواصب 198 نوافل،نوال،نواہی،نوبت،نوحہ 199 نور،نورانی،نورانیت، نوری،نوع،نوعیت،نوم۔

نہار،نہایت،نہب،نہج،نہر،نہی۔

نیابت، نیابتاً، نیت، نیر، نسیان، نیل۔

واو

واثق، واجب، واجبات، واجد، واحد، وادی، وارث، وارد، واسطہ، واصف، واصل، واضح، واضع، واعظ، وافر، وافی، واقع، واقعہ، واقعی، والد، والدہ، والدین، والسلام، واللہ، والہ، والی، واہب، واہی۔

وبا۔

وتد، وتر، وِتر، وتیرہ۔

وثائق[200] وثوق، وثیقہ۔

وجاہت، وجد، وجدان، وجع، وجوب، وجود، وجودیت، وجوہ، وجہ، وجیہ۔

وحدانی، وحدانیت، وحدت، وحش، وحشت، وحشی، وحوش، وحی، وحید۔

وداع، ودود، ودیعت۔

ورا، وراثت، وراثتاً، ورثا، ورثہ، ورد، وِرد، ورطہ، ورع، ورق، ورم، ورود، وری، ورید۔

وزارت، وزرا، وزن، وزیر۔

وساطت، وسامت، وسائل، وسط، وسطاً، وسطیٰ، وسعت، وسمہ، وسواس، وسوسہ، وسیع، وسیلہ، وسیم۔

وصال[201] وصایا، وصف، وصی، وصیت۔

وضع، وضو، وضوح، وضیع۔

وطن، وطنی[202] وطنیت۔

وعدہ، وعظ، وعید۔

وغیٰ[203] وغیرہ[204]۔

وفا، وفات، وفد، وفود، وفور۔

وقاحت، وقار، وقائع، وقت، وقتی، وقر، وقف، وقفہ[205] وقوع، وقوف، وقیع۔

وکالت، وکالتاً، وکلا، وکیل۔

ولا، ولادہ، ولایت، ولایتاً، ولد، ولدیت، ولی، ولیہ۔

وہاب، وہابی 206ھ وہب، وہبی، وہم، وہمی ۔

ہا

ہاتف، ہادی، ہاشمی، ہاضم، ہالہ، ہاویہ، ہائلہ۔

ہبوط، ہبہ، ہتک ۔

ہجا، ہجر، ہجران، ہجرت، ہجری، ہجو۔

ہدایا، ہدایت، ہدف، ہدم، ہدہد، ہدیٰ، ہدیہ، ہذا۔

ہریسہ۔

ہزل، ہزیمت ۔

ہشاش (بشاش)۔

ہضم۔

ہکذا۔

ہلاک، ہلال، ہلالی، ہلالین، ہلکان ۔

ہم، ہمت، ہمم، ہموم۔

ہند، ہندی، ہو، ہوا، ہویٰ، ہوائی، ہودج، ہول ۔

ہیبت، ہیجا، ہیجان، ہیضہ، ہیکل، ہیولا، ہیہات، ہیئت ۔

یا

یا، یابس، یاس، یاسمین، یاقوت ۔

یبس، یبوست ۔

یتامی، یتیم ۔

یثرب۔

ید۔

یرقان، یسار، یسر، یسیر۔

یعسوب۔

یقین، یقیناً، یقینی۔

یم، یمانی، یمنی، یمن، یمین، یوم، یومیہ، یونان، یونانی۔

یہود، یہودی۔

●

حواشی

-1 نوراللغات میں فارسی مذکور ہے لیکن اقرب الموارد میں عربی لفظ قرار دیا گیا ہے۔

-2 نوراللغات اور فیروز میں فارسی الاصل کہا گیا ہے لیکن فی الحقیقت عربی الاصل ہے۔

-3 سمیر عبدالحمید ابراہیم نے اپنی لغت میں ہزاروں ایسے عربی الفاظ شامل کیے ہیں جو نہ اردو لغات میں درج ہیں نہ اردو اہل زبان انھیں بولتے ہیں۔ جس کی وجہ سے تمام تر کوشش کے باوجود اس کام کی اہمیت کم ہوجاتی ہے۔ وقت اور محنت کو بچانے کے خیال سے بطور نمونہ صرف الف مادے کے تحت آنے والے چند الفاظ درج کیے جاتے ہیں:

اباریق، اباق، ابتداع، ابتغاء، ابتکار، ابدال، ابدح، ابراء، اِبرار، ابرام، ابطال، ابطل، ابعد، ابغض، ابقاء، ابکی، ابل، ابلاس، ابناء، ابین، اتیان، اثقل، اثمد، اثناعشر، اثیری، اجارت، اجبار، اجتباء، اجمعین، اجنہ، اجید، احب، اختقان، احتلال، احتواء، احتیاز، احتیال، احجار، احداث، احدیت، احشاء، احشام، احصان، اِحفاظ، احفظ، احقاب، احکاک، اِحکام، احلام، احلیل، احمال، احول، احیاء، اِخبار، اختبار، احتزال، اختصام، اختلاق، اختناق، اخراج، اخرف، اخس، اخوہ، اخوی، ادخنہ، اِدماج، ادلہ، ادوات، اذن، اذناب، اراذل، ارتشاء، ارشق، ارفاہ، ازمان، اسابیع، اسافل، اسبق، اسبوع، استبراء (الرحم)، استبشار، استبصار، استبعاد، استجازہ، استحاضہ، استحباب، استحفاظ، استحلاف، استحلال، استخبار، استخدام، استخلاف، استدامت، استدانت، استدقاق، استرخاء، استرداد، استرضاء، استسعاد، استصلاح، استصناع، استظہار، استعاذہ، استعذار، استعفاف، استغراب، استقالہ، استقصار استکشاف، استلام، استلذاذ، استلزام، استماتت، استمتاع، استمداد، استنشاق، استنکار، استکناف، استہلاک، استہلال، استیفاء، استیناس، اسراع، اسطوانہ، اسطورہ، اسعد، اسفار، اِسکات، اسلم، اسمار (لیلیہ)، اِسماع، اسنان، اسیاف، اشباح، اِشراک، اِشعار، اشعاعي، اِشعاعیات، اشعر (بال کے معنی میں)، اشعہ، اِشفاق، اِشمام، اشمل، اصابع، اصباح، اِصباح، اصداف، اصدق، اصدقاء، اصفار، اصفر، اصلح، اصہار، اِضراب، اضرار، اِضرار، اضیاف، اطول، اِطہار، اظفار، اظفر، اظلام، اعادی، اعالی، اِعتاق، اعتداء، اعتزاز، اعتلاء، اعجمی، اعدل، اعراض، اعشار، اعصار، اِعصار، اعم، عمی، اعناق، اعوام، اِعوجاج، اغتسال، اغتنام،

اغلال، اقتصاح، افتقار، افتکار، افتکاک، افقر، افہام، اقاصی، اقتسام، اِقطاعیت، اقفال، اقمشہ، اکاذیب، اکاسر، اِکلیل، التصاق، اَلحاد، اَلمانیہ، المضاعف، اَلواط، اَلوف، الیف، الی، الیہم، اَمت، اِمضاء، اَمطار، اِمطار، اِملاک، انامل، انبعاث، انبوب، انتداب، انتصاب، انتعاش، اَنجب، انجذاب، انخفاف، انطاق، انظار، انَفس، انقراض، اَنیسون (نبات)، اَواسط، اَوتار، اَوقیہ، اُولی، اِہداء، اِہلاک، اِہمال، ایالت، اَیامی، ایم.

دیکھیے: معجم الكلمات العربية في اللغة الاردية ص47-126

-4 آتش لکھنوی کا شعر ہے :

نا فہمی کی دلیل ہے یہ سجدے سے ابا
ابلیس کو حقیقت آدم عیاں نہ تھی

-5 ان الفاظ میں شامل ہے جسے صاحب معجم نے ذکر نہیں کیا ہے۔ اردو میں ''دیکھنے کی طلب'' کے معنی میں مستعمل ہے، شاعر کہتا ہے:

اب تو باتیں بھی ہوگئیں موقوف
ارنی ہے نہ لن ترانی ہے

اسی میں ''ارنی گو'' بھی یعنی سیدنا موسیٰ علیہ السلام جنھوں نے اللہ سے ارنی کہا تھا، اور ''ارنی کہنا'' ملاقات یا دیکھنے کی خواہش کرنا۔

-6 بہت سے ادب وثقافت سے وابستہ افراد بھی عربی زبان سے ناواقفیت کی بنا پر اس لفظ کو ہا سے لکھتے ہیں۔

-7 معجم میں غلبہ، طاقت اور کسب کے معنی میں ہے، عامۃ الناس استیصال کے معنی میں استعمال کرتے ہیں۔ اردو میں اصل عربی معنی کے ساتھ ہی یہ لفظ داخل ہوا جیسا کہ نور میں ہے۔

-8 بادشاہ اشرف کی طرف منسوب سکہ۔

-9 عموماً الف اور با کے فتحہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے جب کہ شعر میں صحیح تلفظ کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ دبیر لکھنوی کا شعر ہے:

اِصطَبَل واں تھا دوش نبی کے سوار کا
جھولا پڑا ہوا تھا یہاں شیر خوار کا

دیکھیے: نور اللغات۔

10۔ صاحب معجم نے اس کا معنی مطلق اور دائم ذکر کیا ہے جب کہ یہ لفظ عربی معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

-11 اردو میں عربی معنی قبض ہونا، بخل، روکنا کے معنی کے ساتھ ہی داخل ہوا، دیکھیے: مورد اور فیروز۔ ڈاکٹر شفیع شیخ کا اسے متغیر المعنی لفظ سمجھنا صحیح نہیں ہے، دیکھیے: عربی زبان ادب کا اردو پر اثر (دہلی۔ فینس آفسیٹ پریس، 2000) ص99۔

-12 نور میں الف مکسور کے ساتھ ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔

-13 معجم میں اس کا معنی مالدار شخص تک محدود کر دیا گیا ہے۔

-14 اکثر اس کا استعمال موت کے معنی میں ہوتا ہے لیکن عربی میں اس کا معنی وسیع ہے اور لغات میں موجود ہے۔

-15 مذکر ہے، اگر مونث ہو تو اس کا معنی ہوگا سماجی حالت اور خستہ حالی۔

-16 ان الفاظ میں شامل ہے جو معجم میں شامل نہیں ہیں، صاحب فیروز نے غلطی سے اسے فارسی لفظ قرار دے دیا ہے۔

-17 شفیع شیخ نے لکھا ہے: اردو میں یہ لفظ قربانی دینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، دیکھیے: عربی زبان و ادب کا اردو پر اثر؛ جب کہ اردو لغات میں عربی معنی مذکور ہے، مثال کے طور پر دیکھیے: فیروز اللغات۔

-18 دیکھیے: فرہنگ آصفیہ و نور اللغات۔

-19 عموماً موسس و بانی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

-20 معجم میں صرف بحری افواج کا معنی ہی دیا ہے جو کہ غلط ہے۔

-21 فارسی لفظ بوستان کا معرب ہے لیکن اردو میں عربی طرز پر لکھا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اردو میں براہ راست عربی سے داخل ہوا ہے۔

-22 فیروز میں اردو ترکیب قرار دیا گیا ہے، جو کہ صحیح نہیں ہے۔ یہاں یہ اشارہ کرنا ضروری ہے کہ فرہنگ آصفیہ کے علاوہ تمام اردو لغات میں عربی، فارسی، اردو تمام تراکیب کو ایک ہی خانے میں رکھا گیا ہے جیسے راحتِ طلب۔ باوجود یہ کہ دونوں لفظ عربی ہیں نور اللغات اور مہذب میں ترکیب کے سامنے فارسی لکھا ہوا ہے، جب کہ فرہنگ آصفیہ میں ''مشکل کشا'' جیسی ترکیب کے بعد لکھا ہوتا ہے کہ پہلا لفظ عربی اور دوسرا فارسی ہے۔ اور ''ع+ف'' کی علامت کے بعد لکھا ہوتا ہے کہ ترکیب فارسی ہے۔ صاحب نور اللغات اجزا کیے بغیر صرف فارسی ترکیب لکھتے ہیں۔

23- معجم میں لام غیر مشدد ہے۔

24- معجم میں لفظ بوسہ شامل ہے لیکن فارسی ہے۔ عربی اور اردو دونوں زبانوں میں یہ لفظ فارسی سے آیا۔ دیکھیے : الجوالقی، المعرب، 38، فیروز آبادی، القاموس، تحت المادہ: ب و س۔

25- یہ لفظ مرکب استعمال ہوتا ہے اور شعر کے معنی میں بھی آتا ہے۔

26- نور اللغات میں یا مفتوح مشدد کے ساتھ نقل کیا گیا ہے جو کہ غلط ہے۔

27- عربی معنی کے علاوہ اس کھانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس پر ایصال ثواب کے لیے فاتحہ پڑھا جاتا ہے۔ یا جو شیخ کی جانب سے ہدیہ ہو یا صالحین کی طرف منسوب شے۔

28- معجم میں اس کا معنی ہے اغضی، نیز اس میں یہ کہا گیا ہے کہ اردو میں اس کا معنی مخالفت ہے جبکہ دونوں باتیں غلط ہیں؛ کیونکہ ''اغضی'' کا معنی ہے ''تجاوز عن''۔ بغیر صلہ کے اردو میں وہی معنی ہے جو عربی میں ہے، یعنی حد سے تجاوز کرنا۔

29- اردو میں مُردوں کی تجہیز و تکفین کے ساتھ خاص ہے۔

30- اردو میں لکھنے کے معنی میں خاص ہے۔

31- اردو میں عربی معنی کے ساتھ ہی داخل ہوا۔ اس کا زیادہ استعمال کسی ضلع کے تحت آنے والی تنظیمی اکائی کے لیے ہوتا ہے۔

32- معجم میں اس کا معنی ہے ''وجود عیب ما في عمل ما'' (کسی کام میں کوئی عیب موجود ہونا) لیکن یہ معنی اردو لغات میں مذکور معنی کے خلاف ہے۔ اردو لغات میں اس کا عربی معنی ''غلط قرار دینا'' ہی مذکور ہے۔

33- اردو لغات کے برخلاف صاحب معجم اس کے صرف ایک معنی ''شاعر کا ادبی نام'' پر ہی اکتفا کیا ہے۔

34- مداخلت کرنا اور خلل ڈالنا کے معنی میں آتا ہے نہ کہ معجم میں مذکور فساد و لڑائی کے معنی میں۔

35- مرض کی تشخیص کرنا کے معنی، جو کہ عربی معانی میں سے ایک ہے۔ صاحب معجم کے برخلاف۔

36- معجم میں ''تض، تط، تظ'' سے شروع ہونے والا کوئی لفظ شامل نہیں ہے۔

37- اس لفظ کو فارسی قرار دینے میں صاحب نور اللغات سے غلطی ہوئی۔ معجم الوسیط میں تف يتف تفا کا معنی ہے تھوکنا، جب کسی چیز سے گھن ہوتی ہے تو ''تف'' کہا جاتا ہے۔

38- نور اللغات میں فارسی لفظ کہا گیا ہے؛ باوجودیکہ یہ لفظ اردو لغات میں مذکور ہے لیکن اس سے وہی اہل

اردو واقف ہیں جو عربی سے بھی واقفیت رکھتے ہیں۔ جہاں تک اس لفظ کے عربی ہونے کا تعلق ہے اس میں کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

39- صاحب معجم نے اسے علم حساب کی اصطلاح (گھٹانا) تک محدود کردیا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔

40- معجم میں ہے: ''یہ لفظ اردو میں مونث ہے، لفظ تقریب کی جمع ہے جو اردو میں محفل کے معنی میں مونث استعمال ہوتا ہے''، معلوم نہیں کہ یہ معنی کہاں سے لائے ہیں؛ کیونکہ اردو میں یہ لفظ عربی معنی کے ساتھ ہی داخل ہوا تھا۔

41- یہ ایک قانونی اصطلاح ہے: وہ سوالات جو مقدمے میں فریقین کے موقف کو واضح کرتے ہیں اور قاضی ان سے فیصلے میں مدد لیتا ہے۔

42- معجم میں علم حدیث میں رائج اصطلاحی معنی پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔

43- یہ لفظ صرف تاخیر کے معنی تک ہی منحصر نہیں ہے جیسا کہ معجم میں ذکر کیا گیا ہے۔

44- اردو لغات کے برخلاف معجم میں اسے ح ور مادہ کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

45- معجم: اردو میں محکم (فیصل) کے معنی میں داخل ہوا۔ اس کے علاوہ کوئی اور معنی نہیں دیا۔

46- معجم میں مذکور ہے: اردو میں یہ لفظ اصالت کے معنی میں داخل ہوا لیکن نہ تو یہ لفظ اس معنی میں استعمال ہوتا ہے اور نہ ہی اردو لغات میں یہ معنی دیے ہوئے ہیں۔

47- معجم میں اس کا معنی ہے مادیت جو کہ غلط ہے۔

48- جَلُد یجلُد سے مصدر ہے، اردو میں عربی معنی یعنی شجاعت، صبر کے معنی کے ساتھ داخل ہوا۔ اس میں قسوہ (سختی) کا معنی نہیں ہے جیسا کہ معجم میں مذکور ہے۔ دیکھیے: آصفیہ، 2:45۔

49- عام طور پر بڑی تعداد میں پیادہ چلنے والے افراد کی بڑی جماعت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ نیز تخت پر بیٹھنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

50- فارسی لفظ ''گوارش'' کا معرب ہے، دیکھئے: فرہنگ آصفیہ، 2:55۔

51- جواہر و زیورات بنانے و بیچنے والا، اردو میں ''جواہری'' نہیں لکھا جاتا جیسا کہ معجم میں ہے۔

52- حسن ابن علی رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ان کی آل، معجم میں سلمی (امن پسند) ہے جو کہ غلط ہے۔

53- معجم میں حقارات ہے، لغات میں یہ لفظ موجود نہیں ہے اور نہ ہی مستعمل ہے۔

-54 اردو میں انگوٹھی کی رگڑ کے ساتھ خاص ہے۔

-55 عموماً مفرد ہی استعمال ہوتا ہے۔

-56 عار کے معنی بھی آتا ہے اور اظہار افسوس کے لیے بھی۔

-57 خام: دراصل عربی لفظ ہے، اردو لغات میں غلطی سے اسے فارسی لفظ قرار دیا گیا ہے۔

-58 مجتبیٰ حسن کے مقالے میں مذکور ہے کہ اردو میں خا کے فتحہ کے ساتھ داخل ہوا جو کہ غلط ہے؛ کیونکہ تعلیم یافتہ لوگ فتحہ کے ساتھ استعمال نہیں کرتے۔

-59 معجم میں اس کا معنی ''محصول الخریف'' مذکور ہے جو کہ غلط ہے۔ اردو میں عربی معنی موسم خریف کے ساتھ ہی داخل ہوا۔

-60 اردو میں عربی معنی کے ساتھ ہی داخل ہوا۔ شوہر کے معنی میں مجازاً استعمال ہوتا ہے اور اس معنی میں لفظ کا استعمال ازدواجی تعلقات کی نوعیت کو بیان کرتا ہے۔

-61 صاحب معجم نے اردو میں خا کے فتحہ اور ضاد کے کسرہ کے ساتھ تحریر کیا ہے جو کہ اردو لغات اور ادبی استعمال سب کے خلاف ہے۔ اردو میں خا کے کسرہ اور ضاد کے سکون کے ساتھ وارد ہوا۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں'': خِضر بھی بے دست و پا اِلیاس بھی بے دست و پا''۔ خا کے کسرہ اور ضاد کے فتحہ کے ساتھ مستعمل ہے، شاعر کہتا ہے:

اک بزرگ آتے ہیں مسجد میں خِضَر کی صورت

جہاں تک عربی میں اس کے اعراب کا سوال ہے تو صاحب معجم کہتے ہیں'' خا مکسور ضاد ساکن'' یہ اعراب صحیح ہے لیکن بہت کم مستعمل ہے۔ فیروز آبادی نے پہلے ''کَبِد'' کے وزن پر خا مفتوح ضاد مکسور نقل کیا ہے اس کے بعد صاحب معجم کا مذکورہ اعراب نقل کیا ہے۔

-62 خط کے معنی میں آتا ہے اور یہی معروف ہے لیکن صاحب معجم کا صرف اسی معنی تک محدود کر دینا صحیح نہیں ہے۔

-63 صاحب معجم نے خا کے فتحہ کے ساتھ نقل کیا ہے جبکہ صحیح کسرہ کے ساتھ ہے۔ فتحہ کے ساتھ ''خَفا'' فارسی لفظ ہے ناراض کے معنی میں۔

-64 اردو میں عربی معنی کے ساتھ داخل ہوا۔ التوا میں پڑنا کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

65- نوراللغات اور فیروز اللغات وغیرہ میں اسے فارسی لفظ قرار دیا گیا ہے لیکن دراصل عربی ہے جیسا کہ قاموس میں ہے۔اسے خا کے فتحہ و کسرہ اور جیم کے فتحہ،خا و جیم دونوں مکسور کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

66- عدالت میں مقدمہ داخل کرنے کے معنی میں معروف ہے۔لیکن صرف اسی معنی میں منحصر نہیں ہے جیسا کہ صاحب معجم کا خیال ہے۔

67- باوجودیکہ یہ لفظ اردو لغات میں موجود ہے اس کے بجائے ''دکان'' رائج ہے۔

68- دہری جو زمانہ کے قدیم ہونے کا قائل ہو۔دہریہ مثل قدریہ و جبریہ۔وجود باری تعالیٰ کے منکرین و ملحدین کی جماعت۔عربی میں زمانہ قدیم سے یہ لفظ مستعمل ہے،ڈاکٹر شفیع شیخ کا یہ کہنا کہ اردو میں اس لفظ میں تصرف ہوا ہے صحیح نہیں ہے۔اسی طرح ان کی کتاب میں لفظ ''دہری'' کا جو معنی ''جو دنیاوی اشیا کو موثر قرار دیتا ہے اور اس کو فضیلت دیتا ہے'' مذکور ہے اس میں گہرائی نہیں ہے۔ دیکھیے:عربی زبان وادب کا اردو پر اثر،ص76-75۔

69- فرہنگ آصفیہ اور فیروز اللغات میں فارسی لفظ قرار دیا گیا ہے۔اسی طرح صاحب فیروز اللغات نے دف،دنیوی،دوامی،دینی وغیرہ بہت سے الفاظ کو فارسی قرار دیا ہے۔

70- اردو میں عربی معنی ''نگراں'' کے ساتھ داخل ہوا۔مقابل کے معنی بھی آتا ہے۔دشمن کے معنی میں نہیں آتا جیسا کہ لغات میں مذکور ہے۔

71- خوبصورت عورت سے کنایے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

72- معنی:سام بن نوح کی طرف منسوب نسلیں۔اردو میں اسی معنی میں داخل ہوا۔یہ سمو کا اسم فاعل نہیں جیسا کہ صاحب معجم نے سمجھا ہے۔

73- فیروز اللغات میں اردو لفظ کہا گیا ہے جو کہ واضح طور پر غلط ہے۔

74- یعنی سدرۃ المنتہیٰ۔

75- ایک قسم کا پتھر۔

76- عوام الناس سین کے کسرہ کے ساتھ بولتے ہیں لیکن لغات میں عربی کی طرح سین کے فتحہ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

77- شفیع شیخ کا کہنا ہے:عوام سنہ کی جگہ سال کے معنی میں استعمال کرتے ہیں،دیکھیے:عربی زبان وادب کا

اردو پر اثر، ص 121۔ لیکن جو لفظ اردو میں استعمال ہوتا ہے وہ سین کے فتحہ کے ساتھ ہے نہ کہ کسرہ کے ساتھ۔

78- نور اللغات و فیروز اللغات میں فارسی کہا گیا ہے جو کہ غلط ہے۔

79- اردو لغات میں سین کے ضمہ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

80- تعجب ہوتا ہے کہ صاحب معجم نے اس لفظ پر یہ کہتے ہوئے تعلیق کی ہے: ''اردو میں رسول اللہ ﷺ کے نواسے کے معنی میں داخل ہوا اور یہ حسینؓ کی نسل سے رسول اللہ ﷺ کے نواسوں کے لیے شیعوں کی اصطلاح ہے''۔ باوجودیکہ یہ لفظ اردو میں عربی معنی یعنی ''سردار'' کے ساتھ داخل ہوا لیکن معروف مذکورہ معنی میں ہی ہے اور صاحب معجم کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ یہ شیعوں کی اصطلاح ہے۔ روحی بعلبکی مورد میں لکھتے ہیں: ''..... نبی ﷺ کی نسل کا کوئی فرد''، دیکھیے: طبع اول؛ بیروت، دار العلم للملائین، 1988۔

81- عربی معنی وضع و حالت میں اس کا استعمال بہت نادر ہے لیکن یہ معنی اردو لغات میں موجود ہے۔

82- عربی معنی میں قلیل الاستعمال ہے، کسی واقعے یا واقعات پر مختصر تبصرے کے معنی میں معروف ہے۔

83- صوفیا کی اصطلاح۔

84- اردو میں عربی معنی ''قافیہ بند کلام موزون'' کے معنی میں ہی داخل ہوا، دیکھیے: فرہنگ آصفیہ و فیروز اللغات۔ شعر پر اس کا اطلاق جز کو کل کا نام دینے کی قبیل سے ہے۔ اس بنیاد پر ڈاکٹر شفیع شیخ کا اسے متغیر کلمات میں شمار کرنا صحیح نہیں ہے۔ دیکھیے: عربی زبان و ادب کا اردو پر اثر، ص 122۔

85- سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت کے لیے اسے خاص کر لیا گیا ہے۔

86- اردو میں گل لالہ کے معنی میں داخل ہوا۔

87- اردو میں عربی معنی یعنی وسیع چادر و عمامہ کے معنی میں ہی داخل ہوا، دیکھیے: نور اللغات، عوام الناس شین کے کسرہ کے ساتھ بولتے ہیں۔

88- لفظ صاحب اور صاحبہ کا عربی میں استعمال بہت کم ہے۔ انھیں نام کے بعد بطور احترام لگایا جاتا ہے۔

89- لفظ صحن عربی میں دو معنوں صحن و طبق میں استعمال ہوتا ہے، صحن کے لیے کہا جاتا ہے ''صحن المسجد''، دیکھیے: روحی بعلبکی، المورد، تحت المادہ۔ دوسرا معنی اردو میں معروف ہے۔

90- صحیح امام بخاری اور صحیح امام مسلم۔

91- جوہری کے معنی میں اس کا استعمال رائج ہو رہا ہے اور یہ عربی معانی میں سے ایک ہے۔

92- معجم میں صاد کے فتحہ کے ساتھ ہے جبکہ صحیح ضمہ کے ساتھ ہے۔ معنی ہے: وہ جگہ جہاں اصحاب نبی ﷺ میں سے تنگ دست لوگ بیٹھتے تھے۔ صفہ فتحہ کے ساتھ اردو میں کوئی لفظ معلوم نہیں۔

93- مشورے و رائے کے معنی میں بھی آتا ہے لیکن اسی معنی میں منحصر نہیں ہے جیسا کہ صاحب معجم کا خیال ہے۔

94- فَعالہ کے وزن پر، طبابت اور صنعت و حرفت پر دلالت کرتا ہے۔ ڈاکٹر شفیع شیخ کا اسے اردو مشتق سمجھنا درست نہیں ہے۔ دیکھیے: عربی زبان و ادب کا اردو پر اثر، ص 190، اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس معنی میں یہ لفظ نیا ہے لیکن اس کا استعمال عربی میں قدیم زمانے سے رائج ہے، مورد میں اس کا معنی ہے: Medical Profession۔

95- اردو میں تصوف کے اصطلاحی معنی طریقت الصوفیہ کے ساتھ داخل ہوا۔

96- اردو میں عربی معنی کے ساتھ داخل ہوا۔ بدکار، بدچلن کے معنی میں بھی آتا ہے اور گانے والی کے معنی میں جب مفرد استعمال ہو اور جب مرکب ہو تو طوائف الملوکی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

97- حسب معمول کے معنی میں، یہ عربی معنی ہے۔ کسی عادت میں گرفتار ہوئے کے معنی بھی استعمال ہوتا ہے جو کہ اردو میں تصرف ہے۔

98- معجم میں اس کا معنی ہے ''شاہی''، یہ درست نہیں ہے۔

99- ہمیشہ مرکب استعمال ہوتا ہے جیسے گلعذار۔

100- عرش الٰہی کے معنی کے ساتھ خاص ہے۔

101- یعنی لمبائی کی ضد چوڑائی میں، معجم میں مذکور معنی ''اتفاقاً، اچانک'' صحیح نہیں ہے۔

102- معرفت باری تعالیٰ میں اس معنی کو محدود کرنے میں صاحب معجم سے غلطی ہوئی ہے۔

103- عربی معنی ''پسینہ'' میں بہت کم استعمال ہوتا ہے، عام طور پر رس اور جوس کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور یہ بھی عربی معانی میں سے ایک ہے۔

104- اردو میں عربی معنی کے ساتھ داخل ہوا۔ چھوڑ دینا، نظرانداز کرنے کے معنی میں نہیں ہے جیسا کہ معجم میں وارد ہوا ہے۔

105- عربی معنی ''عطر فروش'' میں کم مستعمل ہے۔

106- عربی معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور خطہ کے معنی میں بھی۔

107- عمید کی جمع، عربی میں عمداء رائج ہے۔

108- مجتبیٰ حسن کے مقالے میں عین کے فتحہ کے ساتھ، لیکن یہ عوام کی غلطی میں شامل ہے، تعلیم یافتہ حضرات ضمہ کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔

109- مجتبیٰ حسن کے مقالے میں عین کے فتحہ کے ساتھ ہے جو کہ غلط ہے۔

110- زمین میں پست جگہ، پہاڑ کی کھوہ، اردو میں دوسرے معنی کے ساتھ داخل ہوا۔ پہلا معنی جسے صاحب معجم نے ذکر کیا ہے اردو میں نہیں۔

111- عربی میں: پردہ، خدام، قیامت۔ اردو میں زین کے پردہ کے لیے خاص ہے نیز خدام کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔

112- ''انتہا پسند'' کے معنی میں کثیر الاستعمال ہے، اور یہ عربی معانی میں سے ہے۔

113- انسان، بکری، گائے، مرغی کے گلے کے پاس نظر آنے والا ابھرا ہوا حصہ۔

114- عام طور پر یہ لفظ ''غدوذ'' لکھا اور بولا جاتا ہے، صاحب معجم نے سمجھا کہ لفظ غدود مفرد ہے اور غدد جمع ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔

115- اردو لغات میں عربی معنی موجود ہے لیکن لفظ صرف اصطلاحی معنی یعنی شعر کی ایک صنف پر ہی دلالت کرتا ہے۔

116- معجم میں ہے کہ مرکب بھی استعمال ہوتا ہے جب کہ صحیح یہ ہے کہ صرف مرکب ہی استعمال ہوتا ہے جیسے جم غفیر۔

117- معجم میں اس کا معنی ہے: عورت کی طرف شہوت سے دیکھنا۔ اس معنی کا غلط ہونا بالکل ظاہر ہے۔

118- اردو میں عربی معنی کے ساتھ داخل ہوا یعنی سورۂ فاتحہ یا میت وقبر پر سورۂ فاتحہ پڑھنا، مگر اس لفظ کا استعمال عام طور پر مردوں کے ایصال ثواب کے لیے تیار کردہ کھانے پر سورۂ فاتحہ اور متعین قرآنی سورتوں اور آیات پڑھنے کے معنی میں ہوتا ہے۔

119- عربی اکیڈمی (مجمع اللغه العربیه) نے اس لفظ کو برقرار رکھا ہے، دیکھیے: المعجم الوسیط، تحت مادہ: فعل۔

120- یعنی: ہم اس سے راضی ہیں۔

121- مورد میں الفتنۃ: جادو، ہنگامہ خیزی، اضطراب۔

122- قطب شمالی کے قریب دو ستارے۔

123- عام طور پر مرکب استعمال ہوتا ہے جیسے: فک رہن۔

124- اردو میں عربی معنی کے ساتھ داخل ہوا، موت اور مرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

125- فرہنگ آصفیہ اور فیروز اللغات میں مستقل لفظ ہے اور عربی معنی مقدار دیا گیا ہے۔

126- القابض: اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی میں سے ایک ہے۔ ادویات اور کھانے میں قابض اس کو کہتے ہیں جوانتڑیوں میں غذا کے فضلات کو روکتا ہے، اردو میں یہ لفظ ان دونوں معنوں کے ساتھ داخل ہوا۔

127- وہ عورت جو زچگی کے وقت زچہ کی مدد کرتی ہے۔ دیکھیے: فرہنگ آصفیہ۔

128- فیروز اللغات میں مذکور ہے: یہ لفظ اردو میں شیشی کے معنی میں داخل ہوا، خاص طور پر وہ شیشی جس میں طبی جانچ کے لیے پیشاب رکھا جاتا ہے، کنایتاً پیشاب کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ مورد میں اس کا معنی ہے: تھرماس، بوتل، شیشی۔ قاموس میں معنی ہے: ''القارورہ: آنکھ کی سیاہی، جس میں مشروب یا اس قسم کی چیز رکھی جائے، یا شیشے کے ساتھ خاص ہے، اور﴿ قوار فضة ﴾یعنی چاندی کی طرح سفید شیشہ''، چنانچہ اس لفظ کو تبدیل شدہ سمجھنے کے لیے کوئی داعیہ نہیں ہے جیسا کہ شفیع شیخ نے سمجھا ہے، دیکھیے: عربی زبان وادب کا اردو پر اثر، ص 131۔

129- اردو میں عربی معنی کے ساتھ داخل ہوا، دیکھیے: فرہنگ آصفیہ۔

130- یہ لفظ ساتھیوں کی ایک بڑی تعداد اور سفر سے لوٹنے والی جماعت کے لیے وضع کیا گیا لیکن بطور نیک فال سفر شروع کرنے والوں کے لیے بولا جاتا ہے۔

131- عربی معنی میں اس کا استعمال نادر ہے یعنی: سمندر اور محیط، لغت کے معنی میں ہی استعمال ہوتا ہے، یہ معنی رائج ہونے کی وجہ فیروز آبادی کی عربی لغت کی شہرت ہے؛ کیونکہ اس کا نام القاموس المحیط ہے، مجمع اللغہ العربیہ نے بھی اسے برقرار رکھا ہے، دیکھیے: المعجم الوسیط۔

132- اقرار اور اقراری کے معنی میں بھی آتا ہے۔

133- دست نہ آنا۔

134- اردو لغات کے برخلاف معجم میں قاف کے فتحہ کے ساتھ ہے۔

-135 عام طور پر تقدیر کے معنی میں مستعمل ہے، منصب قضا اور موت کے معنی میں بھی آتا ہے۔

-136 مورد میں قاف کے کسرہ کے ساتھ قِطار ہے: صف، اسی معنی میں اردو میں داخل ہوا، یہی اعراب لغات میں بھی ہے، فتحہ کے ساتھ پڑھنا ایسی غلطی ہے جس میں عوام وخواص سب گرفتار ہیں۔

-137 شعری قطعہ تک اس کے معنی کو محدود کرنے میں صاحب معجم سے تسامح ہوا ہے۔

-138 مجتبیٰ حسن نے اپنے مقالے میں اسے ان الفاظ میں شمار کیا ہے جن کا تلفظ اردو میں تبدیل ہوگیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ لفظ قاف کے فتحہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے، لیکن محقق کے علم کے مطابق اردو زبان سے واقفیت رکھنے والے صرف کسرہ کے ساتھ ہی استعمال کرتے ہیں۔

-139 نماز میں جلسہ کے ساتھ خاص ہے۔

-140 معجم میں: ''اردو میں یہ لفظ عدالت الٰہیہ کے معنی میں داخل ہوا'' یہ صاحب معجم کی غلطی ہے۔ عربی معنی ''زیر کرنا، قبضہ کرنا، زبردستی کرنا'' میں قلیل الاستعمال ہے، مروج استعمال عذاب کے معنی میں ہے۔

-141 معجم میں اس کا معنی ہے تاجر جو کہ صحیح نہیں ہے۔

-142 فرہنگ میں اسے عربی لفظ قرار دیا گیا ہے جب کہ فیروز اللغات میں فارسی لفظ کہا گیا ہے اور یہی صحیح ہے؛ کیونکہ عربی لغات میں اس کے معرب ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اسی وجہ سے غالب گمان یہ ہے کہ اردو میں یہ لفظ براہ راست فارسی سے آیا ہے۔

-143 اردو میں عربی کے ساتھ داخل ہوا یعنی: کاتب کی صنعت، معجم میں اس کا معنی ہے: خِطاطہ۔

-144 اردو لغات میں مذکور ہے کہ اس لفظ میں عربی معنی کی دلالت موجود ہے، اسے نجاست کے معنی میں محصور کردینا جیسا کہ معجم میں کیا گیا ہے صحیح نہیں ہے۔

-145 کینہ کے علاوہ عربی معنی میں بھی آتا ہے، مقالے میں شیخ شفیع نے کاف مفتوح کے ساتھ نقل کیا ہے جو کہ غلط ہے۔

-146 معجم: جسم کا ایک عضو، یہ معنی اردو لغات میں نہیں پایا جاتا۔

-147 عربی معنی ''ایک ہاتھ والا'' میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن عام طور پر ہتھیلی سے متصل آستین کا کنارہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

-148 فیروز اللغات میں اسے فارسی قرار دیا گیا ہے جبکہ عربی لفظ ہے۔

149- حرف نفی ہے، مرکب استعمال ہوتا ہے جیسے: لا ادری، لاشریک۔

150- معجم میں: مرض میں مبتلا ہونا یا کسی چیز سے تکلیف ہونا۔ یہ معنی درست نہیں ہیں۔

151- معجم میں اس کے معنی ''عظمت اور شان وشوکت'' دیے ہوئے ہیں جبکہ اس میں یہ دونوں معنی نہیں ہیں۔

152- عربی معنی میں استعمال ہوتا ہے، لیکن عام طور پر اقربا اور خدمتگار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

153- نوحہ کرنا، عربی معنی میں اس لفظ کا استعمال بہت ہی نادر ہے، اس کا عربی معنی ہے: خواتین کا خوشی یا غم کے لیے اکٹھا ہونا، ابوالعطا السندی کہتا ہے:

عشية قـــام الـنـــائـحـــات و شُـقِّـقَـت

جُيُــوبٌ بـــايـديـى مـــاتــمٌ و خـــدودُ

154- معجم میں ہے: دین دار، فقہ کا واقف کار، لیکن اردو زبان میں دوسرا معنی نہیں پایا جاتا۔

155- معجم میں اس کا جو معنی دیا ہوا ہے اس سے نہ اردو لغات کو کوئی سروکار ہے نہ اہل اردو کو۔

156- متقاضی وہ شخص یا شے جو تقاضا کرے، تقاضا الشئ کا مطلب ہے طلب کرنا۔

157- معجم میں ''فردی، خاص، تنفس'' کا معنی دیا ہوا ہے۔ جب کہ یہ تمام معانی صحت سے دور ہیں، اردو میں عربی معنی کے ساتھ داخل ہوا یعنی جو سانس لیتا ہے اور اس کے ذریعہ ذی روح سے کنایہ کیا جاتا ہے۔

158- اردو زبان میں عربی معنی میں ہی داخل ہوا۔ معجم میں اس کا بہت ہی عجیب وغریب معنی ''کسی معاملہ میں متہم'' ذکر کیا گیا ہے۔

159- حقیقت کے مقابل، اسی معنی میں داخل ہوا جس کا لغوی معنی معلوم نہیں ہے جو کہ وهـو ''مـمـر'' لان الـمـجاز وهو ممر الحقيقة و قنطرتها۔ جہاں تک اس کے معنی مفوض ومختار کا سوال ہے تو اس کا اس لفظ سے کوئی تعلق نہیں ہے وہ تو لفظ ''مُجاز'' کا معنی ہے جو کہ اجازۃ سے اسم مفعول ہے۔

160- اردو میں عربی معنی میں ہی داخل ہوا، نیز مجبور کرنا، عاجز ہونا کے معنی میں بھی آتا ہے۔

161- اردو میں روحانی جذبہ یا اللہ تعالی کی محبت میں سرشار شخص کے معنی کے ساتھ خاص ہے۔

162- معجم میں ہے کہ ''دواؤں کی صفت کے ساتھ مخصوص ہے''، حالانکہ یہ بات اہل زبان کے تعامل کے خلاف ہے؛ کیونکہ اس سے دعا اور عمل وغیرہ کی صفت بھی بیان کی جاتی ہے۔

163- عربی زبان میں محرر کہتے ہیں: آزاد کرنے والے کو، کاتب کے معنی بھی آتا ہے اور اسی معنی میں اردو میں داخل ہوا۔

164- لفظ ''محقق''، پورا کرنے والا، مہیا کرنے والا، اثبات کرنے والا وغیرہ معانی کے علاوہ اسکالر کے معنی میں بھی آتا ہے اور اسی معنی میں اردو میں داخل ہوا ہے۔

165- اردو میں عربی معنی کے ساتھ داخل ہوا یعنی: محا- یمحو سے مصدر ہے، اردو میں مستغرق کے معنی میں بھی آتا ہے۔

166- معجم میں ہے: ''اردو میں یہ لفظ مدینہ منورہ کا باشندہ کے معنی میں داخل ہوا''، یہ تحدید کرنا صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ عربی معنی شہری کے معنی میں بھی آتا ہے، اس وقت اس لفظ کو فوجی کے مقابل میں استعمال کیا جاتا ہے۔

167- عربی معنی میں اس کا استعمال نادر ہے، متداول معنی ہے: نکتہ، چٹکلے چھوڑنا ہنسی۔

168- فیروز اللغات میں اس کا معنی وارد ہوا ہے: مرسوم کی جمع، اور وہ عربی معنی ہے لیکن عام طور پر تعلقات کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

169- اردو میں عربی معنی میں ہی داخل ہوا یعنی منظّم و منسق لیکن اب عربی میں اجرت کے معنی میں مروج ہے۔

170- تادیب اور مارنے کے معنی میں بھی آتا ہے۔

171- معجم میں اس کا معنی وارد ہوا ہے: زیادہ، بڑا، بھاری وغیرہ جب کہ یہ تمام معانی غلط ہیں، اردو میں یہ لفظ عربی معنی ''زیادہ'' کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

172- شفیع شیخ نے اسے ان الفاظ میں شمار کیا ہے جو بول چال میں تبدیل ہوگئے ہیں چنانچہ انھوں نے اردو لغات اور پڑھے لکھے زبان بولنے والوں کے برخلاف اسے میم کے فتحہ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

173- معجم میں ہے: قرآن کی تفسیر پوچھنے والا، یہ معنی اردو لغات اور اہل زبان کے خلاف ہے، اس کا معنی ہے: کسی چیز کے بارے میں سوال کرنے والا، تشریح چاہنے والا، اردو اور عربی دونوں زبانوں میں یہی معنی ہے۔

174- معجم میں میم مضموم، اور میم مفتوح وطا مشدد کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، یہ اعراب اردو میں متعارف نہیں ہے۔

175- شفیع شیخ کے مقالے میں میم کے فتحہ کے ساتھ ہے جو کہ غلط ہے، انھوں نے تغیر کا حکم لگانے میں جلد بازی کا مظاہرہ کیا۔

176- معجم میں ہے: ''یہ لفظ مرکب استعمال ہوتا ہے مشکوٰۃ المصابیح کے ساتھ''، جب کہ صحیح یہ ہے کہ اردو میں یہ لفظ اولاً تو بہت کم استعمال ہوتا ہے، دوسرے ہمیشہ مرکب ہی استعمال نہیں ہوتا۔ یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ ''مشکوٰۃ المصابیح''، علم حدیث کی مشہور کتاب ہے جو دینی تدریسی نصاب کا حصہ ہے، صاحب

معجم نے ذکر کیا ہے کہ ''مصابیح'' بھی اردو میں مستعمل ہے لیکن یہ لفظ نہ تو اردو لغات میں موجود ہے نہ ہی اہل اردو بولتے ہیں۔

177- اس سے محبوب کے چہرے سے بھی کنایہ کیا جاتا ہے۔شفیع شیخ کے مطابق میم کے فتحہ کے ساتھ بولا جاتا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔

178- عربی لفظ ہے، اردو میں قلیل الاستعمال ہے۔

179- ڈاکٹر شفیع شیخ کہتے ہیں کہ: یہ لفظ اردو میں صرف جنگ کے معنی میں ہی استعمال ہوتا ہے، وہ کہتے ہیں: لفظ ''معرکہ آرا''،یعنی جنگجو،انھوں نے علامہ اقبال کے اس مصرعے کو بطور استشہاد پیش کیا ہے:

تھے ہمیں ترے معرکہ آراؤں میں

دیکھیے: عربی زبان وادب کا اردو پر اثر، ص 141، یہ دونوں باتیں غلط ہیں؛ کیونکہ فیروز اللغات میں معرکہ: میدان جنگ، اور لفظ'' آرا'' فارسی اسم فاعل ہے معنی: آراستہ کرنے والا، اس طرح ''معرکہ آرا'' کا معنی ہوا وہ شخص جو اپنی شجاعت وجوانمردی سے میدان جنگ آراستہ کرتا ہے۔

180- اردو میں بطور اصطلاح داخل ہوا جیسے الف ممدودہ۔

181- عربی میں مواسات: دلاسا، باہم ہمدردی، اردو میں دوسرے معنی میں داخل ہوا۔معجم میں ہے:''اردو میں عربی معنی کے ساتھ داخل ہوا'' لیکن اس کا انگریزی مرادف: society, Fellowship, Good Action، مضبوط نہیں ہے۔

182- اردو میں عربی معنی میں ہی داخل ہوا، نیز فرصت کے معنی میں۔

183- معجم میں مذکور معانی میں بخیل وحریص شامل ہے، یہ ان مقامات میں شامل ہے جہاں غلطی سرزد ہوئی ہے۔

184- اردو لغات میں یہ لفظ ذال کے کسرہ کے ساتھ وارد ہوا ہے جیسا کہ فیروز اللغات میں ہے لیکن عام استعمال فتحہ کے ساتھ ہے، حتی کہ اردو کے بڑے شعرا نے اسے فتحہ کے ساتھ نظم کیا ہے، ذوق دہلوی نے اسے ''محرم، برہم'' وغیرہ قوافی کے ساتھ استعمال کیا ہے۔

185- اردو میں عربی معنی میں اس کا استعمال نادر ہے، رائج معنی ہے: محفل یا ذکر ولادت نبی ﷺ۔

186- صاحب نور اللغات وآصفیہ نے اسے صحیح عربی اعراب کے ساتھ نقل کیا ہے لیکن یا مفتوح مشدد کے ساتھ بولا جاتا ہے۔

187- عربی معنی یعنی: احکام الٰہی، شریعت، جبرئیل علیہ السلام، میں قلیل الاستعمال ہے۔

188- جب مونث ہوتو اس کا معنی ہوگا جو نثر کے مقابل ہو، ورنہ معنی ہوگا انتظام وانصرام۔

189- اردو میں اس کا معنی گھوڑے کی نعل تک محدود ہے۔

190- معجم میں ہے: ''اردو میں پیٹ پھولا ہوا کے معنی میں داخل ہوا'' یہ درست نہیں ہے، اردو میں زیادہ پھولنا کے معنی میں داخل ہوا۔

191- اردو میں عربی معنی میں ہی داخل ہوا، نفرت اور ناپسندیدگی کے معنی میں بھی آتا ہے۔

192- اردو میں نقد قیمت دینے کے معنی میں داخل ہوا، اگر مرکب نہ ہوتو نقد ادبی کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا، جیسے: نقد ونظر، نقد وتبصرہ۔

193- شفیع شیخ کے مقالے میں نون کے ضمہ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، لیکن فصیح استعمال میں اس پر اتفاق نہیں ہے۔ عوام الناس کی غلطی کا اعتبار نہیں ہوتا۔

194- اردو میں اس کا معنی ہے: بشارت دینے والا، ہراول، عربی معنی میں اس کا استعمال بہت ہی نادر ہے۔ اردو میں بطور اصطلاح تصوف بھی داخل ہوا۔

195- عربی معنی میں اس کا استعمال نادر ہے، اردو میں اس فرشتے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جو قبر میں مردہ سے سوال کرتا ہے۔

196- لفظ ''نشو'' کے ساتھ مرکب استعمال ہوتا ہے لیکن اردو لغات میں علاحدہ ذکر کیا گیا، اسی کی اتباع میں راقم السطور نے بھی علاحدہ ذکر کیا ہے۔

197- ناسور کی جمع ہے، لغات میں موجود ہونے کے باوجود اس کا استعمال نادر ہے۔

198- خارجی فرقوں میں سے ایک فرقے کے افراد، واحد: ناصبی۔

199- ناح ینوح نوحا و نیاحاً سے اسم مرہ، اردو میں عام طور پر مرثیے کے اشعار کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

200- صاحب معجم نے ''تحریری معاہدات'' تک اس کے معنی کو محدود کیا ہے پھر لفظ وثیقہ کے تحت لکھتے ہیں: ''اردو میں عربی معنی میں ہی داخل ہوا اور اس کی جمع وثائق ہے''۔

201- اردو میں عربی معنی کے ساتھ ہی داخل ہوا، اسی طرح موت سے بھی کنایہ کیا جاتا ہے۔

202- معجم میں اس کا معنی ہے: ملکی پیشہ، یہ تخصیص غلط ہے، اس کا معنی ہے: قومی، خانگی اور جو کچھ ملک سے منسوب ہو۔

203- فیروزاللغات میں الف کے ساتھ ''وغا'' لکھا گیا ہے۔

204- اردو میں عربی معنی میں ہی داخل ہوا مگر مضاف الیہ کی ضمیر کسی حالت میں بھی تبدیل نہیں ہوتی اور واحد، تثنیہ، جمع، مذکر ومونث سب کے لیے استعمال ہوتا ہے، معجم میں جو اس کا معنی دیا ہوا ہے ''الی آخرہ'' صحیح نہیں ہے۔

205- اردو میں '' آرام'' کے معنی میں داخل نہیں ہوا جیسا کہ صاحب معجم نے ذکر کیا ہے، اردو میں عربی معنی میں ہی داخل ہوا۔

206- صاحب معجم نے اس لفظ کے تحت لکھا ہے: ''اردو میں متبع سنت کے معنی میں داخل ہوا'' یہ عجیب وغریب بات ہے؛ کیونکہ اردو لغات اور اہل زبان اس معنی سے تو متعارف ہی نہیں ہیں، اردو میں عربی معنی ''محمد بن عبدالوہاب نجدی کا متبع یا ان کے افکار کو اپنانے والا'' میں ہی داخل ہوا۔

فصل دوم

لفظی یا معنوی یا دونوں قسم کے تغیرات پر مشتمل الفاظ

تمہید: موضوع کی اہمیت

زبانیں معاشرتی نظام کے تحت پروان چڑھتی ہیں۔ ان کی بقا اور خاتمہ اسی کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔ زبانیں معاشرتی نظام کے شانہ بشانہ ہی چلتی ہیں۔ معاشرت وثقافت کی طرح زبان میں تغیر وتبدل، حذف واضافہ، تصحیف وتحریف کا تسلسل قائم رہتا ہے۔ زبان کے دونوں پہلو: صوتی اور معنوی مسلسل تبدیلی اور ترقی کے مراحل سے گزرتے رہتے ہیں۔[1]

جس طرح فطرت کے تمام مظاہر قوانین فطرت کے تابع ہوتے ہیں اسی طرح زبانیں بھی اپنی نشو ونما اور ترویج وترقی میں ایک ثابت اور عام قوانین کے تابع ہوتی ہیں۔ زبانوں کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زبانوں میں جو تغیرات ہوتے ہیں وہ اتفاقاً نہیں واقع ہوتے بلکہ عمومی قوانین اور متعین اصولوں کے تحت وقوع پذیر ہوتے ہیں۔[2]

زبانوں میں تغیر وتبدیلی واقع ہونا ایک مسلمہ اصول ہے۔[3] لیکن تبدیلی کا یہ عمل اس وقت اور تیز ہو جاتا ہے جب دوسری زبان کے الفاظ کسی زبان میں داخل ہونے لگتے ہیں۔ ایک زبان

سے دوسری زبان میں الفاظ کا داخل ہونا بڑی اہمیت کا حامل ہے؛ کیونکہ زبانیں کسی بھی معاشرے کا آئینہ ہوتی ہیں جس میں تمام معاشرتی تبدیلیوں کا عکس جھلکتا ہے۔[4]

مندرجہ ذیل نقاط کے ذریعہ اس مطالعے کی اہمیت ملاحظہ کی جاسکتی ہے:

1- دو زبانوں کے درمیان الفاظ کا لین دین اس بات کا ثبوت ہے کہ دونوں قوموں کے درمیان کسی نہ کسی زمانے میں تعلقات قائم رہے ہیں۔

2- مستعار الفاظ کے مطالعے سے تعلقات کی نوعیت واضح ہوتی ہے؛ کہ یہ تعلقات اقتصادی نوعیت کے تھے یا دینی، علمی یا سیاسی نوعیت کے۔

3- مستعار الفاظ تاریخی آثار ونشانات کا تعین کرتے ہیں، انسانی ثقافت اور اس کی تقسیم کو واضح کرتے ہیں، ماضی میں انسانی روابط کے درمیان جغرافیائی ومعاشرتی تعلقات پر دلالت کرتے ہیں۔

4- ان الفاظ کی مدد سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ کس قوم نے کس سے کتنا اثر قبول کیا ہے اور کس پر کس حد تک اپنا اثر چھوڑا ہے۔ تاثیر وتاثر کی سرگرمی کسی قوم کے معیار اور متعین علمی وفنی میدانوں میں دوسری اقوام پر فوقیت کا اشارہ دیتی ہے۔

5- ان کی مدد سے علمی وفنی ایجادات وانکشافات کا سراغ لگایا جاتا ہے کہ ان کا وجود کب ہوا اور اس کا اصل منبع ومرجع کہاں ہے۔

6- مستعار الفاظ میں ہونے والے تغیرات تک اہم معاشرتی وتاریخی حقائق کے ذریعہ ہی رسائی حاصل کی جاسکتی ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ کسی لفظ کو اس معنی کے علاوہ جس کے لیے وہ وضع کیا گیا ہے کسی اور معنی میں استعمال کرنا استعمال کنندگان کے نفسیاتی گوشوں اور ثقافتی وفکری معیارات کی غمازی کرتا ہے۔ جیسے لفظ خلیفہ کو ''نائی'' کے معنی میں اور صلوات کو ''گالی'' کے معنی میں استعمال کرنا۔

اس طرح ان تغیرات کی تہ میں عائلی ومعاشرتی روابط کے دلائل بھی پوشیدہ ہوتے ہیں۔ مثلاً اردو میں لفظ ''خصم'' کا استعمال شوہر کے لیے ہوتا ہے جو کہ زوجین کے درمیان تعلقات کی نوعیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

7- صنعت وحرفت پر دلالت کرنے والے مستعار الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صنعت وحرفت بھی وہیں سے مستعار ہیں جہاں سے یہ الفاظ مستعار لیے گئے ہیں۔

تغیر کے اسباب

مستعار الفاظ میں تغیر و تبدل واقع ہونے کے بہت سے اسباب ہیں۔ کچھ اسباب ایسے ہیں جن سے لفظی و معنوی دونوں قسم کے تغیرات واقع ہوتے ہیں جب کہ بعض اسباب ایسے ہوتے ہیں جن سے ان دونوں میں سے کوئی ایک تغیر واقع ہوتا ہے۔ان اسباب کو اس بنیاد پر تین قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

1- تغیر کے عام اسباب

وہ اسباب جن کی وجہ سے مستعار الفاظ میں لفظی یا معنوی تغیر یا دونوں قسم کے تغیرات واقع ہوتے ہیں، ان میں اہم اسباب مندرجہ ذیل ہیں:

الف۔ سستی ان اسباب میں سب سے عام اور مضبوط سبب ہے۔

ب۔ سننے میں نقص۔

ج۔ سمجھنے میں نقص۔

ہ۔ اصل الفاظ کے تلفظ اور معنی سے متعلق عوامی روایات۔

اردو میں داخل ہونے والے عربی الفاظ میں جو تغیرات وقوع پذیر ہوئے ان میں مذکورہ اسباب نے اہم کردار ادا کیا ہے۔[5]

2- لفظی تغیر کے اسباب

جن اسباب کی بنا پر مستعار الفاظ میں لفظی تبدیلی واقع ہوتی ہے ان کی فہرست بہت طویل ہے۔جن میں مندرجہ ذیل اسباب اہم ہیں:

الف۔ مستعار الفاظ میں تغیر کا سب سے اہم سبب آلات نطق کا مختلف ہونا ہے۔مختلف اقوام میں آلات نطق مختلف ہوتے اور اسی بنیاد پر بعض اقوام خاص آوازوں کی ادائیگی پر قادر ہوتی ہیں جب کہ دیگر اقوام ان آوازوں کو ادا کرنے سے قاصر ہوتی ہیں۔

مثلاً عربوں کے آلات نطق بھ، پ، پھ، تھ، ٹ، ٹھ، جھ، چ، چھ وغیرہ حروف کی آوازوں

کی ادائیگی میں ان کی مدد نہیں کرتے۔ اسی طرح اہل ہند بعض عربی حروف کو ان کے صحیح مخارج و صفات کے ساتھ ادائیگی کی قدرت نہیں رکھتے جس کے باعث لامحالہ ان کی آوازیں جہاں تک ان کے آلات نطق ساتھ دیتے ہیں اسی مناسبت سے تبدیل ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ''القعب'' قابا ہو گیا اور ''عضلہ'' ادلہ سے بدل گیا۔

ب۔ آلات نطق میں معاشرتی اور ماحولیاتی تقاضوں کی مناسبت سے تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور اسی تبدیلی کے باعث مستعار الفاظ میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے جیسا کہ عرب ممالک میں ثا کی آواز تا سے، ذال کی آواز دال سے اور جیم کی آواز ہمزہ یا جیم قاہرہ (گاف) سے بدل گئی۔

ج۔ قریبی آوازیں بھی اس ضمن میں اپنا کردار ادا کرتی ہیں۔ جن کا اثر الفاظ کے تلفظ پر پڑتا ہے۔ مثلاً لفظ ''منبر'' اردو میں ''ممبر'' سے بدل گیا۔

د۔ لفظ میں حرف کا گر جانا لفظی تغیر کا ایک سبب ہے۔ عربی الفاظ میں ہمزۂ متطرفہ اردو میں حذف کر دیا جاتا ہے جیسے صحراء، بقاء، شفاء اور ضوء وغیرہ چنانچہ اردو میں یہ بالترتیب صحرا، بقا، شفا اور ضو لکھے جاتے ہیں۔

لفظ کے آخر کی مشدد آوازوں کا مخفف میں تبدیل ہونا بھی اسی قبیل میں شامل ہے۔ مثلاً خاص، ورد وغیرہ۔ نیز ہمزۂ متوسطہ کا حروف لین طویل میں تبدیل ہونا بھی اسی ضمن میں آتا ہے جیسے لفظ ''فأل'' اردو میں ''فال'' ہو گیا۔

یہ تمام یا ان میں سے اکثر چیزیں عام عربی بول چال میں پائی جاتی ہیں اور اس معاملے میں اردو زبان بڑی حد تک عربی کی عام بول چال سے قریب ہے۔ آوازوں میں تبدیلی اور الفاظ کے اندر ہونے والے تغیرات کے معاملے میں دونوں زبانیں بہت مشابہ اور کافی قریب ہیں۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ لسانی اصول اور اس کی کارکردگی دنیا کی تمام زبانوں میں ایک ہی ہے۔[6]

4- معنوی تغیر کے اسباب

عبدالواحد وافی رقم طراز ہیں:

> اکثر و بیشتر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب ایک لفظ کسی زبان سے دوسری زبان میں یا ایک لہجے سے دوسرے لہجے میں منتقل ہوتا ہے تو انھیں معاشرتی احوال کے مطابق

اس میں تبدیلی یا تحریف ہوجاتی ہے جن میں یہ لفظ منتقل ہوا ہے۔کبھی اس لفظ کا عام معنی خاص بن جاتا ہے،کبھی بعض معنوں میں محدود ہوجاتا ہےاور کبھی اس کا خاص مدلول عام ہوجاتا ہے۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس معنی کے لیے لفظ وضع کیا گیا ہےاس کے علاوہ کسی اور معنی میں مستعمل ہونے لگتا ہے۔ یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک لفظ اپنے مقام سے گر کر فحش کلام کی صورت اختیار کر لیتا ہےاور کبھی کوئی لفظ بلند ہوکر شریف اور پسندیدہ الفاظ کی منزل میں داخل ہوجاتا ہے اوراسی طرح مزید۔[7]

مذکورہ بالا اقتباس سے ایسے کئی اسباب کی طرف اشارہ ملتا ہے جن کی بنا پر مستعار الفاظ میں معنوی تغیر واقع ہوتا ہے۔اسی طرح کچھ ایسے اسباب بھی ہیں جو بذات خود کردار ادا کرتے ہیں۔مختصراًوہ اسباب ذکر کیے جا رہے ہیں:

الف۔ بسا اوقات لفظ کسی خاص معنی کے لیے مخصوص ہوجاتا ہےاور جن معانی کے لیے وہ لفظ وضع کیا گیا تھا ان میں سے کسی ایک یا مخصوص معنی پر ہی دلالت کرتا ہے جیسے لفظ''شراب'' خمر کے معنی میں،''مکان'' گھر کے معنی میں اور''میلاد'' نبی کریم ﷺ کی میلاد باسعادت کے ساتھ مخصوص ہوگیا۔

ب۔ بعض مرتبہ لفظ کی معنوی وسعت میں اضافہ ہوجاتا ہےاور جس معنی کے لیے عربی میں اسے وضع کیا گیا تھا اس کے علاوہ معانی پر بھی دلالت کرنے لگتا ہے جیسے لفظ''طرار'' اردو میں ''شاطر''اور''لڑائی میں آگے رہنے والا'' پر دلالت کرتا ہے۔

ج۔ کبھی کبھی لفظ جس معنی کے لیے وضع کیا گیا تھا اس کے علاوہ کسی اور معنی میں استعمال ہونے لگتا ہےاوراس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ جس معنی کے لیے وضع کیا گیااور جس معنی میں استعمال ہورہا ہے ان دونوں کے درمیان غیر شعوری معنوی ربط موجود ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ لفظ کا اصل معنی متروک ہوجاتا ہےاور جس معنی میں منتقل ہوا تھا وہی باقی رہ جاتا ہے جیسے لفظ''تکلیف''،تنگی اور مشکل کے معنی میں،لفظ''صدمہ''،غم والم،''رقت'' رونے اورنوحہ کرنے،''غلاظت'' گندگی اور نجاست کے معنی میں۔حال کی مناسبت سے محل کا نام رکھنا بھی اس قبیل میں شمار ہوتا ہے۔ جیسے

''دفتر'' آفس کے معنی میں، اور مسبب پر سبب کا نام رکھنا جیسے ''نزلہ'' زکام کے لیے، ''غصہ'' غضب کے لیے، ''بخار'' جسمانی حرارت (فیور) کے لیے۔

د۔ کبھی لفظ کے مدلول حقیقی اور اس مدلول میں جس میں لفظ منتقل ہوا ہے مشابہت ہونے کی وجہ سے بھی معنوی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے جیسے ''غرارہ'' اور ''عورت''۔

ہ۔ معنوی تغیر میں ایک سبب وہ ہے جس کی وجہ سے لفظ ''حکیم'' اپنے معنی موضوع لہ سے منتقل ہو کر فلسفی سے ڈاکٹر اور طبیب کے معنی میں بدل گیا کیونکہ اطبا فلسفہ پڑھاتے تھے اور یہ میدان کے ساتھ ہی خاص سمجھا جاتا تھا۔ اسی طرح حلاق ''حجام'' کے معنی میں بدل گیا؛ کیونکہ پہلے زمانے میں حلاق ہی حجامت کا کام انجام دیتے تھے۔

و۔ ایک سبب عربی قواعد سے عدم واقفیت بھی ہے۔ اردو میں بے شمار ایسے مستعار الفاظ پائے جاتے ہیں جو اپنے اصل معنی کے بجائے دوسرے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ اہل اردو سے یہ غلطی نہ ہوتی اگر وہ عربی قواعد سے واقفیت رکھتے چنانچہ اردو میں لفظ ''مشکور'' شاکر کے معنی، ''راشی'' مرتشی کے معنی، ''شائق'' معشوق کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح بہت سے جمع الفاظ کو واحد کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے جیسے اوقات، اوباش وغیرہ۔ اس قسم کی جو بھی غلطیاں سرزد ہوتی ہیں وہ عربی اصول وقواعد نہ جاننے کی وجہ سے ہوتی ہیں۔

صوتی ودلالتی (معنوی) تغیر کی اقسام

تغیر وتبدل کے اسباب بیان کرنے کے دوران لفظی ومعنوی تبدیلی کی مختلف اقسام کی طرف اشارہ کیا گیا۔ بیان کردہ اقسام کے علاوہ بھی بہت سے تغیرات ہیں جو اہل ہند کی جانب سے مستعار عربی الفاظ میں کیے گئے ہیں۔ وہ تمام اقسام مندرجہ ذیل ہیں:

1- جمع کو واحد کے معنی میں استعمال کرنا جیسے اساس اور اوقات۔

2- عربی الفاظ میں فارسی یائے مصدریہ کی اضافت جیسے مفردات میں ''زیادتی وصفاتی'' اور مرکبات میں ''خوش اخلاقی'' وغیرہ۔

3- مشدد کو مخفف کر دینا جیسے خاص، کیفیت۔

-4 متحرک کو ساکن کر دینا جیسے عفُو۔

-5 ساکن کو متحرک کر دینا جیسے عمداً۔

-6 لفظ سے بعض حروف کو حذف کر دینا جیسے تمییز کے بجائے تمیز۔

-7 عربی اصول کے مطابق نئے الفاظ مشتق کرنا جیسے یاس سے مایوس،عتاب سے معتوب اور عفو سے معاف۔

-8 مرکب کو مفرد استعمال کرنا جیسے علاحدہ۔

-9 فارسی الفاظ کی اضافت عربی الفاظ کی طرف کرنا جیسے کارخیر۔

-10 عربی الفاظ کی اضافت فارسی الفاظ کی طرف کرنا جیسے واقف راز۔

-11 عربی الفاظ کو فارسی صفات کے ساتھ متصف کرنا جیسے ثمر شیریں یعنی حلوہ۔

-12 فارسی الفاظ کو عربی صفات کے ساتھ متصف کرنا جیسے شاہ عادل۔

-13 فارسی ترکیب کے اعتبار سے عربی الفاظ استعمال کرنا جیسے اخلاق فاضلہ، تائید غیبی اور حمار عیسیٰ۔

-14 اگر مضاف الف لین پر ختم ہو تو اضافت کے وقت یائے مجہول کا اضافہ کرنا جیسے غذائے روح۔

-15 عربی الفاظ کو فارسی اوزان، ہیئت اور قواعد یعنی فاعل،صفت،ظرف،اسم تصغیر میں استعمال کرنا جیسے دولت مند،غمگین،طربناک، جفاکار،عدل پرور،صنم کدہ،طفلک وغیرہ۔

-16 عربی الفاظ سے فارسی مصدر بنانا جیسے فہمیدن۔

-17 عربی ہیئت پر فارسی الفاظ وضع کرنا جیسے نزاکت،تکثیر۔

-18 عربی سے نئے الفاظ بنانا جیسے نستعلیق۔

-19 غلط اوزان پر جمع بنانا جیسے علما کے وزن پر طلبا،وُرثا، جب کہ ان کی جمع فعلہ کے وزن پر طلبہ،ورثہ ہونی چاہیے۔

-20 الف کے بعد ہمزہ ساقط کر دینا جیسے فنا،بقا،ضیا۔

-21 لفظ کے آخری حرف کو مخفف کرنے کے بعد یا کا اضافہ کرنا جیسے حاجّ سے حاجی۔

22- فارسی میں الف ونون کا اضافہ کر کے جمع بنانا جیسے صاحبان، ساکنان۔

23- فارسی طریقے کے مطابق ''ہا'' کے اضافے سے جمع بنانا جیسے ذکرہا، فقہا۔

24- عربی الفاظ میں اردو سابقے لگانا جیسے باخبر، بے فائدہ، برحق، سرحد، ناراض، نومسلم، ہم وطن وغیرہ۔

25- عربی الفاظ کے ساتھ اردو لاحقے کا استعمال کرنا جیسے امام باڑہ، راحت بخش، نظر بند، فیل پا، کفر توڑ، علی گڑھ، سلاح دار، احمق پن، بیعانہ۔

26- اردو الفاظ میں عربی سابقے لگانا جیسے:

ذی	ذی ہوش
صاحب	صاحب تخت، صاحب جاگیر
صدر	صدر بازار، صدر بورڈ
لا	لاپرواہ، لاچار
اولو	اولوالعزمان

اردو الفاظ کے ساتھ عربی لواحق لگانا جیسے:

علامت جمع (الف ت)	باغات، بیگمات
علامت نسبت (الف نی)	برفانی
علامت کیف (یت)	نمکینیت

●

متغیر الفاظ

لفظ	اردو میں مستعمل معنی	عربی معنی / نوٹ
آبنوسی	سیہ، آبنوس لکڑی کا بنا ہوا	اردو ترکیب
آخری	آخر	اردو ترکیب
آراضی	زمین جائیداد	اصل: أراضي
آفاقی	عالمی، عالمگیر	اردو ترکیب
آفاقیت	وسعت، عالمگیریت	آفاق: افق کی جمع
آمریت	ڈکٹیٹرشپ	آمِر، حاکم
ابّا	باپ	اردو ترکیب
ابابیل	سیاہ رنگ کا چھوٹا پرندہ	جھنڈ، اس لفظ کا واحد نہیں آتا
ابتر	پریشان حال	کٹا ہوا، بے نام ونسب
ابتری	انتشار، غیر منظّم	اردو ترکیب
ابلقا	ابلق نامی پرندے کی ایک قسم	لفظی تصرف
ابلہی	سادگی، بیوقوفی	اردو ترکیب

ابلیسی	باطل	اردو ترکیب
ابلیسیت	شیطانیت	اردو ترکیب
اتحادی	حلیف، اتحادی	اردو ترکیب
اتفاقیہ	اچانک پیش آنے والا، اتفاقی امر	لفظی تصرف
اتہامی	بے بنیاد	اردو ترکیب
اثاثہ	ملکیت	سامان: فرش، مفروشات
اجارہ	بلاشرکت غیرے کسی چیز پر ملکیت	بدلہ دینا، مزدوری دینا
اجتماعیت	وحدت، اجتماعیت	جمعیت، سوسائٹی
اجتماعیات	علم الاجتماعیت	اردو ترکیب
اجرتی	اجیر، عامل	اردو ترکیب
اجلاس	اجلاس، میٹنگ	بٹھانا
اجنبیت	اجنبی پن	أجنبي: غیر ملکی
اجنّہ	جنّ کی جمع	جنین کی جمع
احتجاجی	احتجاج سے متعلق	احتجاج: دلیل دینا
احتشام	عظمت، جاہ وجلال	شرم کرنا، خاکساری
احتمالی	جس کا امکان ہو، امکانی	اردو ترکیب
احدی	سست، کاہل	اردو اشتقاق
اخبار	اخبار	خبر کی جمع
اخباری	اخبار سے متعلق، غیر مصدقہ	اردو ترکیب
اخبارات	اخبار کی جمع	اردو ترکیب
اختتامی	اختتامی، آخری	اردو ترکیب
اختتامیہ	اختتام پر مشتمل	اردو ترکیب
اختیارات	اختیار کی جمع	چننا، ترجیح دینا، پریس کی آزادی

اخراجات	خرچ	نکالنا، باہر کرنا
اخضری	زرد رنگ، زرد رنگ کا	اردو ترکیب
اخلاقیات	علم الاخلاق	اردو ترکیب
اخلاقیہ	اخلاقی رویہ	اردو ترکیب
ادارت	اخبار یا مجلّہ کی ادارت	ادارة : تدبیر، حکم، توجیہ
اداریہ	اداریہ (اخبار یا مجلّہ)	اردو ترکیب
ادبیات	آداب	اردو ترکیب
ادبیت	ادبی صفات وخصوصیات	اردو ترکیب
ادلہ	عضلہ	یہ لفظی تصرف کی ایک مثال ہے جو نطق میں فرق کی وجہ سے پیش آیا
ادویات	ادویہ کی جمع، دوائیں	اردو ترکیب
ادیبانہ	ادیب کے شایان شان	اردو اشتقاق
ارادت	حسن اعتقاد	ارادہ، اختیار، رغبت
ارادتاً	ارادے سے کرنا، بالا رادہ	اردو ترکیب
اراضیات	آراضی، زمینات	اردو جمع
ارتحال	وفات، انتقال	کوچ کرنا، سواری
ارجاع	رجوع، واپسی	لوٹانا
ارذال	رذیل وکمینے لوگ	عامۃ الناس، عوام
ارشاد	قول، بات	متوجہ کرنا، راستہ دکھانا
ارشادات	ارشاد کی جمع، اقوال	اردو ترکیب
ارضیات	علم طبقات الارض (جیولوجی)	اردو ترکیب
ارقام	کتابت، ترقیم	اردو اشتقاق
اِرم	جنت	ایک مشہور قوم

ازلی	دائمی، ہمیشہ باقی رہنے والا	اردو ترکیب
ازلیت	دائمی وابدی ہونا	اردو ترکیب
آسامی	کارندے، عمال	ّأسامي: جمع اسم
استادی	استاد بننا	اردو ترکیب، اصل: استاذ
استانی	خاتون استاد، معلّمہ	اردو ترکیب
استبدادیت	ظلم، ڈکٹیٹر شپ	اردو ترکیب
استحصال	غلط اور ظالمانہ استعمال	حصول، حصول کرنا، اس کی اصل استیصال ہے، تغیر لفظی کی مثال
استحضار	قوت حافظہ، اتقان	پکارنا، حاضر کرنا
استعماریت	نوآبادکاری	اردو ترکیب
استعمالی	قدیم، مستعمل، چاول کی ایک قسم	اردو ترکیب
استقبالیہ	استقبال کے لیے منعقد کی جانے والی تقریب	اردو ترکیب
اسلامیات	مطالعہ اسلام، اسلامی علوم	اردو ترکیب
اشارت	اشارہ کرنا	اشارة
اشاریہ	کتاب یا مقالے کی مفصل فہرست	اردو ترکیب
اشتراکیت	اشتراکیت (Communism)	سوشلزم (Socialism)
اشتعالک	غضب، غصہ	فارسی ترکیب ہے، قلیل الاستعمال ہے
اشتمالی	کمیونسٹ	عربی میں اشتمال مستعمل ہے جس کے معنی مشتمل ہونا، جمع کرنا
اشتمالیت	کمیونزم	اردو ترکیب
اشتہار	اشتہار، اعلان	برائی میں مشہوری، رسوائی
اشتہاری	اشتہار سے منسوب، بھاگا ہوا مجرم	اردو ترکیب

اشرافیہ	امرا، خواص	اردو اشتقاق
اصراف	اخراجات	اردو اشتقاق
اصلا (بلا تنوین)	مطلقاً، ہرگز	اصل میں، قطعی، حتمی (برائے نفی) اردو استعمال
اصلیت	حقیقت، اصل بات	اردو ترکیب
اضافیت	نسبتی، نظریۂ اضافت	اضافت کی طرف منسوب
اضطرابی	قلق	اردو ترکیب
اضمحلال	پژمردگی، سستی	منعدم ہونا، مٹنا
اطلاعاً	اطلاع دینے کے لیے	اردو ترکیب
اعتباری	قابل اعتماد	اردو ترکیب
اعتمادی	معتمد، قابل بھروسہ	اردو ترکیب
اعزاز	تعظیم، مرتبہ	مضبوط بنانا، ثابت کرنا، تقویت
اعزازی	تعظیمی، اعزازی	اردو ترکیب
اعزازیہ	اعزازی تقریب	اردو ترکیب
اعزا	اقربا، رشتہ دار	دوست، مکرم
اعلامیہ	سرکاری اعلان	اردو ترکیب، إعلام: خبر دینا
اعیانی	ماں باپ شریک بھائی بہن	اردو ترکیب
اغلامی	لواطت کرنے والا، اغلام باز	اردو اشتقاق
اِغوا	اغوا کرنا	گمراہ کرنا، بھٹکانا
افادیت	فائدہ مند ہونا	اردو اشتقاق
افراتفری	افراتفری، لاقانونیت	افراط وتفریط
افراد (زبر کے ساتھ)	اجتماعیت سے علاحدگی	خاص کرنا، تنہا ہونا
افطاری	افطار یا افطار کا کھانا	اردو ترکیب

افلاسی	غربت	دکنی زبان میں مستعمل ہے،اردو ترکیب
افواج	فوج کی جمع ،لشکر	جماعتیں
افواہ	افواہ	فَم کی جمع ،خوشبویات ،مسالا
افیونی	افیون استعمال کرنے والا	اردو ترکیب
اقبالی	کسی چیز کا اعتراف کرنے والا،اقراری	اقبال: متوجہ ہونا
اقتصادیات	علم الاقتصاد	اردو ترکیب
اقدام	آگے بڑھنا،نیت،کوشش	بہادری،شجاعت
اقدامات	پیش قدمی کرنا	اردو ترکیب
اقراری	اقرار کرنے والا	اردو ترکیب
اکتسابی	ذاتی محنت سے حاصل کرنے والا،کمانے والا	لدنی یعنی الہامی کے مقابلے میں
التجا	آرزو،حاجت کا سوال کرنا،طلب	پناہ چاہنا
التفات	مہربانی کرنا، مائل ہونا	توجہ کرنا
التوا	دیر کرنا	لپیٹنا
الجبرا	علم جبر و مقابلہ	الجبر و المقابلة
الجوع	شدید بھوک کی تعبیر	بھوک لگنا
الحال	اب، حالیہ	اردو ترکیب
اِلحان	اچھی آواز	اعراب میں غلطی
الحفیظ	دعا: اے اللہ ہماری حفاظت کر	اللہ کے ناموں میں ایک نام
الحق	حقیقت میں	اردو استعمال
الحمد	سورۂ فاتحہ	اردو استعمال
الزام	تہمت، الزام	زبردستی کرنا، لازم کرنا
الست (یا روزِ الست)	یوم تخلیق	قرآن کی آیت "أ لست بربکم" کی طرف اشارہ

الغرض	اختصار کے ساتھ	اردو استعمال
الفتنہ	شریر	اردو استعمال
القا	الہام	مارنا، پھینکنا
القصہ	مختصراً	اردو استعمال
القط	غلطی، کسی چیز یا تعلقات کا ختم ہونا	اردو استعمال
اللہ اللہ خیر سلا	اللہ کے فضل و کرم سے خیر و سلامتی سے ہوں	اردو استعمال
اللہ غنی	حیرت اور تکلیف کا اظہار کرنا	اردو استعمال
المختصر	مختصراً	اردو ترکیب
المیہ	سانحہ	آلم: تکلیف
الم نشرح	واضح	قرآن کی ایک آیت کا ٹکڑا، شرح: کھولنا
الٰہا	اے اللہ	فارسی حرف ندا
امانی	ٹھیکے کی ضد	أمنية کی جمع، معنی: امید
امتناع	پابندی	رکنا، باز رہنا
امتناعی	ممنوع	اردو ترکیب
امدادی	مدد کا	اردو ترکیب
امرائی	شریف	اردو ترکیب
امکانی	ممکن	اردو ترکیب
امّی	ماں، والدہ	اردو ترکیب
امیرانہ	امیر کی مانند	اردو ترکیب
امیری	مالداری، ثروت	اردو ترکیب
امینی	محکمہ خراج و محصولات میں ایک عہدہ	اردو ترکیب، أمیـن: معتمد، قابل بھروسہ

انتساب	نسبت، ربط	منسوب ہونا
انتشار8	متفرق ہونا،قلق	پھیلنا
انتظاری	انتظار	اردو ترکیب
انتظامیہ	شعبۂ تنفیذ، ایکزیکیٹیو	اردو ترکیب
انتقامانہ	بدلہ لینے کے طور پر	اردو ترکیب
انتہائی	آخری، آخری حد	اردو ترکیب
انجام	نتیجہ، خاتمہ، آخر، انتہا	أنجم و نجم: ظاہر ہونا
اندفاع	دور ہونا	شروع ہونا، گھسنا
انسب	بہترین، اچھا، زیادہ مناسب	اردو اشتقاق
انسداد	خاتمہ کرنا، روکنے کا بندوبست، بندش	بند ہونا
انسدادی	بندش لگانے والا	اردو ترکیب
انسیت	محبت، لگاؤ	اردو اشتقاق
انصرام	پورا ہونا، انتظام، بندوبست	کٹنا
انفار	لوگ، فوجی لشکر، غنڈے	نَفر کی جمع، تین سے دس تک کی جماعت
انفعال	شرمندگی، اثر پذیری	بھڑکنا، اضطراب، وقتی تاثر
انفعالی	شرمندگی والا، جلدی اثر قبول کرنے والا، جذباتی	اردو ترکیب
انفعالیت	جلدی اثر قبول کرنے کی کیفیت، ایجابی	اردو ترکیب
انقراض	مدت پوری ہونا، وقت معین	فنا، مٹ جانا
انقلاب	تغیر و تبدل، نئے نظام کا نفاذ	پلٹنا، بدلنا، لوٹنا
انقلابی	انقلاب سے منسوب، انقلاب برپا کرنے والا	اردو ترکیب

انکاری	انکار،منکر	اردوترکیب
انکسار	عجز،تواضع	منہدم ہونا،ٹوٹنا
انکساری	عاجزی،خاکساری،فروتنی	اردوترکیب
اوباشی	بدمعاشی،بدچلنی،آوارگی	اردوترکیب،أوباش: کم درجہ لوگ
اوقات (مونث)	حیثیت،بساط	وقت کی جمع9
اولوالعزمانہ	اولوالعزم کی طرح	اردوترکیب
اولوالعزمی	بلندہمتی،جرأت	اردوترکیب
اہالی موالی	مصاحبین،نوکرچاکر	اصل میں:الأهالي و الموالي ، اہل اور مولیٰ کی جمع
اہتمام	انتظام،بندوبست،سرانجام کرنا	کسی کام کا اہتمام کرنا
اہلیہ	بیوی	اہل کی طرف منسوب
ایراد	اعتراض،عیب جوئی	ذکرکرنا،آمدنی
ایزاد	زیادہ کرنا،اضافہ،زیادتی	اردواشتقاق
بالآخر	آخرمیں،آخرکار	اردوترکیب
بالاتفاق	متفقہ طورپر،متحدہوکر	اردوترکیب
بالاجمال	مختصرطورپر،اختصارکےساتھ	اردوترکیب
بالارادہ	قصداً،ارادےسے	اردوترکیب
بالاستقلال	مضبوطی سے،بذات خود	اردوترکیب
بالاشتراک	مشترکہ طورپر،ساجھےمیں	اردوترکیب
بالاعلان	اعلانیہ طورپر	اردوترکیب
بالانفراد	جداجدا،الگ الگ	اردوترکیب

بالتحقیق	بلا شک و شبہ، یقینی طور پر	اردو ترکیب
بالتخصیص	خصوصیت سے، خاص طور پر	اردو ترکیب
بالتصریح	صراحت سے، صاف صاف	اردو ترکیب
بالتفصیل	تفصیل سے، واضح طور پر	اردو ترکیب
بالخصوص	خاص کر، خاص طور سے	اردو ترکیب
بالعکس	برعکس، برخلاف	اردو ترکیب
بالعموم	عام طور پر، عموماً	اردو ترکیب
بالفرض	فرض کرتے ہوئے، مانتے ہوئے	اردو ترکیب
بالقابہ	اپنے تمام القاب و اعزاز کے ساتھ	اردو ترکیب
بالقصد	ارادے سے، جان بوجھ کر	اردو ترکیب
بالکنایہ	کنایتاً، اشارے سے، پوشیدہ طور پر	اردو ترکیب
بالمشافہہ	روبرو، آمنے سامنے	اردو ترکیب
بالمقابلہ	مقابلے میں	اردو ترکیب
بالمُقطَع	بغیر بھاؤ تاؤ کے	اردو ترکیب
بالمواجہہ	آمنے سامنے	اردو ترکیب
بالواسطہ	وسیلے سے، ذریعے سے	اردو ترکیب
بالیقین	یقیناً، یقینی طور پر	اردو ترکیب
بتمامہ	تمام، بالکل، سب	اردو ترکیب
بجنسہ	جوں کا توں، ہو بہو	اردو ترکیب
باغی	بغاوت کرنے والا، سرکش	باغٍ: ظالم، حد سے تجاوز کرنے والا
بحث	مباحثہ، لفظی تکرار	تعلیم، چھان بین، تلاش
بحثنا[10]	بحث کرنا، تکرار کرنا	بحث: سبق، لکچر، و بحث عن: تفتیش کرنا، نگرانی کرنا، اردو اشتقاق

بحران	تعطل، خراب صورت حال	طبی اصطلاح، لفظ کا جدید معنی[11]
بحریہ	بحری فوج	اردو ترکیب
بخارات	بخار کی جمع	اردو ترکیب
بخیلی	بخل، کنجوسی	اردو ترکیب
بدعتی	بدعت کرنے والا	اردو ترکیب
بدلا و بدلہ	انتقام، بدلہ	اصل میں بدل: عوض، مقابل
براعظم	خشکی کا وہ بڑا حصہ جس میں بہت سے ملک ہوں	اردو ترکیب
بربری	علاقۂ بربر، وہاں کا باشندہ	بربر کی طرف منسوب
بربریت	وحشت، وحشی پن، خونخواری	اردو ترکیب
برجی	برج کی تصغیر، چھوٹا برج	اردو ترکیب
برقی	بجلی کا	اردو ترکیب
بریّت	رہائی، نجات، آزادی	بریٔ: کسی چیز سے چھٹکارا، شفا پانا
بزّاز، بزازہ	پارچہ فروش، کپڑا منڈی	بِزازۃ (کپڑا بننے کی حرفت)
بزازی	پارچہ فروشی	اردو ترکیب
بساطی[12]	خردہ فروش	بساط کی طرف منسوب یعنی: چٹائی، بوریا
بِسمِل	زخمی، قربانی، عاشق زار سے کنایہ	اصل میں: بَسمَل ہے[13] جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا مخفف ہے
بصریات	علم البصریات	اردو اشتقاق
بطانہ	پگڑی کے نیچے باندھنے والا کپڑا، ٹوپی	استر، حاشیہ نشین
بغضی	بغض رکھنے والا، کینہ ور	اردو ترکیب
بغاوت	سرکشی، نافرمانی	اردو اشتقاق

بقرعید	عیدالاضحیٰ، قربانی کی عید	اردو ترکیب
بلغمی	وہ جس میں بلغمی خلط زیادہ ہو	اردو ترکیب
بلواو بلوہ	ہنگامہ، دنگا، فساد	اصل بلویٰ: مصیبت، بلا
بنائے	بنیاد، سبب	یہ لفظ ہمیشہ مرکب استعمال ہوتا ہے جیسے: بنائے دعویٰ، اصل: بناء: بنیاد
بلوری	بلور کی مانند، بلور کا بنا ہوا	اردو ترکیب، اصل: بَلُّور: شفاف پتھر
بندوق	بندوق	بندقية
بو	ابو	مرکب استعمال ہوتا ہے جیسے بوتراب
بیِّن 14؁	واضح	عربی میں یا کے زبر کے ساتھ
بیعنامہ	کسی چیز کی فروخت کی دستاویز	اردو ترکیب
تابعدار	تابع، مطیع، فرمانبردار	''دار'' فارسی لاحقہ ہے
تابعی	وہ مسلمان جنھوں نے صحابہ کو دیکھا ہو	یا مشدد کے ساتھ
تاجری	سوداگری، تجارت کا پیشہ	اردو ترکیب
تاکیدی	ضروری، سخت، اصرار کا	اردو ترکیب
تائیدی	تائید کرنے والا، امدادی	اردو ترکیب
تبادلہ	بدلی، ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا	اردو اشتقاق
تبدیلی	تغیر، تبدل	اردو ترکیب
تبرا	نفرت، لعن طعن، گالیاں	برات کا اعلان کرنا
تبرائی	لعن طعن کرنے والا، گالیاں بکنے والا	اردو ترکیب
تبعیت	اطاعت، تقلید، اتباع	تبعية: تابع ہونا
تبنّیت	گود لینا، لے پالک بنانا	اردو ترکیب
تجاری	تجارت سے متعلق	اردو ترکیب

تجرباتی	تجربہ پرمبنی، تجربی	اردو تجرباتی
تجزّی	تقسیم کرنا،ٹکڑے ٹکڑے کرنا، تجزیہ کرنا	فعل متعدی کی جگہ لازم کے استعمال کی مثال۔ اس کا استعمال عام ہے
تجزیاتی	تحلیلی	اردو اشتقاق
تجلا	چمک، روشنی، جلوہ، تجلی	اردو اشتقاق
تجویزی	مجوّزہ	اردو ترکیب
تحاشا	اس کا استعمال "بے" کے ساتھ ہوتا ہے جس کا معنی ہے بے حواس، اندھا دھند، لگاتار	اصل میں تحاشی ہے جس کا معنی ہے بچنا، گریز کرنا
تحریری	لکھا ہوا، تحریر سے متعلق	اردو ترکیب
تحریک	حرکت، ترغیب، حرکت دینا	متحرک کرنا
تحقیق	تلاش، معلوم کرنا، موکد کرنا	تحصیل، تنفیذ
تحقیقی	دریافت شدہ، یقینی، تحقیق سے متعلق	ترکیب اردو
تحیّۃ[15]	سلام کرنا	حامکسور
تخرجہ[16]	علم الاعداد کی اصطلاح	اردو اشتقاق
تخصیصی	تخصص سے متعلق	اردو ترکیب
تخمینہ	اندازہ، قیاس، اٹکل	عربی: تخمین
تخمینی	اندازے سے، تخمینے سے متعلق	اردو ترکیب
تخیل	تخیل	متعدی کا استعمال بمعنی لازم
تخیلاتی	وہمی	اردو ترکیب
تدریجی	آہستہ آہستہ، درجہ بدرجہ	اردو ترکیب
تربیتی	تربیت سے متعلق	اردو ترکیب
ترجمانی	ترجمان کا کام، شرح، تفسیر	اردو ترکیب

تردید[17]	انکار، نفی	مکرر کرنا، دہرانا
ترسیل	بھیجنا	اردو اشتقاق
تسامح	بھول، غلطی	سستی، بردباری
تسامحات	خطائیں، غلطیاں	اردو ترکیب
تسبی[18]	تسبیح	اصل میں تسبیح ہے
تسکین	تسلی، اطمینان، آرام	حرکت ختم کر دینا، ساکن کرنا
تسلی	اطمینان، راحت	تسلَی: تسلی پانا
تشخص	امتیاز، پہچان	دکھنا، نظر آنا
تشدد	سختی	طاقتور ہونا، مضبوط ہونا
تشریح	شرح، تفسیر	گوشت یا اس قسم کی چیز کاٹنا، پوسٹ مارٹم کرنا
تشریحی	تفسیری، مفصل، واضح	علم تشریح سے متعلق
تشریف	یہ لفظ احتراماً بولا جاتا ہے	شرف عطا کرنا
تشفی	تسلی، دلجمعی	تشفَی: صحت یاب ہونا
تشویش	پریشانی، اضطراب	غلطی سے دو چیزوں کے درمیان خلط ملط کرنا
تصانیف	مولفات، تصنیفات	تصنیف: درجہ بندی کرنا
تصاویر	تصویریں	تماثیل
تصدیع	دردسر، دکھ	متعدی کا استعمال بمعنی لازم
تصدیعہ	تکلیف، اضطراب	اردو ترکیب
تصریحی	صراحت کے ساتھ	اردو ترکیب
تصعید	اونچی جگہ پر چڑھنا	چڑھانا، بھاپ اڑانا
تصنع	بناوٹ، دکھلاوا	کسی کام میں مشقت اٹھانا

تصنیفات	کسی مصنف کی کتابیں	اردو ترکیب
تصویر	شبیہ، فوٹو	باب تفعیل کا مصدر، صورت بنانا
تعجیلی	عجلت کرنے والا	اردو ترکیب
تعریق	پسینہ نکلنا	پسینہ میں شرابور کرنا، تَعَرّق کے معنی میں
تعزیہ	ماہ محرم میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی یادگار کے طور پر بنائی گئی علامتی قبریں	دلاسہ و تسلی دینا
تعزیری	سزا سے متعلق	اردو ترکیب
تعشق	محبت	عشق کا دکھاوا کرنا
تعطیل	چھٹی	ٹھہرانا، روکنا، باز رکھنا
تعفّف	پاکبازی، تقویٰ	عفّ عفة و عفافا، بہ تکلف پاکباز بننا
تعقل	فہم، سمجھ	اردو استعمال
تعلقہ [19]	علاقہ، ملکیت، زمینداری	اردو اشتقاق
تعلّی	شیخی، برتری، بڑائی	بلند ہونا، بلند سمجھنا
تعلیقہ [20]	مال و اسباب کی ضبطی، قرقی	کتاب کا حاشیہ
تعمیری	تعمیر سے متعلق	اردو ترکیب
تعمیرات	عمارتیں	اردو ترکیب
تعمیل	حکم بجالانا، حکم کا نفاذ	عامل بنانا
تعویذ	تعویذ	پناہ دینا
تعویذی	تعویذ کی مانند یا اس سے متعلق	اردو ترکیب

تعیّش	عیش وعشرت	سامان عیش کے حصول کی کوشش کرنا
تعیّشات	سامان عیش وراحت	اردوترکیب
تعیناتی	تقرر	اردواشتقاق
تعین	مخصوص کرنا،مقرر کرنا	اردوترکیب
تغزل	غزل گوئی،عشقیہ مضامین بیان کرنا	عشق بازی کرنا،عورت کے ذکر پر مشتمل شاعری کرنا
تغیراتی	حالت تبدیلی	اردوترکیب
تفریح	سیر،دل بہلانا،دل لگی	خوش کرنا،فرحت بخشنا
تفریحاً	ازروئے تفریح ہنسی سے	اردوترکیب
تفصیلی	مفصل	اردوترکیب
تفضیلی	شیعوں کی ایک جماعت	اردوترکیب
تقاضا	طلب،واپسی کا مطالبہ کرنا،ضرورت	قرض خواہ کا قرض کی واپسی کا مطالبہ کرنا،الف مقصورہ کے ساتھ
تقاضے	مطالبات	اردوجمع
تقاریر	بیان،وعظ	تقریر: بیان، اثبات، فیصلہ کرنا، پختہ عہد کرنا،تاکید
تقدیر	قضاوقدر،قسمت	اندازہ لگانا، قیمت لگانا،اعتبار کرنا
تقدیری	تقدیر سے متعلق،قطعی بات	اندازے کا،فرض کیا ہوا
تقرر	مقرر کرنا، ملازم ہونا	کسی بات پر رائے کا متفق ہوجانا، ثابت ہونا
تقریب	محفل،رسم	قریب کرنا
تقریبات	رسومات،اجتماعات	اردوترکیب

تقریر	بیان، ذکر، وعظ	بیان، پختہ عہد کرنا، عزم
تقریری	زبانی، تقریر سے متعلق	اردو ترکیب
تقلیدی	تقلید سے متعلق (ائمہ کی تقلید کرنا)	روایتی
تقید	تدوین	بمعنی تقیید: مقید کرنا
تکلفات	آرائش وزیبائش، ٹھاٹ باٹ	اردو جمع
تکلیف	غم، مصیبت	سونپنا، تیار کرنا، بوجھ ڈالنا
تکملہ	ضمیمہ	تتمّہ
تکیہ [21]	سرہانے رکھنے کی چیز، ٹیک لگانا، قبرستان	اردو اشتقاق
تلازمہ	مضمون کی رعایت سے الفاظ کا استعمال	تلازم: دو چیزوں کا ایک دوسرے کے لیے لازم ہونا
تلاش وتلاشی [22]	چھان بین، تفتیش	اصل میں: تلاشٍ والتلاشی بمعنی گم ہونا، باب تفاعل
تماثل	برابر ہونا، مشابہ ہونا	مشابہت، مطابقت
تمازت	شدت کی گرمی، گرمی	تموز (جولائی) سے اردو اشتقاق
تماشاوتماشہ	کھیل، ناٹک، دکھاوا، تفریح	اصل: التماشي: ساتھ ساتھ چلنا [23]
تمت	پورا ہونا، اختتام	واحد وجمع، مذکر ومونث سب کے لیے مستعمل ہے
تمثیلی	مثال کے طور پر	اردو ترکیب
تمسک	وہ تحریر جو قرض کی سند میں قرض دار قرض خواہ کو لکھ کر دیتا ہے	التزام، پابند ہونا
تمکنت	شان وشوکت، غرور	تمکُّن: قدرت، اردو اشتقاق
تمکین	طاقت، مرتبہ، رتبہ	ثابت کرنا، ٹھہرانا، قدرت دینا
تمنا	خواہش، آرزو	اصل میں: تمنّی

تنازعہ	جھگڑا، فساد	تنازع: اختلاف باہمی
تناظر	پس منظر میں	مجادلہ کرنا، مقابلہ کرنا، مشابہ ہونا
تناوُل	کھانا کھانا	لینا
تنبیہ [24]	دھمکی، نصیحت، تنبیہ	بیدار ہونا، آگاہ ہونا
تنسیخ	منسوخ کرنا، باطل کرنا	اردو اشتقاق
تنقید	نقد، کھرے کھوٹے میں تمیز	اردو اشتقاق
تنقیدی	تنقید سے متعلق	اردو ترکیب
توارد	ایک شعر یا مصرع دو شاعروں کے ذہن میں آنا	باہم پہنچنا
توحُّش [25]	گھبراہٹ، وحشت، نفرت	وحشی ہونا
توقیع	شاہی فرمان، شاہی دستخط	دستخط
تولا	آل محمد ﷺ سے محبت رکھنا	اصل میں: التولّي: محبت رکھنا
تولائی	آل بیت سے محبت رکھنے والا، شیعوں کا ایک فرقہ	اردو ترکیب
توہین	بے عزتی	کمزور کرنا
تہذیب	شائستگی	لیاقت، تادیب، درستگی، صفائی
تہذیبی	شائستہ، مہذب	اردو ترکیب
تَہلُکہ [26]	ہلاکت، غارت گری، آفت	تَهلُكة: ہلاکت، خطرہ
تہنید	غیر زبان کے لفظ کو ہندی بنا لینا	ہندوستانی لوہے سے تلوار بنانا
ثالثی	حکم بنانا	اردو ترکیب
ثبوت	دلیل، شہادت، گواہی	بہادری، پائیداری، مضبوطی
ثیّبہ	وہ عورت جو کنواری نہ ہو	اصل: ثیِّب
جادہ	راستہ	اصل: جادّہ

جارحانہ	حملہ آورانہ، ظالمانہ	جارحة: عضو بدن، شکار کرنے والا پرندہ یا درندہ
جارحیت	چڑھائی، تشدد، ظلم	اردو ترکیب
جاسوسی	بھید معلوم کرنا، مخبری	اردو ترکیب
جائزہ [27]	معائنہ	بدلہ، انعام
جدیدیت	نشاۃ ثانیہ، نیا پن	اردو ادب کی معروف تحریک
جذامی	جو مرض جذام میں مبتلا ہو	اردو ترکیب
جذبات	دل کا جوش، احساسات	اردو ترکیب
جذباتی	جلد متاثر ہونے والا	اردو ترکیب
جذباتیت	جذبات پرستی، حساسیت	اردو اشتقاق
جذبہ	بہادری، روح، شعور	کشش، کھنچاؤ
جرّاب	موزہ	اصل: جراب بمعنی چمڑے کی تھیلی
جرّاحی	جراح کا پیشہ، ڈاکٹری	اردو ترکیب
جَرثومیات	علم جراثیم	جُرثومیات[28]
جرثومیاتی	علم جراثیم کے متعلق	اردو ترکیب
جِرح[29]	مناقشہ، سوالات	اصل میں الجَرح: طعن و تشنیع، عیب نکالنا
جُرمانہ	تاوان، مالی سزا	اردو اشتقاق
جُرمیات	علم تفتیش جرائم	اردو اشتقاق
جزو	حصہ، ٹکڑا	اصل: جزء
جعفری	ایک قسم کا گیندا (پھول)	اردو ترکیب
جعلی	نقلی	اردو اشتقاق
جعلیا	جعل ساز، فریبی	اردو اشتقاق

جغرافیائی	جغرافیہ کے متعلق	اردو ترکیب
جغرافیہ	جغرافیہ	اصل: جغرافیا
جُلّاب[30]	دست آور دوا	گلاب جل، میٹھا مشروب
جلابی	جس میں دست آور دوا شامل ہو	اردو ترکیب
جلاد	پھانسی دینے والا، جان لینے والا	کوڑے لگانے والا
جلادی	بے رحمی، سنگ دلی	اردو ترکیب
جلالی	غصہ ہونے والا، جلال والا، جلدی غصہ میں آنے والا	اردو ترکیب
جلاوطن	وطن سے نکلا یا نکالا ہوا	اردو ترکیب
جلاوطنی	دیس نکالا	اردو ترکیب
جلالہ	مارنے کا گھر	اردو ترکیب
جَلسہ	اجلاس، مجمع	ایک بار بیٹھنا
جلوسی	شاہی تخت نشینی سے نسبت رکھنے والا	مثل: سال ''جلوسی''
جلیلہ	''جلیل'' کا مونث	اردو ترکیب
جمالی	جمال کے متعلق	اردو ترکیب
جمالیات	حسن شناسی، فنون لطیفہ	اردو ترکیب
جَمِّ غفیر[31]	بھیڑ، ہجوم	ایسا مجمع جس میں ہر طرح کے لوگ ہوں
جمہوریت	جمہوریت	اردو ترکیب، جُمہُور: اکثریت
جنات	جن کی جمع	اردو ترکیب
جناتی	جن کے متعلق، شریر	اردو ترکیب
جناں	جنت کی جمع، بہشتیں	فارسی استعمال
جنسیات	علم جنسیات	اردو ترکیب

جنسیت	ہم جنس ہونا، یکسانیت	قومیت، وطنیت
جنونی	مجنوں، دیوانہ	جنون سے منسوب
جوابی	مقابل، مثال، جواب کے متعلق	اردو ترکیب
جُوق[32]	گروپ، لوگوں کی جماعت	اصل: جَوق
جَہاز	کشتی، ہوائی جہاز	اصل میں کسرۂ اول کے ساتھ، سازوسامان
جَہازی	کشتی میں سوار، جہاز سے متعلق	اردو ترکیب
جہیز	دلہن کو دیا جانے والا سامان	اصل: جِھاز
حاتم	سخی	سخاوت میں معروف شخص
حاجتی[33]	ضرورت مند، سائل	اردو ترکیب
حاجی	حج کرنے والا	اردو ترکیب
حارج	خلل انداز ہونے والا، مانع	گنہگار، تنگی پیدا کرنے والا
حاضرات	روحوں کو حاضر کرنا	اردو اشتقاق
حاضراتی[34]	جن بھوت کو بلانے والا عامل	اردو ترکیب
حاضری	موجودگی	اردو ترکیب
حافظہ	یادداشت	مونث حافظ
حاکمانہ	حاکم کی طرح	اردو اشتقاق
حاکمی	حکمرانی، سرداری	اردو ترکیب
حالات	احوال	گردش زمانہ
حالیہ	موجودہ وقت، قریب کا زمانہ	اردو ترکیب
حاملہ	حاملہ عورت	اصل: حامل
حامی	حمایتی، معاون	حامٍ: دفاع کرنے والا، محافظ، مددگار

حبشن	حبشی عورت	اردو اشتقاق
حجتی	جھگڑالو، لڑاکا	اردو ترکیب
حجریات	پتھروں کا علم	اردو ترکیب
حدادی	لوہار کی طرح، لوہاری	اردو ترکیب
حرّاف	مکار، عیار	تحریف کرنے والا
حرّافہ	''حراف'' کا مونث	اردو ترکیب
حرامی	بدذات، شریر، زنا کی اولاد	چور
حَربہ	حیلہ، بہانہ	آلۂ جنگ، جمع حراب
حرج	تعطل، تضیع اوقات	پیچیدگی، تنگی، گناہ
حرص	لالچ	بخل، اعتدال، اہتمام، پابندی
حرصا حرصی	دوسرے کے سامان کا لالچ کرنا	اردو ترکیب
حرصی	لالچی	اردو ترکیب
حریص[35]	لالچی	راغب، دلیر، بخیل
حریم	کعبہ کی باہری دیوار، مکان	خواتین، حرم، محرم کا کپڑا
حزنیہ	غم ناک	حُزن: غم، رنج
حسین[36]	حسن، خوبصورت	اردو اشتقاق
حَشمت	عظمت، شان وشوکت، دبدبہ	اصل میں حِشمت بمعنی وقار
حصار	قلعہ، احاطہ	روکنا، قید کرنا، گھیرا
حَضَر	سفر کی ضد، قیام	تمدن، باشندگان شہر، دیہات کی ضد
حضوری	حاضری، قربت، شاہی دربار	اردو ترکیب
حظ	لطف	قسمت، نصیب
حفاظت	نگرانی، پاسبانی	اردو ترکیب

حفظان (صحت)	صحت کی حفاظت اور بیماری سے بچنے کے اصول	اردو اشتقاق
حقہ	تمباکو پینے کا آلہ، ڈبہ	اردو اشتقاق
حکایتی	حکایت کے متعلق، حکایت بیان کرنے والا	اردو ترکیب
حکمتی	چالاک، ہوشیار، فلسفی	اردو ترکیب
حکمی	یقینی	اردو ترکیب
حکیمی	طبابت، حکیم کا پیشہ	اردو ترکیب
حلفی	قسمیہ	اردو ترکیب
حلفیہ	قسم کھا کر دیا ہوا بیان	اردو ترکیب
حلوا	مٹھائی کی ایک قسم	اصل: حُلوٌ بمعنی میٹھا
حلوائی	مٹھائی بنانے والا	الحلوىٰ میں ایک لغت حلوا بھی ہے
حُلیہ	سراپا، شکل وصورت، زیور	زیور، اصل: حِلیَة
حمایتی	معاون، مددگار	اردو ترکیب
حُمقا	احمق کی جمع	اصل میں حا کے فتحہ کے ساتھ [37]
حملہ	چڑھائی، دھاوا	جنگی حملہ کے معنی میں مستعمل
حمیت	غیرت	بہادری، تعصب
حِنا	مہندی	اصل: حَنَّاء
حنائی	مہندی کا رنگ، مہندی لگے ہاتھ	اردو ترکیب
حواصل	ایک سفید آبی پرندہ	حوصلة کی جمع: پرندے کا معدہ
حوالات	قید خانہ، حراست	اردو ترکیب
حوالاتی	حوالات میں رہنے والا، ملزم	اردو ترکیب

حوالہ	سپردگی، مرجع	چیک جس کے ذریعے رقم منتقل کی جائے
حوصلہ	بہادری، ہمت، جرأت	اصل میں: پرندے و کیڑے کا معدہ
حویلی	محل، عالی شان مکان	اصل میں: حوالی
حیاتیات	جانوروں و پودوں کا علم	اردو ترکیب
حیاتین	وٹامن	اردو ترکیب
حیدری	شیعوں کا ایک فرقہ	اردو ترکیب
حیص بیص	شور غوغا، لڑائی جھگڑا	اردو میں صاد ساکن ہے
حیطہ	چاردیواری، احاطہ	عربی میں احتیاط سے ماخوذ
حیوانیات	علم الحیوان، زولوجی	اردو ترکیب
خادمان	خادم کی جمع	فارسی کے قاعدۂ جمع کے مطابق
خادمانہ	خادم کی مانند	اردو ترکیب
خارجہ	باہر کا، خارج شدہ، نکالنا	مونث خارج
خاصا[38]	عمدہ، برا نہ بھلا، امیروں کا کھانا	اردو اشتقاق
خاصان	خاص لوگ، خاص کی جمع	فارسی جمع
خاصی	اچھی، متوسط، نہ بھلی نہ بری	اردو ترکیب
خالصہ	خالص، سکھوں کی فوج	اردو ترکیب
خالو	خالہ کے شوہر	اردو اشتقاق
خبطی	پاگل، سودائی، دیوانہ، مجنوں	اردو ترکیب
خجالت	شرمندگی، ندامت، خجلت[39]	اردو ترکیب
خدشہ	شک، خطرہ، خوف	نشان
خدشات	شکوک، خوف، خطرات	خدشہ کی جمع
خدع	فریب کرنا، دغا کرنا	اصل: خداع

خدمتی	خدمت گار، نوکر، نذرانہ	اردو ترکیب
خرابات	شراب خانہ، جوا خانہ	خرابہ کی جمع
خراباتی	شراب خوار، جواری	اردو ترکیب
خرابی[40]	نقص، عیب، بگاڑ	اردو ترکیب
خرّاٹا[41]	سونے کی حالت میں خرخر کی آواز	اردو اشتقاق، اصل: خریر
خراد[42]	لکڑی یا لوہا چھیلنے کا آلہ	اصل: خراط
خرادی	خرادنے والا	فارسی میں را مشدد ہے
خرچ	خرچ[43]، نفقہ	اصل: خرج
خریطہ	تھیلا	نقشہ
خریطی	چھوٹا تھیلا	اردو ترکیب
خزانچی	خزانہ رکھنے والا، خزانے کا نگراں	اردو ترکیب
خسیسی	بخل	الخسة و الخساسة: کمینگی
خصائل	خصلتیں، عادتیں	خصائل خصلة کی نہیں خصیلة بالوں کی لٹ کی جمع ہے
خطابیات[44]	فن خطابت، علم اصول خطابت	اردو ترکیب
خطاطی	خوش نویسی، کتابت	اردو ترکیب
خطرہ	خوف، اندیشہ، ڈر	عربی میں: ایک بار، وقت
خطہ	علاقہ، صوبہ	الخِطة و الخُطة دونوں کا معنی ایک ہی ہے: منصوبہ
خطیر	کثیر، بڑا، بہت	اہم، مہتم بالشان، خطرناک
خفاء	پوشیدگی، راز	اصل: خَفاء
خفقانی	مجنوں، وحشت زدہ	الخفقان: نبض اور حرکت
خفیفہ	چھوٹی	معمولی، حقیر

خفیہ	پوشیدہ	اردو اشتقاق
خلاصی	چھٹکارا، نجات	اردو ترکیب
خلاّصی 45	حمال، قلی	اردو اشتقاق
خلافیات	مختلف فیہ معاملات ومسائل	اردو ترکیب
خِلوتی	دلی دوست، رازدار	خلوۃ بمعنی گوشہ نشینی
خلوص	اخلاص	عربی میں بمعنی صفائی و پاکیزگی
خلیق	خوش اخلاق	لائق، مستحق
خمسہ	پانچ مصرعوں والے بند کی نظم	پانچ
خمیر	ترش آٹا	ترش، ترش آٹے کی روٹی
خمیری	خمیر سے بنی ہوئی روٹی	اردو ترکیب
خَنجر	چاقو، چھرا	خامکسور
خواص (بلاتشدید)	خصوصیات	خاصّۃ کی جمع خواصّ
خواص (واحد مونث)	باندی، لونڈی، کنیز	مقربین، حواری
خواصیں	کنیزیں	اردو جمع
خیالات	افکار	اوہام، تخیلات
خیرات	صدقات، نیکیاں	اچھا کام، محصولات
خیراتی	خیرات سے منسوب، مفت کا	اصل: خیري
خیرسلاّ	خیر وعافیت، مزاج پرسی	عوامی زبان کی مثال، اصل: خیر وصلاح
خَیلا	لغو، بے ہودہ، بے وقوف	خُیلاء: تکبر، غرور
خیلاپن	حماقت، بے سلیقگی	اردو ترکیب
خیمگی	خیموں میں رہنا	اردو ترکیب
داخلہ	دخول، مدرسے میں داخل ہونا	باطن، ضمیر، دل

دائمی	مستقل	اردو ترکیب
دبدبہ	ہیبت، رعب، شان وشوکت	سخت زمین پر گھوڑے کے ٹاپوں جیسی کوئی بھی آواز
درسی	پڑھانے سے متعلق	اصل: دراسي
درسیات	نصابی کتب	اردو ترکیب
دَستور (دال مفتوح)	طرز، رواج، آئین	بضم الاول
دَستوری	فیس، کمیشن، اجازت	دستور کی طرف منسوب
دعائیہ	دعا کی طرف منسوب	اردو استعمال
دعوتی	دعوت سے متعلق	اردو ترکیب
دغدغہ[46]	خوف، خطرہ، گدگدی	گدگدانہ
دفتری	دفتر یا دفتری مشغولیات سے متعلق	کاپی، رجسٹر
دفعات	قانونی فقرے یا نمبرات، قانونی شق	دفع: جذب کی ضد
دفعہ	قانونی فقرہ یا نمبر، قانونی شق	اردو استعمال
دفعتاً	اچانک	بضم الاول
دفعیہ	علاج، توڑ، دفع کرنے کی تدبیر	اردو ترکیب
دقیانوس	پرانے خیال کا، فرسودہ	قدیم یونانی طبیب
دقیانوسی	قدیمی، پرانا	اردو ترکیب
دَلالی (لام غیر مشدد)	سودا کرانے والا، بھڑوا[47]	پہلا لام مشدد
دُلدل[48]	ذوالجناح	خاردار چوہا، ریت کا سلسلہ
دوائی	دوا	دوا سے متعلق
دولت	دھن، مال	دولة: حکومت، سلطنت
دہشت	ڈر، خوف، خطرہ	دَہِش، دُہِش: متعجب رہنا، حیران رہ جانا

دیانت	امانت	دیانۃ: دین، مذہب
ڈیرہ	مسکن	دیـارۃ سے تبدیل ہو کر بنا ہے جو کہ دار کی جمع ہے
دیوانی	عدالت کی ایک قسم	دیوان: مجلس، شاہی دفتر
ذاتیات	ذاتی معاملات	اردو ترکیب
ذرا	تھوڑا، بہت کم	ذرۃ: کسی بھی عنصر کا سب سے چھوٹا عنصر
ذومعنی	دومعنوں والا	اصل: ذو معنیین
راشی	رشوت لینے والا	رشوت دینے والا
رجائی	پرامید	رجاء کی طرف منسوب
رجائیت	تصویر کا روشن پہلو دیکھنا	اردو ترکیب
رجحان	میلان، توجہ	راجح، افضل
رجولیت	مردانگی، قوت تولید	اصل: رجولۃ، اردو ترکیب
رِحل	لکڑی کی ایک چیز جس پر قرآن شریف رکھ کر پڑھتے ہیں	رَحل: زین، کجاوہ
رَحم	رحمت، عفو، بخشش	رَحُم: بچہ دانی، رشتہ داری
رُخصتی	وداع، وداع کے وقت دیا جانے والا ہدیہ	رخصۃ: اجازت
ردعمل	جوابی عمل	اردو ترکیب
ردّی	خراب، ناکارہ، نکما	اصل: ردیءٌ
رزّاقی[49]	رزق دینا	اردو ترکیب
رزّاقیت	رزاق کی صفت	شاید کہ اردو اشتقاق
رسالہ	مجلّہ، چھوٹا لشکر	خطاب
رسائل	مجلّات، چھوٹے لشکر	خطابات

رسم	نقش، عادت، طور و طریق	تصویر، صفت، اثر، ٹیکس
رسمی	رواجی، رواج کے مطابق	اردو ترکیب
رسوم	روایات	جمع: رسم
رشوتی	رشوت لینے والا	اردو ترکیب
رضائی	لحاف، گدڑی	اردو ترکیب
رضاعی	دودھ شریک بھائی بہن	اردو ترکیب
رعایتی	وہ شخص جس کے ساتھ کچھ رعایت کی جائے	رعایۃ: توجہ، حمایت
رعنا	خوبصورت، خوشنما، ایک قسم کا پھول	مونث ارعن: ناسمجھ، بودا
رعنائی	خوبصورتی، خود آرائی	اردو ترکیب
رعونت	غرور، گھمنڈ، شیخی	غصہ، بیوقوفی
رعیتی	رعیت سے متعلق	اردو ترکیب
رفاہی	رفاہی کام	اردو ترکیب
رفیقاں	رفقا	فارسی جمع
رقابت	مخالفت، محبت میں شرکت	نگرانی، نگاہ رکھنا
رقاصی	رقص	اردو ترکیب
رِقاع	ایک قسم کا خط	سوتی کپڑے کے ٹکڑے
رقعہ	رقعہ، خط، جمع رقعات	حصہ، ٹکڑا
رقمی	نشان کیا ہوا، لکھا ہوا	اردو ترکیب
رقوم	اموال	ہندسے، گنتی
رقیباں	ایک معشوق کے کئی عاشق	فارسی جمع، الرقیب: نگراں
رکابی	تھالی، طشتری، طبق	رکاب: سواری، زین میں پاؤں رکھنے کی جگہ
رکنیت	رکن ہونا، ممبری	رکن: کونہ، سہارا، بنیاد

رُمّانی	انار کے رنگ کا	اردو ترکیب
رواجی	رسمی، معمولی، رائج	اردو ترکیب
روایتی	کسی بات کی نقل	اردو ترکیب
روضہ	قبر، وہ قبر جس پر گنبد بنا ہو	سبزہ زار، چراگاہ، باغیچہ
رویہ	طریقہ، دستور، سلوک	ممکن ہے اس کی اصل روِیة: توقف کرنا، غور کرنا
ریاضتی	جفاکش، محنتی، زاہد	اردو ترکیب
ریاضی	علم حساب	جسمانی ورزش سے متعلق
ریاضیاتی	علم حساب سے متعلق	اردو ترکیب
زحمت	تکلیف، تھکن، مضائقہ	زحمة: ہجوم، بھیڑ
زراعتی	کاشتکاری سے متعلق	اردو ترکیب
زعفرانی	زعفران کے رنگ کا	اردو ترکیب
زلّہ	بچا ہوا کھانا	شادی، ولیمہ
زمانہ	حرکت فلکی کی مقدار، وقت، مدت، وقفہ	اردو اشتقاق
زمزمہ	ترنم، نغمہ، ترانہ، گیت	شیر اور بجلی کے کڑکنے کی آواز
زندیقی	الحادی، کفریہ	اردو ترکیب
زیادتی	کثرت، ظلم، سرکشی	اردو ترکیب
زید	ایک مستعار نام برائے مثال	
سابقہ	قدیم جان پہچان، معاملہ	مونث: سابق: آگے، گزشتہ
ساحری	جادوگری	اردو ترکیب
سادات	حسن و حسینؓ کی اولاد	سادة: سردار، اہل سیادت
ساقیا	اے ساقی	فارسی میں ندا کے لیے اخیر میں الف کا اضافہ کرتے ہیں

ساکناں	باشندے، مکین	ساکن کی فارسی جمع
سالمہ	مادے کا چھوٹے سے چھوٹا ٹکڑا	اردو اشتقاق
سالمی	سالمے سے متعلق	اردو ترکیب
سالمیت	یکجہتی، سلامتی	اردو ترکیب
سانحہ	صدمہ پہنچانے والا واقعہ، جمع سانحات	موقع
ساہول[50]	معمار کا دیوار کی کجی معلوم کرنے کا آلہ	اصل: شاقول
سَبَق	درس	سبُق: تقدم، اولیت
سبقت	تقدم، اولیت	سبُق
ستّاری	پردہ پوشی، ستار کی صفت	اردو ترکیب
سحری	سحور، سحر گہی	اردو ترکیب
سریر	تخت شاہی، مسند، گدی	تخت، خواب گاہ، بستر
سطحیت[51]	گھٹیا پن	گہرائی کی ضد
سفارتی	سفارت سے متعلق	اردو ترکیب
سفاکی	خوں ریزی، بے رحمی، ظلم	اردو ترکیب، سفك الدم: خوں ریزی کرنا
سفری	سفر سے متعلق	اردو ترکیب
سِفلہ	کمینہ، رذیل	سفلة الناس: کمینے لوگ (اسافل)[52]
سفلہ پن	کمینگی، چھچھور پن	اردو ترکیب
سِفلی[53]	جادو، کمینگی	سُفلي: بلندی کی ضد
سقاوہ[54]	پانی کی ٹنکی	السقاية: سین کے زبر و پیش کے ساتھ
سقّہ	بھشتی، پانی لانے یا پلانے والا	اصل: سقاء
سکنات	حرکت کی ضد، ٹھہرنا	بفتح الثانی

سُکنی	قابل رہائش	مصدر
سکہ	کرنسی، ڈھلا ہوا	جس میں سکے کو ڈھالا جائے
سلامت	عافیت، اعتدال، محفوظ	سلام، امن
سلامتی	خیریت، محفوظ ہونا	اردو ترکیب
سلامی	تعظیم، سپاہ کا ہتھیار اٹھا کر تعظیم دینا	سلام سے متعلق، اردو ترکیب
سماجت	منت، شرمندگی، خوشامد	سمج: بدنما ہونا
سن	سال، عمر	اصل: سنة
سند	سرٹیفکیٹ، تصدیق نامہ	ستون، بنیاد، دستاویز
سنداً	بطور دلیل ومثال	اردو ترکیب
سِوا	علاوہ	اصل: سوی
سَوالی	مانگنے والا، سوال کرنے والا	سُوال: پوچھنا، طلب کرنا
سوالات	سوال کی جمع	اردو استعمال
سوائے	علاوہ، بجز	سوی
سودا	شغف، عشق، جنون	مالیخولیا، اسود کا مونث، اخلاط اربعہ میں سے ایک
سودائی	دیوانہ، پاگل، جنونی آدمی	اردو ترکیب
سوقیانہ	بازاری	اردو اشتقاق
سیّاحی	سیاحت	اردو ترکیب
سیاسیات	علم السیاست	اردو ترکیب
سیدانی	سادات کی عورت، سید کی بیوی	اردو ترکیب
سیفی	وردخاص، ایک جلالی دعا	تلوار سے متعلق
سینی	دھات کا بنا ہوا خوان یا کشتی	صينية
شاعرانہ	مبالغہ آمیز کلام، شاعر کے طریقے پر	اردو ترکیب

شاعری	شعر گوئی	اردو ترکیب، اصل: الشعر
شاغل	مشغول، خدا کا ذکر کرنے والا	کھیلنے والا، جو کسی چیز کو مشغول کر دے
شامَت	بدنصیبی، آفت	شآمة: نحوست
شاملات	مشترک ملکیت	شامل: جامع، کامل، عام
شاملاتی	مربوط، لپٹا ہونا	اردو ترکیب
شامی	ملک شام کا، کباب کی ایک قسم[55]	شام کی طرف منسوب
شاہدی	شہادت، گواہی	اردو ترکیب
شائق	مشتاق، آرزومند	شوق دلانے والا
شائقین	شوق رکھنے والے، شائق کی جمع	عربی: مشوقون
شباہت	شکل وصورت، مشابہت	مماثلت
شجرہ	نسب نامہ	اصل: شجرة، درخت
شُحنہ[56]	محافظ شہر، کوتوال	شحن يشحن: سے بھرنا، لادنا
شراب	شراب، نشہ آور عرق	پی جانے والی چیز
شرابی	شراب پینے والا، مے نوش	اردو ترکیب
شرارت	بدی، ایذارسانی، بدنیتی، شوخی	اردو اشتقاق
شرارتی	شریر، شاطر	اردو ترکیب
شربت	شربت، جوس	شَربة و شُربة: گھونٹ
شربتی	زرد یا نارنجی رنگ سے ملتا ہوا رنگ، آنکھ کی خوبصورتی کا استعارہ	اردو ترکیب
شرطیہ	اقراری، شرطی، وہ جملہ جو شرط اور جزا سے مل کر پورا ہو	اردو اشتقاق
شِرکت	شامل ہونا، شمولیت	شَرِكة و شِركة بمعنی کمپنی
شروعات	ابتدا، آغاز	اردو ترکیب

شریفہ	ایک قسم کا پھل	مونث شریف
شطرنجی	ایک قسم کا سوتی کپڑا، دری	اردو ترکیب
شُعبَدہ	جادو سے متعلق، ہنر، دھوکا	شعبذة، شعوذة
شُقّہ	وہ رقعہ جو بادشاہ اپنے امرا کو کسی ضروری امر کے لیے لکھے	مسافت
شکایات	شکوہ، گلہ	اردو ترکیب
شکرانہ	شکریہ، بطور شکر	اردو ترکیب
شکریہ	کسی کے احسان کا تعریف کے ساتھ اظہار	اردو ترکیب
شِکوہ	شکایت	اصل:شَکوی
شکّی	وہمی، شبہ کرنے والا، غیر یقینی	اردو ترکیب
شکیل	حسین، خوبصورت، وجیہہ	اردو اشتقاق، شکل سے
شکیلہ	''شکیل'' کا مونث	اردو اشتقاق
شلّ	حرکت پر عدم قدرت، تھکا ماندہ، بے حس	مصدر شَلَّ: شل ہونا
شمامہ	خوشبو، خوشبو کی گولیاں	شمّام: خربوزہ
شمول	شمولیت، مشارکت، ملنا جلنا	شامل ہونا، مشتمل ہونا
شمولیت	مشارکت	اردو ترکیب
شوقین	صاحب شوق، خواہش مند، عادی	اردو اشتقاق
شوقیہ	دل بہلانے کے لیے، شوق سے	اردو اشتقاق
شومی (قسمت)	بدبختی، نحوست	اصل: شئوم نحوست
شہلا	سیاہ نرگس کا پھول	سیاہ آنکھوں والی
شے	چیز	شیٔ
شیخانی	شیخ کی بیوی	اردو ترکیب
شیخی	بڑائی، گھمنڈ، ڈینگ	اردو ترکیب

صابن	صابن	اصل: صابون
صاحبان	ساتھی	فارسی جمع
صاحبو	اے حاضرین جلسہ	مخاطب کرنے کے لیے، اردو اشتقاق
صاحبی	دور دورا، امیری، حکومت	اردو ترکیب
صاد	علامت تصدیق، اقرار	موافقت، اردو استعمال
صارف	خرچ کرنے والا، استعمال کنندہ	کرنسی بدلنے والا
صافہ	عمامہ	صف سے ماخوذ، اردو اشتقاق
صالحیت	صلاح، پرہیزگاری	اردو ترکیب
صبوحی	وہ شراب جو صبح کو پی جائے	اردو ترکیب
صَبوری	صبر	اردو ترکیب، الصبور: بہت زیادہ صبر کرنے والا
صحنچی	دالان کے پہلو میں بنایا جانے والا چھوٹا صحن	اردو ترکیب
صحنک	چھوٹا صحن، حضرت فاطمہؓ کی نیاز کا کھانا یا فاتحہ	عربی لفظ صحن کی فارسی تصغیر
صدارت	صدر نشینی	اردو ترکیب
صدر	میر مجلس، امیر	مقدم، سینہ
صدری	سینہ بند، ایک قسم کی مرزئی	سینے کے ساتھ خاص
صراحی 57ؐ	پانی رکھنے کا برتن	صراح: صاف، خالص
صرافی	روپے پیسے کا بیوپار	اردو ترکیب
صَرّافہ	صرافہ کا پیشہ، بینک	اصل: صِرافة
صَرفہ	خرچ، فائدہ	اردو ترکیب
صریحاً	کھلم کھلا، صاف، ظاہراً	اردو ترکیب
صریحی	واضح	اردو ترکیب

صَفّاصَفّا	بے آب و گیاہ، ویران	اردو ترکیب
صفاتی	عارضی، صفات سے متعلق	اردو ترکیب
صفائی	پاکیزگی، صاف ہونا، راستی	اردو ترکیب، صفاء
صفایا	بربادی، تباہی، قتل	اردو ترکیب
صلاحیت	قدرت، امکان، اہلیت	اختیار
صلبی	سگا، اصلی، حقیقی، نسلی	اردو ترکیب
صلعم	صلی اللہ علیہ وسلم	ﷺ کی جگہ لکھا جاتا ہے بولا نہیں جاتا
صلہ	بدلہ، انعام، تحفہ، اجر	تعلق، رابطہ
صنّاعی	صناعت	اردو ترکیب
صندلی	صندل کے رنگ کا، ایک قسم کی اونچی تپائی جو مخروطی شکل کی ہوتی ہے	اردو ترکیب
صَندوق	تابوت، بکس	بضم الاول
صندوقچہ	صندوق کی تصغیر، چھوٹا بکس	فارسی تصغیر
صندوقچی	صندوق کی اردو تصغیر	اردو ترکیب
صنعتی	جو چیز صنعت و حرفت سے تعلق رکھتی ہو	اردو ترکیب
صنوف	اصناف	اردو اشتقاق
صُوبہ[58]	ریاست یا ملک کا وہ حصہ جس میں بہت سے اضلاع شامل ہوں	اردو اشتقاق
صوتیات	آواز سے متعلق علوم و فنون	اردو ترکیب
صورۃً یا صورتاً	ظاہراً	شکل، ہیئت، نسخہ
صوفیانہ	سادہ، صوفی سے متعلق	اردو ترکیب
صیقل	جلا، صفائی، آب، چمک	تلوار کی تیزی اور چمک

صیہونی	یہودیت سے متعلق	اصل: صهيوني
صیہونیت	یہودیت، یہودیوں کی عالم گیر تحریک وطن	اصل: صهيونية
ضابطگی	قانون وضابطہ کے مطابق ہونا	الضبط: تبدیلی، تنظیم، تصحیح اور الضابطة: پولیس
ضابطہ	اصول، قاعدہ، نظام	انصاف وانتظام نافذ کرنے والی قوت، پولیس
ضامنی	کفالت، ذمہ داری	اردو ترکیب
ضبطی	قرقی، نگرانی، ضبط	اردو ترکیب
ضدّی	ہٹ کرنے والا، متعصب	ضد: برعکس، الٹا
ضرور	واجب، مطلوب، ضروری	ضرورة: حاجت
ضرورتاً	از روئے ضرورت، لازماً	ضرورة
ضعیف	کمزور، بوڑھا	کمزور، بیمار
ضعیفہ	بوڑھی عورت	کمزور و بیمار عورت
ضعیفی	بڑھاپا، کمزوری	اردو ترکیب
ضِلَع	ضلع	الضِلَع: پسلی، ہندسہ کی اصطلاح
ضمانتاً	کفالتاً، بطور ضمانت	اردو ترکیب
ضمانتی	ضامن، ذمہ دار	اردو اشتقاق
ضوابط	قواعد، قوانین	افواج برائے امن وسلامتی
طاغوتی	طاغوت سے نسبت رکھنے والا	اردو ترکیب
طاقچہ	چھوٹا طاق	فارسی تصغیر
طاقی	ایک قسم کی ٹوپی، بھینگا	اردو ترکیب
طائرانہ	پرندے کی طرح، سرسری	اردو ترکیب
طاؤسی	مور کا، مور کے رنگ کا	اردو ترکیب

طبّاع	غیر معمولی ذہین، تیز طبیعت	الطابع: طبیعت
طبّاعی	غیر معمولی ذہانت	اردو ترکیب
طَباق	بڑی رکابی، تھال	اصل: طبق
طبقاتی	طبقے یا جماعت سے متعلق	طبقي
طبلچی	طبلیا، طبلہ بجانے والا	اردو ترکیب
طبیعیاتی	علم الاجسام، فزکس	اردو ترکیب
طرّار	شاطر، چالاک	جیب کترا
طرّاری	زبان کی شوخی، چالاکی، عیاری	اردو ترکیب
طرازی	آراستہ کرنا	اردو ترکیب
طَرح (عموماً را مفتوح)	انداز، ڈھنگ، وہ مصرعہ جو مشاعرے میں غزل کہنے کے لیے بحر، ردیف و قافیہ بتانے کی خاطر مقرر کرتے ہیں	الطرح: ڈالنا، پھینکنا
طرحی	''طرح'' متعین پر کہے گئے اشعار	اردو ترکیب
طُرفگی	خوبی، عمدگی، عجوبہ پن، قدرت	فارسی طرز پر اردو جمع
طُرّہ	پگڑی کے اوپر کا سرا جو اٹھا رہتا ہے، مرغ کی کلغی کی طرح	پیشانی، سر کے اگلے حصے کا بال[59]
طشتری	رکابی، چھوٹی تھالی، پرچ	عوامی عربی میں: سُکُرُّجة
طعنہ	آوازہ کسنا، طنز کرنا	ایک بار وار کرنا
طفلاں	طفل کی جمع، بچے	فارسی جمع
طفلانہ	بچوں کی طرح، بچوں جیسی	اردو ترکیب
طفیلیا	طفیلی، بن بلایا مہمان	اردو ترکیب
طلا	سونا	تیل، روغن
طلائی	سونے کا بنا ہوا، سونا چڑھا ہوا	اردو ترکیب

طلایہ	طلیعہ کی جمع طلائع	تغیر لفظی کی ایک قسم ہے جس کا سبب آلہ نطق کا اختلاف ہے۔
طُلبا (طالب کی جمع)	طالبانِ علم	قواعد سے عدم واقفیت کی بنا پر ہونے والی تبدیلی، اصل: طلبة
طلبانہ	سپاہیوں وفوجیوں کا یومیہ	اردو ترکیب
طُمانیت[60]	دل جمعی، اطمینان، تسلی	اصل: طُمانية
طنّازی	شوخی، بے باکی، چالاکی، طنز، رمز	اردو ترکیب، طنز، غمزہ
طنبورہ	ایک قسم کا ستار، تان پورہ	اصل: طنبور
طنطنہ	رعب، غصہ، گھمنڈ	گھنٹی کی آواز، گونج
طوالت	طول، لمبائی	اردو ترکیب
طویلہ	اصطبل، گھوڑوں کا تھان	واو مجہول کے ساتھ بولا جاتا ہے[61]
طے	مقرر	طی: کسی چیز کے ضمن میں، اندر
ظالمانہ	ظلم سے بھرا ہوا، ظالم کی طرح	اردو اشتقاق
ظاہرا (بلا تنوین)	بظاہر	اردو ترکیب
ظریفانہ	ظرافت کا، ظریف کی طرح	اردو اشتقاق
ظلمی	ظالم، بے رحم، ستم شعار، جابر	اردو ترکیب
ظہرانہ	دوپہر کا کھانا	اردو اشتقاق
عاجزانہ	عاجزی سے، انکساری سے	اردو اشتقاق
عاجزی	عجز، انکسار، منت، سماجت	اردو ترکیب
عاد	وہ عدد جو ایک معلوم عدد کو پورا تقسیم کر دے	ریاضی کی اصطلاح
عادلانہ	انصاف سے، انصاف کے مطابق	اردو ترکیب
عارضہ	مرض، بیماری	عَرَض سے جوہر کی ضد

عارضی	تھوڑی مدت کے لیے، وقتی	اردو ترکیب
عارفانہ	عارف سے منسوب	اردو ترکیب
عاریتاً	قرضے کے طور پر، مانگ کر	اردو ترکیب
عاریتی	مستعار لی ہوئی چیز	اردو ترکیب
عاشقانہ	عاشقوں کی طرح	اردو ترکیب
عاشقی	عشق و محبت	اردو ترکیب
عاشورہ	محرم کی دسویں تاریخ	اردو ترکیب
عالمانہ	عالم کی طرح	اردو ترکیب
عامی (بلا تشدید)	جاہل، بازاری، ادنیٰ	بالتشدید
عامیانہ	جاہلوں کا، عوام کا، گھٹیا	اردو ترکیب
عباسی	ایک قسم کا پھول	اردو استعمال
عبوری	عارضی، وقتی، ہنگامی	اردو استعمال
عبیر[62]	ایک خوشبودار سفوف	تیز مہک
عجائبات	عجائب کی جمع انوکھی چیز	اردو ترکیب
عجوبہ	انوکھی، حیرت میں ڈالنے والی چیز	اصل: أعجوبة
عدالت	کچہری	اردو ترکیب
عدالتی	عدالت کے متعلق	اردو ترکیب
عدلیہ	عدالتی نظام	اردو ترکیب
عرس	کسی بزرگ یا مرشد کی سالانہ فاتحہ کی مجلس جو تاریخ وفات پر ہو	رخصتی، شادی
عرشی	عرش پر رہنے والے، فرشتے	عرش کے ساتھ خاص
عرصہ	زمانہ، اثنا	گھر کا صحن و آنگن[63]
عرضی	عریضہ، تحریری درخواست	اردو ترکیب

عرفیت	مشہور نام	اردو ترکیب
عریاں	ننگا، برہنہ، بے پردا	اصل :عریان
عریانی	ننگا ہونا، برہنگی	اردو ترکیب
عریانیت	ننگا پن	نظریۂ عریانیت
عشائیہ	رات کا کھانا	اردو اشتقاق
عشرت	خوشی، عیش ونشاط، حظ نفسانی	صحبت، ساتھ، میل جول
عشقیہ	عشق کی طرح	اردو ترکیب
عِشوہ[64]	ناز، معشوقانہ ادا، نخرہ	عَشوة: ظلم
عشیر	دسواں حصہ	رفیق، دوست
عصرانہ	سہ پہر کا کھانا، شام کی چائے وغیرہ	اردو اشتقاق
عضویات	وہ علم جس میں اعضا کے جسمانی افعال کا ذکر ہو	اردو ترکیب
عطّاری	عطار کا پیشہ، دوا فروشی	اردو ترکیب
عطائی	بے استاد، ذاتی کی ضد	اردو ترکیب
عطیات	عطا، بخشش، انعام	اردو ترکیب
عقبیٰ	آخرت، عاقبت	کسی کام کا بدلہ
عقلیات	علوم عقلیہ	اردو ترکیب
عقیل	دانا اور ذکی آدمی	عاقل
عقیلہ	دانا اور ذکی عورت	بیوی
عکّاس	مصوِر، فوٹو گرافر	عکس: الٹا، نقیض، ضد
عکسی	ارتکاز روشنی سے لی ہوئی تصویر	عکس کی طرف منسوب
علاحدگی (علیحدگی)	جدائی، تنہائی، خلوت	اردو ترکیب
علاحدہ (علیحدہ)	الگ، جدا، تنہائی میں	اصل :علاحدة: منفصل

علالت	بیماری، دکھ، روگ	اصل: علة، اعتلال
علتی	بری عادتوں والا، عیب دار، شریر	علة: مرض، سبب
علمیت	علم، علم ہونا	علمية: Scientism
علیک سلیک	صاحب سلامت، معمولی واقفیت	یہ دولفظ ہیں لیکن ایک لفظ کی طرح استعمال ہوتے ہیں
عمارتی	عمارت سے متعلق	اردو ترکیب، عمارة: آباد کرنا
عمدگی	خوبی، گن، وصف	اردو ترکیب
عمدہ	اچھا، نفیس	ستون، ٹیک
عمرانیات	انسانی معاشرت کا علم	اردو ترکیب
عملیات	صوفیا کے اوراد، سحر	عملية کی جمع
عناد	بغض، عداوت، مخالفت	سرکشی، خودسری
عُنّابی	سیاہی مائل سرخ، عناب کی مانند	عناب: گھاس، پودا، سبزہ
عنبری	عنبر کے رنگ کا، سیاہ	عنبر: ایک مومی مادہ جو عطر بنانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے
عندیہ	رائے، منشا، ارادہ، منصوبہ	اردو اشتقاق
عوارض	مرض، دکھ، مصائب	عارضة کی جمع
عوامی (بغیر تشدید)	عوام سے منسوب، جمہوری	اردو ترکیب، عربی قواعد سے ناواقفیت کی دلیل ہے
عورت	بیوی	شرم گاہ، ستر گاہ
عوضانہ	صلہ، بدلہ، معاوضہ	اردو اشتقاق
عوضی	قائم مقام	اردو ترکیب
عہدہ	ذمہ، منصب، سرداری، افسری	وصیت، ضمان، ذمہ داری
عیّار	مکار، فریبی، چال باز، دغا باز	آوارہ، سرکش

عیاری	فریب، دغا، دھوکا بازی	اردو ترکیب
عیّاش	آرام سے رہنے والا، بدکار	روٹی پکانے یا بیچنے والا
عیبی	عیب دار	عیب: کمی، نقص و کمی
عیدی	عید کا خرچ جو بچوں کو دیا جائے	عید کی طرف منسوب
عیسائی	مسیحی، نصرانی	عیسیٰ کی طرف منسوب
عیسائیت	مسیحیت، نصرانیت	اردو ترکیب
عیسوی	مسیحی، سن عیسوی	اردو ترکیب
عیش	آرام، شہوت پرستی	زندگی
عینک	چشمہ	اردو اشتقاق
عینیت	مثالیت، اصل ذات	شخصیت، پہچان
غازی	کافروں سے لڑنے والا مسلمان، بہادر	حملہ آور
غائبانہ	غیر حاضری میں، غیر موجودگی میں	اردو اشتقاق
غبّارہ	بیلون، غبارہ	اردو اشتقاق
غدّاری	بے وفائی، ملک دشمنی، بدعہدی	اردو ترکیب
غذائیت	کسی شے میں غذا کا عنصر پایا جانا	اردو ترکیب
غَرارہ	ڈھیلا پاجامہ جو عورتیں پہنتی ہیں، غرارہ کرنا	غِرارۃ: بڑا تھیلا، وغَرارۃ: سادگی، غفلت
غربا	فقرا، مفلس، نادار	پردیسی
غربت	مفلسی	مسافرت، بے وطنی
غرضی	مطلبی، غرض مند، لالچی	اردو ترکیب
غرضیکہ	حاصل یہ کہ	اردو ترکیب
غرفہ	کھڑکی، بالاخانہ	حجرہ، کمرہ
غریب	فقیر، محتاج	مسافر، بے وطن

غریبانہ	فقیر کی مانند	اردو اشتقاق
غزالاں	ہرن	فارسی جمع
غزالی (غین پر زیر)	ہرن کے مانند خوبصورت آنکھ	غزال کی طرف منسوب (زبر کے ساتھ)
غزلیات	غزل کا مجموعہ	غزلیہ شاعری
غزوہ	وہ جہاد جس میں آپ ﷺ نے شرکت کی ہو	غزا یغزو کا مصدر
غسّال	مُردوں کو نہلانے والا	نہانے والا، نہانے کی جگہ
غسّالہ	مُردوں کو نہلانے والی	نہانے والی، نہانے کا آلہ
غسل	نہانا	غسل یغسل کا مصدر، دھونا
غش	کدورت، بغض، بے ہوش ہونا	خیانت، ہیر پھیر کرنا، بکسر اول
غَشی	بے ہوشی	اردو ترکیب
غصہ	غضب	حلق میں اٹک جانے والی چیز
غصیل	غصہ ور	اردو بول چال
غفّاری	مغفرت	اردو ترکیب
غلاظت	گندگی، نجاست، پاخانہ	موٹاپن
غلافی	پپوٹوں سے ڈھنکی ہوئی آنکھ	غلاف: پردہ
غلام	لڑکا، زرخرید نوکر، ملازم	نوجوان
غلامی	بندگی، اطاعت، قید	اردو ترکیب
غلطی	خطا، بھول چوک، کوتاہی	اردو ترکیب
غلیظ	ناپاک، گندا، نجس، گاڑھا	موٹا، دبیز
غمّازی	مخبری، غیبت	اردو ترکیب
غمی (میم مخفف)	رنجیدہ، ملول، موت، ماتم	اردو ترکیب

غنائیت	نغمہ کی کیفیت، موسیقیت	اردو ترکیب
غوّاصی	غوطہ خوری	اردو ترکیب، غواص: غوطہ خور
غور	سوچ، فکر، تامل، حفاظت	گہرائی
غوغا	شوروغل، ہنگامہ، آدمیوں کا مجمع	غوغاء: شوروغل، بازاری قسم کے عام لوگ
غوغائی	شور کرنے والا، خاکستری رنگ کا ایک پرندہ	عوامی
غول	گروہ، مجمع، ٹولی	خیالی حیوان، عفریت
غیر	اجنبی، خارجی، حرف نفی	حرف استثنا
غیریت	اجنبیت، بے گانگی	انانیت کی ضد
فاتح	فتح کرنے والا، کامیاب	شروع کرنے والا، کھولنے والا
فارغ	غیر مشغول، مطمئن، آزاد	خالی
فاش	ظاہر، کھلا، صریح	پھیلا ہوا، عام، ظاہر
فاصلہ	دوری، مسافت، عرصہ	چیزوں کے درمیان خالی جگہ، کوما (Comma)[65]
فاضل	دینی مدارس سے فراغت حاصل کرنے والا	صاحب فضیلت، باقی بچنے والا، زائد
فاضلات	فاضل رقم، باقی مال	اردو ترکیب
فاقہ	بھوکا رہنا، مرض یا محتاجگی کی وجہ سے کھانا نہ کھانا	ضرورت، فقر
فتح	کامیابی	بند کی ضد
فِتق	وہ مرض جس میں دونوں خصیے بڑھ جاتے ہیں	اصل: فتاق

فتور	خرابی، فساد	سستی، اضمحلال، سکون
فحّاشی	بدچلنی، جنسی خواہشات کو بھڑکانا، بے حیائی	اردو ترکیب
فحوا	مضمون، معنی، مطلب	اصل: فحوَی
فخراً	فخر کے طور پر	افتخاراً
فخریہ	شیخی سے، نازاں ہو کر	اردو ترکیب
فدوی	تابعدار، جاں نثار	فارسی ترکیب
فدویانہ	فدوی کی مانند	اردو اشتقاق
فرحاں	شاداں، خوش، مگن	فارسی لفظ شاداں کے ساتھ مسرور کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، فرحان
فراری	بھگوڑا، بھاگا ہوا، روپوش	اردو ترکیب
فرشی	فرش سے منسوب	اردو ترکیب
فرصت	مہلت، فراغت، چھٹی	مناسب وقت
فرضیت	فرض ہونا، لازم و ضروری ہونا	اردو ترکیب
فِرنی[66] (یا فیرنی)	ایک قسم کی کھیر جو دودھ، چاول اور شکر سے بنتی ہے	فرّاني، و الفرّان: نان بائی
فروعات	فروع کی جمع	اردو جمع
فسادات	فرقہ وارانہ لڑائی	فساد: بگاڑ، تعفن، انحراف
فسادی	فساد پھیلانے والا، فتنہ انگیز	اردو ترکیب
فصلانہ	وہ رقم جو فصل تیار ہونے پر زمیندار یا پٹواری کو دی جائے	اردو اشتقاق
فصلی	فصل سے منسوب، موسمی بخار	اردو ترکیب
فضائیہ	فضائی فوج	اردو ترکیب
فضیحتی	بدنامی، رسوائی، ذلت	اردو ترکیب

فضیتی	فضیحت	اردو ترکیب
فطرتی	شرارتی، پیدائشی، فتنہ پرداز	فطرۃ: طبیعت، جبلت، فطرت
فطرہ	صدقہ فطر	فطرۃ فائے مفتوحہ کے ساتھ لکھا جاتا ہے
فطیری	چپاتی	اصل: فطیر
فِطّین 67	شریر، چالاک	فَطین: ذکی، دانا
فِرّو	بھاگا ہوا، رفو چکر	امر کا صیغہ، سب بھاگو
فقید	عدیم المثال، نایاب	کھویا ہوا بمعنی مفقود
فقیرانہ	فقیروں کی مانند	اردو اشتقاق
فقیرنی	بھکارن	اردو ترکیب
فقیری	فقر سے منسوب، غریبی	اردو ترکیب
فلاحت (فا پر زبر)	زراعت، کاشت کاری	اصل: فِلاحۃ
فلانی	فلاں کا مونث	اصل: فلانۃ
فلسفیانہ	فلسفہ سے متعلق	اردو اشتقاق
فلکی	آسمانی، علم فلک سے مخصوص	آسمان سے متعلق
فلکیات	علم الافلاک، آسمان سے متعلق چیزیں	اردو ترکیب
فلیتہ	چراغ کی بتی، مشعل	حروف میں تغیر واقع ہوا ہے: فتیلۃ
فوج	لشکر	گروہ، جماعت
فوجی	لشکری	اردو ترکیب
فیّاضی	سخاوت	اردو ترکیب
فیصلہ	حکم، قرار	اصل: فیصل
فیضان	بڑا فائدہ، بڑی بخشش	طوفان، پانی ابلنا
فیلسوفی	عیاری	فلسفی کے ساتھ مخصوص

قابل	ماہر، لائق، اہل، صاحب علم	آنے والا، موافق، درپیش
قابلیت	لیاقت، استعداد، مہارت	استعداد، میلان
قاصد	پیامبر، نامہ بر، ایلچی	عزم کرنے والا، توجہ کرنے والا
قاصدی	پیامی کام	اردو ترکیب
قانونیا	حجتی، جھگڑالو	اردو اشتقاق
قائمی	قیام، پائیداری، استقلال	اردو ترکیب
قبائلی	قبائلی	اردو ترکیب، اصل: قبلي
قبضہ	مداخلت، تصرف، قابو، اختیار	جس کو پکڑا جائے، دستہ، مٹھی
قبلوانا	تسلیم کرانا، اقرار کرانا	قبول: موافقت، اردو اشتقاق
قبولنا	اقرار کرنا، اعتراف کرانا	اردو اشتقاق
قَبولی	ایک قسم کا پلاؤ جو چنے کی دال اور چاول ملا کر پکایا جاتا ہے	قاف مضموم کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے
قبولیت	اجابت دعا، منظوری	اردو ترکیب
قتّالہ	انتہائی حسین عورت	قتّال کا مؤنث، بہت قتل کرنے والا
قتلا یا قتلہ	ٹکڑا، پارہ، قاش	اردو اشتقاق
قدرتی	فطری، طبعی	اردو ترکیب
قدیمی	پرانا	اردو ترکیب
قرابتی	رشتہ کا، ناتے کا	اردو ترکیب
قرابہ	عطر رکھنے کی بڑی شیشی	اصل: قِربة بمعنی مَشک
قربان	جو خدا کی راہ میں قربان کیا جائے	قربانی، ذبح کیا ہوا
قربانی	وہ جانور جو خدا کی راہ میں ذبح کیا جائے، ایثار	اردو ترکیب

قرمزی	قرمز کا رنگ، سرخ	بکسر الاول
قریشی	قریش سے منسوب، قصائی	اصل: قرشي
قسائن یا قسائنی	قصاب کی بیوی	قساوۃ سے اردو اشتقاق
قسائی	قصاب، قصائی	اردو اشتقاق
قسما قسمی	باہمی عہد و پیمان	اردو اشتقاق
قسمیہ	از روئے قسم، قسم کھا کر	اردو اشتقاق
قصابا	وہ رومال جو عورتیں اپنے سر پر لپیٹتی ہیں	اردو اشتقاق
قصائی	قسائی، قصاب	اردو اشتقاق
قصباتی	قصبے سے منسوب	القصبة: نیا کھودا ہوا کنواں، محل یا اندرون شہر
قصور	خطا، غلطی	عاجزی، کمی
قضات	قاضی کی جمع	اصل: قضاة
قَطْ	قلم کی نوک کاٹنا	فقط، کافی
قَطامہ	بدکار، فاحشہ عورت	قطم: دانت کاٹنا، قَطِم: گوشت کی خواہش کرنا
قفلی	ڈھکا جانے والا برتن	اردو ترکیب
قُل	لفظ قل سے شروع ہونے والی قرآنی سورتیں، کنایتاً موت و اختتام کے لیے استعمال ہوتا ہے	قال یقول سے صیغہ امر: کہو
قلفی 68	منجمد دودھ	اصل: قفلي
قلمی	قلم کا تحریر کردہ، دستی تحریر	اردو ترکیب
قلیہ	توے پر بھنا ہوا گوشت	اردو اشتقاق
قُماش	طور طریقہ، ڈھنگ، قسم	بنا ہوا کپڑا

قُمقُمہ	بجلی کا بلب، چھوٹی قندیل	تانبے کا دو بازو والا برتن
قمیض	بالائی لباس	اصل: قمیص
قنات	وہ کپڑے کی دیوار یا پردہ جو خیمے کے چاروں طرف لگاتے ہیں	نہر، گذرگاہ
قنوطی	مایوس، جس کو کوئی امید نہ ہو	اردو ترکیب
قنوطیت	زندگی کا تاریک پہلو دیکھنا	اردو اشتقاق
قوا	قوت کی جمع، طاقتیں	قُوَی
قوّال	گانے والا، بسیار گو	باتونی، بہت زیادہ بولنے والا
قوالی	موسیقی کے ساتھ صوفیانہ کلام گانا	اردو ترکیب
قوسی	قوس کی مانند	اردو ترکیب
قومیانہ	قومی بنانا	اردو اشتقاق
قونسل یا قونصل	سفیر، مجلس شوری	اصل: قنصل
قیاسی	خیالی، وہمی	قیاس سے منسوب
قیافہ	فال، شگون، قیاس	نشان کی ٹوہ لگانا، پیچھا کرنا
قیامی	دوام، ثبات	اردو ترکیب
قید	اسیری، پابندی	پیمان، شرط، روکنا، اندراج
قیدی	اسیر	اردو ترکیب
قیمتاً	قیمت کے ساتھ	اردو ترکیب
قیمتی	بیش بہا، بڑی قیمت کا	اردو ترکیب
کاسد	کھوٹا، ناقص	جس کی مانگ نہ ہو
کاغذی	کاغذ کا بنا ہوا، نازک، پتلا	اردو ترکیب
کافرانہ	کفار کی مانند	اردو اشتقاق
کافری	کافر کی طرف منسوب	اردو ترکیب

کافوری	کافور کا بنا ہوا، کافور کے رنگ کا، کافور ملا ہوا	اردو ترکیب
کالانعام	بیوقوف	الأنعام: مویشی، جانور
کالعدم	معدوم، ناپید	مثل عدم
کاہل[69]	سست، کام چور	کندھا
کاہلی	سستی، آرام طلبی، آلسی	اردو ترکیب
کائنات	موجودات، دنیا، مخلوقات	اردو استعمال
کائناتی	دنیا سے منسوب	اردو ترکیب
کبریائی	عظمت، بڑائی، اونچا درجہ	کبریا کی طرف منسوب
کتابچہ	چھوٹی سی کتاب، رسالہ	کتاب کی فارسی تصغیر
کتابی	نظریاتی، کتاب سے متعلق، اہل کتاب	اردو ترکیب
کتابیات	کسی خاص مبحث کے متعلق کتابوں کی فہرست، مراجع و مصادر	اردو اشتقاق
کتبہ[70]	قبر یا عمارت کی تختی	جمع کاتب
کرّ و فرّ	شان و شوکت، تزک و احتشام	الکر: ہجوم، الفر: دوبارہ حملہ کے لیے فوجی کا پیچھے ہٹنا
کریمانہ	سخی کی مانند	اردو اشتقاق
کریمی	فیاضی، سخاوت، عنایت	اردو ترکیب
کسبت	چمڑے کا وہ تھیلا جس میں حجام اور جراح اپنے اوزار رکھتے ہیں	کسب یا کسوۃ سے ماخوذ لفظ
کسبی	پیشہ ور، اپنی محنت سے کمایا ہوا، فاحشہ بدکار عورت	کسب کی طرف منسوب بمعنی اکتساب
کشفی	کشف و الہام سے منسوب	اردو ترکیب
کفایتی[71]	درمیانی، سستا، ناقص	کفایة: کافی ہونا

کفری	کفر کی طرف منسوب	اردو ترکیب
کفریہ	کفر پر مشتمل یا دلالت کرنے والا	اردو ترکیب
کفنانا	میت کو کفن پہنانا	اردو اشتقاق
کفنی	زاہدوں و فقیروں کا لباس، بے آستین کرتا جو مردوں کو پہناتے ہیں	اردو ترکیب
کلامی	کلام یا علم کلام سے متعلق	کلام کی طرف منسوب
کلیات	منظومات یا تصنیفات کا مجموعہ	كلية کی جمع
کلیسا	گرجا	اصل: كنيسة
کلیسائی	کلیسا سے منسوب	اردو ترکیب
کیفی	متوالا، مدہوش، نشہ میں چور	کیف کی طرف منسوب
لاابالی[72]	لاپرواہ، دلیر، بے فکر	لا: برائے نفی؛ ابالي: فعل مضارع واحد متکلم، معنی میں پرواہ نہیں کرتا ہوں
لاادریا	لاادریہ مذہب کا متبع، متشکک	اردو ترکیب
لاثانی	بے مثل، بے نظیر، یگانہ، یکتا	اردو ترکیب
لاجرعہ	ایک ہی سانس میں پی جانا	اردو ترکیب
لاحاصل	بے فائدہ، فضول، بے کار	اردو ترکیب
لاحل	جو حل نہ ہو سکے، دشوار	اردو ترکیب
لاحول	اظہار نفرت و حقارت کا کلمہ	بے طاقت، اردو ترکیب
لاخراج	جس پر سرکاری محصول نہ ہو	اردو ترکیب
لادعویٰ	بے تعلق ہونے کی سند، دست برداری	اردو ترکیب
لادوا	لاعلاج، جس کی دوا نہ ہو	اردو ترکیب
لاعلاج	جس کا علاج نہ ہو سکے، لادوا	اردو ترکیب
لاعلم	بے علم، ناواقف	اردو ترکیب

لاعلمی	بے خبری	اردو ترکیب
لاغرض	مخلص، بے غرض	اردو ترکیب
لاکلام	بلاشبہ، یقیناً، ضرور	اردو ترکیب
لامتناہی	غیر محدود	اردو ترکیب
لاوارث	جس کا کوئی وارث نہ ہو	اردو ترکیب
لاوارثی	جس کا کوئی مالک یا حقدار نہ ہو	اردو ترکیب
لاعلم	جاہل، بے علم	اردو ترکیب
لایعنی	بے ہودہ، لغو، فضول، لا حاصل	اردو ترکیب
لازمہ	ضروری اسباب	بے ارادہ انجام دی جانے والی قولی یا فعلی عادت
لاش	مردہ جسم، میت، جنازہ	شاید لا شئً سے ماخوذ ہے
لاشہ	لاش، مردہ جسم، لاغر	اردو استعمال
لام کاف	گالی گفتار، واہی تباہی	لعنت کے لام اور تکفیر کے کاف سے بنا ہے
لاابالی	بے پرواہ	لا أبالي: عدم اہتمام
لَبادہ	روئی دار چغہ، صوفیا کا لباس	لُبادة
لبوب	معجون، مغزیات	لب کی جمع بمعنی مغز
لجلجا	پلپلا، لچکدار، ملائم	لجلج فلان: اٹک اٹک کر بولنا[73]
لسانی	زبان سے متعلق	اردو ترکیب
لسانیات	زبان کی تاریخ کا علم	اردو اشتقاق
لسانیاتی	علم زبان سے متعلق	اردو ترکیب
لسانیت	بلاغت و بیان	اردو استعمال
لطائف	باریکیاں، حکمت کی باتیں	لطیفة کی جمع۔ باریک، نازک

لغات	الفاظ، فرہنگ، ڈکشنری	زبانیں، السنہ[74]
لغایت	آخر تک، انجام تک	اردو ترکیب
لَغویات	بے معنی بات، بے ہودہ، نامعقول	لغو: بے کار
لَغویت	بے ہودگی	اردو ترکیب
لفّاظ	مبالغہ آمیز باتیں کرنے والا، خوش بیان، شیریں زبان[75]	کثیر الکلام
لفّاظی	بک بک، فصاحت	اردو ترکیب
لفافہ	تھیلا، ظرف	جو پاؤں وغیرہ پر لپیٹا جاتا ہے
لفظاً	لفظ کے اعتبار سے	اردو ترکیب
لفظی	لغوی، باتوں کی، الفاظ کی	اردو ترکیب
لکنتی	ہکلا	اردو ترکیب
لِم	بات کی تہہ، کنہ	لِمَ: کیونکر
لمن الملک	بے جا ناز و فخر	اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اعلان کریں گے 'لمن الملك'
لن ترانی	خودستائی، تعلّی، انانیت، شیخی	قرآن کی آیت کا ایک جز
لواحقات	متعلقات	لواحق: لاحقہ کی جمع اضافت کے معنی میں، تابع، ذیل
لواحقین	لواحق کی جمع الجمع	اردو اشتقاق
لوازمات	لوازم کی جمع، سامان	اردو جمع
لوزات	لوز کی جمع، بادام کی مٹھائی	لوزة کی جمع
لوزیات	بادام کا حلوہ	اردو اشتقاق
لوزینہ	بادام کے حلوہ کی ایک قسم	اردو اشتقاق

لولاک	دنیا اور اس کی مخلوقات، کائنات	مرکب استعمال ہوتا ہے جیسے صاحب لولاک
لئیق	لائق، قابل	اشتقاق اردو
لیاقت	قدرت، اہلیت، مہارت	مودبانہ سلوک کرنا
لیت ولعل	گومگو	اردو استعمال
لیمو	لیموں	لیمون
ماتحت	تابع	اردو استعمال
ماتقدُّم	ماتقدّم	ماتقَدَّمَ
ماجرا[76]	قصہ، حادثہ، حالت	ماجَرَی: جو ہوا، جو پیش آیا
ماحصل	خلاصہ، ثمرہ، نتیجہ	جو حاصل ہوا
ماحضر	کھانا	جو حاضر ہوا
ماحول	گردوپیش، پاس پڑوس	اردو استعمال
ماتمی	ماتم سے تعلق رکھنے والا	اردو ترکیب
ماسکہ	وہ قوت جو غذا کو معدہ میں ہضم کے لیے روکتی ہے	گری پڑی چیز، چٹخنی
مالکانہ	مالک کے طور پر، حق زمین جو کاشتکار سالانہ یا ماہانہ زمیندار کو ادا کرتا ہے	اردو استعمال
مالکن	مالکہ، گھر کی نگراں	اردو اشتقاق
مالیات	مالی امور خزانہ	اردو ترکیب
مالیاتی	مالی امور سے متعلق	اردو ترکیب
مالیت	قیمت، سرمایہ، وقعت	اردو ترکیب
مالیہ	مال گزاری، خراج	اردو ترکیب
مائعات	پانی کی طرح رقیق بہنے والی چیزیں	اردو ترکیب

مایوس[77]	ناامید	اردو اشتقاق، اصل: میئوس
مایوسی	ناامیدی	اردو ترکیب
مبارکی	مبارکبادی	اردو ترکیب
مباشرت[78]	ہم بستری، جماع	براہ راست، فوراً
مُبتلا	بلا یا آفت میں پڑا ہوا	آزمائش میں، مبتلَی
مُبرِّ دات	وہ دوائیں جن کی تاثیر سرد ہو	اردو استعمال
مبصّر	دیکھنے والا، ناقد، مشیر، صلاح کار	بصیرت پیدا کرنے والا، سمجھدار، قسمت بتانے والا
مُبلغ	رقم، اصل: مَبلَغ	مبلِّغ یعنی پہنچانے والا
مبہیات	قوت باہ بڑھانے والی دوائیں	اردو ترکیب
مُبیّنہ	بیان کیا گیا، مشہور	ظاہر، اشارہ کرنے والی
مُتاعی	وہ عورت جس سے متعہ کیا گیا ہو	اردو ترکیب
متانت	سنجیدگی	سختی، ٹھوس پن
متبادر	جلدی ذہن میں آنے والا	جلدی والا، ذہن میں آنا، کھٹکنا
متبرّک	مقدس، برکت والا	جس سے برکت طلب کی جائے
متخلص	تخلص رکھنے والا	تخلص من: نجات پانا، آزاد ہونا
مترشح	ظاہر، واضح	ٹپکنا، کسی چیز کا اہل اور لائق ہونا
مترصّد	امید رکھنے والا	نگاہ رکھنے والا
متشاعر	جو شاعر نہ ہو لیکن اپنے آپ کو شاعر ظاہر کرے	بہ تکلف شاعر بننا
متصدِّی[79]	محاسب، منشی، ذمہ دار	کسی کام کے پیچھے لگنے والا
متعلم	طالب علم، شاگرد	پڑھا لکھا، مہذب
متعہد	عہد کرنے والا، ہم عصر	نگراں، پابند، ذمہ دار

متغزل	غزل گو	اردو اشتقاق
متغزلین	متغزل کی جمع	اردو اشتقاق
متفنّی	مکار، فریبی، دغا باز	متفنن: ہمہ جہت، ماہر
متکلف	دعوت دینے والا، الداعی	تصنع کرنے والا
متّکا	جس پر بیٹھا جائے	جس پر ٹیک لگایا جائے
متلاشی	تلاش کرنے والا	اردو ترکیب
متمادی	لمبا، دراز	حد سے تجاوز کرنے والا
متمکن	مقیم، ٹھہرنے والا	راسخ، طاقتور
متنفر[80]	نفرت کرنے والا، بے زار	اعراض کرنے والا
متواضع	تواضع کرنے والا	تکبر نہ کرنے والا
متوفِّی	وفات پایا ہوا، مرا ہوا	اصل: متوفَّی
متوفیہ	مری ہوئی خاتون	اصل: متوفَّاۃ
مثلثی	تکونا	اردو ترکیب
مثنوی	نظم کی ایک قسم	مزدوج
مجال	قدرت، طاقت، حوصلہ	میدان، کھیت
مجاور[81]	خانقاہ یا درگاہ کا خادم	پڑوسی، قریب، متصل
مجاوری	مجاور کا عہدہ یا کام	اردو ترکیب
مجبوری	عاجزی، بے بسی، ناچاری	اردو ترکیب
مجریہ	صادر ہونے والا	اجراء مصدر سے مشتق
مُجلہ	رسالہ، میگزین	اصل: مَجلَّۃ
مُجلات	مجلّہ کی جمع	بالفتح
مجوّز	تجویز دینے والا، رائے دینے والا	جائز قرار دینے والا، رخصت دینے والا

مجوزہ	تجویز کیا ہوا، مقررہ، معینہ	مجَوَّز: جائز قرار دیا ہوا
محابا[82]	لحاظ، احتیاط، ڈر	اس کی اصل: مھابة
محاذ	مقابلے کی جگہ، میدان، جنگ	مقابل، روبرو
محاسبی	حساب کتاب کا کام، نگرانی، ذمہ داری	اردو ترکیب
محافہ	ڈولی، پالکی	اصل: محفة
محاورات	محاورہ کی جمع	محاورة: گفتگو، بات چیت
محاورہ	وہ کلمہ جسے اہل زبان نے لغوی معنی کی مناسبت یا بلا مناسبت کسی خاص مفہوم کے لیے مخصوص کرلیا ہو	بات چیت
محبانہ	دوست کی مانند	اردو اشتقاق
محبوبانہ	محبوب انداز میں	اردو اشتقاق
محبوبی	پیارا پن، معشوقی	اردو ترکیب
محتاجی	فقر	اردو ترکیب
محتشم	امیر، دولت مند، نوکر چاکر والا	شرمانے والا، متواضع
محجوبی	حیا	اردو ترکیب
محرابی	قوس کی طرح، محراب سے منسوب	اردو ترکیب
محرّری	منشی گری، محرر کا عہدہ	اردو ترکیب
مَحرم	صدری، سینہ بند	حرام، جس سے نکاح جائز نہ ہو
محرومی	ناامیدی، مایوسی، ناکامی	اردو ترکیب
محرومیت	محرومی کی کیفیت	اردو ترکیب
محصول	زرخراج، زرمال گزاری، ٹیکس	آمدنی، نتیجہ، پیداوار
محصولی	قابل محصول شے	اردو ترکیب
محققانہ	تحقیق کی رو سے	اردو اشتقاق

مُحُکمہ	دفتر، شعبہ	قاضی کی عدالت، اصل: مَحکَمَۃ
محکومی	فرماں برداری، اطاعت	اردو ترکیب
محکومیت	بندگی، غلامی	اردو ترکیب
محنت	مشقت، رنج	محنۃ: آزمائش
محنتانہ	محنت کا صلہ	اردو اشتقاق
محنتی	محنت کرنے والا، مزدور	اردو ترکیب
محویت	خیال میں گم، استغراق	محو: محا کا مصدر بمعنی: مٹانا
مخاصم	دشمن	مقدمے میں فریق
مخاصمانہ	دشمنی سے	اردو اشتقاق
مخالفانہ	مخالفت کے طور پر	اردو اشتقاق
مخبر[83]	جاسوس	خبر پہنچانے والا
مخبری	جاسوسی	اردو ترکیب
مخبوط[84]	بے چین، مجنوں، سودائی	مارا ہوا، روندا ہوا
مختاری	مختاری کا پیشہ، سربراہی	اردو ترکیب
مخدوش	خدشہ سے بھرا ہوا، شک وشبہ کیا ہوا	زخمی، نشان زدہ
مخدوم	مالک، بزرگ، قابل تعظیم	آقا، مولی
مخدومہ	قابل تعظیم خاتون	مخدوم کا مونث
مخدومیت	سرداری	اردو ترکیب
مخلصانہ	خلوص سے، اخلاص کے ساتھ	اردو اشتقاق
مخلصی	نجات، چھٹکارا، رہائی	اردو ترکیب
مخمصہ	جھگڑا، بکھیڑا	بھوک
مَخمل	ایک نہایت ملائم روئیں دار کپڑا	اصل: مُخمَل
مخملی	مخمل کا، مخمل جیسا	اردو ترکیب

مخیّر	سخی، نہایت نیک، خیرات کرنے والا	جسے اختیار دیا گیا ہو
مدّاحی	ثنا خوانی، تعریف کرنا	اردو ترکیب
مدام	ہمیشہ، متواتر	مدامة: شراب
مدامی	مسلسل	اردو ترکیب
مداوا	مداوات کا مخفف، دوا، علاج	اردو استعمال
مدبّری	مدبر کا عہدہ، عقلمندی	اردو ترکیب
مدحت	تعریف، ستائش	اردو ترکیب
مدرِّسی	درس دینے کا پیشہ، معلّمی	اردو ترکیب
مدعا	غرض، مقصد، خواہش، مراد	مدعاة: موجب، سبب
مدعاعلیہ	وہ شخص جس پر دعویٰ کیا جائے	مدعی علیہ
مدلّل	دلیل سے ثابت کیا ہوا، معقول	لاڈ پیار میں بگڑا ہوا
مدہوش	بدمست، متوالا	حیران
مدہوشی	بدمستی، نشہ	اردو ترکیب
مدیر	ایڈیٹر	منتظم، مینیجر
مذاقاً	ہنسی سے، دل لگی کے طور پر	مذاق: ذوق
مذاقیہ	ہنسی کے طور پر	اردو اشتقاق
مذہب	ایمان، دھرم، عقیدہ	طریقہ، مکتب فکر، راستہ
مذہبی	مذہب سے منسوب	اردو ترکیب
مراحم	شفقتیں، بخششیں	لطف، فضل
مُرادی	اصطلاحی، فرضی، مراد کے موافق	اردو ترکیب
مراعات	مروت، لحاظ، چھوٹ	نگرانی
مربّا	وہ پھل وغیرہ جو کھانڈ وغیرہ کے قوام میں ملا کر رکھا گیا ہو	مربّی

مربیانہ	تربیتی	اردو اشتقاق
مُرتاض	روحانی ریاضت کرنے والا	سرسبز و شاداب
مُرتَسم	نشان کیا گیا، مہر لگایا گیا	چھپنا، طبع ہونا
مرج	خرابی، تباہی	بے چینی
مرجانی	مرجان کے رنگ کا	اردو ترکیب
مرجوعہ	مرجع الخلائق، رجوع کیا گیا	مرجع
مرحبا	شاباش، آفریں	خوش آمدید کہنا
مرحمت	مہربانی، رحم، نوازش	مرحمة: رحمت
مردود	رد کیا گیا، ملعون، نالائق	حاصل کیا ہوا، آمدنی
مرشدی	پیر ہونے کا پیشہ، میرا پیر	اردو ترکیب
مرضی	پسندیدگی، خواہش، اجازت	رضا
مرطوب[85]	تر، گیلا، بھیگا ہوا	اردو اشتقاق
مرعوب	متاثر، ڈرا ہوا	ڈرا ہوا، سراسیمہ
مرغّن	بہت سا گھی پڑا ہوا، خوب روغن دار	اردو اشتقاق
مرقّع	تصویر، البم، فقیروں کی گدڑی	پیوند لگا ہوا
مرقوم	لکھا ہوا، لکھا گیا	نوشتہ، لکھا ہوا
مرقومہ	لکھی گئی	مرقوم کا مونث
مروّت	اخلاق، انسانیت	مروءة: سخاوت
مریدی	پیروی، شاگردی، مرید ہونا	اردو ترکیب
مزاجاً	طبیعت کی رو سے، باعتبار خاصیت	اردو ترکیب
مزاحیہ	ہنسی والا	اردو ترکیب
مزار	قبر، مقبرہ، درگاہ	زیارت کی جگہ
مزخرف	بناوٹ کی بات، بیہودہ بات	مزین

مزخرفات	مزخرف کی جمع	
مزوّر	جھوٹا، بدمعاش	جعل ساز
مزعفر	زعفران میں رنگے ہوئے میٹھے چاول کا پلاؤ	اردو اشتقاق
مَساس	چھونا، ہاتھ پھیرنا	اصل: مِساس
مسافرانہ	مسافر کی طرح	اردو اشتقاق
مسافری	سیاحی، حالت سفر	اردو ترکیب
مسالا	کسی چیز کی تیاری کے لوازمات	مصالح: مصلحة کی جمع
مساویانہ	برابری کے ساتھ	اردو اشتقاق
مستاجری	ٹھیکہ داری، زمیندار	اردو ترکیب، مستاجر: استأجر سے اجرت پر رکھنا
مستبدانہ	مطلق العنانہ، ظالمانہ	اردو اشتقاق
مستحضر	وہ بات جو یاد ہو	تیار کیا ہوا، تیار شدہ
مستَرد[86]	رد کیا گیا	انجام، جائے واپسی
مستری	کسی پیشہ کا کاریگر	مسطر سے ماخوذ بمعنی آلۂ سطر
مستعِدی[87]	آمادگی، تیاری	اصل: مستعدّ بمعنی تیار
مستغیث	استغاثہ کرنے والا	مدد چاہنے والا
مستغیث الیہ	جس پر دعویٰ کیا جائے	جس سے مدد چاہی جائے
مستقبِل	زمانۂ آئندہ	بائے مفتوح
مستقِل	پائیدار، مستحکم، اٹل	آزاد، غیر پابند
مستقلی	کسی عہدے پر پکا ملازم کیا جانا، مضبوطی	اردو ترکیب
مستورات[88]	عورتیں	مستورة کی جمع چھپائی ہوئی کے معنی میں

مستوری	چھپانا، پوشیدہ رکھنا	اردو ترکیب
مسجّل	جس پر حاکم یا قاضی کی مہر ثبت ہو	ریکارڈ، محفوظ، رجسٹرڈ
مسخرا	ٹھٹھے باز، مذاقیہ	اردو اشتقاق
مسخری	مذاق بازی	اردو ترکیب
مسکینی	غریبی، مفلسی	اردو ترکیب
مسلمان	مسلم، مومن	فارسی جمع
مسلمانی	مسلمان سے منسوب، ختنہ	اردو ترکیب
مسمّی (موسمی)	سنترے کی ایک قسم	موسم سے اردو اشتقاق
مسیحا	مردوں کو زندہ کرنے والا، نجات دہندہ، معالج	مسیح سے ماخوذ ہے
مسیحائی	معالجہ، حیات بخشی	اردو ترکیب
مشاطگی	مشاطہ کا کام، بنانا سنوارنا	اردو ترکیب
مشاعرہ	شعری شام یا محفل	بفتح العین: شاعری میں مقابلہ کرنا
مشافہہ	سامنے، روبرو	تحریر کے بالمقابل، کہا جاتا ہے: بالمشافھة، آمنے سامنے
مشّاق	ماہر، باخبر	مشق الرجل: تیزی سے ضرب لگانا، تیزی سے چلنے والا، ہر سرعت کو مشق کہتے ہیں
مشاقی	مہارت، مشق، تجربہ	اردو ترکیب
مشام	دماغ	جمع مشم: سونگھنے کی قوت کی جگہ
مشاہرہ	ماہوار تنخواہ	ماہانہ، وہ کام جو ہر ماہ پورا ہو جائے
مشتاقی	شوق	اردو ترکیب
مشتاقانہ	آرزومندانہ	اردو اشتقاق

مشتہر	اعلان کرنے والا	مشہور، شہرت والا
مشجّر	وہ کپڑا جس پر درختوں کی تصویر بنی ہو	درخت وغیرہ کی تصویر سے مزین
مشعِر	خبر دینے والا، ظاہر کرنے والا	خبر دینے والا
مشعلچی	مشعل اٹھانے والا	فارسی ترکیب
مشغولی	مشغولیت، مصروفیت	اردو ترکیب
مشغولیت	مصروف ہونا	اردو ترکیب
مشفقانہ	ہمدردانہ، دوستانہ	اردو اشتقاق
مشفقی	میرے دوست، میرے مہربان	اردو ترکیب
مشق	بار بار کوئی کام کرانا	حرف کو کھینچنا، تیزی
مشقی	مشق کیا ہوا	اردو ترکیب
مشکّل	شکل دیا گیا، مجسم	مرتب، وجود پذیر، با اعراب
مشکور	شکر ادا کرنے والا	جس کا شکر ادا کیا جائے
مشہد	شہادت گاہ	منظر
مشیر	مشورہ دینے والا، دیوان	دلالت کرنے والا
مشیران	مشیر کی جمع	فارسی جمع
مشیِّن 89ھ	شان دار، رعب والا، وجیہ	شاید کہ ''الشأن'' سے مشتق ہے
مصاحبی	دوستی، صحبت	اردو ترکیب
مصارف	اخراجات	مصرف کی جمع
مصداقیت	سچائی کی دلیل، شہادت	اردو ترکیب
مصرع	آدھا شعر	کواڑ، آدھا شعر، اصل: مصراع
مصرعہ	آدھا شعر	کواڑ، آدھا شعر
مصرف	استعمال، خرچ کرنے کی جگہ و موقع	جائے صرف
مصروف	مشغول، کام میں لگا ہوا	خرچ کیا گیا، خرچا

مصفا	پاک وصاف	اصل :مصفّٰی
مصلا	جانماز	مُصلّٰی: نماز کی جگہ
مصنوعی	بناوٹی، نقلی، جعلی	اردو ترکیب
مصوری	تصویر کشی، تصویر کشی کا پیشہ	اردو ترکیب
مضافات	قرب وجوار، اردگرد	ملحقات
مضامین	مقالات، مطالب، معنی	مضمون: وہ چیز جو دوسری چیز کے اندر ہو، محفوظ، جس کی ضمانت لی گئی ہو
مضائقہ	حرج، قباحت، خوف	پریشان کرنا
مضبوط	طاقتور، پائیدار، تندرست	درست، منظّم
مضبوطی	استقلال، طاقت، جرأت	اردو ترکیب
مضطربانہ	بے قراری سے، بے چینی سے	اردو اشتقاق
مضمحل	اداس، ناتواں	زائل ہونے والا، کمزور
مضمون	مقالہ، مطلب، شامل	قابل اعتماد، کفالت کیا ہوا
مطب	وہ مکان جہاں بیٹھ کر طبیب مریضوں کا علاج کرے	اردو اشتقاق
مطلّا	سنہرا، زرّیں	اصل:مطلّی، طلا کیا گیا، اردو میں طلا کا معنی ہے سونا
مطلبی	خودغرض	اردو ترکیب
مظلومی	مظلوم ہونا، مظلوم ہونے کی حالت	اردو ترکیب
مظلومیت	ظلم رسیدہ ہونے کی حالت	اردو ترکیب
معاً	ایک ساتھ، فوراً	ایک ہی دفعہ میں، اسی وقت، فوراً
معاشرہ	سماج	ساتھ رہنا، صحبت، بفتح الشین

معاشی	اقتصادی	اردو ترکیب
معاشیاتی	اقتصادی	اردو ترکیب
معافی	بخشش، نجات، مغفرت	اردو ترکیب
معاند	دشمن	مخالف، مقابل
معاندانہ	دشمنوں کی طرح	اردو اشتقاق
معاندت	دشمنی	معاندۃ: مقابلہ، مخالفت
معاندین	معاند کی جمع دشمن	مقابل
معتبری	قابل اعتبار ہونا	اردو ترکیب
معتوب	جس پر عتاب کیا جائے	اردو اشتقاق
معجِب	مغرور، گھمنڈی	حیرت انگیز، قابل تعجب
معجم	نقطہ والا حرف، منقوطہ	لغت، غیر واضح، با اعراب، نقطہ دار
معدلت	عدل، انصاف	اردو اشتقاق
معدن[90]	کان	جو کچھ کان سے نکلے
معدنیات	وہ چیزیں جو کان سے نکلیں، دھات	اردو ترکیب
معدومی	ناپید ہونا، کالعدم ہونا	اردو ترکیب
مِعُدہ	پیٹ کے اندر کی تھیلی	اصل: مَعِدۃ
معدی	معدہ سے متعلق	اردو ترکیب
معذوری	مجبوری، عذر	اردو ترکیب
معرّا	سادہ، بلا حاشیہ کتاب، بلا ترجمہ قرآن شریف	معری: عریاں، ننگا
معرض	ظاہر ہونے کی جگہ، درمیان	پیش کرنے کی جگہ، مناسبت
معروضہ	عرضی، گزارش	وہ چیز جو پیش کی جائے
معروضات	معروضہ کی جمع	پیش کردہ چیزیں
معروضی	غیر جانبدار، خارجی، واقعی	اردو ترکیب

معروضیت	غیر جانبداری	اردو ترکیب
معزولی	موقوفی، معطّلی، برطرفی، بے کاری	اردو ترکیب
معشوقانہ	معشوق سے منسوب، دلفریب	اردو اشتقاق
معشوقی	دل فریبی، دلبری، محبوبیت	اردو ترکیب
معشوقیت	دل کشی	اردو ترکیب
معصومی	پاک دامنی، سادگی	اردو ترکیب
معصومیت	بے گناہی، سادگی، بھولا پن	معصوم: غلطی سے بچایا گیا
معطّلی	بے کاری، کام سے علیحدگی	اردو ترکیب، المعطل: بے کار
معقولی	فلسفی، منطقی	اردو ترکیب
معلاّ	عالی، اونچا، بزرگ، بلند کیا گیا	اصل: معلّٰی
معمّا	چیستاں، پیچیدہ بات، مبہم	معمی: چیستاں
معماری	مکان تعمیر کرنے کا پیشہ	معمار کے ساتھ مخصوص
معمول	عادت، عرف، رواج	کیا ہوا، مفعول
معمولی	مروجہ، رسمی، ادنیٰ	اردو ترکیب
معنبر	عنبر کی خوشبو سے بسا ہوا	اردو اشتقاق
معنْوَن	نامزد کیا گیا، کسی کے نام سے منسوب	با عنوان
معنویت	چیز کا واضح معنی دار ہونا، دلالت	اخلاقی یا روحانی کیفیت
معیاری	معیار کے مطابق	معیار کی طرف منسوب
معیوب	عیب دار	اردو اشتقاق
مغایرت	غیریت، ناموافقت	مغایرة: باہم مختلف ہونا
مغربیت	یورپ کے انداز واطوار	اردو ترکیب
مغلّظ	فحش، گندی بات	موٹا، سخت
مغلّظات	موٹی موٹی گالیاں، فحش باتیں	مغلظة کی جمع

مُغلق	دقیق، مشکل، دوراز فہم	بند کیا ہوا، مبہم
مغلوبیت	محکومیت، فرماں برداری	اردو ترکیب
مغویہ	اغوا شدہ	أغوی: گمراہ کرنا
مُغِیلان	کیکر، ببول	اصل :أم غیلان
مفرور[91]	بھاگا ہوا، روپوش	اردو اشتقاق
مفروق	فرق کیا گیا، جدا کیا گیا	اردو اشتقاق
مفصلات	شہر کے اردگرد کے قصبات و دیہات	مَفصَل: جوڑ
مفعولیت	مفعول ہونا	اردو ترکیب
مُفلسی	غریبی، ناداری محتاجی	اردو ترکیب
مقابلہ	لڑائی، مڈبھیڑ	گفتگو، آمنا سامنا
مقال	گفتگو، بات چیت، کلام	قول، کلام
مقامی	لوکل، کسی خاص جگہ سے متعلق	اردو ترکیب، عربی میں میم کے زبر کے ساتھ بولا جاتا ہے
مقبوضہ	قبضہ کیا گیا	وصول شدہ، قید خانہ
مقبولیت	منظوری، شہرت	مقبول: قبول کیا گیا، قابل قبول
مقتدا	پیشوا، رہ نما	اصل: مقتدی
مقتضا	مطلب، مراد	اصل :مقتضَی
مقدر	نصیب، قسمت، اندازہ کیا گیا	تخمینہ کیا ہوا، فرض کردہ، متوقع
مقدرات	جمع مقدر	''مقدر'' کی اردو جمع، عربی :أقدار
مقدّمہ	دعویٰ، استغاثہ	پیش کردہ
مقدمات	مقدمہ کی جمع	پیش کیے ہوئے
مقدور	قدرت، طاقت، قابلیت، ثروت	طے شدہ، مقدر میں لکھا
مقدورات	مقدور کی جمع	''مقدور'' کی اردو جمع

مقرِّر	تقریر کرنے والا	رپورٹر
مقررین	مقرر کی جمع	رپورٹرز
مقرَّرَہ	قرار دیا گیا، مجوزہ، معینہ	تعلیمی منہج، ثابت
مقروض	قرض دار ہونا	اردو اشتقاق، قَرَض: کاٹنا، شعر کہنا
مقطع	قصیدہ کا آخری شعر جس میں شاعر کا تخلص آتا ہے	ہر چیز کا آخر، منتہی، بند
مقنِّنہ	قانون ساز اسمبلی	مقنن کا مونث مدون کے معنی میں
مکاتب	مدارس	دفاتر، کتابت گھر، لکھنے کی میز
مکّاری	دغا بازی، فریب کاری	اردو ترکیب
مکان	رہنے کی جگہ، گھر، مسکن	دائرہ، جگہ
مکانات	مکان کی جمع	جگہ
مُکبِّر	امام کے پیچھے تکبیر کہنے والا	موٹا کرنے والا
مکتب	مدرسہ، درسگاہ	دفتر، لکھنے کی جگہ
مکرَّر	دوبارہ، دوسری مرتبہ	انجام، صفائی
مکین	مکان دار، صاحب خانہ	صاحب حیثیت، رتبہ والا
مُلّا	مسلمان فقیہ، عالم، فاضل	آقا، اصل: مولیٰ
ملاحت	سانولا پن	حسن، خوبصورتی
ملّاحی	ملاح کا پیشہ اور اجرت، مبہم گالی	ملاح: کشتی بان
ملّاحیاں	لعنتیں، گالیاں	اردو اشتقاق
ملازم	خادم، نوکر	ساتھی
ملازمت	خدمت، نوکر	ساتھ، مصاحبت
ملازمی	خدمت، نوکری	اردو ترکیب
ملازمین	نوکر	جمع ملازم
ملاقاتی	ملنے والا، جان پہچان والا	اردو ترکیب

ملال	رنج، غم، افسوس	بے قراری، بے چینی
ملامتی	لعنتی، مردود، فقیروں کی جماعت فرقۂ ملامتیہ سے منسوب جو چھپ کر عبادت کرتے ہیں	ملامۃ: ملامت
مُلّانی	استانی، ملّا کی بیوی	اردو ترکیب
ملائم	نرم	مناسب
ملائمت	نرمی	مناسب (مونث)
ملبوس	لباس، کپڑا	پہنا ہوا
ملبوسات	کپڑے	ملبوس کی جمع
ملتجی	طلب کرنے والا	امید کرنے والا، خواہش مند
ملتوی	موخر	پر پیچ، بل دار، پیچیدہ، خم دار
مُلذّذ	لذیذ، مزے دار، خوش ذائقہ	اردو اشتقاق
مُلزم	الزام لگایا ہوا، مجرم، گنہ گار	مُلزَم: مقید، فرض کیا گیا
ملزمین	کسی جرم کا مرتکب	ملزم کی جمع
ملزوم	جو جدا نہ ہو سکے، متعلق	لازم کیا گیا
ملفوظ	منہ سے بولی ہوئی بات	پھینکا ہوا
ملفوظات	شیخ یا عالم کے اقوال کا مجموعہ	ملفوظۃ کی جمع بمعنی بولا گیا
ملفوف	لفافہ میں بند، سر بند	لپیٹا ہوا
مُلکی	ملک کا، ملک والا	ملک کی جانب منسوب
ملمع	سونا چاندی چڑھایا گیا، درخشاں	صیقل کیا ہوا
ملوکانہ	بادشاہوں کی مانند، بادشاہوں کا طریقہ	اردو اشتقاق
مُلول	غمگین	مَلول: آزردہ خاطر، جلد اکتا جانے والا
مُمِد	معاون، مددگار	پھیلانے والا
من وعن[92]	مفصل، حرف بہ حرف، بعینہ	حرف جار

مناجات	منظوم دعا	مناجاة: سرگوشی
مناجاتی	مناجات کرنے یا پڑھنے والا	اردو ترکیب
مُنافع	فائدہ	مَنافع: منفعة کی جمع
منال	جاگیرداری، دھن دولت	حصول، ہمیشہ مرکب استعمال ہوتا ہے
منتشر	متفرق، بکھرا ہوا، حیران	عام، معروف، شائع
منتظم	انتظام کرنے والا، ناظم	نظام والا، ریگولر
منتقلی	ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا یا کرنا	اردو ترکیب
منتہی	وہ مواد جو طالب علم کو تعلیم کے آخری سالوں میں پڑھایا جاتا ہے	اصل: منتہٍ
منجذب	جذب ہونے والا	پھیلا ہوا، مجذوب
منحصر 93	مشروط، موقوف	گھرا ہوا، قید کیا ہوا
منحنی	چھوٹے قد کا، خمیدہ، دبلا، لاغر	قوس دار
مندیل	خاص قسم کی پگڑی، تولیہ، رومال	سینہ بند
منزل	مسافر خانہ، ٹھہرنے کا مقام، ہدف	گھر، جائے نزول
منزلہ	درجے کا، کھنڈ والا	اردو میں ''منزلت'' درجہ، رتبہ، مرتبہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے
منسوخی 94	نیست ہونا، مٹنا	نسخ الشیٔ: زائل کرنا
منشا 95	ارادہ، نیت، رغبت	پیدا ہونے کی جگہ
مُنشار 96	آرہ، لکڑی چیرنے کا آلہ	اصل: مِنشار
مُنشی	مضمون نگار، محرر، حساب کتاب لکھنے والا، سکریٹری	موجد، مولف، ایڈیٹر، انشا پرداز
منشیانہ	منشیوں کا سا، منشی کا محنتانہ	اردو اشتقاق
مُنشّی	نشہ لانے والی چیز	اردو اشتقاق

منشیات	نشہ آور اشیا	اردو اشتقاق
منصبی	منصب سے منسوب، فرض منصبی	اردو ترکیب
منصرم	منتظم، مہتمم، مینجر	کاٹنے والا
منصف	دیوانی کا ایک عہدے دار، انصاف کرنے والا	عدل کرنے والا
منصفانہ	از روئے انصاف، دوٹوک	اردو اشتقاق
منصفی	منصف کا عہدہ، عدالت، انصاف	اردو ترکیب
منصوبہ	پلان، تجویز، تدبیر، مقصد	قائم شدہ، قائم کیا ہوا
منضبط	مضبوط	درست ہونا
منضج	وہ دوا جو پھوڑے کو پکانے کے لیے باندھی جاتی ہے	جو کسی چیز کو پکا دے
منضجات	پھوڑے کو پکانے والی دوائیں	منضج کی جمع
منظور 97	موافقت ہونا	دیکھا گیا، قابل دید
منظوری	موافقت	اردو ترکیب
منَغَّض 98	گدلا، مکدر، ناراض، ملول	سر کو حیرت زدہ کے مانند ہلانے والا
منفعل	نادم، شرمندہ	پریشان حال، مضطرب
منقَّش	نقش کیا گیا، بیل بوٹے دار	کندہ کیا ہوا، تراشا ہوا
منقّی 99	ایک قسم کی بڑی کشمش	پاک صاف
منکسر	متواضع	شکستہ، اردو میں مرکب استعمال کیا جاتا ہے جیسے منکسر المزاج
منکوحہ	نکاحی عورت، بیوی	اردو استعمال
مِنہا	تفریق، نفی	مِن: حرف جار، ھا: ضمیر مونث
منہائی	تفریق، نفی، گھٹاؤ	اردو ترکیب

مواجب	تنخواہ، اجرت، مشاہرہ	''ماوجب'' کی بگڑی ہوئی شکل بمعنی جو واجب ہے
موازنہ	مقابلہ، اندازہ کرنا	توازن، تقابل
موازی	برابر، ہم قیمت	مقابل
مواضع	موضع کی جمع، جگہیں، مقامات	مواقع
مواضعات	مواضع کی جمع	اردو جمع
موجودگی	حاضری، حضوری	اردو ترکیب
موجودہ[100]	حال کا، اب کا، اس وقت کا	موجود کا مونث
موجہ[101]	پسندیدہ، مرغوب، عمدہ	بھیجا ہوا، کسی رخ کی طرف متوجہ
موجی	آزاد طبع، ظریف	اردو ترکیب، موج کی طرف منسوب
موحّدانہ	موحدوں کی طرح	اردو اشتقاق
مودبانہ	ادب سے، تہذیب کے ساتھ	اردو اشتقاق
مُودت	پیار، محبت، دوستی	اصل: مودۃ
موروثی	باپ دادا کا، جدی، پشتینی	اردو ترکیب
مورخانہ	تاریخ لکھنے والوں کی طرح	اردو اشتقاق
موزوں	جچا ہوا، زیبا، لائق، مناسب	تولی جانے والی چیز، وزن کی ہوئی چیز
موزونیت	پسندیدگی، سنجیدگی، زیبائش	اردو ترکیب
موسمیات	موسم کی معلومات کا علم	اردو ترکیب
موسمیاتی	موسم یا علم موسم سے متعلق	اردو ترکیب
موسیقار	فن موسیقی کا ماہر، گویا	اردو اشتقاق
موسیقی	فن موسیقی سے متعلق	موسیقار
موضع	گاؤں، قریہ	جگہ، مکان
موقع	خاص وقت، خاص مقام، ضرورت	مکان

موقوفی	برطرفی، برخاستگی، التوا	اردو ترکیب
مولا	مالک، آقا، سردار	اصل: مولٰی
مولانا	علما کا اعزازی خطاب، عالم دین	ضمیر جمع متکلم کی طرف مضاف
مولائی	سرداری، امارت، علیؓ کی جانب منسوب	حدیث میں ہے: إنه مولٰی المؤمنين (بیشک وہ مومنوں کے مولیٰ ہیں)
مومنیّت	مومن ہونا، مطیع وفرماں بردار ہونا	اردو ترکیب
مویشی	چوپائے	اصل: مواشي
مہتمم	اہتمام کرنے والا، منظّم	اصل: مہتمّ: پرواہ کرنے والا
مہتم (بالشان)	اہم چیز، بڑا واقعہ	جس کی پرواہ کی جائے
مہذّب	تہذیب یافتہ، شائستہ، خلیق	باادب
مُہِم	معرکے کا کام، جنگ، مشکل کام	اہم
مہمات	لڑائیاں، جنگیں	مهمة کی جمع
مہمَل	بیکار، نکما، ترک کردہ، فضول	چھوڑا ہوا، ترک کیا ہوا
مہملات	بیہودگیاں، فضول باتیں	پھینکی ہوئی چیزیں
مہنّد	دوسری زبان کا لفظ جس میں تصرف کرکے ہندی بنالیا گیا ہو	ہندوستانی تلوار، ہندوستانی لوہے سے بنی ہوئی تلوار
مہندِس	ہندسہ داں، نجومی، ماہر اقلیدس	انجینئر
مہوّس	کیمیا گر، حریص، لالچی	مجنوں، مھَوس
مہوّسی	کیمیا گری، لالچ	اردو ترکیب
مہیّا	تیار، آمادہ، حاضر	مهيأ: تیار شدہ
میّت	مردہ، لاش، جنازہ	میِّت: فنا ہونے والا، مردہ
میدانی	میدان کے متعلق، صحن مکان میں لٹکایا جانے والا چراغ	میدان سے منسوب

مَیَسّر	دستیاب، حاصل، موجود	مُیسر: آسان کیا گیا
میلاد	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے دن کے موقع پر منعقد کی جانے والی محفلیں و اجلاس	ولادت
مینار	مینار	اردو اشتقاق
نادری	شاہ افغان نادر شاہ کی جانب منسوب، زبردستی، ایک قسم کی صدری	اردو ترکیب
ناطقہ	بولنے کی قوت، قوت گویائی	قاموس میں الناطقة: آلات نطق
ناظرہ[102]	قوت دید، دیکھ کر پڑھنا	آنکھ، نگرانی
ناظرین	دیکھنے والے، پڑھنے والے	نگرانی کرنے والے
نبّاش	کفن چور	قبر کھودنے والا
نبّاض	نبض شناس، حکیم	اردو اشتقاق
نبّاضی	نبض شناسی، حکیمی	اردو ترکیب
نثار	قربان، فریفتہ	نثر ینثر سے مصدر: منتشر
نثّار	اچھی نثر لکھنے والا	اردو اشتقاق
نجّاری	بڑھئی گیری	اردو ترکیب
نجومی	علم نجوم کا ماہر، جوتشی	اردو ترکیب
نخّاس	چوپایوں کا بازار، منڈی	غلام و چوپایہ فروش
نخلستان	کھجور کے پیڑوں کا جھنڈ، ریگستان میں سرسبز و شاداب قطعہ	نخل+ستان فارسی، ستان: وہ جگہ جس میں کوئی چیز زیادہ ہو
نخلستانی	نخلستان کی طرف منسوب	اردو ترکیب
ندّافی	روئی دھنکنے کا پیشہ	اردو ترکیب
نذرانہ	تحفہ، ہدیہ	اردو اشتقاق

نزہت	تروتازگی، پاکیزگی	نزھة: تفریح
نسائیت	نسائی صفات سے متصف	اردو ترکیب
نسبتی	رشتہ دار	نسبة : رشتہ داری، ربط
نستعلیق	وہ رسم الخط جس میں عام طور پر اردو فارسی زبانیں لکھی جاتی ہیں	اردو رسم الخط، نسخ و تعلیق سے ماخوذ
نسخہ	وہ پرچہ جس پر حکیم دوا تجویز کرتا ہے	کتاب وغیرہ کا نسخہ
نشاخاطر	اطمینان، دل جمعی	نشاط خاطر
نِشاط	خوشی، مسرت، فرحت، مزہ	نَشاط: زندگی، حرکت
نشرہ	وہ محفل جو بچے کے قرآن مجید ختم کرنے کے دن منعقد کی جاتی ہے، بچے کے پہلے دن مدرسہ جانے پر زعفران سے لکھے جانے والے حروف تہجی	اعلان، تشہیر
نشریات	براڈ کاسٹنگ	اردو اشتقاق
نشریاتی	براڈ کاسٹنگ والا	اردو ترکیب
نشہ	خمار، مستی، سرور	نَشِی: نشہ، خمار
نصابی	درسی	نصاب سے متعلق
نصفا نصف	آدھا آدھا	نصفاً
نصفا نصفی	آدھا آدھا	نصفاً
نصیبا (نصیبہ)	قسمت، مقدر	اردو ترکیب
نظارہ	دیکھنا، دیدار، تماش بینی	مشاھدون، دیکھنے والے
نِظامت	ناظم کا عہدہ، انتظام	نظام: طریقہ، قاعدہ

نِظامیہ	ہندوستانی طریقۂ تصوف میں سے ایک، شیخ نظام الدین فرنگی محلی کے وضع کردہ نصاب پر چلنے والے مدارس اسلامیہ	نظامیۃ : باضابطہ، اصولی، جیسے باضابطہ فوج
نظریے	ایک نظر	واحد کے لیے فارسی یائے مجہول
نظریاتی	فکری، نظریے سے متعلق	اردو ترکیب
نعت	مدح نبی ﷺ	صفت، امتیازی صفت
نعتیہ	نعت سے منسوب، وہ اشعار جو نبی کریم ﷺ کی توصیف میں ہوں	نعت سے منسوب
نفت	مٹی کا تیل، کیروسین آئل	نفط: پٹرول
نَفری	تعداد خصوصاً مزدوروں کی، یومیہ مزدوری	اردو ترکیب، نفر: شخص، جماعت
نفریں	ملامت، پھٹکار، لعنت	اردو ترکیب، النفور سے
نفسانفسی	خود غرضی، آپا دھاپی	اردو ترکیب
نفسی نفسی	خود غرضی، آپا دھاپی	اردو ترکیب
نفسیات	نفس سے متعلقہ باتیں، علم نفس	اردو ترکیب
نفسیاتی	نفسیات سے منسوب	اردو ترکیب
نفیری	شہنائی	اردو ترکیب
نقّارچی	نقارہ بجانے والا	اردو ترکیب
نقّارہ	طبل، نوبت	نَقَر: چوٹ مارنا، بجانا
نقّاشی	نقش و نگار بنانے کا پیشہ	اردو ترکیب
نقّال	نقلیں کرنے والا، بہروپیا، بھانڈ	منتقل کرنا، اٹھانے کے لائق
نقالی	نقل کرنے کا پیشہ، بھانڈ	اردو ترکیب
نقدا نقد	ہاتھوں ہاتھ، فوراً قیمت ادا کرنا	اردو ترکیب
نقدی	روپیہ، دولت، رقم	اردو ترکیب

نُقرہ[103]	چاندی، سفید چیز، سفید گھوڑا	پگھلا ہوا سونے یا چاندی کا ٹکڑا
نقرئی	نقرہ سے منسوب، چاندی جیسا سفید	اردو ترکیب
نقشہ	ساخت، شبیہ، کسی کام کا خاکہ	نقش: کھودنا، تراشنا، صورت، ڈیزائن
نقشین	منقش، جس پر نقش بنے ہوں	اردو ترکیب
نُقل	ایک قسم کی مٹھائی	وہ چیز جو کسی نشہ آور چیز کے بعد تبدیل ذائقہ کے لیے کھائی جائے
نقلی	جھوٹا، مصنوعی، جعلی، کھوٹا	عرفی، تقلیدی
نقیہ	ناتواں، کمزور، ضعیف	اردو اشتقاق، النقاھة: بیماری کے بعد حصول صحت کا مرحلہ
نکاحی	شرعی بیوی	اردو ترکیب
نکیرین	مردے سے سوال و جواب کرنے والے دو فرشتے	منکر و نکیر
نَواب و نَوّاب	کسی شہر یا علاقے کا حاکم، عہد مغلیہ کا ایک خطاب	نُوّاب: نائب صدر و قاضی وغیرہ
نَوابی	نواب پن، حکومت	اردو ترکیب
نواحی	مضافات، اردگرد کا علاقہ	نواح: سمتیں، جوانب
نوادرات	نادر چیزیں	نادرة کی جمع الجمع
واجبی	ضروری، معقول، کسی قدر	اردو ترکیب
واردات	جرائم، خاص طور پر وہ حادثات جو پولیس میں درج کرائے جائیں، وہ احوال جو صوفی[104] کے دل پر گزریں	اترنے کی جگہیں، گھاٹ
واسطے	لیے، بہ سبب، واسطہ کی جمع	واسطة: وسیلہ، ذریعہ، واسطہ
واصلات	کل وصول شدہ، حاصل شدہ رقم	واصلة کی جمع: وارد ہونے والی، آنے والی

واقعات	حادثے، واقعے	واقعة: مصیبت، معرکہ، قیامت
واقعاتی	واقعہ سے منسوب	اردو ترکیب
واقف 105ھ	جاننے والا، آگاہ، شناسا	کھڑا ہونے والا
واقفیت	جان پہچان، آگاہی	اردو ترکیب
والہانہ	شیفتگی کے انداز سے، عاشقانہ انداز سے	واله: گرویدہ، اردو اشتقاق
واہمہ	قوت تخیل	تصور کرنے والی، واهمة: واہم کا مونث
واہی تباہی	لغو، بے ہودہ، آوارہ، بدمعاش	واہٍ: احمق، کمزور، تباہ: فخر کرنا
واہیات	بے ہودہ اور لغو باتیں، خرافات	واهية: بیوقوف
وبال	عذاب، مصیبت، آفت	سختی، برا انجام
وبائیات	وباؤں کی تحقیق اور روک تھام کا علم	اردو ترکیب
وِثاق	معاہدہ، عہد، تعیین	وَثاق: جو رسی وغیرہ سے باندھا جائے
وحشیانہ	وحشیوں کی طرح	وحشي: خشکی کے نامانوس جانور، جنگلی جانور، درندے
وِداعی (بدائی)	رخصتی، وداع سے متعلق	اردو ترکیب، اصل: وَداع
ورُقہ	کتاب کا ورق، پتا	اصل: وَرَقَة
وزارتی	وزارت سے متعلق	اردو ترکیب، اصل: وزاري
وَزْنہ	وزنی چیز، پیپر ویٹ	ایک بار کا وزن کرنا
وزنی	بھاری، بوجھل، ٹھوس، وقیع	اردو ترکیب
وسع	چوڑائی، فراخی، پھیلاؤ	قدرت، طاقت
وسواسی	وہمی، شکی، جو چیز ہچکچاہٹ پیدا کرے	اردو ترکیب، الوسواس: کھٹکنے والی بات، شیطان
وصلی	خوشنویسوں کے مشق کرنے کا دہرا کاغذ	اردو ترکیب
وصول	جو مل گیا ہو، حاصل آمد	پہنچنا

وصولی	قرض وصول کرنا	اردو ترکیب
وصولیاب	وہ چیز جس کی وصولی ہو چکی ہو	فارسی میں ''یاب'' کا معنی اردو میں ''وصول'' ہے
وصولیابی	وصولی	اردو ترکیب
وضاحت	واضح کرنا، تشریح کرنا	اردو استعمال
وظیفہ	تنخواہ، وظیفہ، وِرد، دعا	تنخواہ، ڈیوٹی، فرض منصبی
وفاق	فیڈریشن	موافقت، اتفاق، ربط
وفاقی	وفاق سے منسوب	اردو ترکیب
وقتاً فوقتاً	کبھی کبھی، گاہ بہ گاہ	اردو ترکیب
وقعت	عزت، اعتبار، ساکھ	وقعة: پیش آمدہ، حادثہ، واقعہ
وقوعہ	حادثہ خاص طور پر جرم سے متعلق	وقوع: وقع یقع کا مصدر
ولایتی	انگلینڈ یا یورپ سے منسوب	اردو ترکیب
ولولہ [106]	جوش، امنگ	گریہ وزاری، آہ وبکا، ''واویلا'' کہنا
ولیمہ	شادی کی ضیافت	دعوت کا کھانا
وہلہ	حملہ، دھاوا، اعلان جنگ کے لیے بجایا جانے والا طبل	ہر چیز کی ابتدا
ہاضم	ہضم کرنے والا، ہضم میں معاون	ہاضم: جس میں لچک ہو
ہاضمہ [107]	ہضم کرنے کی قوت	مَعِدَة
ہالی موالی	متعلقین، اردگرد کے لوگ	اہل وعیال اور نوکر
ہجراں	ہجر، جدائی، مفارقت	ہجران
ہجوم	بھیڑ بھاڑ، ازدحام، مجمع	حملہ، دھاوا
ہجّے (یائے مجہول)	حرف کو حرف سے اعراب کے ذریعہ ملا کر لفظ بنانا	تهجية

ہذَیان	بڑ، بیہودہ گوئی	هذَیان
ہَرَج	شورش، ہنگامہ، دنگا، خلل، نقصان	هَرَج: اضطراب، بے چینی
ہَرَج مَرَج	شورش، بلوہ، نقصان، خلل	اصل: هرُج و مرُج
ہرجانہ	زرِ نقصان، تاوان	اردو اشتقاق
ہرجہ	نقصان، ہرجانہ	اردو ترکیب
ہزلیات	بیہودہ باتیں، ہزل کے اشعار	هزل: غیر سنجیدہ
ہفوات	بیہودہ بات	لغزش، ٹھوکر، غلطی
ہلاکت	تباہی، بربادی، موت، خون خرابہ	اردو ترکیب
ہمہمہ	شیر گھوڑے وغیرہ کی بھاری آواز	بھن بھناہٹ
ہندسہ	شکل، عدد، رقم	هَندسة انجینئری کا پیشہ، انجینئرنگ
ہنود	ہندو کی جمع	هندي (ہندوستانی) کی جمع
ہُو بَہُو	بعینہٖ، بالکل ٹھیک ٹھیک	اردو ترکیب
ہولا جبطا	بدحواس	هول: خوف، خبط: مارنا، پیٹنا، کھٹ کھٹانا
ہولچی	فساد بھڑکانے والا	اردو ترکیب
ہونق	احمق، بے وقوف، وحشی	اصل: هبنق
یاقوتی	یاقوت سے منسوب، ایک قسم کا کھانا اور حلوی، سرخ رنگ کا	یاقوت کی طرف منسوب
یتیمی	بے پدری کا عالم	اردو ترکیب
یرقانی	یرقان کا مریض، زرد رنگ کا	اردو ترکیب
یزید	سنگ دل وظالم کا کنایہ	اسم علَم
یعنی	مراد یہ ہے، مطلب یہ ہے، اس لیے کہ	فعل مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ
یہودن	یہودی عورت	اردو اشتقاق

وہ الفاظ جن کا تلفظ عام بول چال میں تبدیل ہو گیا

یہ فصل ان الفاظ پر مشتمل ہے جو اردو زبان میں عربی معنی کے ساتھ ہی داخل ہوئے اور اکثر اہم اردو لغات میں ان کے اعراب وتلفظ بھی عربی زبان وقواعد کے مطابق ہی ہیں لیکن عام بول چال کے ساتھ ساتھ خواص میں بھی یہ الفاظ اپنی اصلی صورت پر باقی نہیں رہے؛ البتہ عربی داں حضرات اسے اصلی عربی شکل میں ہی استعمال کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس قسم کے بعض الفاظ کا استعمال اہم اردو شعرا و ادبا کے کلام میں نظر آتا ہے جس کی وجہ سے عربی داں اور غیر عربی داں، اہل اردو کے درمیان تنازع کی صورت پیدا ہو گئی۔ عربی داں اہل اردو کا اصرار ہے کہ اس قسم کے الفاظ کو ان کے اصل عربی تلفظ کے ساتھ استعمال کیا جانا چاہیے جیسا کہ اردو لغات میں مذکور ہے۔ جب کہ دوسرے گروہ کا ماننا ہے کہ اردو میں یہ الفاظ اپنی تبدیل شدہ شکل میں مروج ہیں، ان کا عربی زبان سے کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا ان کی لکھاوٹ اور اعراب میں اردو ادبا و شعرا اور اہل زبان کے تلفظ و اعراب کا اعتبار ہونا چاہیے نہ کہ عربی لغات کا۔ جہاں تک اردو لغات کا تعلق ہے تو ان میں کچھ وجوہات کی بنا پر غلطی ہو گئی ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ اس تعلق سے دو قسم کے اختلاف پائے جاتے ہیں: ایک عربی داں اہل اردو و غیر عربی داں اہل اردو کے درمیان جب کہ دوسرا اردو لغات اور اردو بولنے والوں کے درمیان۔ میں یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ ان الفاظ کو ایک جگہ علاحدہ علاحدہ جمع

کر دیا جائے۔ اس موضوع پر کئی کتابیں بھی تالیف کی جا چکی ہیں جیسے لغات اغلاط العوام وغیرہ۔ ''قاموس الاغلاط'' کو اس فن کی سب سے مشہور کتاب مانا جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل فہرست میں مذکور اکثر الفاظ اسی سے لیے گئے ہیں۔

آدمی	دال مفتوح	آدمیت[108]	یا مشدد
ابوت	الف مضموم	احیانا	الف مفتوح
اخلاق	الف مفتوح	اخوان	الف مکسور
اخوت	الف مضموم	ادبار	الف مکسور
اذیت	یا مشدد	استقبال	تا مکسور
		استوا	تا مکسور
اسلوب	الف مضموم	اسقف	الف مضموم
اسلحہ	لام مکسور	اصطبل	الف مکسور با ساکن
اصلیت	یا مشدد	افشا	الف مکسور
اقربا	را مکسور	افق	فا مضموم
اقلیم	الف مکسور	اکسیر	الف مکسور
الوداع	واو مفتوح	امارت	الف مکسور
امن	میم ساکن	اناث	الف مکسور
انسانیت	یا مشدد	اہلیت	یا مشدد
اہم	میم مشدد	بخور	با مفتوح
بدوی	دال مفتوح	براز	با مکسور
براق	را غیر مشدد	برکت	را مفتوح
بشرہ	با و شین مفتوح	بشارت	با مفتوح
بنات	با مفتوح	بیّن	یا مشدد مکسور
تجربہ	جیم ساکن را مکسور	تحیہ	حا مکسور

ترجمہ	جیم مفتوح	ترکہ	را مفتوح
تفرقہ	فا ساکن را مکسور	تنازع	زا مضموم
ثبات	ثا مفتوح	ثقالت	ثا مفتوح
ثقلین	قاف مفتوح	ثمرہ	میم مفتوح
جدّ (وجہد)	جیم مکسور	جریان	جیم و را مفتوح
جزیہ	جیم مکسور	جمہور[109]	جیم مضموم
جوار	جیم مکسور	جہالت[110]	جیم مفتوح
جہر	ہا ساکن	جہل	جیم مفتوح
جہنم	نون مفتوح	جہول	جیم مفتوح
جیّد[111]	یا مکسور مشدد	حجامت	حا مکسور
حجلہ	حا و جیم مفتوح	حجم	جیم ساکن
حرفت	حا مکسور	حرکت	را مفتوح
حسام	حا مضموم	حشمت	حا مکسور
حصص	حا مکسور	حقارت	حا مفتوح
حلق	لام ساکن	حلقوم	حا مضموم
حماقت	حا مفتوح	حمل	میم ساکن
خاصیت	صاد و یا مشدد	خجالت	خا مفتوح
خراج	خا مفتوح	خزانہ	خا مکسور
خفا	خا مفتوح	خفقان	فا مفتوح
خلجان	لام مفتوح	خلوت	خا مفتوح
خلط ملط	خا و لام ساکن	خیال	خا مفتوح
دباغت	دال مکسور	درجہ	را مفتوح
دجلہ	دال مکسور	دمشق	دال مکسور میم مفتوح

دیار	دال مکسور	ذبح	ذال مفتوح
رباب	رامفتوح	رباط	رامفتوح
رجا	رامفتوح	رحل	رامفتوح حاساکن
ردی	دال غیر مشدد	رعایا	رامکسور
رعونت	رامفتوح	رفاقت	رامفتوح
رفعت	رامکسور	رقابت	رامفتوح
رکاب	رامکسور	رواج	رامفتوح
رہبانیت	رامفتوح	زنبور	زامضموم
زوّار جمع زائر	زامضموم	زہرہ	زامضموم
سراب	سین مفتوح	سرایت	سین مکسور
سرطان	رامفتوح	سرقہ	رامفتوح
سفوف	سین مفتوح	سمت	سین مفتوح
سموم	سین مفتوح	سوال	سین مضموم
شجاعت	شین مفتوح	شرح	راساکن
شعور	شین مضموم	شفا	شین مکسور
شفقت	فامفتوح	شفاعت	شین مفتوح
شکوی	شین مفتوح	شمائل	شین مفتوح
شہاب	شین مکسور	شیخ	شین مفتوح
صاحب	حامکسور	صدر	دال ساکن
صبور	صاد مفتوح	صحت	حامشدد
صدقہ	دال مفتوح	صعوبت	صاد مضموم
صفر	فاساکن	صناعت	صاد مکسور
صندوق	صاد مضموم	ضائع	ہمزہ مکسور

ضماد	ضاد مکسور	ضیغم	ضاد مفتوح
طرح	را ساکن	طرفہ (العین)	طا مفتوح
طرفین[112]	را مفتوح	طیّب	یا مکسور مشدد
عاریت	یا مشدد	عبا	عین مفتوح
عجلت	عین مفتوح	عدو	عین مفتوح واو مشدد
عرفہ	را مفتوح	عرق	را مفتوح
عروس	عین مفتوح	عروض	عین مفتوح
عشر عشیر	عین اول مضموم	عصمت	عین مکسور
عضو	عین مضموم ضاد ساکن	عظمت	ظا مفتوح
عفو	فا ساکن	علاقہ	عین مفتوح
علاوہ	عین مفتوح	عمامہ	عین مکسور
عمداً	میم ساکن	عملہ	میم مفتوح
عمود	عین مفتوح	عیادت	عین مکسور
عیال	عین مکسور	عیان	عین مکسور
غبن	با ساکن	غدر	دال ساکن
غرض	را مفتوح	غزال	غین مفتوح
غصب	صاد ساکن	غلاف	غین مکسور
غلبہ	لام مفتوح	غوطہ	واو معروفہ
فجر	جیم ساکن	فرار	فا مکسور
فراش	فا مکسور	فضا	فا مفتوح
فضلہ	فا مفتوح	قافلہ	فا مکسور
قبول	قاف مفتوح	قدح	دال ساکن
قصبہ	صاد مفتوح	قضیہ	ضاد مکسور یا مشدد

قطار	قاف مکسور	قلعہ	قاف مفتوح
قناعت	قاف مفتوح	کفالت	کاف مفتوح
کلمہ	لام مکسور	کہانت	کاف مفتوح
کرہ	را غیر مشدد	کنیت	نون ویا غیر مشدد[113]
لامحالہ	میم مفتوح	لحد	حا ساکن
مبالغہ[114]	لام مفتوح	مترجم	را ساکن جیم غیر مشدد
محامد	میم مفتوح	محبت	میم مفتوح
محکمہ	حا ساکن، کاف مفتوح	محلّہ	میم مفتوح
مدح	دال ساکن	مدرسہ	دال ساکن، را مفتوح
مروّت (مرُ وءت)	را مضموم واو غیر مشدد	مساوی	میم مضموم
مشابہت	با مفتوح	مشعل	میم مکسور
مشورہ	شین مضموم واو ساکن	معدن	دال مکسور
مقام	میم مفتوح	مقصد[115]	صاد مکسور
مقدمہ	دال مفتوح مشدد	ملزم	زا مفتوح
مملکت	لام مفتوح	منافع	میم مفتوح، فا مکسور
منصب[116]	صاد مکسور	موسم	سین مکسور[117]
موضع	ضاد مکسور	میت	یا مکسور مشدد
نذر	ذال ساکن	نظارہ	ظا مشدد
نفحات	فا مفتوح	نفاذ	نون مفتوح
نفقہ	فا مفتوح	نکبت	نون مفتوح
نکہت	نون مفتوح	نمو	واو مشدد
نواب	نون مضموم واو مشدد	واردات	را مکسور
واسطہ	سین مکسور	والدہ	لام مکسور

والدین	لام مکسور	وداع	واو مفتوح
وضع	ضاد ساکن	وضو	واو مضموم
وقار	واو مفتوح	وہابی	ہا مشدد
ہجر	ہا مفتوح	ہجو	جیم ساکن
ہذیان	ہا و ذال مفتوح	ہضم	ضاد ساکن
ہندسہ	ہا مفتوح		

●

حواشی

-1 عبدالواحد وافی،علم اللغہ ،ص260 اور آگے

-2 Max Muller, Lecture on the science of lnaguage, (London 16th edition, Longmans Green and co, 1871) 2: 328

-3 اصمعی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں:'' دوآدمیوں کے درمیان لفظ ''صقر'' کے متعلق اختلاف ہوگیا،ایک کہتا تھا صاد سے ہے دوسرا کہتا تھا سین سے سقر ہے، بالآخر دونوں اس بات پر راضی ہوگئے کہ سب سے پہلے جو شخص آئے اس کے سامنے ہم اپنی بات پیش کریں گے وہ جو فیصلہ کرے گا وہی حتمی ہوگا،ایک شخص آیا انھوں نے اپنی بات پیش کی تو اس نے کہا کہ میرا خیال تم دونوں سے مختلف ہے، یہ تو ''زقر'' ہے''۔

ابن جنی،الخصائص،تدوین:محمد علی النجار(قاہرہ:مطبع دارالکتب العلمیہ ،1952)374:1۔

-4 A. H. Sayce, The principle of comparative philology, (London: 1885), p. 176

-5 A. H. Sayce, Introduction to science of language, p. 1: 90

-6 ایضاً،1 :300؛علی عبدالواحد وافی،علم اللغہ ،260-285

-7 علی عبدالواحد وافی،اللغہ والمجتمع ،26-27

-8 معجم میں لفظ ''انتشار'' کا اردو معنی فساد ہے،اور انگریزی معنی Confusion دیا گیا ہے۔

-9 جب لفظ ''اوقات'' مذکر ہو تو اس کا عربی معنی مراد ہوتا ہے۔دیکھیے:اس باب کی فصل اول۔

-10 دیکھیے:نوراللغات۔

-11 تاج العروس میں: مولد سے مراد اطبا کے نزدیک سخت امراض میں مریض کے اندر ہونے والی اچانک تبدیلی...البحران ضمہ کے ساتھ یونانی لفظ ہے۔

-12 صاحب فیروز اللغات نے اسے فارسی لفظ لکھا ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔معجم میں اس کا معنی ''گھوم گھوم کر بیچنے والے'' کے ہیں۔یہ بھی صحیح نہیں ہے۔

-13 بَسمَلَ:بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا۔

-14 دیکھیے:نوراللغات۔

15- دیکھیے: نوراللغات۔

16- تاریخ گویوں کی اصطلاح میں کسی مادۂ تاریخ میں سے اعداد گھٹا کر ٹھیک تاریخ نکالنا، اس کی ضد تدخلة۔

17- معجم میں اس کا معنی مواجہہ (آمنے سامنے ہونا، روبرو ہونا) دیا ہے جو کہ غلط ہے۔

18- اب یہ متروک الاستعمال ہے۔ دیکھیے: نوراللغات از نورالحسن نیر (قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی۔1998) مقدمہ، 21:1۔

19- معجم میں اس کا معنی منطقہ واقلیم، صوبہ، دارالخلافہ مذکور ہے۔

20- معجم میں اس کا معنی ہے فہرست جائیداد۔

21- اردو لغات میں ''تکیہ'' کو فارسی لفظ بتایا گیا ہے لیکن بعید نہیں ہے کہ اس کی اصل عربی ہو کیونکہ یہ لفظاً ومعناً دونوں اعتبار سے عربی کے لفظ ''تکی'' سے بہت قریب ہے۔

22- یہ تسمیہ المسبب باسم السبب (سبب کے نام پر مسبب کا نام رکھوانا) کی قبیل سے ہے. کہا گیا ہے کہ یہ ترکی لفظ ہے۔ دیکھیے: فرہنگ آصفیہ۔

23- یہ تسمیۃ السبب باسم المسبب کی قبیل سے ہے۔

24- معجم میں اس کا معنی نصیحت ہے لیکن یہ درست نہیں ہے۔

25- معجم میں ہے کہ: اردو میں شرمندگی، غم، غیر اجتماعی کے معنی میں داخل ہوا لیکن اردو لغات میں یہ معانی نہیں ہیں۔

26- اردو کا یہ لفظ عربی کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا جیسا کہ معجم میں اور شفیع شیخ کے مقالے میں مذکور ہے۔

27- معجم میں اس کا معنی نقد، تحلیل واکتشاف ہے۔

28- دیکھیے: روح البعلبکی کی لغت ''المورد''۔

29- معجم کے مطابق اردو میں یہ لفظ عربی معنی میں ہی داخل ہوا۔ اصل میں ضمہ کے ساتھ ہے لیکن اکثر کسرہ اول کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

30- معجم میں شکر اور پانی کا مخلوط، یہ غلط ہے۔

31- قاموس میں ہے: جاؤوا جماً غفیراً یعنی شریف ورذیل سب آئے۔

32- مرکب ہی استعمال ہوتا ہے جیسے جوق در جوق، فرہنگ آصفیہ و فیروز اللغات میں جیم کے ضمہ کے ساتھ۔

33- معجم میں: وہ برتن جو رات کو چارپائی کے نیچے پیشاب کے لیے رکھا جائے، عام ومعروف معنی نہیں دیا ہے۔

34- معجم میں حاضرات بمعنی جن وعفریت اور حاضراتی بمعنی جادوگر اور جنوں پر قابو رکھنے والا، یہ دونوں معنی غلط ہیں۔

35- معجم کے مطابق یہ لفظ اپنے عربی معنی کے ساتھ اردو میں داخل ہوا حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔

36- دیکھیے: نور اللغات وفرہنگ آصفیہ، عربی لغات میں یہ لفظ وثوق کے ساتھ نہیں پایا جاتا۔ اردو و فارسی دونوں میں حسیناں استعمال ہوتا ہے جس کا مونث حسینہ ہے اور دونوں زبانوں میں یہ لفظ کثیر الاستعمال ہے۔

37- یہ واحد مونث کا صیغہ ہے۔ تمام اردو لغات اور اہل اردو اس میں غلطی کے شکار ہیں۔ جس کی وجہ عربی قواعد سے ناواقفیت ہے۔ انھوں نے فعیل کی جمع پر اس کو قیاس کر لیا جب کہ افعل کی جمع فُعُل کے وزن پر آتی ہے۔

38- معجم میں مذکور ہے کہ اردو میں اس کا معنی رائج، خصلت، رات کا کھانا اور عادت ہے لیکن اردو میں یہ معنی ہیں ہی نہیں۔

39- معجم میں ''خجلت'' اور ''خجل'' دونوں لفظ وارد ہوئے ہیں جب کہ اردو زبان میں پہلا لفظ داخل نہیں ہوا، جہاں تک دوسرے لفظ کا تعلق ہے معجم کے برخلاف وہ اردو میں عربی معنی میں استعمال نہیں ہوتا، صاحب معجم پر معاملہ اس وجہ سے گڈ مڈ ہو گیا کیونکہ بہت سارے لوگ لفظ خجل کو خجو ل کے معنی میں بولتے ہیں۔

40- معجم میں تباہی کا معنی ہے جو کہ غلط ہے۔

41- شفیع شیخ نے لکھا ہے: خرار بروزن قرار ہے، دیکھیے: عربی زبان وادب کا اردو پر اثر ص 83، لیکن مصنف کو یہ حوالہ نہیں مل سکا۔ قاموس المحیط اور بعلبکی کی مورد دونوں میں الخریر والخرخرہ ہے۔

42- مجتبیٰ حسن نے لکھا ہے کہ اس لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بڑھئی گیری ہندوستان میں عرب سے آئی لیکن ان کا یہ کہنا دو وجہ سے صحیح نہیں ہے: اول یہ کہ اگر کسی زبان کا ایسا لفظ مستعار لیا جائے جو کسی صنعت وحرفت پر دلالت کرتا ہو تو ضروری نہیں ہے کہ حرفت بھی وہیں سے آئی ہو جہاں سے یہ لفظ آیا ہے، دوسرے یہ کہ خراطہ اور نجارہ دونوں کا معنی ایک نہیں ہے۔ دیکھیے: ان کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ بعنوان Arabic words in Urdu ص 10۔

43- معجم میں لفظ 'خرج' ہے جو اردو میں مستعمل نہیں ہے۔

44- بھاری بھرکم و بلیغ الفاظ پر مشتمل ایسی گفتگو جو بے معنی ہو۔

45- دیکھیے: فرہنگ اصطلاحات پیشہ وراں از ظفر الرحمٰن، انجمن ترقی اردو، دہلی 1939۔

46- گدگدی کرنا۔

47- معجم میں لفظ دلاّلی ہے لام اول کی تشدید کے ساتھ جو کہ غلط ہے۔

-48 وہ خچر جو شاہ مصر مقوقس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا اور بعد میں آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو عنایت فرما دیا تھا۔

-49 معجم میں اس کا معنی ہے دن کی روٹی۔ معلوم نہیں صاحب معجم کو یہ معنی کہاں سے ملا۔

-50 مولانا ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں ''خوارزمی نے مفاتیح العلوم میں اسے ایک آلہ لکھا ہے اور اس کا نام شاقول ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کا استعمال بڑھئی کرتے ہیں۔ دیکھیے: مقالہ ''تاثیر اللغة العربية فی اللغات الهندية'' ''مجلّہ حضارة الاسلام، سال اول، شمارہ 10، اپریل، 1961۔ لیکن اردو لغات میں اس لفظ کو ان ترکی الفاظ میں شمار کیا گیا ہے جو اردو میں عربی کے واسطے سے داخل ہوئے ہیں لیکن اس بات پر حتمی یقین نہیں کیا جا سکتا؛ کیونکہ اردو نے صرف ترکی اور عربی سے الفاظ مستعار نہیں لیے بلکہ ایسے بے شمار الفاظ ہیں جو ترکی سے براہ راست اردو میں داخل ہوئے یا فارسی کے واسطے سے، نیز ترکی الفاظ کی ایک بڑی تعداد عربی کے واسطے سے اردو میں داخل ہوئی۔

-51 دیکھیے: المورد از روحی البعلبکی۔

-52 دیکھیے: القاموس۔ صاحب معجم نے لکھا ہے کہ یہ لفظ اپنے عربی معنی کے ساتھ اردو میں داخل ہوا لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

-53 دیکھیے: نور اللغات۔ فرہنگ آصفیہ میں سین کے پیش اور زیر کے ساتھ مذکور ہے۔

-54 معجم میں مذکور معنی ''چھوٹا عوامی حمام'' صحیح نہیں ہے۔ ڈاکٹر شفیع شیخ نے عربی میں اس اردو معنی کے وجود سے انکار کیا ہے۔

-55 بڑی حیرت انگیز بات ہے کہ کباب کی جس قسم کو اہل ہند ''شامی کباب'' کہتے ہیں اسے اہل شام ''ہندی کباب'' کہتے ہیں۔

-56 والشحنة فی البلد: جو بادشاہ کی جانب سے مقرر ہو، دیکھیے: القاموس از فیروز آبادی۔

-57 صراحی، صراح کی طرف منسوب ہے جس کے معنی ہیں خالص وصاف شراب۔

-58 یہ لفظ 'صوب' سے ماخوذ ہے جمع صوبے اور صوبہ جات اور اس کی طرف منسوب کرنے کے لیے صوبائی۔

-59 ڈاکٹر شفیع شیخ کا کہنا ہے کہ عربی میں لفظ طرہ کا معنی بال کی صفت ہے جو کہ غلط ہے، دیکھیے: عربی زبان و ادب کا اردو پر اثر، ص 124۔

-60 نور اللغات میں اسے اردو کا تبدیل شدہ لفظ قرار دے کر برقرار رکھا گیا ہے جب کہ فرہنگ آصفیہ میں اسے غلط قرار دیا گیا ہے۔

-61 شایداس طویل رسّی سے ماخوذ ہے جو حیوانات کو باندھنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے، مصری روزمرہ میں اسے طِوالہ کہتے ہیں اور عوام ''طبیلۃ'' استعمال کرتے ہیں نیز ہندوستانی زبانوں میں با کو واو سے بدلنا عام بات ہے، البتہ اس کا استعمال فصاحت کے خلاف نہیں ہے۔

-62 مختلف رنگوں کا مخلوط پاؤڈر، ہندی لفظ ''ابیر'' کے معنی میں۔

-63 اردو لغات میں عربی معنی موجود ہونے کے باوجود اس لفظ کا استعمال صرف زمانے کی مدت بتانے کے لیے کیا جاتا ہے۔

-64 معجم میں مذکور ہے کہ یہ لفظ اردو میں عین کے زبر کے ساتھ اور عربی میں عین کے زبر اور پیش کے ساتھ ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اردو میں عین کے زیر کے ساتھ اور عربی میں زبر اور زیر دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

-65 دیکھیے: روحی البعلبکی، المورد (قاموس عربی-انگریزی)؛ فیروز آبادی نے لکھا ہے: ''الفاصلہ: ہار کے دو مہروں کے درمیان کا خاص قسم کا مہرہ۔ اور سورۂ تنزیل کی آخری آیات'' دیکھیے: القاموس، تحت مادہ۔

-66 ابوالحسن ندوی نے خوارزمی کی مفاتیح العلوم سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا ہے، دیکھیے: تاثیر اللغه العربیه فی اللغات الهندیه، مجله حضارة الاسلام، عدد 10، اپریل، 1961۔

-67 نوراللغات میں تا کے ساتھ، فرہنگ آصفیہ اور فیروز اللغات میں مذکور نہیں ہے، اردو میں مستعمل معنی فطنہ کے بجائے فتنہ سے زیادہ قریب ہے۔

-68 اصل میں قفلی ہے، حروف میں الٹ پھیر واقع ہوا ہے، آئس کریم کا یہ نام محل کے نام پر حال کا نام رکھنے کے باب میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

-69 کاہل عربی میں: انسان کے مونڈھے اور ریڑھ کی ہڈی میں گردن کے جوڑ کے درمیان کا حصہ، گھوڑے کا گردن سے لگا ہوا پیٹھ کا اونچا حصہ۔

-70 معجم میں ''نقوش'' کے معنی میں ہے، جو کہ غلط ہے۔

-71 ''وافر'' کے معنی میں نہیں آتا جیسا کہ معجم میں مذکور ہے۔

-72 یہ اور اس قسم کے الفاظ عربی میں مرکب استعمال ہوتے ہیں لیکن اردو میں انھیں مفرد استعمال کیا جاتا ہے۔

-73 اللجلج: ناپائیدار۔

-74 یہ لفظ اردو میں جمع ہے، صاحب معجم کا اسے مفرد سمجھنا درست نہیں ہے۔

-75 اس میں خطیب کا معنی نہیں ہے جیسا کہ معجم میں ہے۔

76- معجم میں الف مقصورہ کے ساتھ ہے جو کہ غلط ہے۔

77- معجم میں: اردو میں عربی معنی میں ہی داخل ہوا، اس کا غلط ہونا بالکل واضح ہے۔

78- معجم میں: اردو میں عربی معنی ''جماع'' میں ہی داخل ہوا، یہ درست نہیں ہے۔

79- اس کی اصل ''صد'' نہیں ہے جیسا کہ معجم میں مذکور ہے، اصل ''صدیٰ'' ہے۔

80- معجم میں ہے: ''اردو میں اس شخص کی صفت بیان کرنے کے لیے داخل ہوا جو نفرت اور کراہیت کا سبب بنتا ہے''، صحیح نہیں ہے۔

81- اردو میں مستقل مسجد میں قیام کرنے والے کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا، صاحب معجم کا خیال درست نہیں ہے۔

82- جو دہشت پیدا کرے، صاحب معجم نے اس لفظ کو اس صورت میں عربی قرار دیا ہے، اور کہتے ہیں: اس کی اصل محاباۃ ہے اور اردو میں عربی معنی میں ہی داخل ہوا، انگریزی میں اس کا معنی (Regard, Respect) ذکر کیا ہے، تین غلطیوں میں یہی چیز واقع ہوئی ہے، یہ لفظ ہمیشہ نفی کے لیے فارسی سابقہ ''بے'' کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

83- جب مرکب استعمال ہوتا ہے تو عربی معنی مخبر صادق کے معنی میں آتا ہے۔

84- شاذ ونادر ہی مفرد استعمال ہوتا ہے۔

85- ڈاکٹر شفیع شیخ نے اس کے معنی کو ناک سے نکلنے والے پانی تک محدود کر دیا ہے، جب کہ عام طور پر معنی مذکورہ کے علاوہ اس کا استعمال خنک ہوا کے لیے ہوتا ہے۔

86- معجم میں ہے: اردو میں عربی معنی ''لوٹی ہوئی چیز'' میں داخل ہوا لیکن اردو لغات اس معنی سے متعارف نہیں۔

87- معجم میں دال مشدد کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، اور اس کا معنی دیا ہے: تیاری، دونوں غلط ہیں۔

88- اردو میں واحد یعنی مستورہ استعمال نہیں ہوتا ہے جیسا کہ معجم میں مذکور ہے۔

89- دیکھیے: فرہنگ آصفیہ تحت مادہ۔

90- حال کے نام پر محل کو نام دینا۔

91- فرہنگ آصفیہ اور نور اللغات: عربی لفظ ہے، یہ غلط ہے۔

92- دونوں لفظ کو مفرد کی طرح برتا جاتا ہے۔

93- معجم میں اس کا معنی ہے: سہارا لینا، یہ معنی مضبوط نہیں ہے۔

94- معجم میں وارد معنی ''نسخ''، صحیح نہیں ہے۔

-95 صاحب معجم کا خیال ہے کہ اردو میں عربی معنی میں داخل ہوا۔

-96 صاحب فرہنگ اصطلاحات پیشہ وراں کہتے ہیں: یہ لفظ ''موچھاؤ'' کی بگڑی ہوئی شکل ہے، اس بات کا کوئی جواز نہیں ہے۔

-97 معجم میں ہے کہ: اردو میں عربی معنی میں داخل ہوا، درست نہیں ہے۔

-98 اس لفظ میں کوئی ایسا معنی نہیں ہے جو اردو کے معانی پر دلالت کرے، ایسا لگتا ہے کہ یہ لفظ اردو میں تحریف ہو کر داخل ہوا؛ کیونکہ اصل میں یہ لفظ ''منغص'' صاد کے ساتھ ہے، قاموس المحیط میں ہے: نغصه و عليه كدره، تنغصت معيشته :زندگی تلخ و تنگ ہونا، روزگار میں تنگی ہونا۔

-99 دواساز کشمش کو صاف کر کے فروخت کرتے تھے اور اسے منقیٰ یعنی صاف ستھری کشمش کا نام دیتے تھے، بعد میں نام محذوف ہو گیا اور صفت نام کے قائم مقام ہو گئی۔

-100 معجم میں وارد معنی'' آج کا دن'' اس کے معانی میں نہیں ہے۔

-101 معجم میں ہے: طاقتور، مضبوط، ثابت قدم، اردو کی معروف لغات میں سے کسی لغت میں یہ معانی نہیں ہیں۔

-102 اردو میں عربی معنی میں داخل نہیں ہوا، معجم میں جو مذکور ہے وہ درست نہیں ہے۔

-103 تمام اردو لغات میں اسے عربی لفظ قرار دیا گیا ہے لیکن عربی لغات میں اس کا معنی موجود نہیں ہے، عربی میں کئی معانی ہیں مثلاً: گڑھا جیسے آنکھوں کا گڑھا، گال کا گڑھا وغیرہ، چھوٹا گڑھا، قابل ذکر بات یہ ہے کہ معجم میں وارد نہیں ہوا ہے، قاموس المحیط میں النقرہ کا معنی ہے: گڑھا، سونے اور چاندی کا پگھلا ہوا ٹکڑا۔

-104 اردو تحریروں میں کثرت سے وارد ہونے کے باوجود صاحب معجم نے دوسرا معنی ذکر نہیں کیا ہے۔

-105 یہ لفظ کبھی کبھی عربی معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے: وقف کرنے والا۔

-106 صاحب معجم نے اس کے وہ معنی ذکر کیے ہیں جو نہ اردو لغات میں مذکور ہیں اور نہ اہل اردو ان سے متعارف ہیں۔

-107 بسا اوقات اس سے معدہ مراد لیا جاتا ہے، قاموس میں ہاضم کا معنی ہے: جس میں رخاوہ ہو۔

-108 رشید حسن خاں کا کہنا ہے کہ: ''عربی میں اکثر الفاظ یائے مشدد کے ساتھ ہوتے ہیں لیکن اردو میں تحریری زبان اور خصوصاً شاعری میں مشدد و غیر مشدد دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ البتہ عام بول چال کی زبان میں تو صرف غیر مشدد ہی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے: کیفیت، خاصیت، نیت، حیثیت، انسانیت، ماہیت'' اس کے علاوہ آدمیت وغیرہ دوسرے الفاظ درج کیے گئے ہیں۔ دیکھیے: زبان اور قواعد طبع اول؛ نئی دہلی: ترقی اردو بورڈ، 1976ص 87 اور آگے۔

109- قاموس الاغلاط میں جیم مفتوح کے ساتھ مذکور ہے جو کہ غلط ہے۔ نور اللغات میں عربی اعراب کے ساتھ مذکور ہے جب کہ صاحب فرہنگ آصفیہ نے لکھا ہے کہ عربی میں یہ جیم مفتوح کے استعمال ہوتا ہے جس کا غلط ہونا بالکل واضح ہے۔

110- لفظ ''جہالت'' اور اس جیسے دوسرے الفاظ جیسے ''حقارت، حماقت، رفاقت، رقابت'' وغیرہ عربی میں اول مفتوح کے ساتھ مستعمل ہیں لیکن اس کے برخلاف اردو روزمرہ اور فصیح دونوں جگہ اول مکسور استعمال کیا جاتا ہے جب کہ تمام اردو لغات عربی اعراب کے ساتھ لکھنے پر متفق ہیں۔ دیکھیے: رشید حسن خاں، زبان اور قواعد، ص 107۔

111- جید، سید، طیب جیسے الفاظ اردو میں یا مشدد کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔ دیکھیے: رشید حسن خاں، زبان اور قواعد، ص 43۔ اسی طرح بیّن، نیّر، میّت عام بول چال وتحریر دونوں میں یائے مفتوح کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

112- لفظ ''طرفین'' اور اس قسم کے الفاظ جو تین متحرک الفاظ پر مبنی ہوتے ہیں اردو میں عام طور پر ان کا دوسرا حرف ساکن ہوتا ہے۔

113- دبستان لکھنؤ کے عظیم شاعر ناسخ کا شعر ہے ؎

حیدر کرار کی ہونی تھی کنیت تراب
اس لیے روز ازل نقش زمیں پیدا ہوا

114- مفاعلة کے وزن پر آنے والے اردو الفاظ عام طور پر عین مکسور یا ساکن کے ساتھ بولے جاتے ہیں۔

115- فرہنگ آصفیہ میں صاد مکسور و مفتوح مذکور ہے جو کہ غلط ہے۔ اور نور اللغات میں مذکور ہے کہ یہ لفظ عربی میں یا کے مکسور کے ساتھ آتا ہے لیکن اردو میں فتحہ کے ساتھ مروج ہے جیسا کہ فارسی میں ہے؛ چنانچہ نظیری نے ''مقید اور معقد'' قوافی کے ساتھ اس کو استعمال کیا ہے۔

دیکھیے: رشید حسن خاں، زبان اور قواعد ص 39۔

لغات و فرہنگ میں رائج غلطی کے سوا یہ لفظ اردو نظم ونثر، بول چال وتحریر ہر جگہ صاد مفتوح کے ساتھ ہی استعمال ہوتا ہے۔ میر علی اوسط رشک کا شعر ہے ؎

آرزو مند ہوں خضر رہ مقصد مل جائے
کہ پتا منزل مقصود کا شاید مل جائے

116- یہ بھی مقصد ہی کے مانند ہے۔آصفیہ میں صاد کے کسرہ کے ساتھ،نوراللغات میں فتحہ کے ساتھ،صاحب فرہنگ آصفیہ لکھتے ہیں ''صاد مفتوح عام غلطی ہے''۔شعرانے اس کا استعمال ''مذہب ومشرب'' قوافی کے ساتھ کیا ہے۔آتش لکھنوی کا شعر ہے ؎

ساغر صاف مئے حب علی ، مشرب ہے
مردِ مومن ہوں میں ، اثنا عشری مذہب ہے
تو امیر اے بت سرکش،تو یہ عاجز ہے فقیر
حسن جاگیر تری ،عشق مرامنصب ہے

117- فیروزاللغات میں سین کے کسرہ کے ساتھ مرقوم ہے لیکن اردو کے بڑے شعرانے سین مفتوح کے ساتھ ہی استعمال کیا ہے۔ذوق کا شعر ہے ؎

بے یار روز عید، محرم سے کم نہیں
جام شراب، دیدۂ پرنم سے کم نہیں
زیبا ہے روئے زرد پہ کیا اشک لالہ گوں
اپنی خزاں بہار کے موسم سے کم نہیں

فصل سوم

عربی الفاظ کے ساتھ غیر عربی سابقے ولاحقے

اول: سابقے

1- **ب:** **فارسی حرف جر:** ساتھ، لیے، سے، میں، پر اور کے مطابق، جیسے مختلف معنی دیتا ہے:
باجرا، باجلاس، باستثنا، بافراط، بتراضی، بالطرفین، بجز، بجہت، بحال، بحساب، بحضور، بحق، بحکم، بخلاف، بخیر، بخیر وعافیت، بدرجہ غایت، بدرجہا (ہائے جمع)، بدستور، بدقت، بدولت، بسبب، بشرح صدر، بشرط، بشمول، بصراحت، بصورت، بصیغہ، بضد، بطرز، بطرف، بطریق، بطور، بطوع خاطر، بطیّب خاطر، بظاہر، بعوض، بعون اللہ، بقدر ضرورت، بقول شخص، بقید حیات، بلطائف الحیل، بمدارج، بمراتب، بمنزلہ، بموجب۔

2- **با:** فارسی حرف ربط ہے: ساتھ، باوجود، والا، کے مطابق وغیرہ معنی دیتا ہے جیسے:
بااثر، بااخلاص، باادب، باتدبیر، باتمیز، باحیا، باخبر، باشعور، باضابطہ، باطہارت، باعمل، بافراغت، باقاعدہ، باقرینہ، باکمال، بامراد، بامروت، باوجود، باوفا، باوقار۔

3- **بد:** فارسی سابقہ ہے: برا، گھٹیا، شریر، خراب کے معنی دیتا ہے جیسے:

بداخلاق، بداسلوب، بداصل، بداطوار، بداعتقاد، بداعمال، بداعمالی، بدامنی، بد باطن، بدحال، بدحواس، بدخط، بدخطی، بدخلق، بددعا، بددیانت، بددیانتی، بدذات، بدذاتی، بدصورت، بدصورتی، بدطینت، بدطینتی، بدظن، بدعملی، بدعنوانی، بدعہد، بدعہدی، بدفعلی، بدلحاظ، بدلحاظی، بدمزاج، بدمزاجی، بدمعاش، بدمعاشی، بدمعاملہ، بدنسل، بدنصیب، بدنظر، بدنیت، بدنیتی، بدوضع، بدہضمی، بدہیئت۔

4- **بر:** فارسی لفظ ہے: پر، خارج کے معنی میں استعمال ہوتا ہے نیز زائدہ بھی ہوتا ہے جیسے:

برحق، برخلاف، برطرف، برطرفی، برعکس، برقرار۔

5- **بہر:** فارسی کا مرکب لفظ ہے: کسی، تمام، کسی نہ کسی طرح کے معنی میں مستعمل ہے، جیسے:

بہرحال، بہرصورت، بہرطور، بہرعنوان، بہرکیف۔

6- **بے:** فارسی حرف نفی ہے: نہیں، بن، بغیر اور سوا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے:

بے احتیاط، بے اختیار، بے اختیاری، بے ادب، بے ادبی، بے اشتباہ، بے اصل، بے اعتبار، بے اعتدالی، بے اعتنائی، بے ایمان، بے ایمانی، بے بدل، بے تاثیر، بے تامل، بے تحاشا، بے ترتیب، بے تردد، بے تعلق، بے تعویق، بے تقصیر، بے تکلف، بے تکلفی، بے تمیز، بے ثبات، بے حال، بے حجاب، بے حد، بے حرمتی، بے حس، بے حساب، بے حسی، بے حقیقت، بے حمیت، بے حیا، بے حیائی، بے خطر، بے خوف، بے دخل، بے دخلی، بے دین، بے ذوق، بے ربط، بے رحم، بے رحمی، بے ریا، بے سلیقہ، بے شعور، بے شک، بے صبر، بے صبری، بے ضابطہ، بے طرح، بے طلب، بے عزت، بے عقل، بے عنوانی، بے عیب، بے غرض، بے غیرت، بے فصل، بے فیض، بے قاعدہ، بے قدر، بے قرار، بے قیاس، بے قید، بے لحاظ، بے لوث، بے محل، بے مروت، بے مصرف، بے معنی، بے منت، بے نظیر، بے نقط، بے نیل و مرام، بے وفا، بے وفائی، بے وقت، بے یقین۔

7- **پیش:** فارسی سابقہ ہے: آگے، پہلے، سامنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے:

پیش امام، پیش خدمت، پیش خیمہ، پیش قبض، پیش قدمی، پیش نظر، پیش منظر۔

8- **خوش:** فارسی لفظ ہے: عمدہ، اچھا اور بہتر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے:

خوش اخلاق، خوش اخلاقی، خوش اسلوب، خوش اسلوبی، خوش اقبال، خوش الحان، خوش الحانی، خوش انتظامی، خوش بیان، خوش تدبیر، خوش تقریر، خوش حال، خوش حالی، خوش خبری، خوش خصال، خوش خط، خوش خطی، خوش خلق، خوش خلقی، خوش ذائقہ، خوش سلیقہ، خوش طالع، خوش طبع، خوش طبعی، خوش فعلی، خوش قسمت، خوش قسمتی۔

9- **زیر:** فارسی لفظ ہے: اردو میں نیچے، حقیر اور ذلیل وغیرہ معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے:

زیر حکومت، زیر قیادت، زیر مشق۔

10- **زود:** جلدی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے:

زود اثر، زود فہم، زود ہضم۔

11- **سر:** ہر چیز کی ابتدا، سرا اور عنوان وغیرہ معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے:

سر خط، سر قلم، سر فہرست، سر محفل، سر ورق۔

12- **کم:** یہ سابقہ قلیل، ہلکا، معمولی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے:

کم اصل، کم حیثیت، کم ذات، کم ظرف، کم ظرفی، کم عقل، کم عقلی، کم فہم، کم فہمی، کم قیمت، کم نصیب۔

13- **نا:** فارسی حرف نفی۔ جیسے:

نا اتفاقی، نا انصاف، نا انصافی، نا اہل، نا اہلی، نا بالغ، نا بالغی، نا جائز، نا حق، نا خلف، نا راض، نا صبور، نا صواب، نا طاقتی، نا فرمان، نا فرمانی، نا قابل، نا قدر، نا قدری، نا لائق، نا لائقی، نا مانوس، نا محرم، نا مراد، نا مساعد، نا مساعدت، نا مسعود، نا معقول، نا معقولیت، نا معلوم، نا ملائم، نا ممکن، نا ممکنات، نا مناسب، نا منظور، نا منظوری، نا موافق، نا موافقت، نا موزوں، نا واجب، نا واقف، نا واقفیت۔

14- **نو:** فارسی صفت ہے: نئے، جدید اور وقت موجودہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

جیسے:

نو ایجاد، نو عمر، نو عمری، نو مسلم۔

15- **نیم:** فارسی صفت ہے اردو میں نصف اور ناقص کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے:

نیم حکیم، نیم راضی، نیم بسمل۔

-16 **ہم:** بھی، ایسے، جیسا کہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے نیز شرکت پر بھی دلالت کرتا ہے۔
جیسے:
ہم جلیس، ہم جماعت، ہم جنس، ہم خیال، ہم خیالی، ہم درس، ہم ذات، ہم رکاب، ہم سبق، ہم سفر، ہم صحبت، ہم عصر، ہم عمر، ہم عمری، ہم قدم، ہم قلم، ہم قوم، ہم کفو، ہم کلام، ہم کلامی، ہم مذہب، ہم مشرب، ہم معنی، ہم نفس، ہم وطن۔

-17 **یک:** فارسی لفظ ہے جو کہ عربی الفاظ پر داخل ہوتا ہے۔ ایک، اکیلا، واحد اور تنہا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے:
یک جہت، یک جہتی، یک طرفہ، یک قلم، یک منزل، یک نفس۔

دوم: لاحقے

-1 **آرا:** فارسی مصدر آراستن سے صیغہ امر ہے جو کسی اسم کے ساتھ آ کر اسے اسم فاعل بنا دیتا ہے۔ معنی سجانا، تیار کرنا، درست کرنا وغیرہ۔ جیسے:
جمال آرا، حسن آرا، عالم آرا، معرکہ آرا، معرکہ آرائی۔

-2 **افروز:** فارسی مصدر افروختن سے اسم فاعل۔ معنی روشن کرنا۔ جیسے:
بصیرت افروز، جلوہ افروز، جمال افروز، حسن افروز، یقین افروز۔

-3 **افزا:** فارسی مصدر افزودن سے اسم فاعل۔ معنی بڑھانا، زیادہ کرنا، پروان چڑھانا۔ جیسے:
حوصلہ افزا، روح افزا، سرور افزا، فرحت افزا، مسرت افزا، نشاط افزا۔

-4 **انداز:** اسم فاعل۔ جیسے:
برق انداز، نظر انداز۔

-5 **انگیز:** فارسی مصدر انگیختن سے اسم فاعل۔ معنی ابھرنا، آمادہ کرنا۔ جیسے:
انقلاب انگیز، حیرت انگیز، شر انگیز، عبرت انگیز، فتنہ انگیز، ولولہ انگیز۔

-6 **بار:** فارسی مصدر باریدن سے اسم فاعل۔ بارش ہونا۔ بار لاحقہ کثرت اور زیادتی کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے:
ثمر بار، عطر بار، مشک بار۔

7- **باز:** فارسی لفظ ہے جو عربی الفاظ کے ساتھ کھیلنے والا اور عادی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

جیسے:

عشق باز، نظارہ باز، مقدمہ باز۔

8- **بان:** الفاظ کے آخر میں لگتا ہے اور مالک و نگراں کے معنی میں آتا ہے۔ جیسے:

فیل بان۔

9- **بخش:** فارسی مصدر بخشیدن سے اسم فاعل معنی دینا، عطا کرنا۔ جیسے:

حوصلہ بخش، فرحت بخش، مسرت بخش۔

10- **بند:** معنی مقید اور جو اس چیز سے مربوط ہو۔ جیسے:

ازار بند، نظر بند۔

11- **پن:** اردو لفظ ہے الفاظ کے ساتھ مل کر نسبت پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے:

احمق پن، کمین پن۔

12- **پوش:** فارسی مصدر پوشیدن سے اسم فاعل معنی چھپانا، ڈھکنا۔ جیسے:

تاج پوش، خطا پوش، خرقہ پوش، عیب پوش، کفن پوش، نقاب پوش۔

13- **تر:** فارسی لفظ فضیلت، زیادتی پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے:

زیادہ تر، عظیم تر۔

14- **ترین:** ہر چیز میں زیادتی و فضیلت پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے:

عظیم ترین، فاضل ترین۔

15- **چہ:** تصغیر، قلت پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے:

صندوقچہ، کتابچہ۔

16- **خانہ:** جگہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے:

عجائب خانہ، غسل خانہ، قید خانہ، مسافر خانہ، نعمت خانہ۔

17- **خوار:** فارسی مصدر خوردن سے اسم فاعل معنی کھانا۔ جیسے:

شیر خوار، غم خوار، نمک خوار۔

18- **خواں:** اسم فاعل معنی پڑھنے والا تلاوت کرنے والا۔ جیسے:

غزل خواں، فاتحہ خواں، قرآن خواں، قصہ خواں، کتاب خواں، مدح خواں، میلاد خواں، نعت خواں۔

19- **خواہ:** اسم فاعل معنی طالب، راغب۔ جیسے:

خاطر خواہ، خیر خواہ، عذر خواہ، قرض خواہ۔

20- **خیز:** فارسی مصدر خاستن سے اسم فاعل، معنی قیام، اقامت، ابھارنا۔ جیسے:

تعجب خیز، سحر خیز، عبرت خیز، قیامت خیز۔

21- **دار:** یہ لاحقہ صاحب اور حامل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے:

تابع دار، تاج دار، تحصیل دار، جانب دار، جمع دار، حیادار، ذمہ دار، عزت دار، قرابت دار۔

22- **دان:** لاحقہ، معنی ایسا برتن جس میں کچھ رکھا جائے۔ جیسے:

خاص دان، شمع دان، عطر دان، قلم دان۔

23- **داں:** فارسی مصدر سے اسم فاعل۔ لاحقہ ہے عالم، واقف، باخبر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے:

حساب داں، غیب داں، قانون داں، قدرداں، نکتہ داں۔

24- **دہ:** دادن مصدر سے اسم فاعل، معنی دینا۔ جیسے:

تکلیف دہ، نقصان دہ۔

25- **رسا:** رسیدن مصدر سے اسم فاعل معنی پہنچنا۔ جیسے:

ایذا رسا، خبر رسا، ضرر رسا، فیض رسا۔

26- **ریز:** ریختن مصدر سے اسم فاعل۔ بہانا و بکھیرنا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے:

سجدہ ریز۔

27- **ریزی:** بمعنی بکھیرنا۔ جیسے:

عرق ریزی۔

28- **زاد:** زادن مصدر سے اسم مفعول بطور لاحقہ جنا، جنا ہوا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

جیسے:

طبع زاد، ملک زاد۔

29- **زار:** ایسی جگہ جس میں چیز زیادہ ہو۔ جیسے:

لالہ زار۔

30- **زدہ:** زدن مصدر سے اسم مفعول۔ معنی مارا ہوا، پیش آنا۔ جیسے:

آفت زدہ، حیرت زدہ، دہشت زدہ، غم زدہ، فلک زدہ، قحط زدہ، مصیبت زدہ۔

31- **زن:** فارسی مصدر زدن سے فعل امر۔ اسم کے ساتھ مل کر اسم فاعل بنا دیتا ہے۔ معنی مارنا جیسے:

طعنہ زن، موج زن، نقب زن، نوحہ زن۔

32- **ساز:** ساختن مصدر سے اسم فاعل۔ معنی بنانا، لانا، ایجاد کرنا۔ جیسے:

اسلحہ ساز، جعل ساز، حیلہ ساز، دوا ساز، قانون ساز۔

33- **ستان:** فارسی لفظ ہے برتن، جگہ، ایسی جگہ جس میں چیز زیادہ ہو۔ جیسے:

قبرستان، کفرستان، نخلستان۔

34- **سرا:** فارسی لفظ سرائیدن مصدر سے گلوکار، گانے والا کے معنی میں۔ جیسے:

خواجہ سرا، ماتم سرا، مدح سرا، نوحہ سرا۔

35- **شکن:** شکستن مصدر اسم فاعل معنی توڑنا، ڈھانا۔ جیسے:

توبہ شکن، حوصلہ شکن، صف شکن، قانون شکن۔

36- **طلب:** فارسی لفظ ہے: طلب کرنا، چاہنا، تلاش کرنا کے معنی دیتا ہے۔ جیسے:

آرام طلب، عفو طلب۔

37- **فروش:** فارسی مصدر فروختن سے اسم فاعل معنی بیچنے والا۔ جیسے:

ایمان فروش، عصمت فروش، کتب فروش۔

38- **کار:** معنی کام، حرفت، کرنے والا۔ جیسے:

آلہ کار، جفا کار، حرام کار، رضا کار، صلاح کار، فن کار، واقف کار۔

39- **کدہ:** معنی مکان، جگہ، گھر۔ جیسے:

الم کدہ، دولت کدہ، صنم کدہ، عشرت کدہ، غم کدہ، ماتم کدہ۔

40- **گار:** اردو صفت کے طور پر داخل ہوا اور کرنے والا کے معنی میں مستعمل ہے۔ جیسے:

خدمت گار، طلب گار۔

41- **گاہ:** اسم ظرف معنی جگہ۔ جیسے:

خیمہ گاہ، درس گاہ، زیارت گاہ، عبادت گاہ، قیام گاہ۔

42- **گر:** یہ لفظ گار کا مخفف ہے۔ بنانے والا، کرنے والا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

جیسے:

جلوہ گر، غارت گر، قلعی گر، نوحہ گر۔

43- **گزار:** ''گزاشتن'' مصدر سے اسم فاعل۔ معنی ادا کرنے والا۔ جیسے:

اطاعت گزار، خدمت گزار، شکر گزار۔

44- **گو:** ''گفتن'' مصدر سے فعل امر، معنی کہنا۔ اسم کے ساتھ مل کر اسے اسم فاعل کے معنی میں کر دیتا ہے۔ جیسے:

حق گو، غزل گو، قانون گو، کلمہ گو، لطیفہ گو۔

45- **گیر:** فارسی مصدر ''گرفتن'' سے اسم فاعل۔ معنی پکڑنا، قبضہ کرنا، قدرت حاصل کرنا۔ جیسے:

عالم گیر، ملک گیر۔

46- **گیں و آگیں:** معنی بھرا ہوا۔ جیسے:

غمگیں، کیف آگیں۔

47- **مند:** معنی والا، اقرار کرنے والا۔ جیسے:

احسان مند، اقبال مند، حاجت مند، دولت مند، سعادت مند، سلیقہ مند، صحت مند، ضرورت مند، عقل مند، غیرت مند، فکر مند۔

48- **ناک:** فارسی لاحقہ ہے۔ معنی والا، بھرا ہوا، ابھارنے والا۔ جیسے:

الم ناک، حیرت ناک، خوف ناک، خطرناک، عبرت ناک، غضب ناک، غم ناک۔

49- **نشین:** فارسی میں اسم فاعل ہے۔معنی بیٹھنے والا۔جیسے:
خلوت نشین،سجادہ نشین۔

50- **نگار:** معنی لکھنے والا،پیش کرنے والا۔جیسے:
حقیقت نگار،سوانح نگار،مضمون نگار،منظر نگار،واقعہ نگار۔

51- **نما:** فارسی مصدر ''نمودن'' سے اسم فاعل۔معنی دکھانا،دلالت کرنا،مانند۔جیسے:
قبلہ نما،قطب نما،محراب نما۔

52- **نواز:** ''نواختن'' مصدر سے اسم فاعل۔دینا،نوازنا۔جیسے:
غریب نواز،فقیر نواز،مسافر نواز۔

53- **نویس:** اسم فاعل معنی لکھنے والا۔جیسے:
اخبار نویس، خط نویس، رسالہ نویس، عریضہ نویس، مسودہ نویس، مضمون نویس، مقالہ نویس، واقعہ نویس۔

54- **ور:** فارسی لفظ ''آور'' کا مخفف ہے۔معنی،والا۔جیسے:
طاقت ور،ہمت ور۔

55- **یاب:** فارسی مصدر ''یافتن'' سے اسم فاعل۔معنی حصول،کامیابی۔جیسے:
فتح یاب،فیض یاب۔

●

فصل چہارم

اردو زبان میں مستعمل عربی مرکبات

پہلا مجموعہ: عربی جملے وفقرے

یہ مجموعہ عربی الفاظ کے مرکبات پر مشتمل ہے جو اردو زبان میں ہر دو گفتگو اور تحریر میں استعمال ہوتے ہیں۔ ان مرکبات میں اردو زبان نے مختلف تصرفات کیے ہیں، بسا اوقات یہ تصرف ترکیب میں واقع ہوا ہے اور کبھی ان مرکبات میں استعمال الفاظ کے تلفظ اور معنی میں تصرف ہوا ہے۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس مجموعے میں تمام الفاظ کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے، کیونکہ تمام الفاظ کا احاطہ کرنا نہ صرف مشکل ہے بلکہ کسی حد تک ناممکن بھی ہے۔ نیز اردو لغات میں اس طرح کے مرکبات کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے۔ اس مجموعے کی پیش کشی کا مقصد محض ایسے مرکبات کو پیش کرنا ہے جو مروجہ اردو زبان کے اندر تحریر و روزمرہ کی عام بول چال میں بکثرت استعمال ہوتے ہیں تا کہ اردو پر عربی زبان کے اثرات کا اندازہ کیا جا سکے۔ یہ تمام الفاظ اردو لغات خاص طور پر فرہنگ آصفیہ، فیروز اللغات، اس کے علاوہ اردو اشعار سے ماخوذ ہیں۔ جو مرکب الفاظ متروک الاستعمال یا نادر الاستعمال ہیں وہاں پر ان کے مصدر و ماخذ کا ذکر کر دیا گیا ہے ورنہ محض الفاظ کے ذکر پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔

آخر الامر، آن واحد، الآن کما کان، اباعن جد، ابن الوقت، ابن الکتاب [1] ابن مریم، ابن السبیل، ابو البشر، ابو الہول، ابو الشعرا، احد الامرین، احد المتخاصمین، احد الفریقین، احقر العباد، احکم الحاکمین، اخذ بالجبر [2] اخبار النساء، ادام اللہ فیوضہ، ارشدک اللہ تعالیٰ، استغفر اللہ، اسفل السافلین، اطال اللہ عمرہ، اظہر من الشّمس، اعلاء کلمۃ الحق، الا ماشاء اللہ، الحمد للہ، الحمد للہ علی کل حال، العظمۃ للہ، الفقر فخری، المنۃ للہ، الہی [3] الی الآن، ام الامراض، ام الخبائث، ام الصبیان، ام القری، ام الکتاب، ام المومنین، ام الولد، اما بعد، امام المتقین، امیر الامرا، امیر البحر، امیر المومنین، انشاء اللہ تعالیٰ، انا البحر، انا الحق، انا ربکم، اولوالابصار، اولوالالباب، اولوالامر، اولوالعزم، اہل الایمان، اہل الباطن، اہل البیت، اہل تسنن، اہل تشیع، اہل حرفہ، اہل دول، اہل السنّت، اہل القلم، اہل الکتاب، اہل اللہ، اہل اللہ، اہل محلّہ، اہل نظر، اہل وعیال، اہلاً وسہلاً ومرحبا، اہل وطن۔

بادی النظر، بالعشی والابکار، بالغدو والآصال، بالراس والعین، بعون اللہ تعالیٰ، بفضلہٖ تعالیٰ، بارک اللہ، بطناً بعد بطنٍ، بنت العنب، بیت الحرام، بیت الحزن، بیت اللہ، بیت المال، بیت المعمور، بیت المقدس۔

تارک الدنیا،تطویل لاطائل،تعالی اللہ،تکلیف مالا یطاق،تلافی مافات،توکلت علی اللہ۔

جزء لاینفک، جزء لایتجزیٰ، جزاک اللہ، جل جلالہ، جل شانہ، جل وعلا، جلیل القدر۔

حاشا اللہ، حاشا وکلا، حسب توفیق، حسب حال، حسب دستور، حسب ذیل، حسب ضابطہ، حسب معمول، حسب ونسب، حشرات الارض، حفظ ماتقدم۔

خاتم الانبیاء، خاص الخاص، خالق الاصباح [4] ختم الرسل، ختم المرسلین، الخلف الرشید، خلف الصدق [5] خلیل اللہ، خیر الامم، خیر البشر۔

دار الاسلام، دار الامان، دار الامن، دار البقا، دار الحرب، دار الحکومت، دار الخلافت، دار السلام، دار السلطنت، دار الشفا، دار الضرب، دار الضلال [6] دار العمل، دار الکفر، دار الملک، دام اقبالہ، دام اقبالہا، دام اقبالہم، دام ظلہ، دام ظلہا، دام ظلہم، دامت برکاتہ، دامت برکاتہم، دائم الخمر، دائم المرض، دنیا ومافیہا۔

ذات الجنب، ذات الریۃ، ذات الصدر 7ـہ ذو اربعۃ اضلاع، ذو اضعاف، ذو الجلال، ذوالجناح، ذوالاحتشام، ذوالحج، ذوالفقار، ذوالقرنین، ذوالمعنی، ذوالمن، ذوالمنن، ذوی الاحترام، ذوی الارحام، ذوی العقول، ذوی الفرائض، ذوی القربی، ذوی الاکرام، ذی اختیار، ذی استعداد، ذی حشم، ذی حس، ذی الحجہ، ذی حیات، ذی روح، ذی شان، ذی شعور، ذی عزت، ذی القعدہ۔

راس الجدی، راس السرطان، رب العالمین، رب العلا، رجال الغیب، رحمۃ اللہ علیہ، رحمۃ اللہ علیہا، رحمۃ اللہ علیہم، رسم الخط، رضی اللہ عنہ، رضی اللہ عنہا، رضی اللہ عنہم، رطب اللسان، رفیع القدر، رقیق القلب، روح القدس، روحی فداک، روحی فداہ۔

سبحان اللہ، سحر البیان، سریع التاثیر، سریع الحرکت، سریع الزوال، سریع الفہم، سریع الہضم، سلس البول، سلیم الطبع، سم الفار، سمت الراس، سنبل الطیب، سہم الموت۔

شاہد حال، شاہد عادل، شاہد عدل، شاہد مقصود، شفیع الامم، شفیع الانام، شیخ الاسلام، شیخ الشیوخ۔

صاحب اختیار، صاحب تدبیر، صاحب جمال، صاحب حال، صاحب حیثیت، صاحب دیوان، صاحب ذوق، صاحب فراش، صاحب الزمان 8ـہ صاحب قلم، صاحب کتاب، صاحب لولاک، صادق الاعتقاد، صایم الدہر، صحیح العقل، صحیح النسب، صدر اعظم، صدر الصدور، صدر امین، صدر جمہوریہ، صدر دفتر، صدر محاسب، صدر مقام، صدر مملکت، صلی اللہ علیہ وسلم۔

ضعیف الاعتقاد، ضعیف العقل، ضیق النفس۔

طال عمرہ، طرفۃ عین، طویل المیعاد۔

ظل اللہ۔

عالم الغیب، عالم الغیوب، عامۃ الورود، عبد الدنیا، عبد الشہوہ، عدیم المثال، عزوجل، عزیز القدر، العوام کالانعام، العیاذ باللہ، عزاسمہ، عقیق البحر، علم الیقین، علی الاتصال، علی برکۃ اللہ، علی الاجمال، علی الاطلاق، علی الاعلان، علی الحساب، علی الخصوص، علی الرغم، علی الصباح، علی العموم، علی حالہ، علی رؤس الاشہاد، علی ہذا القیاس، علیہ الرحمۃ، علیہا الرحمۃ، علیہم الرحمۃ، علیہ السلام، علیہا السلام، علیہم السلام، عند الاستفسار، عند اللہ، عند التحقیق، عند الضرورہ، عند الطلب، عند الملاقات، عند الناس، عند الوقت، عند الوقوع، عوام الناس، عیاذاً باللہ، عین الکمال، عین الیقین۔

غریب الدیار، غریب الوطن، غفر لہ، غیر اختیاری، غیر حاضر، غیر شافی، غیر شرعی، غیرضروری، غیر فانی، غیر اللہ، غیر مترقبہ، غیر مانوس، غیر متعہد، غیر متعین، غیر متناہی، غیر مجاز، غیرمحدود، غیر مزروعہ، غیر مساوی، غیر مستعمل، غیر مشروط، غیر معتبر، غیر ملفوظ، غیر ملکی، غیر ممکن، غیر منقولہ، غیر منکوحہ، غیر موروثی، غیر واجب۔

فارغ البال، فارغ الحال، فاعتبر و یا اولی الابصار، فائز المرام، فک الرہن 9؎ فہو المراد، فی امان اللہ، فی البدیہہ 10؎ فی الجملہ، فی الحال، فی الحقیقت، فی سبیل اللہ، فی النار و السقر، فی نفس الامر، فی نفسہ۔

قاضی الحاجات، قاضی القضاۃ، قبض الوصول 11؎ قدس اللہ سرہ، قدس سرہ، قران السعدین، قریب الاختتام، قریب الفہم، قریب القیاس، قریب الوقوع، قس علی ہذا، قطاع الطریق 12؎ قم باذن اللہ، قم باذنی۔

کاس الکرام، کثیر الاضلاع، کثیر الاولاد، کثیر المعنی، کثیف الطبع، کحل البصر، کرم اللہ وجہہ، کریہ الصوت، کریہ المنظر، کعبۃ اللہ، کلام اللہ، کلمۃ الحق، کلیم اللہ، کما حقہ، کما ینبغی، کما کان، کما ہو، کما ہی، کالنقش فی الحجر، کن فیکون۔

لا ادری، لا ادریت، لا اعلم 13؎ لا تعد و لا تحصی، لاحول ولا قوۃ الا باللہ، لاریب، لاشریک، لا طائل، لافتی الاعلی، لاسیف الاذوالفقار، لامحالہ، لامذہب، لامذہبیت، لامرکزیت، لامکان، لاولد، لایزال، لایموت، لاینبغی، لاینحل، لاینفک، لطائف الحیل، لطیف الطبع، لعنۃ اللہ علی الکاذبین، للہ الحمد، لمن الملک 14؎ لن ترانی، لیلۃ القدر۔

مابعد، مابقی، مابہ الاحتیاج، مابہ الاشتراک، مابہ الافتراق، مابہ الامتیاز، مابہ النزاع، مابین، ماتقدم، مادام، ماسبق، ماسلف، ماسوا، ماشاء اللہ، مافات، مافوق، مافی الضمیر، مافیہا، ماقبل، ماقبل الذکر، ما کان، مالایطاق، مالاینحل، مالہ وماعلیہ، ماوجب، ماورا، مایحتاج، ماء اللحم، متحد الصوت، متفق الرای، متفق الکلمہ، متفق اللفظ، متوکلاً علی اللہ، مجمع البحرین، مجمع الجزائر، مجہول النسب، مجیب الدعوات، محرور المزاج، مخبوط الحواس، مختلف المعنی، مدظلہ، مدظلہا، مدظلہم، مدنی الطبع، مذکورۃ الصدر، مرفوع القلم، مستجاب الدعوات، مستقر الخلافہ، مسلوب الحواس، مسلوب العقل، مضٰی ما مضٰی 15؎

مضطرب الحال، مطلق العنان، مع الاہل والعیال، مع الخیر، مع العافیہ، مع ہذا، معاذ اللہ، معتدل المز اج، معدوم البصر 16؁ معلم الملکوت، مقیاس الحرارہ، مقیاس المطر 17؁ ملک التجار، ملک الشعرا، ممکن الحصول، ممکن الوجود، ممکن الوقوع، من اولہ الی آخرہ، من جانب اللہ، من جملہ، من حیث المجموع، من وعن۔

ناقص العقل، نجس العین، نسلاً بعد نسل، نصب العین، نصر من اللہ و فتح قریب، نفس الامر، نور العین، نعوذ باللہ۔

واجب الادا، واجب الاجتناب، واجب الترک، واجب التعزیر، واجب التعظیم، واجب القتل، واجب الوجود، واحسرتاہ، وامصیبتاہ، واللہ اعلم بالصواب، واویلاہ، واہب العطایا، واہب النعم، وجع الاسنان، وجع الظہر، وجع القلب، وجع المفاصل، وحدہ لاشریک لہ، وحدۃ الشہود، وحدۃ الوجود، وقس علی ہذا، ولد الزنا، ولی اللہ۔

ہل من مزید، ہوالشافی، ہوالغفور۔

یاغافر الذنب، یداللہ، ید بیضا، ید طولی، یوم الحساب، یوم الحشر، یوم القیامہ، یوماً بعد یوم، یوماً فیوماً، یوم النشور۔

دوسرا مجموعہ: عربی مثالیں و کہاوتیں

اردو زبان میں عربی کی بے شمار ضرب الامثال و کہاوتیں رائج ہیں یہاں تک کہ یہ اردو زبان کا جزء لاینفک ہوگئیں اور علمی و ثقافتی تفاوت کے باوجود تقریباً تمام اردو داں حضرات ان کا استعمال کرتے ہیں۔اس سے اردو پر عربی کے ساتھ مضبوط روابط بالکل عیاں ہوتے ہیں۔اس مجموعہ میں مذکور ضرب الامثال و کہاوتیں عام بول چال اور اردو تحریروں سے ماخوذ ہیں۔

آخر الدواء الكي . (داغنا آخری علاج ہے)

السفر وسيلة الظفر . (سفر کامیابی کا ذریعہ ہے)

العاقل تكفيه الإشارة . (عقل مند کے لیے اشارہ کافی ہوتا ہے)

الكريم إذا وعد وفى . (شریف شخص وعدہ پورا کرتا ہے)

المرء يقيس على نفسه . (انسان دوسرے کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے)

الأقارب كالعقارب . (اقربا بچھو کی مانند ہوتے ہیں)

المكتوب نصف الملاقات۔ (خط آدھی ملاقات ہے)

المعنى في بطن الشاعر . (معنی شاعر کے اندر رہتا ہے)

النادر كالمعدوم . (نادر مثل معدوم ہوتا ہے)

الانتظار أشد من الموت . (انتظار موت سے سخت ہوتا ہے)

أول طعام بعده كلام . (پہلے طعام پھر کلام)

خذ ما صفا و دع ما كدر . (جو بہتر ہو لے لو جو غلیظ ہو چھوڑ دو)

خير الأمور أوسطها . (میانہ روی سب سے بہتر ہوتی ہے)

خير الكلام ما قل و دل . (بہترین کلام وہ ہے جو مختصر اور جامع ہو)

كل جديد لذيذ . (ہر نئی چیز لذیذ ہوتی ہے)

كل طويل أحمق إلا عمر . (ہر طویل القامت بیوقوف ہوتا ہے سوائے عمرؓ کے)

كل قصير فتنة إلا علي . (ہر پست قد فتنہ گر ہوتا ہے سوائے علیؓ کے)

كلام الملوك ملوك الكلام . (بادشاہوں کا کلام کلاموں کا بادشاہ ہوتا ہے)

●

حواشی

-1 علامہ اقبال علم پر عشق کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

علم ہے ابن الکتاب عشق ہے ام الکتاب

-2 فیروز اللغات۔

-3 یائے متکلم سے مرکب الفاظ سب سے زیادہ ہیں۔

-4 ناسخ کا شعر ہے ۔

ظلم طول شب ہجراں کے تطاول نے کہا
داد رس کوئی بجز خالق الاصباح نہیں

-5 سودا کا شعر ہے ۔

امید وار ہوں غیبت سے اب بلا مجھ کو
حضور یا خلف الصدق حیدر کرار

-6 مولانا الطاف حسین حالی نے علی گڑھ یونیورسٹی کی زبان میں کہا ہے ۔

قوم کا حامی ہوں اور اسلام کا یاور ہوں میں
چاہو دار الکفر سمجھو مجھ کو یا دار الضلال

-7 یہ تینوں مرض کے نام ہیں، دیکھیے: فرہنگ آصفیہ

-8 شیعوں کے نزدیک امام مہدی کا لقب، فرہنگ آصفیہ۔

-9 دیکھیے: فیروز اللغات۔

-10 دیکھیے: فیروز اللغات۔

-11 دیکھیے: فرہنگ آصفیہ۔

-12 دیکھیے: فرہنگ آصفیہ۔

-13 نور اللغات۔

-14 دیکھیے: فیروز اللغات۔

-15 دیکھیے: فیروز اللغات

-16 دیکھیے: فیروز اللغات۔

-17 دیکھیے: فیروز اللغات۔

باب سوم

اردو زبان کے علوم پر عربی زبان کے اثرات

ابتدائیہ

اس باب کا مقصد اردو زبان کے علوم پر عربی زبان کے اثرات کو اجاگر کرنا ہے۔ ان علوم میں بلاغت (معانی، بیان اور بدیع)، عروض و قافیہ، نحو و صرف، خط و املا اور ادبی تنقید شامل ہیں۔ اگر اردو لغات پر عربی کے وسیع و عمیق اثرات مرتب ہوئے ہیں باوجودیکہ اردو ایک ہند آریائی زبان ہے تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اردو زبان کے علوم پر یہ اثرات کتنے گہرے ہوں گے؛ کیونکہ اردو لغات کے مقابلے میں ان علوم کو عربی سے اثر پذیری کے کہیں زیادہ وسیع و عمیق امکانات میسر تھے۔ ان علوم کی تدوین بھی ان علما کے ہاتھوں سے ہوئی جو عربی زبان و ادب میں کمال رکھتے تھے علاوہ ازیں ان کے پاس عربی کے سوا کوئی ایسا نمونہ موجود نہیں تھا جس سے وہ رہنمائی حاصل کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ان علوم کو عربی زبان سے ان کی جزئیات اور تمام تر تفصیلات کے ساتھ منتقل کر دیا۔ اس طرح اردو کے یہ علوم عربی کے اپنے نظائر کے ساتھ گہرا رابطہ رکھنے والے علوم بن گئے۔

لیکن کچھ عرصے سے بعض مصنفین اردو ادب کے فنون کو ان کی اصل عربی سے دور کرنے اور انھیں مغربیت کا چولا پہنانے کے لیے کوشاں ہیں اور اس کوشش میں وہ اردو زبان کی نشو و نما اور ترویج و ترقی میں عربی کے اہم کردار کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان مصنفین کی ایک بڑی تعداد مغربی علوم میں درک و کمال رکھتی ہے اور مغربی زبان و ادب میں

اسے خاص ملکہ بھی حاصل ہے۔ یہ مصنفین مغربی علمی تحریکات اور فکری رجحانات سے بخوبی واقف ہیں چنانچہ انھوں نے ان سے استفادہ کیا اور اردو کو اس سے فائدہ بھی پہنچایا۔ اس ناحیے سے ان کی کوششیں قابل ستائش ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان میں عربی زبان سے عدم واقفیت کا نقص بھی موجود ہے۔ وہ عربی علوم وفنون سے مکمل طور پر آشنا نہیں جبکہ اردو بڑی حد تک ان پر منحصر ہے۔ چنانچہ یہ مصنفین خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا یہاں تک کہ اس زمرہ کے مشہور ومعروف حضرات بھی زیادہ تر عربی سے ماخوذ اردو الفاظ کے تلفظ میں غلطی کرتے ہیں اور زبان وعلوم کے آسان اور مروج قواعد کو بھی سمجھنے میں تذبذب کا شکار رہتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کی تحریروں میں ایسی بحثیں اور دعوے ہوتے ہیں جو عربی زبان وعلوم سے عدم واقفیت کا منہ بولتا ثبوت ہوتے ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس پہلو سے ان کی سرگرمیاں پسندیدہ نہیں ہیں۔ یہ تو ایسے ہی ہوا جیسے کسی نے ایک محل تعمیر کیا اور پورے شہر کو مسمار کر دیا۔ عربی زبان وعلوم سے عدم واقفیت وہ واحد سبب ہے جس کی وجہ سے انھیں عربی سے وحشت ہوتی ہے اور وہ اس بات کی بھرپور کوشش کرتے ہیں کہ اردو اور عربی کے ربط کو کاٹ دیا جائے اور اس کے بعد مکمل طور پر مغربی خصوصاً انگریزی زبان سے ناطہ جوڑنے پر ہی انحصار کیا جائے۔ اسی کوشش میں انھوں نے اردو زبان و ادب کو ثانوی درجے کے مباحث اور اجنبی اصطلاحات سے بوجھل بنا دیا ہے۔

گزشتہ نصف صدی سے عصری تعلیمی اداروں اور یونیورسٹیوں میں یہی لوگ قابض و متصرف ہیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں سے فراغت حاصل کرنے والے طلبا انہی حضرات کے منہج پر گامزن ہیں۔ ان درسگاہوں سے فارغ ہونے والا کم وبیش ہر طالب علم جدید مغربی ادب کی باریکیوں اور مغرب میں جنم لینے والی ادبی تحریکات ورجحانات اور ان کے نتائج سے بھرپور واقفیت رکھتا ہے جبکہ وہ اپنی زبان بولنے اور لکھنے میں غلطی کرتا ہے، ادبی فنون وموضوعات کے دقائق و باریکیاں تو درکنار ان کی اصطلاحات سے بھی واقف نہیں ہوتا ہے، بغیر سوجھ بوجھ کے دوسرے درجے کے مصادر پر بھروسہ کرتا ہے اور بے علمی کے ساتھ احکام صادر کرتا ہے اور اپنے گمان ووہم کے سہارے مسائل بیان کرتا ہے۔ یہ تمام باتیں صرف عربی زبان کے بے بہا وشیریں سرچشمے سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے۔

یہ تمام لوگ یا تو اس حقیقت سے واقف نہیں ہیں یا دانستہ طور پر بھولنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اردو ادب کے فنون میں کمال و درک عربی زبان سے واقفیت کے بغیر پیدا ہی نہیں ہوسکتا خواہ مغربی زبان و ادب میں کتنا ہی ملکہ پیدا کرلیا جائے؛ کیونکہ عربی زبان کی حیثیت اردو کے لیے اس محور جیسی ہے جس کے گرد اردو کے تمام فنون چکر لگاتے ہیں۔ عربی زبان سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے ان حضرات کی تحریروں میں گہرائی اور گیرائی کا فقدان بھی نظر آتا ہے۔

ان کے علاوہ اردو والوں کا ایک دوسرا گروہ ہے جو اردو کے ساتھ ساتھ عربی زبان و ادب سے بھی واقف ہے۔ ان میں سے بڑی تعداد مدارس اور مقامی اسلامی تعلیمی اداروں کے فارغین کی ہے لیکن ان کے سامنے مسئلہ یہ ہے کہ نہ تو وہ جدید ادبی رجحانات سے کما حقہ واقف ہیں اور نہ وہ ان مسائل کو مقبول و خوبصورت انداز میں اور عصری اسلوب و علمی منہج کے ساتھ پیش کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔

●

فصل اول

اردو بلاغت پر عربی زبان کے اثرات

تمہید

عربی میں جب لفظ بلاغت بولا جاتا ہے تو اس سے تین فنون: معانی، بیان اور بدیع مراد ہوتے ہیں اور عام طور پر ان تینوں سے قبل لغوی اور اصطلاحی طور پر فصاحت و بلاغت کی تعریف ہوتی ہے اور مختلف نوع کی دلالتوں کا بیان ہوتا ہے، کیونکہ ان کا موضوع سے گہرا تعلق ہے۔

بعض جدید عرب مصنفین نے اسلوب، اقسام اسلوب اور اس کے خصائص کا بھی اس میں اضافہ کیا ہے۔ جیسا کہ قدما نے سرقہ کے موضوع کو اس کا حصہ بنایا تھا۔

دیگر ادبی فنون کی طرح اردو زبان میں فن بلاغت پر بھی عربی زبان کے گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اردو میں بلاغت کے موضوع پر لکھی گئی خاص طور پر قدیم کتابیں تو عربی کتابوں کا لفظ بہ لفظ ترجمہ معلوم ہوتی ہیں۔ عربی کی طرح یہ کتابیں بھی معانی، بیان اور بدیع پر مشتمل ہیں۔ اسی کے ساتھ فارسی میں اس موضوع پر لکھی جانے والی کتابوں کی اتباع میں اردو کتابوں میں عروض اور قافیہ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ ان کی شمولیت کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے شاعر کو علوم بلاغت کے علاوہ عروض اور قافیے کی بھی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اردو کی تمام

قدیم کتابوں میں یہی منہج اختیار کیا گیا ہے۔مثال کے طور پر نجم الغنی رامپوری کی ’’بحرالفصاحت‘‘، محمد سجاد مرزا بیگ دہلوی کی ’’تسہیل البلاغت‘‘، دیبی پرشاد بدایونی کی ’’معیار بلاغت‘‘ وغیرہ۔ یہ مصنفین عربی بلاغت اور بلاغت کی عربی کتابوں سے حد درجہ متاثر تھے۔اسی تاثر کا اثر ہے کہ زیادہ تر اردو علم بلاغت کی کتابیں قدیم عرب اہل بلاغت کی اتباع میں سرقے کے موضوع پر ختم ہوتی ہیں۔[1]

لیکن انتہائی عجیب وغریب بات ہے کہ متاخرین نے علوم بلاغت سے معانی کو خارج کر دیا۔اس معاملہ کی ابتدا (راقم السطور کے علم کے مطابق) محمد عسکری کی کتاب ’’آئینۂ بلاغت‘‘ سے ہوئی۔ یہ پہلی اہم علمی تصنیف تھی جس میں علم معانی کو شامل نہ کر کے صرف بیان و بدیع اور عروض و قافیے کے ذکر پر اکتفا کیا گیا تھا۔ اس کتاب کو اردو شعرا، ادبا اور ادبی حلقوں میں زبردست قبولیت حاصل ہوئی حتیٰ کہ انھوں نے اس موضوع پر تصنیف کردہ دیگر تمام تصانیف کو فراموش کرنے کے ساتھ ساتھ معانی کو بھی بھلا دیا۔ حالانکہ محمد عسکری نے کوئی ایک جملہ بھی ایسا نہیں استعمال کیا جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ علم معانی بلاغت کا حصہ نہیں ہے، بلکہ اس بات کا زیادہ احتمال ہے کہ انھوں نے معانی کو اپنے خیال میں اہم نہیں سمجھا اور اسے شامل نہیں کیا۔ یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ محمد عسکری اسی نسل کا حصہ تھے جس میں کوئی بھی عالم یا مصنف عربی زبان وثقافت سے اس درجہ نابلد نہیں ہوتا تھا کہ اسے علم معانی کی خبر نہ ہو۔لیکن جن لوگوں نے صرف اسی کتاب پر کلی اعتماد کیا اور انھیں عربی ثقافت سے سروکار نہیں رہا وہ اس غلطی میں مبتلا ہوئے۔شمس الرحمٰن فاروقی لکھتے ہیں:

> ’’ان علوم کو عام طور پر علوم بلاغت کہا جاتا ہے، ان میں سے پہلا علم بیان ہے ...دوسرا علم بدیع کا ہے... بلاغت کا تیسرا علم عروض کہلاتا ہے... بلاغت کا چوتھا علم قافیہ کہلاتا ہے‘‘۔[2]

عبدالوہاب اشرفی رقم طراز ہیں:

> ’’علوم بلاغت میں 1۔علم بیان، 2۔علم بدیع، 3۔علم عروض اور 4۔علم قافیہ کا ذکر ہوتا ہے‘‘۔[3]

ان تصریحات سے قطع نظر تمام نئی کتابوں میں علم المعانی کونظر انداز کر دیا گیا ہے۔ مزید خرابی یہ ہوئی کہ ان مصنفین کے خیال میں ادبی کتابوں میں مستعمل ترکیب ''معانی و بیان'' یا ''معنی و بیان''، جواہل علم کی زبان پر جاری ہے اس سے علم بدیع ہی مراد ہے۔ شمس الرحمٰن فاروقی لکھتے ہیں:

''علم بدیع کو علم معنی بھی کہتے ہیں...... جب ہم ''معنی و بیان'' کا فقرہ استعمال کرتے ہیں تو اس میں بھی معنی سے دراصل بدیع مراد ہوتی ہے ہم لوگوں نے اپنے پرانے علوم کو اس قدر بھلا دیا ہے کہ ہم اپنی اکثر اصطلاحات کے اصل تصورات Concept سے ہی بے گانہ ہوگئے ہیں''۔[4]

فاروقی صاحب نے بالکل سچی بات کہی ہے حتیٰ کہ ہم معانی اور بدیع کے فرق کو بھی بھول گئے؛ جبکہ علم بلاغت کی قدیم اردو تصانیف میں بیان اور بدیع کے علاوہ معانی کو مستقل فن کی حیثیت سے ذکر کیا گیا ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ فاروقی صاحب کا شمار عہد حاضر کے سرفہرست مصنفین، ناقدین اور اہل قلم میں ہوتا ہے۔ بلاشبہ انھوں نے اردو زبان وعلوم کی گراں مایہ خدمات انجام دی ہیں، مغربی ادب پر ان کی گہری نگاہ ہے، ان کی کتابوں اور مقالات میں بڑی گہرائی وگیرائی ہوتی ہے، رسالہ ''شب خون'' میں ان کے اداریے ان کی اہلیت وعلمی شان کے شاہد عدل ہیں۔ البتہ اپنی ان لغزشوں میں وہ معذور ہیں؛ کیونکہ وہ عربی زبان سے واقف نہیں ہیں۔

عربی زبان میں لفظ ''بلاغت'' بلغ المكان بلوغاً: سے ماخوذ ہے یعنی پہنچا یا قریب ہوا۔ بلاغ، ابلاغ اور تبلیغ سے اسم ہے اور ان دونوں کا معنی ہے پہنچانا۔[5] سید احمد ہاشمی لکھتے ہیں:

لغت میں بلاغت (پہنچنا اور انتہا ہونا)، کہا جاتا ہے: بلغ فلان مراده یعنی فلاں اپنی مراد (منزل) کو پہنچ گیا اور بلغ الراكب المدينة جب کوئی شخص شہر پہنچ جائے۔ مبلغ الشيء یعنی ''کسی چیز کی انتہا''۔[6]

ابوالہلال عسکری رقم طراز ہیں:

''البلاغة من قولهم بلغت الغاية إذا انتهيت إليها و بلغتها غيری و مبلغ الشيئ منتهاه و المبالغة في الشيئ الانتهاء إلى غايته ، فسميت

البلاغة بلاغة لأنها تنهى المعنى إلى قلب السامع فيفهمه ...... ويقال بلُغ الرجل بلاغة إذا صار بليغاً كما يقال نبُل نبالةً إذا صار نبيلاً ، وكلام بليغ وبلغ بالفتح كما يقال وجيز و وجز ...... ويقال أبلغت في الكلام إذا أتيت بالبلاغة فيه" . [7]

(بلاغت باب نصر سے پہنچنے کے معنی میں ہے، کہا جاتا ہے بلغت الغاية یعنی میں غایت تک پہنچ گیا، باب تفعیل سے پہنچانے کے معنی میں بلّغتها یعنی میں نے اسے پہنچا دیا، مبلغ الشئ کسی چیز کی انتہا، کسی چیز میں مبالغہ سے مراد اس کی انتہا تک رسائی، بلاغت کو بلاغت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ معنی کو سامع کے دل تک پہنچاتا ہے اور سامع اس کو سمجھنے پر قادر ہو جاتا ہے۔ جب کوئی شخص بلیغ ہو جاتا ہے تو کہا جاتا ہے: بلُغ الرجل بلاغةً جس طرح شریف ہو جانے والے شخص کے لیے کہا جاتا ہے: نبُل نبالةً ، کلام بليغ اور بلغ فتحہ کے ساتھ وجیز اور وجز کی طرح ہے۔ کہا جاتا ہے: ابلغت فی الکلام جب کلام میں بلاغت پیدا کی جائے)۔

عسکری بلاغت کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"البلاغة كل ما تبلغ به المعنى قلب السامع فتمكنه في نفسه لتمكنه في نفسك مع صورة مقبولة و معرض حسن ، و إنما جعلنا حسن المعرض و قبول الصورة شرطا في البلاغة لأن الكلام إذا كانت عبارته رثة و معرضة خلقاً لم يُسم بليغاً وإن كان مفهوم المعنى" [8]

فالبلاغة إذاً هي :

"تأدية المعنى الجليل واضحاً بعبارة صحيحة فصيحة ، لها في النفس أثر خلاب ، مع ملاءمة كل كلام للموطن الذي يقال فيه و للأشخاص الذين يخاطبون" [9]

(بلاغت وہ ہے جس کے ذریعے تم معنی کو سننے والے دل تک پہنچاتے ہو، تو تم اس معنی کو اس کے دل میں راسخ کرتے ہو؛ کیونکہ وہ تمھارے دل میں راسخ تھا، مقبول صورت اور اچھی پیش کش کے ساتھ، مقبول صورت اور اچھی پیش کش کی شرط اس وجہ سے لگائی کیونکہ اگر کلام کی عبارت رکیک اور پیش کش غیر اخلاقی ہو تو اسے بلیغ نہیں کہا جائے گا چاہے مفہوم المعنی ہو)۔

لہٰذا بلاغت کہتے ہیں:

فصیح اور صحیح عبارت میں شاندار و واضح معانی کی ادائیگی جو سامع کے دل کو بھا جائے، اور اس میں اس موقع محل کی رعایت کی گئی ہو جہاں گفتگو کی جا رہی ہو اور ان سامعین کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہو جو گفتگو کے مخاطب ہیں۔

لیکن اردو زبان میں لفظ بلاغت کا جو لغوی معنی رائج ہے اس کا عربی لغوی معنی سے کوئی تعلق نہیں۔ شمس الرحمٰن فارقی لکھتے ہیں:

''بلاغت کے لغوی معنی ہے ''تیز زبانی''، اسی سے مجازی معنی نکلے: ''کلام کو دوسروں تک پہنچانے میں مرتبۂ کمال کو پہنچنا''[10]

یہ معنی اردو لغات سے ماخوذ ہے۔ ''مہذب اللغات'' میں اس کا معنی ہے:

''بلاغت: تیز زبانی، کلام میں مرتبۂ کمال کو پہنچنا، مقتضائے حال کے موافق کلام کرنا، خوش گفتاری''[11]

صاحب نور اللغات نے بھی انہی معانی کو اسی ترتیب کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فاروقی صاحب نے پہلے معنی کو لغوی اور دوسرے کو اصطلاحی معنی سمجھ لیا اور تیسرے معنی کو ترک کر دیا جو کہ صحیح اصطلاحی معنی ہے اور اس کے علاوہ جو معنی دیے گئے ہیں وہ معنوی تحریف وتصرف کا نتیجہ ہیں۔ لفظ بلاغت طلاقت لسان پر دلالت نہیں کرتا اور نہ ہی اس کا اصطلاحی معنی کلام کو دوسروں تک پہنچانے میں مرتبۂ کمال کو پہنچنا ہے جیسا کہ فاروقی صاحب نے ذکر کیا ہے۔ تعجب خیز بات یہ ہے کہ اردو میں اسی مادہ سے مشتق بہت سے الفاظ رائج ہیں جیسے: بالغ، بلوغ، ابلاغ، تبلیغ لیکن اس کے باوجود کسی نے اس لفظ کے لغوی معنی کی

طرف توجہ نہیں کی۔ راقم السطور نے مفتاح، تسہیل اور معیار جیسی قدیم کتابوں کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ ان کتابوں میں بلاغت کا لغوی معنی بیان ہی نہیں کیا گیا ہے۔ بظاہر ایسا لگتا ہے کہ اسی وجہ سے ان مصنفین کو لغزش ہوئی۔

جہاں تک اردو میں بلاغت کے اصطلاحی معنی کا تعلق ہے تو وہ وہی ہے جو عربی کتابوں میں موجود ہے۔ نجم الغنی رامپوری لکھتے ہیں:

''کلام بلیغ وہ ہے جو فصیح ہو یعنی عیوب مذکورہ بالا سے خالی ہو اور مقتضائے حال کے مناسب ہو''[12]

فصاحت کا لغوی معنی ہے: اظہار۔ ابوالہلال عسکری لکھتے ہیں:

"الفصاحة فقد قال قوم إنها من قول أفصح فلان عما في نفسه إذا أظهره والشاهد قول العرب أفصح الصبح إذا أضاء و أفصح اللبن إذا انجلت عنه رغوته ......" [13]

(فصاحت بعض لوگوں کے خیال میں أفصح فلان عما في نفسه جب وہ اپنے دل کی بات ظاہر کردے، سے ماخوذ ہے اور اس کی دلیل عربوں کا قول أفصح الصبح ہے جب وہ روشن ہوجائے، أفصح اللبن جب دودھ پر سے جھاگ زائل ہوجائے)۔

اصطلاح میں فصاحت کہتے ہیں: کلام کا معنی واضح، لفظ آسان، ٹکسالی ہو۔ یہ شرط بھی ہے کہ یہ کلام ضعف تالیف، تعقید، تنافر کلمات سے بھی خالی ہو۔ لفظ میں فصاحت یہ ہے کہ وہ تنافر حروف، غرابت اور مخالفت قیاس سے خالی ہو۔[14]

اردو کتابوں میں بھی فصاحت کا یہی معنی مذکور ہے اور یہی شرطیں بھی ہیں۔ اسی طرح عربی کتابوں کے طرز پر کلام بلیغ کے لیے فصیح ہونے کی بھی شرط ہے۔[15]

بلاغت لفظ اور متکلم کے بجائے صرف کلام سے متصف ہوتی ہے اور فصاحت اس کے برعکس تینوں سے متصف ہوتی ہے؛ کیونکہ بلاغت معنی سے متعلق ہوتی ہے نہ کہ لفظ سے اور متکلم کو مجازاً و توسعاً بلیغ کہا جاتا ہے[16] ورنہ حقیقتاً تو کلام بلیغ ہوتا ہے۔

اس معاملہ میں فاروقی صاحب نے اہل بلاغت سے الگ راہ اختیار کی جسے کئی معاصر مصنفین نے قبول کیا ہے۔ ان کے خیال میں بلاغت فصاحت سے جدا ہے اور ممکن ہے کہ مقتضائے حال کے مطابق ہونے کی وجہ سے کوئی کلام بلیغ ہو لیکن ماہرین کی بیان کردہ بعض شرائط سے عاری ہونے کی وجہ سے وہ فصیح نہ ہو۔ وہ اپنے قول کے استدال میں رقم طراز ہیں:

"اکثر دیکھا گیا ہے کہ وہ شعرا جن کی فصاحت مشہور ہے (مثلاً داغ) وہ کوئی بہت بڑے شاعر نہ تھے اور ایسے شعرا جن کی فصاحت داغ سے کمتر ہے (مثلاً میر یا غالب یا اقبال) وہ بہت بڑے شاعر تھے"[17]

محسوس یوں ہوتا ہے کہ فاروقی صاحب نے اس بات پر توجہ نہیں دی کہ بلاغت کی دو شرطیں ہیں ایک تو کلام کا مقتضائے حال کے مطابق ہونا جب کہ دوسری شرط اس کا ضعف تالیف، تنافر کلمات اور تعقید سے پاک ہونا اور اس کے الفاظ کا تنافر حروف، غرابت اور مخالفت قیاس سے خالص ہونا ہے کیونکہ اگر کلام میں یہ صفات موجود نہ ہوں تو وہ مفہوم المعنی ہی نہیں ہوگا اور اگر کلام مفہوم المعنی نہیں ہوگا تو بلیغ کیسے ہوگا۔ جہاں تک ان کے استدلال کا تعلق ہے وہ دو وجوہات سے درست نہیں ہے۔ پہلی وجہ یہ کہ علم فصاحت سے واقفیت اور شعر میں اس کا استعمال دو بالکل مختلف چیزیں ہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ بلند پایہ شاعر ہونے کے لیے محض فصاحت یا بلاغت پر اکتفا نہیں کیا جاسکتا ہے بلکہ اس کے پس پشت بہت سے عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ بلند پایہ اور بڑا شاعر ہونے کے لیے بہت سی صفات سے متصف ہونا ضروری ہے۔

اردو بلاغت نے دلالت کا موضوع اور اس کے لغوی و اصطلاحی معنی، اس کی اقسام جیسے لفظی و غیر لفظی، عقلی، طبیعی، وضعی، مطابقی، تضمنی، التزامی، عربی سے مستعار لیا ہے اور انھیں عربی معنی میں ہی استعمال کیا ہے۔[18]

آئندہ اردو علوم بلاغت یعنی بیان، بدیع اور معانی پر عربی زبان کے اثرات کا جائزہ لینے کی کوشش کی جائے گی۔ گو کہ علم بلاغت پر تالیف کردہ اردو کتابوں میں علم عروض و قافیہ کو بھی انہی تینوں علوم کے پہلو بہ پہلو ذکر کیا گیا لیکن راقم نے ان کے لیے علاحدہ فصل قائم کی ہے کیونکہ یہ دونوں بلاغت سے الگ مستقل علوم ہیں۔

علم بیان

بیان کے لغوی معنی واضح اور ظاہر ہونے کے ہیں؛ بدوی طبانہ کہتے ہیں:

”و مادة البيان في أصل استعمالها عن أصحاب اللغة العربية تدل على الانكشاف والوضوح ، قالوا : بان الشيئ يبين بياناً : اتضح ، فهو بيّن ، وأبان الشيئ فهو مبين ، وأبنته أنا أي أوضحته ، واستبان الشيئ أي ظهر“[19]

(عربوں نے ”بیان“ کے مادّہ کو اصلاً واضح ہونے اور منکشف ہونے کے معنی میں استعمال کیا ہے، وہ لوگ کہتے ہیں: بَانَ الشئ یَبِینُ بَیاناً، اس کا مطلب ہے۔ ”اتّضَحَ“ یعنی کوئی چیز واضح ہوگئی، اسی سے صفت کا صیغہ ”بَیّن“ ہے جس کے معنی ہیں: ”واضح“ اور باب استفعال سے ”استبان“ کا مطلب ہے ”ظاہر ہونا، واضح ہونا۔)

اردو بلاغت کی کتابوں میں لفظ ”بیان“ کے لغوی معنی سے بحث نہیں کی گئی ہے؛ البتہ اصطلاحی تعریف کچھ یوں کی گئی ہے کہ علم بیان وہ علم ہے جس کے ذریعہ ایک شخص ایک مفہوم کو مختلف پیرایوں میں بیان کرتا ہے، اس طور پر کہ وہ مقتضائے حال کے مطابق ہو، دلالت کی وضاحت کے ساتھ۔ قزوینی علم بیان کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"وهو علم يعرف به إيراد المعنى الواحد بطرق مختلفة في وضوح الدلالة عليه" [20]

(یہ وہ علم ہے جس کے ذریعہ ایک ہی مضمون کومختلف انداز سے ادا کیا جاسکتا ہے، اس طرح سے کہ لفظ کی دلالت اپنے مدلول پر واضح ہو۔)

یہ وہی تعریف ہے جو اردو کتابوں میں نقل کی گئی ہے، نجم الغنی لکھتے ہیں:

''علم بیان ایسے قاعدوں کا نام ہے کہ اگران کوکوئی جانے اور یاد رکھے تو ایک معنی کوکئی طریق سے عبارتِ مختلفہ میں ادا کرسکتا ہے، جن میں سے بعض طریق کی دلالت معنی پر، بعض طریق سے زیادہ واضح ہوتی ہے''۔ [21]

مذکورہ بالا تعریف ''مختصر المعانی'' کی تعریف سے مشابہت رکھتی ہے، بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ تعریف مختصر المعانی میں مذکور عربی تعریف سے ہی ماخوذ ہے، سعدالدین تفتازانی لکھتے ہیں:

"(وهو علم) أي ملكة يقتدر بها على إدراكات جزئية أو أصول و قواعد معلومة (يعرف به إيراد المعنى الواحد) أي المدلول عليه بكلام مطابق لمقتضى الحال (بطرق) و تراكيب (مختلفة في وضوح الدلالة عليه) أي على ذلك المعنى بأن يكون بعض طرق واضح الدلالة عليه و بعضها أوضح"۔ [22]

(بیان وہ علم یعنی وہ ملکہ ہے جس کے ذریعہ سے انسان کوجزئی ادراکات پر قدرت حاصل ہوتی ہے یا ان متعین اصول وقواعد کا نام ہے جن کی وجہ سے ایک مفہوم کو مقتضائے حال کے مطابق کلام کے ذریعہ مختلف طریقوں اور ترکیبوں سے ادا کیا جاسکتا ہے، اس طور پر کہ بعض طریقوں کی دلالت بعض کے مقابلے میں زیادہ واضح ہوتی ہو۔)

یہ تعریف ہمیں اردو بلاغت کی تمام ہی کتابوں میں نظر آتی ہے، قطع نظر اس سے کہ ان کے مولفین کا فکری وثقافتی پس منظر کیا ہے، ان کے زمانے اور ان کی نسبتیں کیا ہیں، خواہ وہ قدیم مولفین ہوں یا جدید، قدامت پسند ہوں یا ترقی پسند۔ [23]

علم بیان کی تعریف کے بعد اردو بلاغت کی کتابوں میں بیان کے مندرجہ ذیل مختلف طریقوں کا ذکر ملتا ہے: تشبیہ، استعارہ، مجاز مرسل اور کنایہ۔ پھر ان طریقوں کے ان ہی اقسام میں منحصر ہونے کی وضاحت بھی قدیم عربی بلاغت کی کتابوں کے نہج پر ہوتی ہے۔ 24ے علم بیان کی ان اقسام کی تفصیل بھی عربی علم بیان کے طرز پر کی گئی ہے۔ مثلاً تشبیہ کی تعریف، اس کے ارکان، اس کی اقسام اور اس کی اغراض وغیرہ۔

نجم الغنی رامپوری تشبیہ کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''تشبیہ سے مراد دلالت ہے دو چیزوں کی، جو آپس میں جدا جدا ہوں، ایک معنی میں شریک ہونے پر''۔ 25ے

قزوینی تشبیہ کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"الدلالة على مشاركة أمر لأمرٍ في معنى" 26ے

(تشبیہ سے مراد ہے دو چیزوں کا ایک معنی میں مشارکت پر دلالت کرنا۔)

اردو میں ارکان تشبیہ بعینہ وہی ہیں جو عربی میں ہیں، حتیٰ کہ ان کے نام اور ان کی تعریفات بھی یکساں ہیں۔ ارکان تشبیہ چار ہیں: مشبہ، مشبہ بہ، (ان دونوں کو۔ عربی ہی کی طرح اردو میں بھی طرفان تشبیہ کہا جاتا ہے) وجہ شبہ اور اداۃ تشبیہ۔ ان ارکان کے تحت اردو کی کتابوں میں ان ہی موضوعات سے بحث کی گئی ہے جن سے عربی کی کتابوں میں بحث کی جاتی ہے۔

عربی علم بیان میں تشبیہ کی جو قسمیں ملتی ہیں اردو میں وہ تمام قسمیں موجود ہیں، البتہ بعض قسموں کے نام مثلاً مرسل، موکد، مجمل، مفصل، وغیرہ کا ذکر اردو کی بعض کتابوں میں نہیں ہے 27ے۔ کیونکہ قزوینی کی تلخیص اور سکاکی کی مفتاح العلوم وغیرہ کتب جو ہمیشہ ہندوستانی علمائے بلاغت کے پیش نظر رہی ہیں وہ ان اقسام کے ذکر سے خالی ہیں۔ اس کے باوجود اردو کی بیشتر کتب بلاغت میں یہ اقسام مذکور ہیں، مثلاً نجم الغنی کی مفتاح البلاغت، محمد سجاد مرزا کی تسہیل البلاغت، محمد عسکری کی آئینہ بلاغت وغیرہ۔ 28ے

طرفین تشبیہ اردو اور عربی دونوں زبانوں میں یا توحسّی ہوتے ہیں یا عقلی یا ایک حسی اور ایک عقلی۔

جب ہم اردو علم بیان میں مذکورہ اغراض تشبیہ پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی

اغراض ہیں جو عربی کتابوں میں مذکور ہیں۔قابل ذکر بات یہ ہے کہ اردو کی ان کتابوں نے صرف اغراض کو بیان کرنے میں ہی عربی کتابوں کی پیروی نہیں کی ؛ بلکہ اپنی ترتیب میں بھی عربی کی ترتیب کوملحوظ رکھا، حالانکہ وہ ترتیب زیادہ اہمیت کی حامل نہیں ۔قزوینی کے یہاں ان اغراض کی ترتیب حسب ذیل ہے۔[29]ایک بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ عام طور پر یہ تمام اغراض مشبّہ کی طرف لوٹتی ہیں:

1۔مشبّہ کے امکان کو بیان کرنا،2۔مشبّہ کی حالت کو بیان کرنا،3۔مشبہ کی حالت کی مقدار بیان کرنا 4۔مشبہ کی حالت کو ثابت کرنا،5۔مشبہ کو خوبصورت یا بدصورت ثابت کرنا۔اردو میں نجم الغنی، دیبی پرشاد، محمد عسکری اور ڈاکٹر صادق سبھی نے تشبیہ کی اغراض کو اسی ترتیب سے ذکر کیا ہے۔[30]

اردو بلاغت کی کتابوں میں تشبیہ کا موضوع قوت وضعف کے اعتبار سے تشبیہ کے مراتب کے ذکر پر ختم ہوتا ہے، جیسا کہ قزوینی نے کیا ہے ،اردو بلاغت کی کتابوں میں تشبیہ کے بعد استعارے کا بیان شروع ہوتا، استعارے کی پوری بحث عربی بلاغت سے مستعار لی گئی ہے، چنانچہ الفاظ،تعریفات، اصطلاحات ،اقسام ،حتیٰ کہ ترتیب سب کچھ عربی سے ماخوذ ہے۔عربی کتابوں میں استعارے کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ وہ مجاز لغوی کے قبیل سے ہے، یعنی معنی غیر موضوع لہ میں مستعمل ہے اور وہ ایسی تشبیہ ہے جس کے طرفین میں سے ایک کو حذف کر دیا گیا ہو، محمد سجاد مرزا نے استعارے کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

> ''وہ لفظ جو غیر وضعی معنوں میں استعمال ہو اور حقیقی ومجازی معنوں میں تشبیہ کا علاقہ ہو، نیز مشبہ یا مشبہ بہ کو حذف کر کے ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کرتے ہیں''۔[31]

اردو زبان میں علم بیان کے اس باب کی تمام اصطلاحات مثلاً استعارہ، مستعارلہ، مستعارمنہ ،وجہ جامع ،طرفین استعارہ سب کو انہی تعریفات کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جو عربی کتابوں میں مذکور ہیں۔اسی طرح طرفین استعارہ اور وجہ جامع کے حسی اور عقلی ہونے کی تقسیم بھی عربی سے ماخوذ ہے۔اردو زبان نے عربی زبان میں مستعمل استعارے کی تمام اقسام کو مستعار لیا ہے۔جیسے:استعارہ اصلیہ ،تبعیہ ،مطلقہ، مجردہ، مرشحہ، تمثیلیہ ،مکنیہ ،تصریحیہ وغیرہ۔[32]

عربی بلاغت کی کتابوں میں استعارے کے بعد مجاز مرسل کے موضوع سے اعتنا کیا گیا ہے، مجاز مرسل ایسا لفظ ہے جو اپنے معنی موضوع لہ کے علاوہ میں مستعمل ہو اور حقیقی و مجازی معنی میں تشبیہ کا علاقہ نہ ہو اور کوئی ایسا قرینہ پایا جائے جو وضعی معنی کو مراد لینے سے مانع ہو۔ مجاز کی اس قسم کو مرسل اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ مطلق ہوتا ہے۔ استعارے کے برخلاف یہ کسی خاص واقعہ کے ساتھ مقید نہیں ہوتا۔ مرسل کے معنی ہیں مطلق۔ عربی ہی کی طرح اردو کتابوں میں بھی مجاز مرسل کو استعارے کے فوراً بعد ذکر کیا گیا ہے اور اس کی وہی تعریف کی گئی ہے جو عربی میں منقول ہے، محمد عسکری رقم طراز ہیں:

''مجازِ مرسل اصطلاح میں اس لفظ کو کہتے ہیں کہ معنی موضوع لہ کے سوا کسی دوسرے معنی میں استعمال ہو اور اس لفظ کے حقیقی و مجازی معنی میں کوئی علاقہ سوائے علاقہ تشبیہ کے ہو''۔[33]

یہ بات معروف ہے کہ لفظ جب وضعی معنی کے علاوہ میں استعمال ہو تو اس کے لیے کوئی ایسا علاقہ ہونا ضروری ہے جو معنی مجازی کو معنی حقیقی کے ساتھ مربوط کر سکے؛ کیونکہ معنی مجازی کا استعمال اسی وقت درست ہے جب کہ معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان ربط پیدا کرنے والا کوئی علاقہ موجود ہو۔ مجازِ مرسل کے علاقے بہت ہیں ان میں سے چند اہم علاقے جن کا عربی بلاغت میں بکثرت ذکر ملتا ہے وہ ہیں: سببیت، مسببیت، حالیت، محلیت جزئیت، کلیت، اعتبار ما کان، اعتبار ما یکون، آلیت، لزومیت، ملزومیت۔ بلاغت کی اردو کتابوں میں یہ تمام علاقے اور ان علاقوں کی تعریف و توضیح موجود ہے۔[34]

اگرچہ اردو بلاغت کی کتابیں مجاز مرسل مرکب کے ذکر سے خالی ہیں۔ مجاز مرسل مرکب وہ ترکیب ہے جو غیر وضعی معنی میں مستعمل ہو اور تشبیہ کا علاقہ نہ ہو، جیسے جملہ خبریہ کو حسرت یا ملال وغیرہ کے اظہار کے لیے انشا کے معنی میں استعمال کرنا۔ لیکن اردو زبان میں مجاز مرسل کی یہ قسم موجود ہے اور اردو شاعری و نثر میں اس کی مثالیں بکھری ہوئی ہیں۔

اردو اور عربی کی کتابوں میں علم بیان کے باب کی آخری بحث کنایہ سے تعلق رکھتی ہے، قزوینی نے کنایہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"لفظ أريد به لازم معناه مع جواز إرادته معه"[35]

(کنایہ وہ لفظ ہے جس کے لازمی مراد لیے جائیں مگر حقیقی معنی مراد لینا بھی جائز ہو)

بعینہٖ یہی تعریف اردو بلاغت کی کتابوں میں بھی وارد ہوئی ہے۔محمد سجاد مرزا لکھتے ہیں:

''اصطلاح علم بیان میں ایسے کلمے کو کہتے ہیں جس کے لازمی معنی مراد ہوں اور اگر حقیقی معنی مراد لیے جائیں تو بھی جائز ہو''۔[36]

محمد عسکری کے الفاظ ہیں:

''کنایہ اس لفظ کو کہتے ہیں جو معنی موضوع لہ کے لیے مستعمل ہو،لیکن مقصود وہ معنی نہ ہو؛ بلکہ ایک دوسرے معنی ہو''۔[37]

سحر بدایونی رقم طراز ہیں:

''کنایہ وہ ہے کہ لازم وملزوم دونوں مراد ہوتے ہیں۔''[38]

عربی ہی کی طرح اردو میں بھی مکنی عنہ کے اعتبار سے کنایہ کی تین قسمیں کی گئی ہیں: موصوف سے کنایہ،صفت سے کنایہ،نسبت سے کنایہ۔[39]

کنایہ کی کئی قسمیں ہیں،مثلاً تلویح،تعریض،رمز،ایما وغیرہ۔[40] کنایہ میں جب واسطوں کی کثرت ہوجائے تو اسے تلویح کہا جاتا ہے جیسے''کثیر الرماد''(زیادہ راکھ والا)،کہ اس میں زیادہ راکھ کا وجود میں آنا لکڑیوں کے زیادہ جلائے جانے پر دلالت کرتا ہے،لکڑیوں کا زیادہ جلایا جانا کھانے کے زیادہ پکائے جانے پر دلالت کرتا ہے،کھانے کا زیادہ پکایا جانا مہمانوں کی بکثرت آمد پر دلالت کرتا ہے،بکثرت مہمانوں کی آمد مہمان نوازی اور سخاوت پر دلالت کرتی ہے۔

نجم الغنی تلویح کی تعریف میں رقم طراز ہیں:

''اگر کنایہ میں لازم سے ملزوم تک مراد لینے میں بہت سے واسطے ہوں تو اس کو تلویح کہتے ہیں''۔[41]

جب کوئی مطلق بات بولی جائے اور اس سے کسی دوسرے معنی کی طرف اشارہ کیا جائے جو سیاق سے سمجھ میں آجائے تو اسے تعریض کہتے ہیں،جیسے ہم ایسے شخص سے کہیں جو اپنے علم پر عمل نہ کرتا ہو کہ عالم تو وہ ہے جو اپنے علم پر عمل کرے،نجم الغنی کہتے ہیں:

''اگر کنایہ میں موصوف مذکور نہ ہو تو اس کو تعریض کہتے ہیں، جیسے کوئی شخص پڑھے اور اس پر عمل نہ کرے تو کہیں کہ عالم وہ ہے جو علم پر عمل کرے''۔ 42

کنایے میں اگر واسطے کم ہوں مگر تھوڑی سی پوشیدگی ہو تو اس کو رمز کہتے ہیں، جیسے یہ کہنا کہ فلاں چھوٹے سر اور لمبی داڑھی والا ہے، یہ بیوقوفی اور نا سمجھی سے کنایہ ہے۔ اس مثال میں تلویح کے برخلاف لازم و ملزوم کے درمیان واسطوں کی کثرت تو نہیں ہے، لیکن ایک طرح کا ابہام ضرور ہے جس کی وجہ سے تامل اور غور و فکر کے بعد ہی ذہن لازم سے ملزوم کی طرف منتقل ہوتا ہے۔
نجم الغنی لکھتے ہیں:

''اگر کنایے میں واسطے بہت نہ ہوں، لیکن تھوڑی سی پوشیدگی ہو تو اس کو رمز کہتے ہیں، جیسے چھوٹے سر اور داڑھی والا کنایہ ہے مرد احمق سے''۔ 43

اگر واسطے کم ہوں اور کچھ پوشیدگی بھی نہ ہو، یا سرے سے واسطے ہی نہ ہوں تو اس کو ایما اور اشارہ کہا جاتا ہے، جیسے سفید داڑھی کے ذریعہ بڑھاپے سے کنایہ کرنا۔ نجم الغنی لکھتے ہیں:

''اگر کنایہ میں واسطوں کی کثرت نہ ہو اور کچھ پوشیدگی بھی نہ ہو تو اس کو ایما و اشارہ کہتے ہیں، جیسے سفید ریش سے پیری کا سمجھنا اور یہ امر واضح ہے''۔ 44

اردو بلاغت کی کتابوں میں علم بیان کے اختتام پر بیان کے طریقوں میں موجود بلاغت کی وجوہ اور بلاغت کے ناحیے سے ان کے درجات کے تفاوت کا ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ عربی بلاغت کی کتابوں میں مذکور ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ بلاغت کے تمام علما اس بات پر متفق ہیں کہ مجاز حقیقت سے زیادہ بلیغ ہے، کنایہ تصریح سے زیادہ جاں گزیں ہوتا ہے، استعارہ تشبیہ سے زیادہ قوی ہوتا ہے؛ کیونکہ وہ مجاز کی ایک قسم ہے اور مجاز و کنایہ کی بلاغت اس بات میں مضمر ہے کہ وہ دونوں دعویٰ با دلیل ہیں اور دعویٰ با دلیل اور بے دلیل میں واضح فرق ہے۔ 45

●

علم معانی

عربی اور اردو دونوں زبانوں میں علم معانی کی یکساں اہمیت ہے۔ جو بلاغت کی دیگر دونوں قسموں یعنی بیان اور بدیع سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ بلکہ بعض لحاظ سے اس کی اہمیت ان دونوں سے بھی بڑھی ہوئی ہے؛ کیونکہ معانی سے کلام کی بلاغت میں تاثیر پیدا ہوتی ہے، اور فرد کی تادیب اور موقع ومخاطب کے لحاظ سے کلام کو مقتضائے حال کے مطابق بنانے کی طرف رہنمائی میں اس کا اہم رول ہے۔ عربوں کا قدیم مقولہ ہے''لکل مقال مقام''(ہر بات کا ایک موقع ومحل ہوتا ہے)۔

علم معانی ہی وہ قسم ہے جس کے ذریعہ تاکید کے مختلف درجات، ایجاز، اطناب، مساوات، قصر، وصل اور فصل جیسے وسائل کی معرفت حاصل ہوتی ہے جن کی رعایت سے کلام مقتضائے حال کے مطابق ہوتا ہے۔ اس فن کی اہمیت کے پیش نظر ہی معانی کو علم بلاغت کے اندر اولیت کا درجہ حاصل ہے۔ لہٰذا عربی بلاغت کی تمام کتابوں کی ابتدا علم معانی سے ہوتی ہے۔[46] بلاغت کی اردو کتابوں میں بھی یہی روش اختیار کی گئی اور بلاغت کی تمام قدیم اردو کتابیں علم معانی سے شروع ہوتی ہیں، اس کی تعلیم وتدریس بیان وبدیع سے پہلے ہوتی ہے۔[47] علم معانی کی جو تعریف عربی میں کی گئی ہے اردو میں بھی وہی تعریف کی جاتی ہے، اردو میں معانی کی تعریف یوں کی گئی ہے:

''علم معانی ایسے قواعد کا نام ہے جن سے یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ یہ لفظ مقتضائے حال کے مطابق ہے یا نہیں اور اگر ان قواعد پر لحاظ رکھیں تو کسی لفظ

کے معنی مراد لینے میں خطا و غلطی واقع نہ ہوگی'' [48]

یہی تعریف سید احمد ہاشمی نے بھی کی ہے وہ لکھتے ہیں:

"أصول و قواعد يعرف بها أحوال الكلام العربي التي يكون بها مطابقا لمقتضى الحال بحيث يكون وفق الغرض الذي سيق له" [49]

(ایسے اصول و قواعد جن سے عربی کلام کے احوال کو معلوم کیا جائے جن کی رعایت سے کلام مقتضائے حال کے مطابق ہوتا ہے اس طرح کہ وہ اس مقصد کے مطابق ہو جاتا ہے جس کے لیے کلام لایا گیا ہو)

علم معانی کے جو موضوعات عربی میں ہیں بعینہٖ وہی موضوعات اردو میں بھی ملتے ہیں، نجم الغنی لکھتے ہیں:

''الحاصل علم معانی میں آٹھ چیزوں سے بحث کی جاتی ہے: اسناد خبری، مسند الیہ، مسند، متعلقات فعل، قصر، انشاء، وصل، فصل، ایجاز و اطناب و مساوات، ان آٹھ چیزوں کو ہم آٹھ فصلوں میں بیان کرتے ہیں'' [50]

عربی کتابوں میں یہی موضوعات بالکل اسی ترتیب سے موجود ہیں، خطیب قزوینی لکھتے ہیں:

"و ينحصر (أى علم المعاني) في ثمانية أبواب: أحوال الإسناد الخبري، أحوال المسند إليه، أحوال المسند، أحوال متعلقات الفعل، القصر، الإنشاء، الفصل والوصل، والإيجاز والإطناب والمساوات" [51]

(علم معانی آٹھ ابواب پر مشتمل ہوتا ہے: احوال اسناد خبری، احوال مسند الیہ، احوال مسند، احوال متعلقات فعل، قصر، انشا، فصل و وصل، ایجاز و اطناب، اور مساوات)

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اردو علم معانی میں مکمل طور پر عربی علم معانی پر اعتماد کیا گیا ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی کمی بیشی نہیں کی گئی ہے۔ بلکہ نجم الغنی کی مفتاح البلاغت اور اسی طرح بلاغت کی دیگر اردو کتابوں کے مطالعے سے بالکل واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ یہ عربی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔ جس میں خطیب قزوینی کی ''التلخیص'' اور علامہ تفتازانی کی ''مختصر المعانی'' شرح ''تلخیص'' سرفہرست ہیں۔

علم معانی کے موضوع اور ترتیب میں مکمل موافقت کے ساتھ ساتھ اس فن کے مسائل کو بیان کرنے والی اردو کتابیں اپنی پیشکش، اسلوب اور منہج سب میں معانی کی عربی کتابوں کے مشابہ نظر آتی

ہیں۔ چنانچہ علم معانی کی اردو کتابوں کی ابتدا بھی عربی کتابوں کی طرح خبر وانشا میں کلام کی تقسیم، ان کی تعریف، انشائیہ اور خبریہ جملوں کے اصل رکن مسند اور مسند الیہ کے بیان سے ہوتی ہے۔ اور ان تمہیدی امور کے ذکر کے بعد علم معانی کی اہم بحثوں میں سے پہلی بحث شروع ہوتی ہے جس میں خبر کے ذکر کرنے کے مختلف مقاصد کا بیان ہوتا ہے۔ خبر کا ذکر بنیادی طور پر دو مقصد کے لیے ہوتا ہے پہلا مقصد: مخاطب کو حکم سے مطلع کرنا، دوسرا اس بات کو ظاہر کرنا کہ متکلم حکم سے واقف ہے۔ عربی اور اردو دونوں زبانوں میں پہلے کو فائدۂ خبر اور دوسرے کو لازم فائدہ کہا جاتا ہے۔[52] خبر کے ذکر کے دوسرے مقاصد بھی ہیں جیسے یاد دلانا، کوشش اور محنت پر ابھارنا، ایسا مخاطب جو کہ حکم سے واقف ہے اس کے ساتھ ناواقف مخاطب کا سا برتاؤ کرنا، فخر، رنج وغم کا اظہار کرنا، کمزوری اور عاجزی کا اظہار کرنا، رحم طلب کرنا وغیرہ۔ یہ مقاصد عربی کتابوں ہی کی طرح اردو کتابوں میں بھی مذکور ہیں۔[53]

علم معانی کی اردو کتابوں میں ان مقاصد کے بیان کے بعد خبر کی قسموں کا ذکر ہوتا ہے، خبر کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں: ابتدائی: اگر مخاطب کا ذہن حکم سے خالی ہو۔ طلبی: اگر مخاطب حکم کے سلسلہ میں تردد کا شکار ہو، انکاری: اگر وہ خبر کا منکر ہو۔ خبر کی پہلی قسم کو موکدات سے خالی ہونا چاہیے، دوسری قسم میں خبر کو موکد ذکر کرنا بہتر ہے، جبکہ تیسری اور آخری قسم میں مخاطب جس قوت کے ساتھ خبر کا انکار کر رہا ہے اسی قوت سے تاکید کا ذکر کرنا لازم ہے۔

پھر ان کتابوں میں ان امور کا ذکر ہوتا ہے جن کو متکلم مقتضائے ظاہر کے خلاف خبر کے استعمال میں ملحوظ رکھتا ہے۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں: خالی الذہن کو سائل متردد سمجھنا، غیر منکر کو منکر اور منکر کو غیر منکر کے مقام میں رکھنا۔[54] خبر کے یہی مقاصد اور اقسام عربی کتابوں میں بھی انھیں ناموں، تعریفات اور ترتیب سے موجود ہیں۔

راقم کا خیال ہے کہ نجم الغنی کی مفتاح البلاغت اور قزوینی کی تلخیص میں خبر کی اقسام کے متعلق جو کچھ ذکر کیا گیا ہے اس کا تقابلی جائزہ لیا جائے تاکہ اردو علوم پر عربی زبان کے قوی اثرات کو استدلالی انداز میں پیش کیا جا سکے۔ نجم الغنی لکھتے ہیں:

> ''یاد رکھو کہ جب مخاطب حکم سے خالی الذہن ہو اور نہ اس کو حکم میں تردد ہو تو اسناد پر موکدات نہ لانا چاہیے، کیونکہ حکم بغیر موکدات کے بھی اس کے ذہن نشین ہو جائے گا

اور اگر مخاطب کو شک وتردد ہو تو اس وقت کوئی موکد لا کر اس کو تقویت دینا جائز بلکہ مستحسن ہے اور اگر مخاطب حکم کا منکر ہو تو اس صورت میں حکم کی تاکید کرنا اور اسناد پر موکدات کا (لانا) واجب ہے پس جبکہ خبر کے ساتھ کوئی تاکید کا لفظ نہ ہو تو اسے ابتدائی کہتے ہیں اور جب کہ بطور استحسان کے تاکید آئے تو طلبی بولتے ہیں اور جب بطور وجوب کے اس کی تاکید کی جائے تو انکاری نام رکھتے ہیں اور اس قسم کا کلام مقتضائے ظاہر حال کے مطابق سمجھا جاتا ہے''۔[55]

وہ آگے لکھتے ہیں:

''مگر ہاں کبھی غیر منکر کے ساتھ منکر کا سا برتاؤ کرتے ہیں اور یہ اس صورت میں ہوتا ہے جب کہ علامات سے ظاہر ہو جائے کہ یہ انکار رکھتا ہے..... کبھی منکر حکم کو غیر منکر مان کر خبر کو بغیر تاکید کے لاتے ہیں بشرطیکہ منکر کو اس کے ایسے دلائل و شواہد معلوم ہوں کہ اگر ان میں غور و تامل کرے تو انکار کی وجہ باقی نہ رہے''۔[56]

قزوینی لکھتے ہیں:

"فإن كان خالي الذهن من الحكم والتردد فيه استغنى عن مؤكدات الحكم، وإن كان متردداً فيه طالباً له حَسُن تقويته بمؤكد، وإن كان منكراً وجب توكيده بحسب الإنكار ...... ويسمى الضرب الأول إبتدائياً، والثاني طلبياً، والثالث إنكارياً، وإخراج الكلام عليها إخراج على مقتضى الظاهر، وكثيراً ما يُخرج الكلام على خلافه فيجعل غير السائل كالسائل ...... وغير المنكر كالمنكر إذا لاح عليه شيئ من أمارات الإنكار ...... والمنكر كغير المنكر إذا كان معه ماإن تأمله ارتدع......"[57]

(اگر مخاطب حکم سے خالی الذہن ہو اور اس کو تردد نہ ہو تو وہ حکم کے موکدات سے بے نیاز ہوگا، اور اگر اس کو حکم میں تردد ہو اور وہ حکم کو معلوم کرنا چاہتا ہو تو موکد کے ذریعہ اس کو تقویت دینا مستحسن ہے، اور اگر منکر ہو تو انکار کے حساب سے حکم کو تاکیدات سے موکد کرنا لازم ہے....... پہلی قسم کو ابتدائی، دوسری کو طلبی اور تیسری کو انکاری کہتے ہیں۔ اور

اس انداز میں کلام کی پیش کشی کو مقتضائے ظاہر حال کے مطابق کہا جاتا ہے۔ اکثر و بیشتر ایسا بھی ہوتا ہے کہ کلام اس کے برعکس ہوتا ہے اور غیر سائل کے ساتھ سائل..... اور غیر منکر کے ساتھ منکر کا سا برتاؤ کیا جاتا ہے لیکن ایسا اس وقت ہوتا ہے جبکہ انکار کی کچھ علامات ظاہر ہوں.... اور منکر کے ساتھ غیر منکر کا برتاؤ اس وقت ہوتا ہے جبکہ منکر کے پاس ایسے شواہد ہوں کہ اگر ان میں غور کرے تو انکار رفع ہو جائے۔)

خبر کے مقاصد اور اس کی اقسام کے ذکر کے بعد علم معانی کی اردو کتابوں میں مجاز عقلی کا بیان ہوتا ہے۔ مجاز عقلی کہتے ہیں فعل یا جو فعل کے معنی میں ہو، کی اسناد ایسے فاعل کی طرف کرنا جو حقیقت میں اس کا فاعل نہ ہو، کسی ایسے قرینے کی وجہ سے جو کہ اسناد حقیقی مراد لینے سے مانع ہو۔ اس اسناد کو اسناد مجازی کہا جاتا ہے اور یہ اسناد سبب فعل کی طرف یا اس کے زمانے کی طرف یا اس کے مکان کی طرف یا مصدر کی طرف ہوتی ہے یا مبنی للفاعل کی اسناد مفعول کی طرف یا مبنی للمفعول کی اسناد فاعل کی طرف ہوتی ہے۔ عربی کتابوں خصوصاً تلخیص اور اس کی شرح مختصر المعانی میں اسناد خبری کے متعلق جن مسائل کا ذکر کیا گیا اردو میں بھی ان کو اسی اسلوب اور ترتیب کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جیسے اسناد کو حقیقت عقلی اور مجاز عقلی دو قسموں میں تقسیم کرنا، ان کی تعریف، ان کی اقسام کا ذکر، اور اس قرینے کا بیان جو مجاز عقلی کے لیے لازم ہے جیسے مجاز لغوی کے لیے لازم ہے، اور مجاز عقلی کی دونوں قسموں لفظی و معنوی یا ظاہری و خفی کا ذکر وغیرہ۔ ان کتابوں میں اسناد خبری کے مباحث کے اختتام پر کنایہ اور مجاز عقلی و استعارے کے درمیان فرق کو ذکر کیا گیا ہے۔[58]

قابل ذکر بات یہ ہے کہ مجاز لغوی اور مجاز عقلی کے درمیان گہرا ربط ہونے کی وجہ سے جدید عربی کتابوں میں مجاز عقلی کا ذکر بیان کے فن میں ملتا ہے[59]؛ لیکن بلاغت کی اردو کتابوں کے اندر عربی کے قدیم علمائے بلاغت کی اتباع میں ہمیشہ اس کا ذکر علم معانی میں ہی ہوتا ہے۔ اردو کتابوں میں اسناد خبری سے متعلق مسائل کے اختتام کے بعد مسند الیہ کا بیان ہوتا ہے۔ یعنی مسند الیہ کے حذف اور اس کے مقاصد کا بیان، مسند الیہ کے ذکر اور اس کی وجوہات کا بیان، معرفہ، نکرہ، صفت، تاکید، بیان، بدل، عطف، تقدیم، تاخیر اور ان سب کے مقاصد و فوائد۔ نیز کبھی کبھی ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کا ذکر کرنا، غائب سے حاضر اور متکلم کی طرف التفات کرنا، متکلم سے غائب اور حاضر کی طرف

التفات کرنا، حاضر سے غائب اور متکلم کی طرف التفات کرنا، ماضی کو مستقبل سے تعبیر کرنا، واحد و جمع میں ضمائر کا اختلاف، اضمار قبل الذکر اور قلب وغیر کا ذکر ہوتا ہے۔[60]

علم معانی کی عربی کتابوں میں مسند الیہ کا ذکر اسی ترتیب اور انھیں ناموں سے ہوتا ہے علاوہ ازیں اردو کتابوں میں اس کے تحت جن مسائل کا ذکر کیا جاتا ہے وہ موضوع، پیشکش اور ترتیب میں مکمل طور پر عربی کتابوں کے ہم مثل ہیں۔[61]

اردو علم معانی میں مسند الیہ کے احوال ہی کی طرح مسند کے تمام احوال عربی سے ماخوذ ہیں۔ اس باب میں اردو علم معانی کے جن موضوعات کا ذکر ہوتا ہے، وہ ہیں: مسند کا حذف کرنا، اس کو ذکر کرنا، مفرد لانا، مقید لانا، نکرہ لانا، اضافت اور وصف سے اس کی تخصیص کرنا، معرفہ لانا، مقدم و موخر کرنا اور اسی طرح دیگر وہ احوال جن پر بات چیت اور کلام کے فوائد مرتب ہوتے ہیں اور بلاغت کے مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔[62]

اردو علم معانی میں اس کے بعد متعلقات فعل کے احوال کا ذکر ہوتا ہے اور اس باب میں سب سے پہلے فعل کے ساتھ فاعل اور مفعول یا ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ فعل کے ذکر کرنے کے مقصد سے بحث کی جاتی ہے اور ان دونوں کا فعل سے جو تعلق ہے اس کا ذکر ہوتا ہے۔

قزوینی نے اس باب کی ابتدا میں لکھا ہے:

"الفعل مع المفعول كالفعل مع الفاعل في أن الغرض من ذكره إفادة تلبسه به، لا إفادة وقوعه مطلقاً"[63]

(فعل کو مفعول کے ساتھ ذکر کرنا ایسا ہے جیسے فاعل کے ساتھ فعل کا ذکر کرنا کیونکہ اس کے ذکر کا مقصد مفعول کے ساتھ فعل کے تعلق کو ظاہر کرنا ہے نہ کہ اس کے مطلق وقوع کو)

تفتازانی قزوینی کے قول 'إفادة تلبسه به..... کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(إفادة تلبسه به) یعنی فعل کا فاعل و مفعول سے متعلق ہونا، فاعل کے ساتھ اس لیے کیونکہ فعل اسی سے صادر ہوتا ہے اور مفعول کے ساتھ اس وجہ سے کہ فعل اس پر واقع ہوتا ہے (لا إفادة وقوعه مطلقاً) یعنی فعل کو ان کے ساتھ ذکر کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ فعل فی نفسہ واقع یا ثابت ہوا ہے بغیر یہ معلوم ہوئے کہ فعل کس سے صادر ہوا ہے اور کس پر واقع ہوا ہے۔[64]

علم معانی کی اردو کتابوں میں اس موضوع کے تحت جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ قزوینی اور تفتازانی کی شرح سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے۔نجم الغنی اس باب کی ابتدا میں لکھتے ہیں:

''فعل کو مفعول کے ساتھ ذکر کرنا ایسا ہے جیسا فاعل کے ساتھ اس کو ذکر کرنا.... فاعل کے ساتھ تو اس وجہ سے تعلق ہے کہ فعل اس کی ذات سے وقوع میں آتا ہے اور مفعول بہ کے ساتھ اس لیے تعلق ہے کہ اس پر واقع ہوتا ہے.... اور فعل کے ساتھ ان دونوں کے ذکر کرنے سے یہ غرض نہیں ہوتی کہ فعل فی نفسہٖ واقع ہوا یا ثابت ہے بغیر اس کے کہ یہ معلوم ہو کہ کس سے وقوع میں آیا اور کس پر واقع ہوا''۔[65]

ایک طرف نجم الغنی کی عبارت اور دوسری طرف تلخیص اور مختصر المعانی کی عبارت کو رکھیں تو اس بات میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں رہتا کہ نجم الغنی کی عبارت ان دونوں کتابوں کی عبارتوں کا ترجمہ ہے اور انھی سے ماخوذ ہے۔

اس باب میں نجم الغنی نے جو دوسرے مباحث کیے ہیں ان میں مفعول کا حذف کرنا اور اس کی مختلف اقسام، معمولات فعل: مفعول بہ، مفعول لہ، مفعول معہ اور مفعول فیہ، جار مجرور، ظرف، حال، تمیز کا مقدم کرنا، تقدیم کے مقامات اور بلاغت کے ناحیے سے اس کے فوائد شامل ہیں۔ یہ مسائل بہ تمام وکمال اسی ترتیب کے ساتھ معانی کی عربی کتابوں میں وارد ہوئے ہیں۔[66]

اس کے بعد قصر کا بیان ہوتا ہے۔علمائے علم معانی کی قصر سے مراد ''مخصوص طریقے سے ایک چیز کو دوسری چیز سے مخصوص کرنا'' ہے۔[67] نجم الغنی لکھتے ہیں:

''قصر یہ ہے کہ ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ ایک خاص طریق پر مخصوص کرنا''۔[68]

اردو اور عربی دونوں میں قصر کی دو قسمیں ہیں: حقیقی اور غیر حقیقی۔ حقیقی یہ ہے کہ مقصور مقصور علیہ سے اس طور پر مخصوص ہو کہ اس سے تھوڑا بھی تجاوز نہ کرے۔ غیر حقیقی یہ کہ مقصور مقصور علیہ کے ساتھ اضافی طور پر مخصوص ہو۔قصر کی اس قسم کو قصر اضافی بھی کہا جاتا ہے۔ پھر ان دونوں میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ موصوف کا صفت پر قصر بایں معنی کہ موصوف اس صفت کو چھوڑ کر دوسری صفت کی طرف تجاوز نہ کرے البتہ اس صفت کے ساتھ دوسری چیزیں بھی متصف ہو سکتی ہیں۔ دوسری قسم صفت کا موصوف پر قصر اس معنی میں کہ یہ صفت دوسرے موصوف

میں نہ ہو۔ البتہ یہ جائز ہے کہ موصوف دوسری صفات سے متصف ہو۔ قصر کی اقسام میں قصر القلب بھی ہے۔ قصر القلب یہ ہے کہ مخاطب کا اعتقاد متکلم کے اعتقاد سے مختلف ہو۔

پھر عربی کتابوں کی ہی مانند اردو کتابوں میں بھی طریقۂ قصر کا بیان ہوتا ہے۔ طریقۂ قصر اردو اور عربی دونوں میں چار ہیں (1) نفی اور استثنا (2) عطف (3) تقدیم ماحقہ تاخیر (4) ادوات قصر جیسے ''انّما'' وغیرہ عربی زبان میں اور، اردو میں ''کبھی، ہی، محض، بجز، بن، بغیر، فقط وغیرہ۔[69]

تلخیص کے ساتویں باب اور نجم الغنی کی مفتاح البلاغت کی ساتویں فصل میں انشائے طلبی مثلاً: تمنی، استفہام، امر، نہی، ندا کا ذکر ہے۔ قزوینی نے بھی انشائے طلبی کی اقسام کو اسی ترتیب سے ذکر کیا ہے۔ نجم الغنی اور ہندوستان کے تمام علم بلاغت کے مولفین نے اسی کی اتباع کی ہے۔[70] قابل ذکر بات یہ ہے کہ علم معانی کی جدید عربی کتابوں میں مختصراً ہی سہی انشا کے مباحث کو مکمل کرنے کے لیے انشائے غیر طلبی کا بھی ذکر ہوتا ہے۔[71] لیکن اردو کتابوں میں قدیم عربی کتب بلاغت کی اتباع میں انشائے طلبی کے ذکر پر ہی اکتفا کیا گیا؛ کیونکہ علم معانی میں وہی اہم ہے غیر طلبی معانی کے مباحث میں شامل نہیں ہے۔

اردو کتابوں میں انشائے طلبی کے جن مسائل سے بحث کی جاتی ہے ان میں: اس کی انواع کی تعریفات، ان میں سے ہر ایک نوع کی اقسام، ان اقسام کے مقامات، استعمال اور بلاغت میں ان کے مقاصد وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

اس کے بعد اردو اور عربی دونوں علم معانی میں فصل اور وصل کا موضوع بیان ہوتا ہے۔ اردو کتابوں میں فصل و وصل کی تعریف، ان کے مقامات کے بیان و محل استعمال اور ان سے متعلق تمام مسائل میں عربی کتب بلاغت کی پیروی کی گئی ہے۔

علمائے معانی کے نزدیک وصل سے مراد ایک جملے کا دوسرے جملے پر عطف کرنا اور فصل سے مراد اس عطف کو ترک کرنا ہوتا ہے۔ ان دونوں کے مخصوص مقامات ہیں جہاں ان کی ضرورت پیش آتی ہے۔ جن مقامات پر فصل کرنا لازم ہے وہ تین ہیں: 1 دو جملوں کے درمیان کمال انقطاع ہو، 2۔ دو جملوں کے درمیان کمال اتصال ہو، 3۔ دو جملوں کے درمیان شبہ کمال اتصال اس طرح ہو کہ دوسرا جملہ کسی ایسے سوال کا جواب ہو جو پہلے جملے سے سمجھا جاتا ہو۔ وصل کے بھی تین مقامات ہیں: 1۔ جب دو جملوں کو اعرابی حکم میں ملانے کا قصد کیا جائے، 2۔ دو جملوں کے درمیان مناسبت تامہ ہو، دونوں جملے خبر یا انشا ہوں اور وہاں فصل کا تقاضا

کرنے والی کوئی چیز نہ ہو، 3۔ جب ایہام کو دفع کرنے کی کوشش کی جائے جیسے کہ ایک جملہ خبر اور دوسرا انشا ہو اور فصل مقصود کے خلاف شبہ پیدا کرے جیسے ''لا وایدک اللہ'' یعنی: نہیں اور اللہ آپ کی مدد کرے (اگر یہاں واو نہ لایا جائے تو معنی ہو جائے گا کہ: اللہ آپ کی مدد نہ کرے اور یہ خلاف مقصود ہے)۔

ان مسائل کے علاوہ اردو کتابوں نے اس موضوع کے اندر عربی کتابوں میں مستعمل تمام اصطلاحات بھی مستعار لی ہیں جیسے فصل، وصل، کمال انقطاع، کمال اتصال، شبہ کمال اتصال، جامع اور اس کی دونوں قسمیں عقلی و وہمی وغیرہ۔[72]

علم معانی کی عربی اور اردو دونوں کتابوں میں سب سے آخیر میں ''ایجاز، اطناب اور مساوات'' کا موضوع بیان ہوتا ہے۔ اردو کتابوں میں عربی کتابوں کی اتباع میں مساوات سے آغاز کیا جاتا ہے'' کیونکہ وہی اصل ہے اور اسی پر ایجاز واطناب کو قیاس کیا جاتا ہے''۔[73] مساوات یہ ہے کہ معانی کے بقدر الفاظ استعمال کیے جائیں اور الفاظ کے بقدر معانی۔ اس کے بعد ایجاز کا ذکر ہوتا ہے اور اس کی وہی تعریف کی جاتی ہے جو تعریف عربی میں ہے۔ وہ یہ ہے کہ قلیل الفاظ کے تحت بہت سے معانی کو جمع کر دیا جائے، لیکن شرط یہ ہے کہ معنی واضح ہو۔ اس کے بعد اس کی دو قسموں کا ذکر ہوتا ہے۔ پہلی قسم ہے ایجاز قصر اور وہ یہ ہے کہ بغیر حذف کے مختصر عبارت کے تحت کثیر معانی اکٹھا کر دیے جائیں۔ دوسری قسم ہے ایجاز حذف۔ ایجاز حذف وہ ایجاز ہے جس میں معانی میں کمی کیے بغیر حذف پر اعتماد ہو، شرط یہ ہے کہ کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جس سے حذف کا تعین ہوتا ہو۔ اس کے بعد اطناب اور اس کی تعریف ذکر کی جاتی ہے۔ اطناب کہتے ہیں کسی فائدے یا مقصد کے تحت معنی سے زیادہ الفاظ استعمال کرنا۔ اطناب کے بہت سارے طریقے ہیں جن کو علم معانی کی اردو کتابوں میں عربی کتابوں سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا گیا ہے۔ مندرجہ ذیل نقاط میں وہ طریقے مذکور ہیں:

1- ایہام وابہام کے بعد توضیح تاکہ معنی سننے والے کے ذہن نشین ہو جائے۔ ایک طریقہ توشیع بھی ہے: '' وہ یہ ہے کہ ابتدائے کلام میں دو چیزیں ذکر کی جائیں اور پھر دو چیزوں سے ان کی تفسیر کی جائے اور دوسری چیز پہلے پر معطوف ہو جیسے ''يشيب ابن آدم و يشب معه خصلتان : الحرص وطول الأمل '' (انسان بوڑھا ہوتا ہے اور اس کے ساتھ اس کی دو خصلتیں جوان ہوتی ہیں: حرص اور لمبی امید)۔[74]

نجم الغنی لکھتے ہیں:

''اور وہ (التوشیع) یہ ہے کہ ابتدائے کلام میں کئی چیز لفظ تثنیہ یا جمع کے ساتھ مبہم ذکر کریں پھر ان کی تفسیر کی جائے اور مفسر میں سے دوسری چیز پہلی پر معطوف ہو''۔[75]

2- کسی خاص فضیلت پر متنبہ کرنے کے لیے عام کے بعد خاص کو ذکر کرنا۔

3- سامع کے دل میں معنی کو بٹھانے کے لیے بات کی تکرار کرنا۔

4- ایغال۔ یہ ہے کہ ''شعر کو کسے ایسے نکتے پر ختم کیا جائے جس کے بغیر بھی معنی پورا ہوتا ہو''۔[76] بلاغت کی زیادہ تر جدید عربی کتابوں جیسے البلاغۃ الواضحۃ وغیرہ میں توشیع اور ایغال کو نظر انداز کرتے ہوئے ان کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ جب کہ اردو بلاغت کی کتابوں میں ان کا ذکر موجود ہے۔

5- تذییل یہ ہے کہ ''تاکید کے لیے ایک جملہ کے بعد دوسرا جملہ بیان کیا جائے اور دوسرا جملہ قریب قریب پہلے جملے کے معنی پر مشتمل ہو''۔[77]

6- تکمیل یا احتراس اور وہ یہ ہے کہ ''اگر کلام میں خلاف مقصود کا شبہ ہو تو اس کے ساتھ ایسی چیز لائی جائے جو اس شبہے کو دفع کرتی ہو''۔[78]

7- تتمیم: یہ ہے کہ '' کلام میں ایک فضلہ (شئے زائد)[79] ایسا لائیں جو خلاف مقصود کا شبہ نہ رکھتا ہو اس سے کوئی اضافی نکتہ مراد و مقصود ہو جیسے مبالغہ وغیرہ''۔[80] اطناب کا یہ طریقہ بھی البلاغۃ الواضحۃ جیسی جدید عربی کتابوں میں نہیں پایا جاتا۔

8- اعتراض: یہ ہے کہ '' کلام کے درمیان یا دو ایسے کلاموں کے درمیان جو معنوی طور پر باہم متصل ہوں ایک یا ایک سے زائد جملے لانا جن کا کوئی محل اعرابی نہ ہو اور نہ پہلے جملے سے خلاف مقصود کا شبہ دفع کرنے کے لیے ہو، بلکہ کسی اور غرض کے لیے ہو''۔[81]

اردو کتابوں میں اطناب کے مختلف طریقوں کی جو تعریفیں کی گئی ہیں، وہ ان تعریفوں سے لفظاً و معناً متفق ہیں جو راقم نے قزوینی کی کتاب تلخیص سے نقل کی ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ ان کتابوں میں اعتراض اور اس کی تعریف کے بعد ان فوائد کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے جو بلیغ کو اعتراض سے حاصل ہوتا ہے۔ وہ فوائد ہیں: تنزیہ، تعجب، دعا، تعظیم، مدح، ذم، تخویف، تقویۃ الکلام، غم وحسرت اور بیان حال وغیرہ۔[82] جیسا کہ قزوینی وغیرہ عرب ماہرین بلاغت نے کیا ہے۔

علم بدیع

بدیع بلاغت کے تینوں فنون میں تیسرا فن ہے۔قزوینی نے اس کی یوں تعریف کی ہے:

"علم یعرف به تحسین الکلام بعد رعایة المطابقة ووضوح الدلالة" [83]

(وہ علم جس کے ذریعہ کلام میں حسن پیدا کرنے کا سلیقہ معلوم ہوتا ہے،اس رعایت کے ساتھ کہ کلام مقتضائے حال کے مطابق ہواوراس کی دلالت بھی واضح ہو)

اردو بلاغت کی کتابوں میں بھی یہی تعریف منقول ہے،نجم الغنی لکھتے ہیں:

''بدیع ایک ایسا علم یعنی ملکہ ہے جس سے چند امور ایسے معلوم ہو جاتے ہیں جو خوبی کلام کا باعث ہوتے ہیں،مگراس بات کی رعایت ضروری ہے کہ کلام مقتضائے حال کے مطابق ہواوراس کی دلالت مقصود پر خوب واضح ہو''۔[84]

عربی اوراردو دونوں زبانوں میں محسنات بدیعیہ کی دوقسمیں ہیں:معنویہ،جس کی وجہ سے معنی میں خوبی پیدا ہوتی ہےاورلفظیہ،جس کی وجہ سے لفظ میں خوبصورتی پیدا ہوتی ہے۔اردو زبان کے اکثر وبیشتر مصنفین نے قزوینی کی طرح معنویہ کولفظیہ پر مقدم رکھا ہے [85] اور تقدیم کی جو وجہ تفتازانی نے بیان کی ہے،اردو بلاغت میں خامہ فرسائی کرنے والوں نے بھی وہی وجہ ذکر کی ہے،

تفتازانی کہتے ہیں:

” قدمه (أي البديع المعنوي) لأن المقصود الأصلي و الغرض الأولي هو المعاني و الألفاظ توابع و قوالب لها “[86]

(اس (بدیع معنوی) کو اس لیے مقدم کیا گیا، کیونکہ مقصود اصلی اور مقصود اول معانی ہیں نہ کہ الفاظ، الفاظ تو معانی کے تابع اور اس کے قالب ہیں۔)

یہاں ان چند محسنات معنویہ اور لفظیہ کا ذکر کیا جاتا ہے جن کو اردو علم بدیع نے عربی بلاغت سے مستعار لیا ہے، تاکہ اس بات کا اندازہ لگایا جاسکے کہ عربی بلاغت کا اردو علم بدیع پر کتنا گہرا اثر پڑا ہے۔

مطابقت:

اس کو ’’طباق اور تضاد‘‘ بھی کہا جاتا ہے ۔اردو میں بھی یہ تینوں نام مستعمل ہیں۔قزوینی اس کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

”جمع بين متضادين أي معنيين متقابلين في الجملة“[87]

(جملہ میں دو متضاد یا متقابل معنوں کو جمع کرنا)

ابو الہلال عسکری کہتے ہیں:

”المطابقة في الكلام هو الجمع بين الشيء وضده“[88]

(کلام میں مطابقت کا مطلب ہے دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا)

ابن المعتز (296ھ) مطابقت کی وجہ تسمیہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

” قال الخليل رحمه الله : يقال طابقت بين الشيئين إذا جمعتهما على حذو واحد . و كذلك قال أبو سعيد . فالقائل لصاحبه : أتيناك لتسلك بنا سبيل التوسع فأدخلتنا في ضيق الضمان ، قد طابق بين السعة و الضيق في هذا الخطاب “[89]

(خلیل کہتے ہیں: دو چیزوں کے درمیان مطابقت کے معنی ہیں دونوں کو ایک ہی

نہج پر جمع کرنا، ابوسعید کی بھی یہی رائے ہے، لہٰذا اگر کسی نے اپنے ساتھی سے
کہا کہ ہم تیرے پاس اس لیے آئے کہ تو ہمیں کشادگی سے ہمکنار کرے
گا، لیکن تو نے ہمیں تنگی میں ڈال دیا۔تو کہنے والے نے اپنے اس جملے میں بطور
مطابقت کشادگی اور تنگی کو جمع کر دیا۔)

قزوینی کی تعریف میں قابل غور بات یہ ہے کہ انھوں نے ''دو متضاد چیزوں'' کی توضیح ''دو مقابل چیزوں'' سے کی ہے۔تا کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ متضاد سے دو چیزوں کے درمیان انتہائی درجہ کا اختلاف مراد ہے، جیسا کہ سیاہی اور سفیدی۔ بلکہ اس سے مراد تفتازانی کے بہ قول ''دو چیزوں کے درمیان کسی نوع کا تقابل و منافات ہو اگر چہ بعض صورتوں میں ہی کیوں نہ ہو''۔90 اردو مصنفین نے قزوینی کی تعریف اور تفتازانی کی شرح حرف بہ حرف نقل کی ہے، مثلاً نجم الغنی رامپوری قزوینی کی بیان کردہ مطابقت کی تعریف نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہاں متضاد سے مراد ایسی دو چیزیں ہیں جن میں
انتہا درجے کا اختلاف ہوتا ہے، جیسے سیاہی اور سفیدی؛ بلکہ صنعت طباق میں
تضاد سے مراد معنی عام ہیں اور وہ یہ کہ دونوں میں تنافی و تقابل ہو اگر چہ بعض
صورتوں میں ہو''۔91

اردو میں ایجابی طباق اور سلبی طباق کا بھی ذکر ملتا ہے، ایجابی طباق سے مراد وہ ہے جس میں دو متضاد چیزیں ایجاباً وسلباً مختلف نہ ہوں۔اگر مختلف ہوں تو اسے سلبی طباق کہا جائے گا۔ مطابقت کبھی کلمے کی ایک ہی قسم مثلاً دو اسم، دو فعل اور دو حروف کے درمیان ہوتی ہے اور کبھی کلمے کی دو قسموں مثلاً ایک اسم اور ایک فعل کے درمیان ہوتی ہے ان دونوں مطابقتوں کا تصور عربی زبان کی طرح اردو میں بھی موجود ہے۔اسی طرح اردو میں اس مطابقت کا بھی ذکر ملتا ہے جس میں دو الفاظ بظاہر متضاد تو نہ ہوں لیکن ان دونوں میں سے ایک دوسرے کی ضد کا سبب ہو۔جیسے اردو کا وہ شعر جسے نجم الغنی نے مطابقت کی مثال میں پیش کیا ہے جو دو لفظوں: ''خوشی و رونا'' پر مشتمل ہے۔ ان دونوں کے درمیان بہ ظاہر تضاد تو نہیں ہے لیکن چونکہ رونا غم کا سبب ہے اس لیے اسے خوشی کی ضد کے طور پر استعمال کرنا صحیح ہے۔92

توریہ

یہ وہ مفرد کلمہ ہے جس کے دو معنی ہوں: ایک قریبی ظاہری معنی جو مراد نہ ہو اور ایک بعید و پوشیدہ معنی جو کہ اصلاً مراد ہو، اردو میں یہ صنعت بھی اپنے نام اور تعریف کے ساتھ عربی سے ماخوذ ہے اور اردو نظم و نثر میں اس کا کافی استعمال ملتا ہے۔ اسی طرح عربی نہج پر اردو میں توریہ کو مجردہ اور مرشحہ میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مجردہ کا مطلب ہے کہ کلام میں ایسا لفظ نہ لایا جائے جو قریبی معنی سے مناسبت رکھتا ہو، اگر مناسبت رکھتا ہو تو اسے مرشحہ کہا جائے گا۔[93]

مراعات النظیر

اس کی تعریف کرتے ہوئے قزوینی لکھتے ہیں:

"هو جمع أمر ومايناسب لابالتضاد"[94]

(ایسی باتوں کا جمع کرنا جو باہم مناسبت تو رکھتی ہوں؛ لیکن یہ مناسبت تضاد کی وجہ سے نہ ہو)

اردو بلاغت کی کتابوں میں جو تعریف نقل کی گئی ہے وہ اس مذکورہ بالا تعریف کا چربہ معلوم ہوتی ہے۔ سجاد مرزا کہتے ہیں:

"کلام میں کئی ایسی چیزیں مذکور ہوں جو باہم کسی قسم کی مناسبت رکھتی ہوں؛ لیکن یہ مناسبت بہ طور تضاد نہ ہو"۔[95]

سحر بدایونی کہتے ہیں:

"ایراد ایسے الفاظ سے جن میں اور کوئی نسبت سوائے تضاد کے ہو"۔[96]

تشابہ اطراف

قزوینی کی تلخیص میں ہے

"وهو أن يختم الكلام بمايناسبه إبتدائه في المعنى"[97]

(کلام کو ایسے الفاظ پر ختم کرنا کہ اس کا معنی کلام کے ابتدائی معنی سے مناسبت رکھتا ہو)

اردو بلاغت میں یہ صنعت بعینہٖ اسی تعریف کے ساتھ داخل ہوئی ہے، چنانچہ نجم الغنی کہتے ہیں:

’’کلام کو ایسے الفاظ پر ختم کریں کہ ان کے معنی ان معنی سے مناسبت رکھتے ہوں
جو ابتدائے کلام میں مذکور ہوئے‘‘۔[98]

مقابلہ

عربی اور اردو ہر دو زبانوں میں اس صنعت سے مراد یہ ہے کہ کلام میں دو یا اس سے زائد معانی لائے جائیں پھر علی الترتیب ان کے مقابل معانی لائے جائیں۔قزوینی کہتے ہیں:

”المقابلة هو أن يوتى بمعنيين متوافقين أو أكثر ثم يؤتى بما يقابل
ذلك على الترتيب و المراد بالتوافق خلاف التقابل“[99]

(مقابلہ یہ ہے کہ دو یا اس سے زیادہ معانی متوافق لائے جائیں، پھر علی الترتیب
ان کے مقابل معانی لائے جائیں۔موافقت کا مطلب یہ ہے کہ وہ باہم مقابل
نہ ہوں۔)

نجم الغنی نے اپنی کتاب میں اس صنعت کی جو تعریف ذکر کی ہے وہ قزوینی کی مذکورہ بالا تعریف سے معناً ولفظاً ہر دو اعتبار سے حد درجہ مشابہت رکھتی ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

’’صنعتِ مقابلہ اس کو کہتے ہیں کہ دو یا دو سے زیادہ معانی متوافق لائے جائیں،
پھر بعد ان کے اسی قدر معانی بیان کریں اور یہ تمام معانی کی ضد ہوں
اور بیان ان کا علی الترتیب ہو،اور متوافق ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ باہم
تقابل نہ رکھتے ہوں‘‘۔[100]

حُسنِ تعلیل

اردو زبان میں یہ صنعت اپنے نام ،تعریف اور اقسام کے ساتھ عربی زبان سے مستعار لی گئی ہے ۔اردو میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ کسی چیز کی معروف علت کا صراحتاً یا ضمناً انکار کیا جائے ، پھر ایسی انوکھی ادبی علت ذکر کی جائے جو ادیب یا شاعر کے مقصد سے مناسبت رکھتی ہو۔عربی زبان کی طرح اردو میں بھی اس صنعت کی چاروں قسمیں معروف ہیں ۔[101]

تاکید المدح بمایشبہ الذم (مدح کی ایسی تاکید جو ذم سے مشابہ ہو):

عربی بدیع میں اس سے مراد اس انداز سے مدح کی تاکید کرنا کہ ہجو کا وہم پیدا ہو۔ اردو بدیع میں یہ صنعت اسی مفہوم کے ساتھ درآمد کی گئی ہے۔ سحر بدایونی کہتے ہیں:

''ممدوح کی صفت کے بعد ایسا لفظ لانا کہ سامع کو بادی النظر میں اشتباہ ہو کہ قائل ذم کا ارادہ رکھتا ہے؛ لیکن بعد غور و فہم معنی معلوم کرے کہ عین مدح ہے''۔[102]

نجم الغنی رامپوری لکھتے ہیں:

''تعریف کی تاکید ایسے لفظوں کے ساتھ کرنا کہ ہجو سے مشابہت رکھتے ہوں''۔[103]

عربی کی طرح اردو میں بھی اس مدح کی دو قسمیں ہیں: اول یہ کہ صفت مدح کو تمام ہجو یہ صفات سے مستثنٰی کیا جائے، دوسرے یہ کہ صفت مدح کو ثابت کیا جائے، پھر اس کے بعد استثنا کا لفظ لا کر مدح کی ایک اور مدحیہ صفت ذکر کی جائے۔

ان تمام اقسام کے ساتھ ساتھ اردو نے عربی علم بدیع سے دیگر کئی معنوی صنعتوں کو مستعار لیا ہے۔ جیسے، تاکید الذم بمایشبہ المدح، مزاوجہ، عکس، رجوع، استخدام، لف و نشر، جمع، تفریق، جمع وتفریق، تقسیم، جمع و تقسیم۔ مبالغہ، استتباع، ادماج، تجاہل عارفانہ وغیرہ۔

اسی طرح بدیع لفظی کی تمام اقسام اردو زبان میں عربی زبان سے درآمد کی گئی ہیں، مثلاً

جناس

ابن المعتز نے بدیع کی اقسام میں سب سے پہلے اسی صنعت کا ذکر کیا ہے۔ قزوینی نے بھی بدائع لفظیہ کے باب میں اسی کو سرفہرست رکھا ہے۔ اس سلسلے میں اردو کے تمام مصنفین نے عربی مصنفین کی پیروی کی ہے، اردو میں اس کا نام صنعت تجنیس ہے اور اردو کتابوں میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والی صنعت بھی یہی ہے۔ ابن المعتز نے اپنی کتاب ''البدیع''[104] میں اس صنعت کو اسی نام (تجنیس) سے ذکر کیا ہے۔ ابن المعتز کی یہ کتاب اس فن کی اولین کتاب شمار کی جاتی ہے۔ قزوینی اس صنعت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الجناس بين اللفظين ،وهو تشابههما في اللفظ"[105]

(دولفظوں کے درمیان جناس سے مراد ہے دونوں کا تلفظ میں مشابہ ہونا۔)

یہی تعریف اردو میں بھی نقل کی گئی ہے، نجم الغنی لکھتے ہیں:

''وہ یہ ہے کہ دولفظ تلفظ میں مشابہ ہوں اور معنی میں مغائر''۔[106]

عربی بدیع میں جناس کی دوقسمیں ہیں: تام اور غیر تام۔ تام وہ ہے جو مندرجہ ذیل چار باتوں میں متفق ہو: حروف کی نوعیت، تعداد، ہیئت اور ان کی ترتیب۔ غیر تام وہ ہے جو ان چار باتوں میں سے کسی ایک بات میں مختلف ہو۔ اردو علم بدیع میں یہ دونوں اقسام اپنی تمام ذیلی اقسام کے ساتھ موجود ہیں۔ جیسے:

مماثل : دونوں لفظوں کا تعلق ایک نوع سے ہو جیسے دو اسم یا دو فعل یا دو حروف۔

مستوفی : دونوں لفظوں کا تعلق دو مختلف اقسام سے ہو۔

مرکب : دونوں لفظوں میں سے کوئی ایک لفظ مرکب ہو، اس کو جناس الترکیب بھی کہا جاتا ہے۔

محرف : دونوں الفاظ کے حروف شکل میں مختلف ہوں۔

ناقص : دونوں الفاظ کے درمیان حروف کی تعداد میں اختلاف ہو۔

مطرف : دونوں الفاظ کے درمیان تعداد حروف کا اختلاف آخری حرف میں ہو۔

مذیل : دونوں الفاظ کے درمیان ایک سے زیادہ حرف میں اختلاف ہو۔

مضارع : حروف کی اقسام میں اختلاف ہو، بشرطیکہ یہ اختلاف ایک سے زائد حرف میں نہ ہو۔

لاحق : حروف کی اقسام میں اختلاف ہو اور یہ اختلاف ایک سے زائد حرف میں ہو۔

قلب : دونوں الفاظ کے درمیان حروف کی ترتیب میں اختلاف ہو۔

صنعتِ تجنیس کی یہ تمام قسمیں اپنے نام اور تعریفات کے ساتھ عربی سے ماخوذ ہیں۔ حتّیٰ کہ اردو علم بدیع کی کتابوں میں ان اقسام کی ترتیب میں تلخیص اور اس جیسی عربی تصنیفات کی تقلید کی گئی ہے اور ان اقسام سے متعلق تمام مسائل میں بھی انہی کی پیروی کی گئی ہے۔[107]

سجع

اس سے مراد آخری حرف میں دو فاصلوں کا موافق ہونا ہے، قزوینی کہتے ہیں

" هو تواطؤُ الفاصلتين من النثر على حرف واحد ، وهو معنى قول السكاكي : هو في النثر كالقافية في الشعر "[108]

(نثر میں دو فقرے کا ایک حرف پر متفق ہونا۔ سکاکی کے قول: ''نثر میں سجع شعر میں قافیے کے مانند ہے'' کا یہی مطلب ہے۔)

اس تعریف کا اثر اردو بلاغت کی کتابوں میں موجود تعریفوں میں بالکل واضح طور پر نظر آتا ہے۔ سجاد مرزا لکھتے ہیں:

''پہلے فقرے کا آخر کلمہ دوسرے فقرے کے آخر کلمے کا ہم قافیہ ہو، نظم میں قافیہ اور نثر میں سجع ایک ہی سے ہیں''۔[109]

سجع کا محل اگر چہ نثر ہے جیسا کہ مذکورہ تعریفوں سے ظاہر ہے ،مگر کبھی اس کا استعمال شعر میں بھی کر لیا جاتا ہے، چنانچہ بہت سے اردو شعرا نے یہ صنعت اپنے اشعار میں استعمال کی ہے جیسا کہ بعض عرب شعرا مثلاً متنبّی وغیرہ نے کیا ہے۔

اردو بلاغت میں سجع کی تمام اقسام عربی بدیع سے لی گئی ہیں، جیسے مطرف، ترصیع، متوازی، تشطیر وغیرہ۔ سجع کی یہ تمام اقسام انھیں اسما و تعریفوں کے ساتھ اردو میں مستعمل ہیں جو قزوینی کی تلخیص میں موجود ہیں۔

اسی طرح عربی کی دیگر بدائع لفظیہ مثلاً اقتباس، ردالعجز علی الصدر، موازنہ وغیرہ عربی بدیع ہی سے مستعار لی گئی ہیں؛ بلکہ اردو بدیع کی تمام ہی اقسام عربی بدیع سے ماخوذ ہیں۔

●

حواشی

1- مثال کے طور پر دیکھیے: نجم الغنی رامپوری، بحر الفصاحت (لکھنؤ: مطبع نولکشور) 1058- تا 1110؛ مفتاح البلاغت، (لاہور: مطبع خادم التعلیم، 9121) ص 208-201؛ محمد عسکری، آئینۂ بلاغت، (لکھنؤ: صدیق بک ڈپو، 1937) ص 184-176

2- درس بلاغت، طبع سوم؛ نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان 1979) ص 16-15۔

3- تفہیم البلاغت، علی گڑھ ایجوکیشنل بک ہاؤس، 1992، ص 10

4- درس بلاغت، ص 17۔

5- فیروز آبادی، القاموس المحیط، ص 1007

6- جواہر البلاغت، مصر: مطبعہ السعادۃ، 1960، ص 31

7- کتاب الصناعتین، طبع اول؛ آستانہ: مطبعہ محمود بک، 1320ھ، ص 6

8- ایضاً، ص 8

9- علی الجازم و مصطفیٰ امین، البلاغۃ الواضحۃ، دہلی: دانش بک ڈپو، ص 4

10- درس بلاغت، ص 11

11- مہذب لکھنوی، لکھنؤ: سرفراز قومی پریس، 1960، ص 2:319

12- مفتاح البلاغت، ص 48؛ بحر الفصاحت، ص 344

13- کتاب الصناعتین، ص 6

14- محمد بن عبد الرحمٰن الخطیب قزوینی، تلخیص، مصر: دار احیاء الکتب العربیۃ، ص 4

15- نجم الغنی، بحر الفصاحت، ص 345؛ مفتاح البلاغت، ص 43 و بعد؛ سجاد مرزا، تسہیل البلاغت، (دہلی: محبوب المطابع) ص 174 و بعد

16- جیسے کہ بہت سے علمائے بلاغت نے کیا ہے، جن میں سے قزوینی ایک ہیں، دیکھیے: تلخیص: ص 4

17- درس بلاغت، ص 14

18- سحر بدایونی (دیبی پرشاد)، معیار البلاغت، طبع پنجم لکھنؤ: نولکشور پریس 1947، ص 32

19- البیان العربی، طبع دوم؛ قاہرہ: مکتبہ الانجلو المصریہ، 1958، ص 10

20- تلخیص، ص 66

21- نجم الغنی، مفتاح البلاغت، ص 116

22- مختصر المعانی، دہلی: مکتبہ مجتبائیہ، 1324ھ، ص 305

23- سحر بدایونی، معیار البلاغت، ص 32؛ محمد حسن عسکری، آئینۂ بلاغت، ص 159؛ درس بلاغت، (ڈاکٹر صادق کا مقالہ)، ص 18

24- نجم الغنی، مفتاح البلاغت، ص 117؛ قزوینی، تلخیص ص 66-67

25- نجم الغنی، مفتاح البلاغت، ص 118

26- قزوینی، تلخیص، ص 67

27- سحر بدایونی، معیار البلاغت، ص 34-39

28- مفتاح البلاغت، ص 131-138؛ تسہیل البلاغت، ص 126-132؛ آئینۂ بلاغت، ص 165-169

29- تلخیص، ص 73

30- مفتاح البلاغت، ص 127-128؛ معیار البلاغت، ص 38؛ آئینۂ بلاغت ص 63-64؛ درس بلاغت، ص 25

31- تسہیل البلاغت، ص 133

32- مفتاح البلاغت، ص 144-151؛ معیار بلاغت، ص 39-40؛ تسہیل بلاغت، ص 135؛ درس بلاغت، ص 30-32

33- آئینۂ بلاغت، ص 173۔ اصل میں ''استعمال نہ ہو'' یا تو تصحیف ہے یا طباعت کی غلطی ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے ڈاکٹر صادق نے مجاز مرسل کے علاقے کے بارے میں کہا ہے ''اور اس کے حقیقی اور مجازی معنی میں تشبیہ کے سوا کوئی علاقہ نہیں ہوتا'' جبکہ یہ استعارے کی تعریف ہے۔

34- مفتاح البلاغت، ص 152-153؛ آئینۂ بلاغت، ص 174؛ درس بلاغت، ص 35-36

35- تلخیص، ص 91

36- تسہیل بلاغت، ص 145

37- آئینۂ بلاغت، ص 174

38- معیار بلاغت،ص42

39- محمد حسن عسکری، آئینۂ بلاغت،ص174-75

40- قزوینی، تلخیص،ص92-93

41- مفتاح البلاغت،ص157

42- ایضاً

43- ایضاً،ص158

44- ایضاً

45- قزوینی، تلخیص،ص93؛ نجم الغنی، مفتاح البلاغت،ص158-59

46- ابو یعقوب یوسف بن ابی بکر السکا کی متوفی 626ھ، مفتاح العلوم، القسم الثالث، (مصر: مطبعہ میمنیہ)، ص 70؛ بدر الدین محمد بن جمال الدین اندلسی متوفی 686، کتاب المصباح، (طبع اول؛ مصر: مطبعہ الخبریہ، 1341ھ) ص 4؛ جلال الدین سیوطی، اتمام الدرایہ، مذکورہ کتاب مصباح العلوم کے حاشیہ پر،ص130

47- نجم الغنی، مفتاح البلاغت؛ سجاد مرزا، تسہیل البلاغت؛ سحر بدایونی، معیار بلاغت

48- نجم الغنی، بحر الفصاحت،ص347

49- جواہر البلاغت،ص46

50- مفتاح البلاغت،ص48

51- تلخیص،ص8

52- نجم الغنی، مفتاح البلاغت،ص48-49؛ سجاد مرزا، تسہیل البلاغت،ص44-45؛ قزوینی، تلخیص،ص8-9

53- نجم الغنی، مفتاح البلاغت،ص49؛ سجاد مرزا، تسہیل البلاغت،ص45-46؛ تفتازانی، مختصر المعانی،ص44-46

54- نجم الغنی، مفتاح البلاغت،ص50

55- ایضاً

56- ایضاً

57- تلخیص،ص9-10

58- تفتازانی، مختصر المعانی، ص 51-66؛ قزوینی، تلخیص، ص 10-13؛ نجم الغنی، مفتاح البلاغت، ص 50-54؛ سجاد مرزا، تسہیل البلاغت، ص 46-47؛ سحر بدایونی، معیار بلاغت، ص 4

59- علی الجازم وغیرہ، البلاغۃ الواضحۃ، ص 111

60- نجم الغنی، مفتاح البلاغت، ص 54-70

61- قزوینی، تلخیص، ص 13-27

62- نجم الغنی، مفتاح البلاغت، ص 71-78؛ قزوینی، تلخیص، ص 27-33

63- تلخیص، ص 33

64- مختصر المعانی، ص 167

65- مفتاح البلاغت، ص 79

66- قزوینی، تلخیص، ص 33-36؛ تفتازانی، مختصر المعانی، ص 167-182؛ نجم الغنی، مفتاح البلاغت، ص 79-84؛ سحر بدایونی، معیار بلاغت، ص 17-19

67- تفتازانی، مختصر المعانی، ص 182

68- نجم الغنی، مفتاح البلاغت، ص 84

69- قزوینی، تلخیص، ص 36-41؛ سجاد مرزا، تسہیل البلاغت، ص 73-81

70- قزوینی، تلخیص، ص 41-48؛ نجم الغنی، مفتاح البلاغت، ص 88-93؛ سجاد مرزا، تسہیل البلاغت، ص 84-92

71- علی الجازم وغیرہ، البلاغۃ الواضحۃ، ص 163

72- قزوینی، تلخیص، ص 48-57؛ نجم الغنی، مفتاح البلاغت، ص 93-107؛ سجاد مرزا، تسہیل البلاغت، ص 93-98

73- نجم الغنی، مفتاح البلاغت، ص 109

74- قزوینی، تلخیص، ص 62

75- نجم الغنی، مفتاح البلاغت، ص 111

76- قزوینی، تلخیص، ص 62؛ نجم الغنی، مفتاح البلاغت، ص 112

77- قزوینی، تلخیص، ص 63؛ نجم الغنی، مفتاح البلاغت، 113

78- قزوینی، تلخیص، ص 63؛ نجم الغنی، مفتاح البلاغت، ص 114

79- مفعول، یا حال، یا مجرور کی طرح

80- قزوینی، تلخیص، ص64؛ نجم الغنی، مفتاح الغنی، ص114

81- قزوینی، تلخیص، ص64؛ نجم الغنی، مفتاح الغنی، ص114

82- نجم الغنی، مفتاح البلاغت، ص115

83- قزوینی، تلخیص، ص93

84- مفتاح البلاغت، ص159

85- سجاد مرزا، تسہیل البلاغت، ص149؛ سحر بدایونی، معیار بلاغت، ص44؛ درس بلاغت، ص39

86- مختصر المعانی، ص443

87- تلخیص، ص93

88- کتاب الصناعتین، ص238

89- کتاب البدیع، شرح و تعلیق: محمد عبدالمنعم خفاجی، (مصر: مصطفیٰ البابی الحلبی، 1945)، ص74

90- مختصر المعانی، ص444

91- مفتاح البلاغت، ص180

92- قزوینی، تلخیص، ص94-93؛ نجم الغنی، مفتاح البلاغت، ص181-180؛ سجاد مرزا، تسہیل البلاغت، ص149-50

93- قزوینی، تلخیص، ص97؛ نجم الغنی، مفتاح البلاغت، ص85-184؛ سجاد مرزا، تسہیل البلاغت، ص151

94- تلخیص، ص95

95- تسہیل البلاغت، ص152

96- معیار بلاغت، ص45

97- تلخیص، ص95

98- مفتاح البلاغت، ص185

99- تلخیص، ص94

100- مفتاح البلاغت، ص189

101- نجم الغنی، مفتاح البلاغت، ص194؛ سحر بدایونی، معیار بلاغت، ص50

102- معیار بلاغت،ص51

103- مفتاح البلاغت،ص158

104- دیکھیے: کتاب البدیع کا باب دوم تحت عنوان ”من البدیع وھو التجنیس“،ص55

105- تلخیص،ص108

106- مفتاح البلاغت،ص159

107- نجم الغنی، مفتاح البلاغت،ص159-162؛ سجاد مرزا، تسہیل البلاغت،ص163-166

108- تلخیص،ص113

109- تسہیل البلاغت،ص170

110- سحر بدایونی، معیار بلاغت،ص63-64؛ سجاد مرزا، تسہیل البلاغت،ص170-171

فصل دوم

عروض وقافیے پر عربی زبان کے اثرات

اول: علم عروض

علم عروض ان علوم میں شامل ہے جو اصلی عربی علوم ہیں اور جن کی ابتدا و آغاز کا سہرا عربی زبان کے سر ہے۔ عروض کو عروض اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ شاعری کو اس کے اوزان پر ''عرض'' یعنی پیش کیا جاتا ہے تاکہ شعر اور غیر شعر کے درمیان اور شاعری کی مختلف قسموں کے درمیان امتیاز کیا جا سکے۔۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ عروض مکہ مکرمہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس علم کو عروض نام دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے موجد خلیل بن احمد فراہیدی متوفی 170ھ نے مکہ مکرمہ کے اندر اللہ رب العزت سے دعا کی تھی کہ الٰہی! مجھے ایسا علم عطا فرما جو اس سے پہلے کسی کو نصیب نہ ہوا ہو۔ خوش قسمتی سے ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور انھیں اللہ تعالیٰ نے علم عروض جیسے نئے علم سے نوازا۔[1] فیروز آبادی کی لغت القاموس میں مذکور ہے:

> ''عروض: مکہ و مدینہ اور ان دونوں کے اطراف و مضافات۔ اللہ ان دونوں کی نگہبانی فرمائے۔ اور شاعری کے پرکھنے کے پیمانے کو کہتے ہیں، کیونکہ اس سے بے وزن اور باوزن شعر کی جانچ ہوتی ہے، یا اس لیے کہ یہ علم کا ایک گوشہ (گوشہ و

ناحیہ عروض کے معانی میں سے ہے) ہے، یا اس لیے کہ یہ مشکل فن ہے، یا اس لیے کہ شعر اس پر پیش کیا جاتا ہے، یا اس لیے کہ خلیل بن احمد کو مکہ میں اس علم کی روشنی ملی''۔ [2]

مرزا قادر بخش صابر، شمس فخری کی کتاب ''معیار جمالی'' سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''لفظ عروض عارض سے مشتق ہے اور عارض اس شخص کو کہا جاتا ہے جو بادشاہ کے سامنے لشکر پیش کرتا ہے، اس فن کو عروض نام دینے کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ شاعر کے سامنے شعر کی خوبی و نقص پیش کرتا ہے''۔ [3]

عربی زبان کا اردو علوم و فنون میں سے سب سے زیادہ و نمایاں اثر علم عروض پر ہے۔ اردو میں موجود پورا کا پورا علم عروض عربی سے منتقل ہوا ہے۔ ہماری اردو زبان کا علم عروض دراصل عربی علم عروض کا ایسا نسخہ ہے جو پوری طرح اصل کے مطابق ہے۔ نہ صرف اس کے اصول، موضوعات، مقاصد، مسائل میں عربی عروض کی اتباع کی گئی ہے بلکہ کسی بھی فن کے جو دس بنیادی عناصر ہوتے ہیں ان میں بھی کلی مطابقت کا التزام کیا گیا ہے۔

اردو زبان میں علم عروض کے موضوع پر لکھی گئی کتابوں میں موضوع، پیش کش، ترتیب ہر اعتبار سے علم عروض پر لکھی گئی عربی کتابوں کی ہو بہو پیروی کی گئی ہے۔ چنانچہ ان کتابوں کی ابتدا بھی عربی کتابوں کی طرح عروض کی تعریف سے ہوتی ہے جو اکثر و بیشتر عربی کتابوں میں مذکور تعریفات کا حرف بہ حرف ترجمہ ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر ''گلستان سخن'' میں عروض کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

''عروض ایسا علم ہے کہ اس سے شعر کا صحیح اور سقیم دریافت ہوتا ہے''۔ [4]

دیبی پرشاد سحر بدایونی رقمطراز ہیں:

''عروض وہ علم ہے جس سے کلام موزوں یعنی شعر اور غیر موزوں یعنی نثر میں تمیز ہوتی ہے''۔ [5]

یہ وہی تعریفات ہیں جو فن عروض کی عربی کتابوں میں مذکور ہیں۔ شیخ عبدالرحیم معروف بہ سیوطی اپنی کتاب ''الفتح القریب الوافی'' میں عروض کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

” هو علم بأصول يُعرف بها صحيح أوزان الشعر و فاسدها و ما
يعتري بها من الزحافات و العلل“ [6]

(عروض ایسے اصولوں سے واقفیت کا نام ہے جن کی مدد سے اوزان شعر کے
صحت وسقم اوران کولاحق ہونے والے زحافات وعلل کومعلوم کیا جاتا ہے)

اس کے بعد عربی کتابوں میں عروض کی وجہ تسمیہ، اس کی وجوہات کا بیان اور اس سلسلے میں مروج ومعروف اقوال کا ذکر ہوتا ہے۔عروض کے موجد خلیل بن احمد کے حالات زندگی بیان کیے جاتے ہیں، نیز یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ انھوں نے کس طرح اس علم کے اصول کا استخراج کیا، پہلے پندرہ بحریں وضع کیں پھر اس میں ابوالحسن اخفش نے سولہویں بحر یعنی بحر متدارک کا اضافہ کیا۔ یہاں تک کہ جب اردو کے مشہور شاعر شیخ محمد ابراہیم ذوق نے بحر متدارک میں قصیدہ لکھا تو قصیدہ کے آخر میں خلیل کے ساتھ ساتھ اخفش کا بھی ذکر کیا تا کہ یہ معلوم ہو کہ اس بحر کو اخفش نے وضع کیا ہے، ذوق قصیدہ کا آغاز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

جس ہاتھ میں خاتم لال کی ہے، گر اس میں زلفِ سرکش ہو
پھر زلف بنے دستِ موسیٰ، وہ جس میں اخگر آتش ہو

قصیدہ کے اختتام پر لکھتے ہیں:

اس بحر میں کیا برجستہ غزل اے ذوق یہ تم نے لکھی ہے
ہاں وزن کو سن کر جس کے شاداں روح خلیل واخفش ہو [7]

اور یہ سب عربی مصنفین کی اتباع و پیروی میں کیا گیا ہے۔جس سے واضح طور پر اردو ادب کے فنون پر عربی زبان وادب کے گہرے اثرات کا پتہ چلتا ہے۔

عربی زبان کے اثرات کا سب سے بین ثبوت یہ ہے کہ اردو زبان میں فن عروض پر لکھی گئی کتابوں میں عربی، فارسی اور اردو عروض کا ایک ساتھ اس طرح ذکر ہوتا ہے کہ پہلے عروض کا کوئی قاعدہ پیش کیا جاتا ہے پھر یکے بعد دیگرے تینوں زبانوں سے مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔معروف عروض داں غلام حسین بلگرامی نے اپنی کتاب ”قواعد عروض“ میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔اس قسم کی بے شمار مثالیں موجود ہیں جن کا احاطہ دشوار ہے۔ [8]

اسی طرح اردو عروض کی تمام اصطلاحیں عربی عروض سے ماخوذ ہیں۔ لفظ ''عروض'' کا استعمال اوزان شعر کے صحیح و سقیم کی پہچان میں غلطی سے بچنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ اردو میں عربی بحروں کے ارکان کا ہی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے: فَعُولن، وفاعلن دونوں خماسی ہیں، ومفاعیلن، و فاعلاتن و مستفعلن، ومفاعِلتن، ومفعولاتُ یہ سباعی ہیں۔ اسی طرح ان اجزا کا بھی استعمال ہوتا ہے جن سے یہ ارکان مرکب ہیں۔ وہ اجزا ہیں: سبب اور اس کی دونوں قسمیں خفیف اور ثقیل۔ وتد اور اس کی دونوں قسمیں مجموع اور مفروق۔ فاصلہ اور اس کی دونوں صنف صغریٰ اور کبریٰ۔

علاوہ ازیں علم عروض کی دوسری اصطلاحیں جیسے بیت، تقطیع، وزن، صدر، ابتدا، عروض، ضرب اور حشو سب انھیں معنوں میں مستعمل ہیں جن معنوں میں عربی فن عروض میں استعمال ہوتی ہیں۔ جب اردو فن عروض کی کتابوں میں ان دس حروف کا ذکر ہوتا ہے جن سے میزان شعر بنتا ہے یعنی فا، عین، لام، میم، تا، سین، الف، واو، نون، یا، تو اتباعاً عربی فقرہ ''لمعت سیوفنا ''ہی ذکر کیا جاتا ہے جس میں ان تمام حروف کو سمو کر ایک (بامعنی) فقرے کی شکل دی گئی ہے۔ اور ایسے ہی اسباب، اوتاد اور فواصل کی وضاحت کے لیے عربی مثال ''لم أرَ علی ظهرِ جبلٍ سَمَكةً'' ہی پیش کی جاتی ہے (یہ جملہ بالترتیب سبب، وتد اور فاصلہ کی مذکورہ بالا قسموں کی مثالوں پر مشتمل ہے) 9

اردو عروض کی تمام بحریں عربی ناموں کے ساتھ ہی معروف ہیں۔ مفرد بحریں جیسے: ہزج، رجز، رمل، متقارب، متدارک، کامل، وافر۔ مرکب بحریں جیسے: منسرح، مقتضب، مضارع، سریع، خفیف، مجتث، طویل، مدید، بسیط۔ البتہ ایسا ضرور ہے کہ ان میں سے بعض بحروں کا استعمال عربی میں زیادہ ہے جب کہ اس کے مقابلے میں اردو میں ان بحروں کا استعمال بہت کم ہوتا ہے اور بعض بحروں کا استعمال تو اردو میں نا کے برابر ہے۔ بحر وافر اور بحر طویل وہ معروف بحریں ہیں جن میں عربی زبان میں کثرت سے اشعار کہے گئے ہیں۔ اسی طرح بحر مدید اور بحر بسیط ایسی بحریں ہیں جن میں بعض شعرا نے شعر کہنے کی کوشش کی لیکن یہ بحریں مروج نہ ہو سکیں اور ان کی کوشش و محنت صرف فن عروض پر لکھی جانے والی کتابوں کے لیے مثالوں کے لیے باقی رہ گئی۔ بہر حال تمام بحروں میں اردو شعرا نے طبع آزمائی کی ہے اور مختلف اوزان میں شعر کہے ہیں۔

مذکورہ بالا عربی بحروں کے علاوہ اردو میں فارسی بحریں جیسے جدید، قریب اور مشاکل بھی پائی جاتی ہیں لیکن طویل، بسیط، مدید اور وافر کی طرح ان بحروں میں بھی شعر کہنے کا رواج نہیں رہا ہے۔[10] چند نئی بحریں بھی ایجاد کی گئیں لیکن محققین نے ان میں سے اکثر پر کوئی توجہ نہیں دی۔[11]

اردو میں عربی عروض کے زحافات اور علل مع نام اور تعریف داخل ہوئے۔ اردو میں استعمال ہونے والے زحافات کی تعداد چھیالیس تک پہنچتی ہے۔ ان زحافات میں تینتیس عربی کے وسیلے سے اردو عروض کا حصہ بنے ہیں اور وہ زحافات مندرجہ ذیل ہیں: قبض، قصر، حذف، خبن، کف، شکل، خرم، خرب، شتر، قطع، تشعیث، طیّ، وقف، کشف، صلم، تسبیغ، تذییل، خبل، ثلم، ثرم، عصب، عضب، عقل، نقص، قطف، جمّ، قصم، عقص، اضمار، کبل، وقص، جزل، ترفیل۔ ان زحافات میں سے آٹھ کا تفصیلی ذکر ہوگا۔ ان کی دو قسمیں ہیں: مفرد اور مرکب۔ اور علت کی دونوں قسمیں علت زیادہ اور علت نقص

1- قبض: رکن کے پانچویں حرف ساکن کو گرا دینا جیسے ''فعولن'' کا نون اور ''مفاعلین'' کی یا۔ چنانچہ فعولن ''فعول'' ہو جائے گا اور مفاعیلن ''مفاعلن'' سے بدل جائے گا۔[12]

2- قصر: رکن اخیر کے سبب سے حرف ساکن کے گرانے اور اس کے ماقبل کو ساکن کرنے کو کہتے ہیں۔ مثلاً فُعولن سے ''فُعول''، مفاعلین سے مفاعیل، اور فاعلاتن سے فاعلات۔[13]

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ عربی عروض میں قصر کو نقص کی علتوں میں شمار کیا جاتا ہے لیکن تمام ہندوستانی عروضی زحاف اور علت میں سے ہر ایک کو زحاف ہی قرار دیتے ہیں۔

3- حذف: ''فعولن''، ''مفاعیلن'' اور ''فاعلاتن'' سے سبب خفیف کو ساقط کر دینا چنانچہ یہ ''فعَل''، ''فعُولُن'' اور ''فاعلن'' ہو گیا، یہ زحاف عروض اور ضرب کو لاحق ہوتا ہے۔ اسے عربی عروض میں علل نقص کی فہرست میں رکھا جاتا ہے۔[14]

4- خبن: رکن سے حرف ثانی ساکن کو گرا دینا جیسے ''مستفعلن'' سے سین کو گرا دیا گیا تو وہ ''متفعلن'' ہو گیا اور ''فاعلاتن'' سے الف گرا دیا گیا تو وہ ''فعِلاتن'' ہو گیا۔[15]

5- کف: سبب خفیف سے ساکن ہفتم کا اسقاط۔ جیسے ''مفاعلین'' کے نون کو حذف کرنے سے ''مفاعیل''، ''مستفع لن'' سے نون ساقط کرنے سے ''مستفعِل'' اور ''فاعلاتن'' کا نون ساقط کرنے سے ''فاعلات'' ہو گیا۔[16]

6- شکل: زحاف مزدوج میں شامل ہے۔ اصطلاح عروض میں شکل سے مراد اجتماع خبن و کف ہے۔ اس میں حرف ثانی اور ہفتم دونوں ساکن کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے ''فاعلاتن'' سے الف ونون کو حذف کیا گیا تو ''فعِلات'' ہو گیا۔ [17]

7- ترفیل: وتد مجموع کے آخر رکن میں سبب خفیف کا اضافہ کرنا۔ جیسے ''مفاعلتن'' اور ''مستفعلن'' میں اضافہ کیا گیا اور وہ دونوں ''متفاعلاتن'' اور ''مستفعلاتن'' سے بدل گئے۔ [18]

8- تسبیغ: سے مراد یہ ہے کہ سبب خفیف کے درمیان میں جو رکن کے آخر میں واقع ہو ایک الف زیادہ کر دینا۔ اسے ''اسباغ'' بھی کہا جاتا ہے۔ جیسے ''فاعلاتن'' اور ''مفاعیلن'' میں الف کا اضافہ کیا گیا تو ''فاعلاتان'' اور ''مفاعیلان'' ہو گیا۔ [19]

آگے اردو میں استعمال عربی بحروں کا ذکر ہوگا۔ یہ بات پہلے ہی کہی جا چکی ہے کہ اردو میں تمام عربی بحروں پر طبع آزمائی کی گئی ہے۔ فن عروض پر لکھی گئی اردو کتابوں میں ان بحروں کا ذکر موجود ہے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ بعض عربی بحریں اردو میں اس قدر رائج نہیں ہو سکیں جس طرح عربی میں ان پر شعرا کی بڑی تعداد نے طبع آزمائی کی۔ مثال کے طور پر بحر وافر مسلسل حرکات کے سبب اردو میں رائج نہیں ہو سکی۔ [20] اسی طرح بحر طویل، مدید، بسیط بھی انھیں عربی بحروں میں شامل ہیں جن کا اردو میں خاص رواج نہیں ہو سکا۔

کامل

عربی میں سب زیادہ استعمال ہونے والی بحر ہے۔ اس کا وزن چھ مرتبہ متفاعیلن ہے۔ اس کے تین اعاریض اور نو ضرب ہیں۔ اردو زبان میں عربی کے اندر مستعمل اس کے اکثر اوزان استعمال ہوتے ہیں لیکن ان میں ''متفاعیلن'' آٹھ مرتبہ کو سب سے زیادہ رواج ملا۔ علامہ اقبال کا شعر ہے ؂

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں

مشہور شاعر مومن خاں مومن کا شعر ہے ؂

وہ جو ہم میں تم میں قرار تھا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
مجھے یاد سب ہے ذرا ذرا تمھیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ہزج

یہ دائرِ مجتلبہ کی پہلی بحر ہے۔ بحر ہزج کے ارکان اصل کے اعتبار سے ''مفاعیلن'' چھ مرتبہ ہیں۔ لیکن شعرائے عرب اس بحر کو لازمی طور پر مجزوء استعمال کرتے ہیں لہذا اس میں مفاعیلن چار بار آتا ہے۔ اس میں ایک عروض اور دو ضرب ہوتے ہیں۔[21] اردو شعرانے اسے مربع، مسدس، مثمن اور سالم و حذف کے ساتھ بھی استعمال کیا ہے۔ اردو میں اس کا کثیر الاستعمال وزن مثمن سالم اور مسبغ ہے۔ خواجہ وزیر لکھنوی کا شعر ہے ؎

چلا ہے اے دلِ راحت طلب کیوں شاد ماں ہو کر
زمین کوئے جاناں رنج دے گی آسماں ہو کر

آتش لکھنوی کہتے ہیں ؎

یہ کیفیت اسے ملتی ہے ہو جس کے مقدر میں
مئے الفت نہ خم میں ہے نہ شیشے میں نہ ساغر میں

رمل

عربی عروض میں اس کے ارکان چھ مرتبہ ''فاعلاتن'' ہیں۔ اسے محذوف و مجزوء بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے دو عروض اور چھ ضرب ہیں۔[22] اردو میں مستعمل اس کے سب سے مشہور وزن میں عروض اور ضرب محذوف ہوتے ہیں۔ اس میں آٹھ ارکان یعنی فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن، فاعلاتن دو بار۔ مثال میں ذوق دہلوی کا شعر پیش ہے ؎

خط بڑھا زلفیں بڑھیں کاکل بڑھے گیسو بڑھے
حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے

رجز

یہ عربی شاعری میں استعمال ہونے والی مشہور بحروں میں سے ایک ہے۔ اس کے ارکان چھ مرتبہ ''مستفعلن'' ہے۔ عربی میں اس کے چار اعاریض اور پانچ ضرب ہیں۔[23] اردو میں بھی ان میں اکثر اعاریض اور ضربیں معروف ہیں لیکن جس وزن کو زیادہ رواج ملا وہ فارسی کی مانند آٹھ

مرتبہ ''مستفعلن'' ہے۔ناسخ لکھنوی کا شعر بطور مثال پیش ہے ؎

زنداں میں بھی کوچہ ترا اے یار آتا ہے نظر
بلبل قفس میں ہے مگر گلزار آتا ہے نظر

متقارب

خلیل کی وضع کردہ بحروں میں یہ آخری بحر ہے۔اس کے ارکان آٹھ مرتبہ ''فعولن'' ہے۔اس کے دو عروض اور چھ ضرب ہیں۔24؎ یہ بحر تمام عربی اوزان کے ساتھ استعمال کی جاتی ہے۔جیسے عروض صحیح تام اور ضرب صحیح تام یعنی ''فعولن، فعولن، فعولن'' دو مرتبہ۔اقبال کا شعر ہے ؎

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

اس کی عربی مثال:

فـأمـا تـمـيـم تـمـيـم بـن مـر
فـألـقـاهـم الـقـوم روبـى نـيـامـا

اردو میں مسبغ العروض والضرب استعمال کیا جاتا ہے۔مثلاً ناسخ کا شعر ہے ؎

وہ کرتا ہے باتیں میں بھرتا ہوں آہیں
گہر بار وہ ہے شرر بار میں ہوں

ان شکلوں کے علاوہ یہ بحر اردو میں سولہ ارکان کے ساتھ استعمال کی جاتی ہے اور اس وزن کو مثمن مضاعف کہا جاتا ہے۔جیسے کسی کا شعر ہے ؎

کیا ہم نے موقوف آہوں کا بھرنا تو کیونکر یہ پہنچیں گی بابِ اثر تک
یہ وعدے کی شب ہے تم آؤ نہ آؤ ہمیں جاگنا ہے طلوع سحر تک

متدارک

مشہور ہے کہ خلیل نے اسے اپنی بحروں میں شامل نہیں کیا تھا بلکہ یہ بحر اخفش نے وضع کی ہے۔یہ بحر آٹھ بار ''فاعلن'' سے مرکب ہوتی ہے اور ہر شطر میں چار رکن ہوتے ہیں۔اس میں دو

عروض اور چار ضرب ہوتے ہیں۔ 25؎ عربی کی مانند اردو میں صحیح العروض والضرب اوران کے مجزوء کے ساتھ استعمال ہوتی ہے۔ پہلی مثال ناظم کا شعر ہے ؎

جب نظر سے نظر مل گئی اے صنم
دل کی گویا کلی کھل گئی اے صنم

اگراس شعر سے عروض اورضرب حذف کر دیں تو یہی شعر مجزوء کی مثال ہو جائے گا۔ جیسے

جب نظر سے نظر مل گئی
دل کی گویا کلی کھل گئی

یہ بحر اردو میں مثمن مضعف استعمال ہوتی ہے اور ہر مصرع میں آٹھ ارکان ہوتے ہیں۔ جیسے

جب نظر سے نظر مل گئی اے صنم دل کی گویا کلی کھل گئی اے صنم
تم اٹھے بزم سے میری تنہا مگر یوں لگا جان محفل گئی اے صنم

سریع

عربی میں یہ بحر ''مستفعلن، مستفعلن مفعولات'' دوبار سے مرکب ہوتی ہے۔ جس میں تمام عرب عروضیوں کے مطابق چار اعاریض اور چھ ضرب ہوتے ہیں۔ 26؎ اردو شعرا نے فارسی شعرا کی اتباع میں اسے مثمن استعمال کیا؛ لیکن اردو میں بھی فارسی کی طرح الفاظ چونکہ ہمیشہ ساکن پر ختم ہوتے ہیں اس لیے دونوں زبانوں میں اس بحر کو صحیح سالم استعمال کرنا ممکن نہیں ہے لہٰذا اسے مزاحف موقوف الآخر یا مکسوف استعمال کیا جاتا ہے۔ اردو میں اس بحر کے اوزان مثمن سالم موقوف / مکسوف ہیں۔ جیسے مندرجہ ذیل شعر ؎

ساقی یہ کیسا دستور میخانے میں نافذ ہے
بدمست ہیں سب کم ظرف پیاسے ہیں سارے میخوار

اس کے علاوہ مسدس مطوی عروض وضرب، موقوف اور مطوی حشو۔ اردو کے امیر الشعرا میر تقی میر کہتے ہیں ؎

سر بفلک ہونے کو ہے کس کی خاک
گرد اک اٹھی ہے بیاباں سے آج

منسرح

یہ بحر سریع اور اس کے ارکان سے قریب ہے جو عربی میں ''مستفعلن، مفعولات، مستفعلن'' دو بار سے مرکب ہوتی ہے۔اس میں تین اعاریض اور تین ہی ضرب ہوتے ہیں یعنی ہر عروض کے مقابلے ضرب۔ 27؂ یہ بحر اردو میں صرف مثمن مزاحف ہی استعمال ہوتی ہے۔ 28؂ اردو میں اس کے ارکان اصل کے اعتبار سے ''مستفعلن ،مفعولاتُ، مستفعلن ،مفعولاتُ'' دو مرتبہ ہیں۔میر تجلی دہلوی کہتے ہیں ؎

بیٹھ تو پہلو میں یار کچھ تو ہو دل کو قرار
تو جو گیا اے نگار صبر وتحمل کہاں

یہ شعر مثمن اور مطوی عروض وضرب اور موقوف عروض وضرب ہے۔ نیز تمام ارکان مطوی ہیں (مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلات)۔میر تقی میر کا شعر ہے ؎

میر نہیں پیر تم کاہلی اللہ ری
نام خدا ہو جواں، کچھ تو کیا چاہیے

یہ شعر بھی مثمن ہے اور اس کا دوسرا، چوتھا، چھٹا اور آٹھواں رکن مطوی مکشوف ہے۔تمام ارکان مطوی ہیں (مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن) دو بار۔

خفیف

جن ارکان سے یہ بحر خفیف مرکب ہوتی ہے وہ ہیں ''فاعلاتن مستفع لن فاعلاتن'' دو بار۔عربی شاعری میں ترانوں اور نغموں کے لیے یہ مجزوء ہی استعمال ہوتی ہے۔اس کے تین اعاریض اور پانچ ضرب ہیں۔ 29؂ اردو میں یہ بحر صحیح سالم استعمال نہیں ہوتی اور اردو شعرا نے اسے سوائے مسدس کے اور کسی طرح استعمال نہیں کیا ہے۔مرزا محمد رضا برق لکھنوی کا شعر دیکھیے ؎

خاک میں بھی مجھے قرار نہیں
کان سیماب ہے مزار نہیں

اس کا وزن ’’فاعلاتن مفاعلن فعلات‘‘ یعنی مخبون عروض وضرب اور مقصور عروض وضرب اور مخبون حشو بھی لیکن اس کا پہلا اور چوتھا رکن سالم ہے۔ اردو میں اس کا مروج وزن ’’فاعلاتن مفاعلن فعْلان‘‘ (آخری رکن کا عین ساکن) ہے۔ جیسے کسی کا شعر ہے ؎

دار پر فخر کر نہ اے منصور
ایسے کانٹے ہیں اپنے جنگل میں

صدر یا عجز یا دونوں سے پہلے رکن میں مخبون بھی جائز ہے اس طرح فاعلاتن ’’فعلاتن‘‘ ہو جائے گا۔ جیسے ؎

ہدف صد عتاب ہیں ہم لوگ ☆ (فعِلاتن مفاعلن فعْلان)
منتظر انقلاب ہیں ہم لوگ ☆ (فاعلاتن مفاعلن فعْلان)

ایک ہی کلام کے مختلف صدور (پہلے مصرعے) میں اختلاف عروض بھی جائز ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل اشعار جس کا مطلع اوپر ذکر کیا گیا ہے:

مصحف رخ تو ہم بھی پڑھتے ہیں (فاعلاتن مفاعلن فعُلن)
مان! اہل کتاب ہیں ہم لوگ
نرگس چشم یار میں ہے خمار (فاعلاتن مفاعلن فعِلان)
اور مست و خراب ہیں ہم لوگ
آپ ظلمت مآب لاکھ سہی (فاعلاتن مفاعلن فعِلن)
سرخیِ آفتاب ہیں ہم لوگ

مضارع

باعتبار اصل عربی میں اس کے ارکان ہیں ’’مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن‘‘ دوبار۔ عربی میں یہ صرف مجزوء ہی مستعمل ہے۔ اس کا ایک عروض مجزوء اور اسی طرح ایک ضرب مجزوء ہے۔[30] اردو میں اس کے ارکان ہیں ’’مفاعیلن فاع لاتن‘‘ مکرر۔ اردو میں معروف اور مستعمل اوزان: مثمن اخرب، عروض صحیح اور ضرب صحیح، اور حشو مکفوف (مفعولُ فاع لاتن مفعول فاع لاتن) ہیں۔ امان علی سحر کا شعر ہے ؎

ہم کو اگر مٹایا تو تو نے کیا بنایا
ناحق بگاڑتا ہے نقشہ بنا بنایا

اسی طرح مثمن اخرب، عروض محذوف، ضرب محذوف اور حشو مکفوف (مفعول فاعلات مفاعیل فاعلن) ہیں۔ مرزا محمد رضا برق لکھنوی کہتے ہیں ۔

کیا شوخیاں ہیں ابلق لیل و نہار کی
جمتی نہیں ہے پیٹھ کسی شہسوار کی

مقتضب ۔

اصل کے اعتبار سے اس بحر کے ارکان ''مفعولات مستفعلن مستفعلن'' دوبار ہیں۔ لیکن عربی عروض میں اس کا مجزوء ہونا لازمی ہے چنانچہ اس کے ارکان ''مفعولات مستفعلن'' ہوجائیں گے۔ اس کا ایک عروض اور ایک ضرب ہے اس طرح ''مستفعلن مفتعلن'' ہوجائے گا۔[31] اصل کے مطابق اردو میں یہ بحر ''مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن'' دوبار سے مرکب ہے۔ اس کے کئی اوزان مروج ہیں جن میں مثمن ہے اور ہر ایک عروض و ضرب اعرج و ''مستفعلن'' مطوی ساکن وتفعیلات اخری ساکنہ (فاعلات مفتعلن فاعلات مفتعلن) ہیں۔ شاعر کہتا ہے ۔

ہم اگر قیامت میں ان کے رو برو ہوویں
رو سیاہ ہوکر بھی کتنے سرخ رو ہوویں

مجتث

اصل دائرہ کے مطابق اس بحر کے ارکان ''مستفع لن فاعلاتن فاعلاتن'' ہیں لیکن استعمال ہمیشہ مجزوء یعنی ''مستفع لن فاعلاتن'' دو مرتبہ ہوتا ہے۔[32] لیکن اردو میں اصل کے مطابق اس کے ارکان ''مستفع لن فاعلاتن'' چار بار ہیں۔ اردو میں مستعمل بعض اوزان مندرجہ ذیل ہیں:

شعر میں آٹھ ارکان، مخبون العروض والضرب اور مقصور العروض والضرب، باقی ارکان مخبون (مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلات) دوسرے اور چوتھے رکن میں عین متحرک ہے۔ ذوق دہلوی کا شعر ہے ۔

نگہ وہ ترک کہ جس کی نہیں جفا کی پناہ
اور اس کی آنکھ وہ کافر کہ بس خدا کی پناہ

مخبون العروض والضرب اور محذوف العروض والضرب اور بقیہ ارکان مخبون (مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن)۔ برق لکھنوی کا شعر ہے۔

خبر جو آمد پیری کی آ کے ضعف نے دی
شباب لینے کو خود پیشرو روانہ ہوا

عروض مشعث محذوف اور ضرب مشعث محذوف اور باقی مخبون (مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعْلن)۔ غالب کا شعر ہے۔

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمھیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

اوپر ملاحظہ کیا گیا کہ اردو بحریں منسرح، مضارع، مقتضب اور مجتث عربی کے برعکس آٹھ ارکان ہوتے ہیں۔ یہ بحریں آخری رکن کے سقوط اور بقیہ دو ارکان کو مکرر کر کے استعمال کی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر عربی میں بحر مجتث باعتبار اصل ''مستفع لن فاعلاتن'' سے مرکب ہوتی ہے جبکہ اردو میں ''مستفع لن فاعلاتن مستفع لن فاعلاتن'' ہو جاتی ہے۔

اسی طرح اردو ماہرین عروض نے عربی سے عروضی تحریر بھی مستعار لی ہے۔ یہ بات معروف ہے کہ عروضی تحریر املائی تحریر سے مختلف ہوتی ہے۔ عروضی تحریر میں صرف بولے گئے الفاظ گردانے جاتے ہیں ''جو زبان سے نکلے اسے لکھا جائے گا اور اسی پر اعتماد کیا جائے گا چاہے وہ املائی تحریر میں موجود نہ ہو اور جو زبان نہ بولے اسے نہیں لکھا جائے گا خواہ وہ املائی تحریر میں موجود ہو حاصل کلام یہ ہے کہ میزان و معیار زبان ہے''33۔ عروضی تحریر سے مراد شعر کی تقطیع کرنا ہے جس کی مدد سے یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ شعر کس بحر میں ہے اور شعر وزن میں ہے یا منکسر ہے۔ اس جانچ کے لیے ملفوظ الفاظ میں متحرک کے مقابلے متحرک اور ساکن کے مقابلے ساکن رکھا جاتا ہے اور اس میں صرف بول کا اعتبار رہتا ہے نہ کہ تحریر کا چنانچہ ''حرٌّ'' تحریری اعتبار سے دو حرف ہے لیکن بول کے لحاظ سے یہ چار حروف ہیں کیونکہ اسے عروضی تحریر میں ''حررن'' لکھا جاتا

ہے۔اسی طرح لفظ ''فاستبشر وا'' میں تحریر کے لحاظ سے نو حروف ہیں لیکن نطق کے لحاظ سے سات حروف ہیں۔اس لیے کہ ہمزۂ وصل اور الف جمع دونوں بولے نہیں جاتے اور تقطیع کے وقت اسے ''فستبشر وٗ'' لکھا جاتا ہے۔متنبّی کا شعر ہے ۔

مضت الدهور و ما أتين بمثله ☆ ولقد أتى فعجزن عن نظرائه

یہی شعر خط عروضی میں یوں لکھا جائے گا ۔

مضتد دهو رُ و ما أتيـ/ـنَ بمثلهي ☆ و لقد أتا /فعجزن عن /نظرائهي

جب ہم اردو زبان میں عروضی تحریر پر غور کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا کہ وہ انھیں قواعد و اصول پر مشتمل ہے جو عرب عروضیوں نے وضع کیے ہیں۔ البتہ کہیں کہیں معمولی اختلافات نظر آتے ہیں جس کی وجہ دونوں زبانوں کا طبعی فرق ہے۔ ہندوستانی عروضیوں نے حروف کی تقسیم مکتوبہ غیر ملفوظہ اور ملفوظہ غیر مکتوبہ میں کی ہے۔پہلی قسم عروضی تحریر میں نہیں لکھی جاتی اور دوسری قسم لکھی جاتی ہے خواہ وہ عام تحریر میں موجود نہ ہو۔اس قاعدے کی بنیاد پر مضعف حروف کو دو حرف لکھا جاتا ہے جیسے ''شدت'' کو ''شد دت'' لکھا جاتا ہے۔تنوین کو نون ساکن لکھا جاتا ہے جیسے ''فوراً'' کو ''فورن''۔الف مد عام خط میں نہیں لکھا جاتا لیکن عروضی تحریر میں لکھا جاتا ہے جیسے ''الٰہی'' کو ''الاہی''۔اسی طرح تمام حروف مکتوبہ غیر ملفوظہ کو ساقط کر دیا جاتا ہے 34 جیسے ''ال'' شمسیہ، الف وصل اور خواب جیسے اردو الفاظ سے واو۔ یہ اصول عربی عروض میں معروف ومتداول ہونے کے ساتھ اردو میں بھی رائج ہیں۔اگر ہمیں بحر مجتث کی مثال میں مرزا اسد اللہ خاں غالب کا مذکورہ شعر عروضی تحریر میں لکھنا ہو تو اس طرح لکھا جائے گا:

هريك با / ت پِ كهتے / ہُ تم كِ تو / كا هے

تُمی بتا / وُ یِ اندا / زِ گفتگو / كا هے

اس کا وزن ''مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن'' دو مرتبہ ہے۔عربی کی طرح اردو عروض میں بھی تقطیع کو حقیقی اور غیر حقیقی میں تقسیم کیا گیا ہے۔ بہر حال تقطیع حقیقی یہ کہ معروف بحروں میں سے کسی بحر کے مطابق ہو جیسے مندرذیل شعر کی تقطیع ملاحظہ کیجیے:

وحشت گئی نہ بعد فنا بھی مرا غبار
باتیں کرے ہے سقفِ سپہرِ کہن کے ساتھ

وحشت گ /	اِی نَ بعدِ /	فنا بی مِ /	را غبار
باتیں کَ /	رے ہ سقفِ /	سپہرے کُ /	ہن کسات
مفعولُ /	فاعلات /	مفاعیلُ /	فاعلن

تقطیع غیر حقیقی یہ ہے کہ اس کے ارکان معروف بحروں میں سے کسی بحر سے مرکب نہ ہوں خواہ اس کے ارکان اس کے الفاظ کے مطابق ہوں جیسے اسی شعر کی تقطیع دیکھئے:

وحشت گئی / نہ بعد / فنا بھی / مرا غبار
مستفعلن / فعولُ / فعولن / مفاعلان35؎

دوم: قافیہ

عروض اور قافیہ دراصل ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں جن کو الگ کرنا ممکن نہیں ہے۔ یہ دونوں عربی شعر کی بنیاد ہیں۔ عربوں کے نزدیک شعر کا مفہوم ہے کلام موزوں و مقفیٰ۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کو مخصوص علاحدہ نام اس لیے دیا گیا تا کہ مطالعے میں آسانی ہو اور یہ ظاہر ہو کہ قافیے کی اہمیت شعری عمل میں وزن سے کم نہیں ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ عرب شعرا اور عربی شاعری سے متعلقین کے نزدیک قافیے کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ کبھی قصیدے پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اور کبھی نفس شاعری پر، اعشیٰ کا شعر ہے ؎

فكيف أنا وانتحالي القوا

في بعد المشيب كفى ذلك عارا

(بڑھاپے میں میں کسی کے اشعار کو اپنا بتاؤں اس سے بڑھ کر کوئی شرم کی بات نہیں)

کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ؎

فمن للقوافي شأنَها من يحوكها

إذا ما ثوى كعب وفوّز جرول

(اگر کعب اور حطیہ ہلاک ہو جائیں تو شاعری کی زلف ان کے بعد کون سنوارے گا)

لغت میں قافیہ: قفا اثرہ یقفوہ سے ماخوذ ہے: پیچھے ہونا اور اتباع کرنا۔ عربوں سے منقول ہے: قفّی علی اثرہ بفلان: کسی کو تابع بنانا، پیچھے لگانا۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے" ثم قفینا علی آثارھم برسلنا"۔[36] قافیة الرأس یعنی سر کا پچھلا حصہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:"یعقد الشیطان علی قافیة رأس أحدکم ثلاث عقد۔۔۔ فإذا قام من اللیل فتوضأ وصلی انحلت عقدہ"۔[37]

قافیے کو قافیہ اسی لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اپنے ماقبل کے بعد آتا ہے یا اس لیے کہ یہ شعر کے آخر میں ہوتا ہے۔ ابن درید نے کہا کہ " قافیہ اس لیے نام رکھا گیا کیونکہ اس کا بعض بعض کے بعد آتا ہے...... بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ قافیہ اس لیے کہا گیا کیونکہ " فاعلہ " بمعنی مفعولہ ہے۔ گویا کہ شاعر اس کے پیچھے چل رہا ہے یعنی اس کی اتباع کر رہا ہے اسے طلب کر رہا ہے"۔[38]

خلیل بن احمد نے قافیے کی اصطلاحی تعریف یوں بیان کی ہے:

"بأنها مجموع الحرفین الساکنین الذین في آخر البیت ، و ما بینهما من المتحرکات مع المتحرك الذي قبل الساکن الأول"[39]

(قافیہ ایسے دو ساکن حروف کا مجموعہ ہے جو شعر کے آخر میں آتے ہیں۔ اور ان دونوں کے درمیان جو متحرک حروف ہوتے ہیں مع اس متحرک کے جو ساکن اول سے قبل ہو۔)

اردو زبان میں علم قافیہ مفصل و مکمل طور پر عربی سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ اردو میں یہ فن اپنے تمام مصطلحات، موضوعات، اصول اور قوانین کے ساتھ عربی سے مستعار لیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ علم قافیہ کی کوئی عربی کتاب اردو میں ترجمہ کی جائے تو اسے اس فن کے نصاب کا حصہ بنایا جا سکتا ہے۔ ہندوستانی عروضیوں نے قافیے کی وہی تعریف کی ہے جو اوپر خلیل کے حوالے سے نقل کی گئی۔ قادر بخش صابر رقم طراز ہیں:

" قافیہ ان حروف و حرکات سے عبارت ہے جن کا شعر کے آخر میں مکرر آنا لازمی یا مستحسن ہے"۔[40]

اردو ادب کے فنون پر عربی زبان کے اثرات کی زبردست دلیل صابر کا وہ قول ہے جو انھوں نے قافیے کی تعریف میں مستعمل لفظ ''استحسان'' کے تعلق سے کی ہے۔ بیان تعریف کے بعد آگے لکھتے ہیں:

> ''اور قید اخیر کا فائدہ یہ ہے کہ شعرائے فارس تاسیس اور دخیل کو مثلاً مستحسنات بدیعی کے قبیل سے جانتے ہیں، نہ یہ کہ قافیہ کے متحقق ہونے میں ان سے چارہ نہیں، ہر چند اس صورت میں ذکر ان حروف کا تعریف قافیہ میں ضرور نہ تھا لیکن چونکہ شعرائے عرب کے نزدیک ماہیئت قافیہ کے جز ہیں عروضیان فارسی نے ان کی تقلید سے ان کو بھی اجزائے قافیہ کے ساتھ محسوب کرلیا ہے پس ان حروف کو حروف قافیہ سے شمار کرنا باعتبار مجاز کے ہے''

ایک زبان پر دوسری زبان کے اثرات کے سلسلے میں جتنا تصور کیا جاسکتا ہے یہ اس کی ایک مثال ہے۔ گوکہ دنیا کی تمام زبانوں میں تاثیر وتاثر کا عمل قائم ہے اور یہ عام بات ہے لیکن عربی زبان کا جس قدر اردو پر اثر ہے کسی دوسری زبان میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ چنانچہ عربی زبان نے اردو پر اس درجہ اثرات مرتب کیے کہ اردو زبان کے عروضیوں نے عرب عروضیوں کی پیروی میں حرف تاسیس اور دخیل کو بھی ذکر کردیا اور بحث کا حصہ بنادیا جبکہ یہ دونوں اردو قافیے کے لیے لازم حروف میں شامل نہیں ہیں۔ یعنی انھوں نے عربی زبان کی پیروی میں ان چیزوں کا التزام کیا جو لازم بھی نہیں تھیں۔

اردو کتابوں میں قافیے کی لغوی اصطلاحی تعریف کے بعد حروف قافیہ کا ذکر ہوتا ہے۔ یہ کل نو حروف ہیں: روی، تاسیس، دخیل، ردف، وصل، خروج، قید، مزید، نائرہ۔ حروف کے ذکر کے بعد ان کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔[41] ابتدائی چھ حروف عربی قافیے کے لیے لازم ہیں جو عربی کتابوں میں انھیں اسما اور تعریفات کے ساتھ مذکور ہیں۔[42]

روی وہ حرف ہے جس پر قصیدے کی بنیاد ہوتی ہے۔ اردو اور عربی دونوں میں قصیدے کی اس کی طرف نسبت کی جاتی ہے۔

حرف تاسیس کی تعریف میں صابر یوں رقم طراز ہیں:

> ''تاسیس وہ الف ہے کہ روی سے پہلے، اور روی اور اس میں ایک حرف متحرک

واسطہ ہو جیسے جاہل اور کاہل کا الف اور ہائے ہوز کا نام دخیل ہے اور دخیل کا اختلاف درست ہے کس واسطے کہ جاہل کا قافیہ عادل کے ساتھ روا ہے، یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر قافیہ میں وہ ہی حرف بعینہ مکرر رہو اور یہ دونوں واجب التکرار نہیں اس واسطے عادل کا قافیہ دل کے ساتھ بھی درست ہے"۔[43]

مندرجہ بالا عبارت میں تین باتیں قابل ذکر ہیں جن کی طرف اشارہ ضروری ہے:

اول: گلستان سخن میں صابر نے تاسیس اور دخیل کی جو تعریف کی ہے وہ وہی تعریف ہے جو عربی کتابوں میں ان دونوں حروف قافیہ کی کی گئی ہے۔ تنوخی لکھتے ہیں:

"هو مأخوذ من "أسست البناء" و تأسيس ألف بينها وبين الروي حرف يكون بعدها و قبله ويسمى الدخيل تعاقبه جميع الحروف".[44]

(وہ "أسست البناء" سے ماخوذ ہے۔ تاسیس وہ الف ہے کہ اس کے اور روی کے درمیان ایک حرف ہو جو الف کے بعد ہو اور روی سے پہلے ہو، اسے دخیل اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ تمام حروف اس کے بعد آتے ہیں)

دوم: صابر نے ایک قصیدے کے قافیوں میں دخیل کی حرکت باقی رکھتے ہوئے اس میں اختلاف کے جواز کا ذکر کیا ہے جو کہ درحقیقت عربی قافیے میں معمول بہا ہے لیکن اس کے باوجود تنوخی نے صراحتاً اس کا ذکر نہیں کیا البتہ انھوں نے تاسیس کی جو مثالیں درج کی ہیں اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ ان مثالوں میں نابغہ کا یہ شعر بھی مذکور ہے ؎

كِليني لِهَمٍّ يا أميمة ناصب

وليلٍ أقاسيه بطيء الكواكب

اور اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس شعر میں ''ناصب'' کا ''الف'' تاسیس اور صاد دخیل واقع ہوا ہے اور ''الکواکب'' کا الف تاسیس اور با سے قبل جو کاف ہے وہ دخیل ہے''۔[45]

گرچہ کہ دوسرے مصنفین نے دخیل کی حرکت کو باقی رکھتے ہوئے اس کے اختلاف کی صراحت کی ہے۔ مثال کے طور پر امین علی السید دخیل کی تعریف کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"وهذا الحرف لا يلتزم بعينه ، وإنما يلتزم بنظيره ، و تلتزم حركته"[46]

(اس حرف کا بعینہ التزام ضروری نہیں ہے۔ البتہ اس کے نظیر اور حرکت کا التزام کیا جائے گا۔)

سوم: حرف تاسیس اردو قافیے کے لازم حروف میں شامل نہیں ہے۔ دخیل بھی تاسیس کے ہی حکم میں ہے۔ اسی لیے اردو شاعر کے لیے قصیدے کے تمام قوافی میں تاسیس کا التزام لازم نہیں ہے بلکہ ''دل'' قافیے کے ساتھ ''عادل، شامل اور کامل وغیرہ'' قوافی بھی استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ اس کے التزام سے شعری حسن میں اضافہ ہوجاتا ہے اس اعتبار سے اس کا التزام بہتر مانا جاتا ہے۔ جبکہ عربی قافیے کے برخلاف اسے محسنات میں شمار کیا گیا کیونکہ تاسیس وہاں حروف لازم ہے جب بھی اسے استعمال کیا جائے گا اس کا التزام واجب ہوگا۔

اردو قافیے کی حرکات بعینہ وہی ہیں جو عربی حروف قافیہ کی حرکات ہیں۔ جو کہ چھ ہیں: رس، اشباع، مجری، حذو، توجیہ اور نفاذ۔ اردو نے ان حرکات کو ان کے نام اور تعریفات کے ساتھ عربی سے مستعار لیا ہے۔ تنوخی اور صابر نے ان حرکات کی جو تعریفات پیش کی ہیں آئندہ سطور میں ان کے درمیان موازنہ کیا جائے گا۔

رس:

تنوخی لکھتے ہیں:

"فالرس حركة ما قبل ألف التأسيس ، مثل حركة الصاد في قوله:

لأمـركِ مـا تـدري الطـوارق بـالـحـصـى

ولا زاجـرات الـطيـر مـا الـلـه صـانـع"[47]

(رس الف تاسیس سے قبل حرکت کا نام ہے۔ جیسے شاعر کے قول میں لفظ صانع کے صاد کی حرکت)

صابر لکھتے ہیں:

''رس الف تاسیس کے پہلے حرف کی حرکت مثلاً جاہل اور کامل کے جیم اور کاف کا فتحہ''۔[48]

اشباع

تنوخی رقم طراز ہیں:

”حـركة الـدخيل أية حركة كانت“ ثم ذكر ثلاثة أبيات قوافيها على الترتيب ”جاهِل و كابل و عالَم“۔ 49

(حرکت دخیل کوئی بھی حرکت ہوسکتی ہے۔اس کے بعد تنوخی نے تین اشعار ذکر کیے ہیں جن کے قوافی ''جاہل، کابُل اور عالَم'' ہیں۔)

صابر رقم طراز ہیں:

''اشباع دخیل کی حرکت ضمہ ہو یا فتحہ یا کسرہ مثلاً تجاہل اور تغافل، داور، وخاور، و کافر اور مسافر''۔ 50

مجریٰ

تنوخی لکھتے ہیں:

”والمجرى حركة الروي ، مثل حركة الميم في قول زهير :

رأيــت الـمـنــايــا خَبـْطَ عَشْوَاءَ من تُصِب

تُــمِتـــه ومــن تُــخْـطِــئْ يُـعَـمَّــرَ فَيَهْــرَمِ

فـالـميم روي و حركتها بالكسر مجرى ، والياء وصل و كذلك حاله في الرفع والنصب“۔ 51

(مجریٰ روی کی حرکت ہے۔ جیسے زہیر کے شعر میں میم کی حرکت، فَیَہْرَ مِ کی میم روی ہے اور اس کی حرکت کسرہ کے ساتھ مجریٰ ہے یا وصل ہے۔اس کی یہی صورت حالت رفع اور نصب میں بھی ہے۔)

صابر فرماتے ہیں:

''مجریٰ روی کی حرکت جبکہ کسی حرف کے ملنے سے متحرک ہوجاوے مثلاً بارش کے رے کا کسرہ''۔ 52

اردو قافیے کے عیوب بے شمار ہیں ان میں چند مشہور: اقواء، اکفاء، ایطاء اور اسناد ہیں۔ ان کا شمار عربی قافیے کے عیوب میں بھی ہوتا ہے بلکہ یہ عیوب عربی سے ہی اردو میں اپنے ناموں اور اصطلاحی معنوں کے ساتھ داخل ہوئے ہیں۔[53]

روی کو مقید اور مطلق میں تقسیم کرنے اور ان کی تعریفات میں بھی اردو قافیے پر عربی کے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ قافیے میں روی کی اہمیت کے پیش نظر مصنفین نے عربی کتابوں میں اس کے لیے مستقل باب یا فصل قائم کی ہے۔ اردو کتابوں میں بھی اسی طریقۂ کار کی پیروی کی گئی ہے چنانچہ صابر نے ایک مستقل فصل روی کے احوال کے لیے قائم کی ہے۔[54]

عربی اور اردو دونوں زبانوں میں قافیے کو مقید اور مطلق دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مطلق یہ ہے کہ اس کا روی متحرک ہو اور مقید یہ ہے کہ اس کا روی ساکن ہو۔ اس کے بعد قافیہ مطلق کو دو حصوں مجردہ اور مردوفہ میں تقسیم کیا گیا۔ مجردہ جو تاسیس اور ردف سے خالی ہو۔ مردوفہ وہ قوافی ہیں جو ردف پر مشتمل ہوں۔ اردو مصادر میں اسے مردوفہ کے بجائے مردفہ کہا جاتا ہے اور وہ موسسہ جو حرف تاسیس اور قافیہ مقیدہ پر مشتمل ہو اس کو انھیں اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے۔[55]

●

حواشی

1- ابوالطیب اللغوی، متوفی 351ھ، مراتب النحویین، تدوین: ابوالفضل ابراہیم، (قاہرہ: دار نہضۃ مصر، 1994) ص58

2- تحت مادہ، (ع ر ض) ص 832

3- گلستان سخن، تدوین: وحید قریشی، (طبع اول؛ لاہور: مجلس ترقی ادب، 1966) ص 138

4- قادر بخش صابر، 138

5- معیار البلاغت، ص71

6- أرجوزۃ کا حاشیہ، شیخ محمد الحنفی کی کتاب القول السدید الشافی، (مصر: مطبعۃ محمد آفندی مصطفیٰ، 1320ھ) ص4

7- کمال احمد صدیقی، آہنگ اور عروض، (طبع اول؛ نئی دہلی: ترقی اردو بیورو 1989) ص8

8- غلام حسین بلگرامی، قواعد عروض، مطبع شام اودھ، 1288ھ؛ نجم الغنی رامپوری، مفتاح البلاغت؛ محمد حسن عسکری، آئینۂ بلاغت

9- سحر بدایونی، معیار البلاغت، ص75

10- نجم الغنی رامپوری، مفتاح البلاغت، ص3

11- غلام حسین بلگرامی، قواعد عروض، ص325

12- بدیر متولی حمید، میزان الشعر، طبع اول؛ قاہرہ: دار المعرفہ، 1961، ص 23؛ غلام حسین بلگرامی، قواعد عروض، ص44؛ نجم الغنی رامپوری، مفتاح البلاغت، ص18

13- بدیر متولی حمید، میزان الشعر، ص 28-27؛ غلام حسین بلگرامی، قواعد عروض، ص45؛ نجم الغنی رامپوری، مفتاح البلاغت، ص18؛ قادر بخش صابر، گلستان سخن، ص 151-150

14- بدیر متولی حمید، میزان الشعر، ص27؛ غلام حسین بلگرامی، قواعد عروض، ص45؛ محمد حسن عسکری، آئینۂ بلاغت، ص 119

15- بدیر متولی حمید، میزان الشعر، ص27؛ غلام حسین بلگرامی، قواعد عروض، ص44؛ قادر بخش صابر، گلستان سخن، ص151؛ محمد حسن عسکری، آئینۂ بلاغت، ص121

16- بدیر متولی حمید، میزان الشعر، ص 24؛ غلام حسین بلگرامی، قواعد عروض، ص 45؛ قادر بخش صابر، گلستان سخن، ص151؛ محمد حسن عسکری، آئینۂ بلاغت، ص119

-17 بدریہ متولی حمید، میزان الشعر،ص24؛ غلام حسین بلگرامی،قواعد عروض،ص52-53

-18 بدریہ متولی حمید، میزان الشعر،ص25؛ غلام حسین بلگرامی،قواعد عروض،ص48؛ قادر بخش صابر،گلستان سخن،ص157

-19 بدریہ متولی حمید، میزان الشعر،ص26؛ غلام حسین بلگرامی،قواعد عروض،ص48؛ قادر بخش صابر،گلستان سخن،ص155

-20 کمال احمد صدیقی، آہنگ اور عروض،ص189

-21 بدریہ متولی حمید، میزان الشعر،ص71

-22 ایضاً،ص83

-23 ایضاً،ص76

-24 ایضاً،ص128

-25 ایضاً،ص135

-26 ایضاً،ص95

-27 ایضاً،ص104

-28 کمال احمد صدیقی، آہنگ اور عروض،ص210

-29 بدریہ متولی حمید، میزان الشعر،ص109

-30 ایضاً،ص117

-31 ایضاً،ص118

-32 ایضاً،ص121

-33 امین علی السید، العروض والقافیۃ،(طبع اول؛ ریاض: جامعۃ امام محمد بن سعود1402ھ)،ص20

-34 محمد حسن عسکری، آئینۂ بلاغت،ص126

-35 ایضاً،ص127

-36 سورۂ حدید، آیت نمبر:27

-37 امام بخاری اور مسلم دونوں نے الفاظ میں معمولی اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے

-38 تنوخی، کتاب القوافی، تدوین: عمر الاسعد،(طبع اول؛ بیروت: دارالارشاد،1970)،ص57

-39 امین علی السید، العروض والقافیہ،ص81

40- گلستانِ سخن، ص163

41- نجم الغنی، مفتاح البلاغت، ص36-35؛ محمد حسن عسکری، آئینۂ بلاغت، ص159-144

42- تنوخی، کتاب القوافی، ص97-74؛ بدیر متولی حمید، میزان الشعر، ص160-156؛ امین علی السید، العروض والقافیہ، ص85-84

43- گلستانِ سخن، ص163

44- کتاب القوافی، ص83

45- ایضاً

46- العروض والقافیۃ، ص85

47- کتاب القوافی، ص98

48- گلستانِ سخن، ص166

49- کتاب القوافی، ص99

50- گلستانِ سخن، ص166

51- کتاب القوافی، ص100

52- گلستانِ سخن، ص166

53- تنوخی، کتاب القوافی، ص117 وبعد؛ قادر بخش صابر، گلستانِ سخن، ص167 وبعد؛ نجم الغنی، مفتاح البلاغت، ص36 بعد؛ محمد حسن عسکری، آئینۂ بلاغت، ص150 وبعد

54- گلستانِ سخن، ص169

55- مقدمہ کتاب القوافی، ص48؛ سحر بدایونی، معیار البلاغت، ص100

فصل سوم

اردو زبان کے قواعد نحو وصرف پر عربی زبان کے اثرات

اردو زبان کا کتب خانہ اردو نحو وصرف کی ایسی جامع کتابوں سے تقریباً خالی نظر آتا ہے جو اکیڈمک سطح پر مرتب ہوئی ہوں۔ اس سلسلے میں ہندوستانی وغیر ہندوستانی مصنفین کی جانب سے جو کوششیں ہوئی ہیں وہ انفرادی نوعیت کی ہیں۔ جب ہم اردو زبان کے قواعد نحو وصرف کی کتابوں کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں بیسویں صدی عیسوی سے پہلے لکھی گئی کتابیں مواد اور منہج کے اعتبار سے عربی نحو وصرف کی کتابوں کا چربہ نظر آتی ہیں۔ حتیٰ کہ اردو اور عربی زبان کے اصولی اختلافات کو بھی ان کتابوں میں پیش نظر نہیں رکھا گیا اور نہ ہی اردو زبان کے مزاج اور اس کی آریائی اصل کی رعایت کی گئی۔ رہی بات ان کتابوں کی جو بیسویں صدی میں منظر عام پر آئیں تو مصباح القواعد کے علاوہ ان کتابوں کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ان میں قدیم منہج کی اندھی مخالفت کی گئی ہے اور ان کتابوں کے مصنفین نے اس بات کی بھرپور کوشش کی ہے کہ اردو زبان کے قواعد کو عربی زبان کے اثرات سے دور رکھا جائے اور اس کی اصطلاحات کو تبدیل کر دیا جائے۔ حالانکہ ان کو سمجھنا چاہیے تھا کہ محض اصطلاحات کی تبدیلی سے صورت حال پر کچھ بھی فرق نہیں پڑتا ہے اور مشکل اپنی حالت پر باقی رہتی ہے۔ اس مشکل مسئلہ کو سلجھانے کے لیے دو میدانوں میں بھرپور صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔

ایک یہ کہ عربی زبان اوراس کے قواعد پر مکمل دسترس ہواور ہندوستانی زبانوں کے قواعد سے بھرپور واقفیت ہو، خاص کر وہ زبانیں جو اردو زبان کی بنیاد سمجھی جاتی ہیں۔اسی طرح اردو زبان پر پڑنے والے عربی زبان کے اثرات کا وسیع وعمیق علم ہو۔دوسرے یہ کہ علم لسانیات میں مہارت حاصل ہو تاکہ اس اہم کام کوسرانجام دینے اوراردو زبان پر عربی زبان کے قابل انطباق اورنا قابل انطباق قواعد کے درمیان حد فاصل قائم کرتے ہوئے یہ بات ذہن نشین رہے کہ اردو زبان آریائی مزاج رکھنے کی وجہ سے عربی زبان سے مختلف ہے۔یہ بات درست نہیں ہے کہ ہم ابن حاجب کے قافیہ کا اردو ترجمہ اردونحو کے نصاب میں داخل کردیں۔اسی طرح یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ عربی کوسامی الاصل زبان قرار دے کراردو زبان کوعربی اصطلاحات سے اس وجہ سے معریٰ کردیں کیونکہ اردو آریائی اصل سے تعلق رکھنے والی زبان ہے۔نیز یہ بھی صحیح نہیں ہوگا کہ ہم ان اصطلاحات میں ایسی ترمیم کریں جس کا کوئی فائدہ نہ ہوجیسا کہ اردو کے بہت سے علما نے کیا ہے۔مثلاً ڈاکٹرعبدالحق نے لفظ موضوع کی دوقسمیں کی ہیں: اول وہ جواپنے معنی پر خود دلالت کرے، دوم وہ جواپنے معنی پر خود دلالت نہ کرے۔پھرانھوں نے اسم اورفعل کوپہلی قسم کے تحت ذکرکیا ہےاورحرف کودوسری قسم کے تحت۔[1] ڈاکٹرصاحب کی یہ تقسیم نحوکی عربی اوراردو کی قدیم کتابوں کے خلاف ہے؛ کیونکہ ان تمام کتابوں میں لفظ موضوع کواولاً اسم ،فعل اورحرف میں تقسیم کیا گیا ہے پھران تینوں میں سے ہرایک کی دوقسمیں کی گئی ہیں: اول وہ جواپنے معنی پرخود دلالت کرے، دوم: جواپنے معنی پرخود دلالت نہ کرے۔مقدم کوموخراورموخرکومقدم کرکےاس طرح کی تبدیلی کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اسی طرح ڈاکٹرعبدالحق نے انگریزی زبان کی پیروی میں ضمیرکو بلا واسطہ لفظ موضوع کی ایک قسم قراردیا ہےاوراسمائے استفہام ،اسمائے اشارہ اوراسمائے موصول کوضمیرکی قسمیں گردانا ہے۔[2] جبکہ عربی نحوکی کتابوں میں ضمیرکواسم کی ایک قسم شمارکیا گیا ہے۔یقیناً یہ ایک بے سود و بے فائدہ ترمیم ہے۔

یہ بات محتاج بیان نہیں ہے کہ اہل زبان کواپنی مادری زبان کے قواعد سے واقفیت کی ضرورت نہیں ہوتی ہے؛ کیونکہ وہ اپنی مادری زبان کوفطری بنیاد پراستعمال کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ نحوی یاصرفی قواعد کی مدد سے بے نیاز ہوتے ہیں۔اسی سبب سے اہل ہندکواردو زبان کے

قواعد وضع کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی؛ لیکن جب انگریزوں نے ہندوستان پر قبضہ کیا تو انھیں اپنی سیاسی و معاشی ضروریات کی تکمیل اور باشندگان ہند کے ساتھ لین دین کرنے کے لیے ملک کے بیشتر علاقوں میں رائج اردو زبان سے واقف منتظمین اور افسران تیار کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے انھوں نے اردو زبان کے قواعد وضع کرنے کی طرف توجہ مبذول کی؛ چنانچہ ڈاکٹر عبدالحق رقم طراز ہیں:

> ''صرف ونحو کی ابتدا یا اس کے متعلق جد و جہد ہمیشہ غیر قوم والوں کی طرف سے ہوتی ہے کیونکہ اہل زبان اس سے مستغنی ہوتے ہیں۔ یہی حال اردو زبان کا ہوا۔ اس کی صرف ونحو اور لغت کی طرف اول اول یورپ نے بہ ضرورت توجہ کی۔ اس کے بعد جب اہل ملک نے یہ دیکھا کہ ان لوگوں کو اردو پڑھنے کا شوق ہے تو ان کی دیکھا دیکھی یا ان کے فائدے کی غرض سے خود بھی کتابیں لکھنی شروع کیں۔ بعد ازاں جب یہ زبان مدارس میں پڑھائی جانے لگی تو طلبہ کے لیے کتابیں لکھی جانے لگیں۔ چنانچہ آج تک جس قدر کتابیں لکھی گئیں ان کی اصل غرض و غایت یہی ہے''۔

اردو زبان میں نحو و صرف کی کتابیں تدوین کرنے کی طرف اہل مغرب نے پہل کی ہے؛ کیونکہ انھیں ضرورت تھی کہ وہ اپنے ہم وطنوں کو اردو کی تعلیم دیں اور ایسے کارکنان و افسران ملازمین و منتظمین کی کھیپ تیار کریں جو علاقائی زبان پر مہارت رکھتی ہو۔ اس سلسلے کا سب پہلا کام جان جوشوا کٹلر کے ہاتھوں انجام پایا جس نے مغل بادشاہ شاہ عالم (1712-1708) اور جہاں دارشاہ (1712) کے زمانے میں ہندوستان کا دورہ کیا تھا۔ اسے مغل دربار میں ہالینڈ کی طرف سے سفیر بنا کر بھیجا گیا تھا۔ بعد میں وہ گجرات کے شہر سورت میں موجود ڈچ کمپنی میں منیجر کے عہدہ پر فائز ہوا۔ اس نے ہندوستان میں تقریباً تیس سال گزارے اور اس طویل مدت میں ہندوستانی زبانیں سیکھیں۔ خاص کر اردو زبان پر دسترس حاصل کی جسے اس وقت مشترک زبان کی حیثیت حاصل تھی۔ اس نے اردو (ہندوستانی) زبان کے موضوع پر لاطینی زبان میں ایک کتاب بھی لکھی جس میں اردو کی تمام عبارتیں اور جملے اطالوی رسم الخط میں لکھے۔ یہ کتاب 1743 میں شائع ہوئی۔

اس کتاب کے بعد مشہور عیسائی مبلغ شلز کی کتاب کا نمبر آتا ہے جو 1744 میں شائع ہوئی۔ ڈاکٹر عبدالحق کہتے ہیں کہ شلز کٹلر کی کتاب سے واقف تھا۔ اس نے اپنی کتاب کے مقدمے میں اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔ یہ کتاب بھی لاطینی زبان میں تالیف کی گئی مگر اس میں اردو کے تمام الفاظ عربی اور فارسی رسم الخط میں لکھے گئے۔ 1772 میں اردو قواعد کے موضوع پر ہیڈلی کی کتاب شائع ہوئی۔ اس کے بعد اس موضوع پر ایک بڑی تعداد میں کتابیں منظر عام پر آئیں۔ جن میں سب سے زیادہ شہرت جان گلکرسٹ کی کتاب کو حاصل ہوئی جو 1809 میں طبع ہوئی۔ گلکرسٹ کی زیر نگرانی فورٹ ولیم کالج نے جو کارہائے نمایاں انجام دیے اس کی وجہ سے اس کو اردو زبان کی تاریخ میں بے پناہ شہرت حاصل ہوئی۔ 1813 میں اس موضوع پر جان شیکسپیئر کی کتاب پہلی مرتبہ طبع ہوئی۔ پھر آنے والے سالوں میں یہ کتاب متعدد مرتبہ زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ ولیم ٹینٹ نے بھی ہندوستانی زبانوں کا مقدمہ نامی ایک کتاب تصنیف کی۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ 1827 میں کلکتہ سے شائع ہوئی۔ اس کتاب کے تین اجزا ہیں جن میں سے ایک اردو زبان کے قواعد پر مشتمل ہے۔

ہندوستان میں ایک ایسا مستشرق بھی گزرا ہے جو ڈاکٹر عبدالحق کے بہ قول اردو زبان اور اس کے قواعد کے سلسلے میں گلکرسٹ کے بعد سب پر فوقیت رکھتا ہے اور وہ ہے فرانسیسی اسکالر گارساں دتاسی۔ اس نے ایک کتاب لکھی جس میں اس نے علم لسانیات کی روشنی میں ہندوستانی زبان کے اصولوں کا جائزہ لیا۔ یہ کتاب 1829 میں پیرس سے شائع ہوئی۔ اردو زبان کے قواعد کے موضوع پر اس کتاب سے ماخوذ ایک طویل مضمون 1838 میں مجلّہ المجمع الاسلامی میں شائع ہوا۔ 3

اردو نحو و صرف کے موضوع پر لکھنے والے سامراجیوں اور مستشرقین کی ایک لمبی فہرست ہے جو ہمارے لیے بہت زیادہ دلچسپی کا باعث نہیں؛ کیونکہ ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے وہ اس بات پر دلالت کرنے کے لیے کافی ہے کہ اردو زبان کے قواعد کو مدون کرنے کی تحریک سامراجی انگریزوں کے ہاتھوں شروع ہوئی جن کا مقصد اپنے قبضے کو مستحکم کرنا اور اپنے دائرۂ تسلط کو وسیع کرنا تھا؛ نہ کہ زبان کی خدمت جیسا کہ اردو زبان کے بہت سے قدیم و جدید مصنفین کو مغالطہ ہے۔

انیسویں صدی عیسوی کی چوتھی دہائی میں کسی ہندوستانی مصنف کی اس موضوع پر پہلی کتاب منظر عام پر آئی ۔ یہ کتاب انشاء اللہ خاں دہلوی نے دریائے لطافت کے نام سے مرتب کی تھی ۔عبدالسلام کا کہنا ہے کہ امانت علی شوق کے ''حروف اردو'' نامی رسالے کو انشاء اللہ خاں کی تالیف پر سبقت زمانی حاصل ہے؛ کیونکہ امانت علی شوق نے یہ رسالہ 1806 میں ترتیب دیا تھا جبکہ انشاء اللہ خاں نے اپنی کتاب 1807 میں تالیف کی ۔ غالباً ڈاکٹر عبدالحق کو اس رسالے کی اطلاع نہیں تھی یا تھی مگر انھوں نے اسے اس وجہ سے نظرانداز کر دیا کہ یہ رسالہ ناقص ہے اور صرف حرف کی بحثوں تک محدود ہے ۔ دریائے لطافت 1848 میں مرشد آباد سے طبع ہوئی ۔ اس زمانے میں عبدالرحیم کے نام سے مشہور گورکھپور کے ایک عالم نے ''دستور زبان اردو'' نامی کتاب لکھی جس کا ایک مخطوطہ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے ۔بعض محققین نے اس کتاب کو رسالۂ گلکرسٹ اور انشاء اللہ خاں کی کتاب پر ترجیح دی ہے ۔ ڈاکٹر عبدالحق نے اپنے مقدمے میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ سرسید احمد خاں نے بھی اردو نحو و صرف کے موضوع پر ایک رسالہ ترتیب دیا تھا ۔ جو 1840 میں تیار کیا گیا ۔اس کے بعد 1843 میں احمد دہلوی کی کتاب ، 1849 میں امام بخش صہبائی کی کتاب ، مولوی کریم الدین ، مولوی اسماعیل میرٹھی ، نواب حیدر یار جنگ بہادر ، راجہ شیو پرشاد اور رائے درگا پرشاد وغیرہ کی کتابیں منظر عام پر آئیں ۔[4]

بیسویں صدی کے اوائل میں اس موضوع پر ایک ایسی اہم کتاب منظر عام پر آئی جس سے بعد میں آنے والا کوئی بھی مصنف یا محقق مستغنی نہ رہ سکا ۔ یہ محمد خاں جالندھری کی ''مصباح القواعد'' ہے ۔[5] یہ کتاب 1904 میں لاہور سے طبع ہوئی ۔ ڈاکٹر عبدالحق نے اس موضوع پر ایسی کتاب لکھی جسے قواعد اردو پر لکھی جانے والے تمام کتابوں میں سب سے زیادہ شہرت ملی اور حلقۂ ارباب ذوق میں اس کتاب کو نمایاں مقام حاصل ہوا ۔ اردو نحو و صرف کے میدان میں یہ کتاب بنیادی اور مستند مرجع شمار کی جانے لگی ۔ یقیناً اس کتاب کو جو قبولیت حاصل ہوئی وہ کسی اور کتاب کے حصے میں نہیں آئی ۔ اس کا پہلا ایڈیشن مطبع ناظر لکھنؤ سے شائع ہوا ۔ جس زمانے میں یہ کتاب لکھی گئی اسی زمانے میں ڈھاکہ یونیورسٹی بنگلہ دیش کے صدر شعبۂ فارسی و اردو

فداعلی خاں آرین زبانوں کے قواعد کی بنیاد پر اردو قواعد کو اپنے افکار کی بنیاد پر ترتیب دے رہے تھے؛ مگر ان کی اس کاوش کو منصۂ شہود پر آتے آتے ایک زمانہ لگا؛ اور گزشتہ صدی کے اواخر میں ان کی یہ کاوش زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی۔

ڈاکٹر عبدالحق کی کتاب کے بعد کوئی قابلِ ذکر کتاب تالیف نہیں کی گئی۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی صدر شعبۂ اردو کراچی یونیورسٹی کی دو جلدوں پر مشتمل ''جامع القواعد'' 1971 میں زیورِ طبع سے آراستہ ہونے تک تنہا اس کتاب کو مرجعیت حاصل رہی۔ ڈاکٹر صدیقی نے اپنی یہ کتاب لسانیات سے متعلق جدید آرا کو پیشِ نظر رکھ کر ترتیب دی ہے۔ اس تفصیلی کتاب میں اردو زبان کے قواعد پر بحیثیت آرین زبان بحث کی گئی ہے۔[6] اسی طرح ڈاکٹر شوکت سبزواری نے اردو قواعد کے موضوع پر ایک جامع کتاب ترتیب دینی شروع کی؛ لیکن عمر نے وفا نہ کی جس کی وجہ سے کتاب پایۂ تکمیل تک نہیں پہنچ سکی۔ زیرِ ترتیب کتاب کے بعض مضامین پاکستانی میگزین ''اسلوب'' میں شائع ہوئے تھے۔

عصرِ قدیم و جدید کی یہ وہ بعض مشہور کاوشیں ہیں جو اردو قواعد کی ترتیب و تدوین کے سلسلے میں انجام دی گئیں۔ یہ کاوشیں جیسا کہ ہم نے شروع میں ذکر کیا ہے انفرادی نوعیت کی ہیں جن کو مختلف مصنفین نے اپنے ذوق اور دلچسپی کے اعتبار سے انجام دیا ہے۔ اردو زبان کے نحوی و صرفی قواعد ابھی بھی اس بات کے شدید متقاضی ہیں کی وسیع پیمانے پر ان کی چھان پھٹک کی جائے اور کسی علمی اکیڈمی کی زیرِ نگرانی ان کی ترتیب و تدوین کے لیے اجتماعی طور پر ایک بڑی کوشش کی جائے جیسا کہ تمام زندہ زبانوں میں ہوتا ہے۔

اردو نحو و صرف پر عربی زبان کے جو اثرات پڑے ان میں سب سے قابلِ توجہ امر یہ ہے کہ اردو زبان نے آرین مزاج رکھنے کے باوجود تمام نحوی و صرفی اصطلاحات عربی زبان سے مستعار لی ہیں۔ ان میں سے چند کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

نحو، صرف، حروفِ تہجی، حروفِ شمسی، حروفِ قمری، حرفِ علت، حرفِ صحیح، حرفِ معجم، حرفِ مہمل، موحدہ (جیسے: یائے موحدہ)، مثنّاہ (جیسے: تائے مثنّاہ)، مثلثہ (جیسے: ثائے مثلثہ)، اعراب، حرکات، سکنات، فتحہ، مفتوح، کسرہ، مکسور، ضمہ، مضموم، متحرک، جزم، وقف، تشدید، مد،

ممدود، تنوین، نون غنہ، الف ممدود، الف مقصور، واو معروف، واو مجہول، واو معدول، یائے معروف، یائے مجہول، حذف، محذوف، ترخیم، مرخم، ملفوظ، غیر ملفوظ، تخفیف، تحریک، تسکین، اشباع، امالہ، ادغام، اشتقاق، مقدر، قیاس، سماعی، لفظ، کلمہ، کلام، اسم، فعل، حرف، جامد، مشتق، مصدر، مصدر اصلی، مصدر جعلی، لازم، متعدی، فاعل، مفعول، مجرد، مزید فیہ، ماضی، ماضی مطلق، ماضی قریب، ماضی بعید، ماضی استمراری، ماضی احتمالی یا شکی، ماضی شرطی، ماضی تمنائی، مضارع، حال، مستقبل، امر، نہی، معروف، مجہول، مثبت، منفی، تذکیر، تانیث، مذکر، مونث، غائب، حاضر، متکلم، واحد، جمع، نفی، اثبات، اسم فعل، افعال ناقصہ، اسم فاعل، اسم مفعول، حاصل مصدر، معرفہ، نکرہ، علم، خطاب، لقب، کنیت، عرف، تخلص، ضمیر، اضمار قبل الذکر، اسم اشارہ، اسم موصول، اسم آلہ، اسم ظرف، ظرف مکان، ظرف زمان، اسم صوت، اسم مکبر، اسم مصغر، اسماء کنایہ، اسماء استفہام، تصغیر، اسم صفت، صفت مشبہ، اسم عدد، اسم تفضیل، اسم مبالغہ، تانیث حقیقی، تانیث غیر حقیقی، جمع الجمع، اسم جمع، جمع مکسر، جمع سالم، اسم جنس، مرکب، ناقص، اضافہ، مرکب اضافی، مرکب توصیفی، مرکب امتزاجی، بدل، مبدل منہ، تابع مہمل، تابع موضوع، تاکید، موکد، تمیز، ممیّز، مرکب تام، مرکب مفید، جملہ، جملہ انشائیہ، جملہ خبریہ، جملہ اسمیہ، جملہ فعلیہ، نائب فاعل، مفعول بہ، مفعول فیہ، مفعول لہ، مفعول مطلق، جار، مجرور، حال، ذوالحال، مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ، قسم، مقسم بہ، ندا، منادی، ندبہ، مندوب بہ، جملۂ معترضہ، مشبہ فعل، جملہ معطوفہ، جملہ شرطیہ، جملہ ندائیہ، جملہ قسمیہ، جملہ مستانفہ، حرف جر، حرف عطف، حرف اضراب، حرف استدراک، حرف استثنا، حرف نفی، حرف علت، حرف شرط، حرف حصر، حرف قسم، حرف تاکید، حرف تنبیہ، حرف تشبیہ، حرف استفہام، حرف ندا، حرف تفسیر، حرف تفریع، حرف تحقیق، حروف مفاجات وغیرہ۔[7]

اصطلاحات کی اتنی بڑی تعداد واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ اردو پر عربی زبان کا قابل لحاظ اثر پڑا ہے؛ چنانچہ ڈاکٹر عبدالحق اپنی کتاب کے مقدمے میں رقم طراز ہیں:

> ’’عربی زبان اور صرف ونحو کا اثر فارسی، ترکی اور اردو زبانوں پر بہت کچھ ہوا ہے اور اب تک عربی اصطلاحات صرف ونحو ان زبانوں کی قواعد میں برابر جاری ہیں؛ بلکہ فارسی، اردو کی صرف ونحو عربی صرف ونحو کی نقل ہے‘‘۔[8]

اس میں کوئی شک نہیں کہ اردو قواعد اس ناحیے سے بہ ظاہر عربی قواعد کی ایسی نقل ہے جو اپنی اصل سے پوری مطابقت رکھتی ہے۔ مختلف علوم وفنون اور زندگی کے مختلف شعبہ جات سے متعلق عربی الفاظ کی بڑی تعداد اردو میں موجود ہے لہٰذا ان اصطلاحات کو تبدیل کرنا بے معنی عمل محسوس ہوتا ہے؛ البتہ وہ الفاظ جو اردو زبان کے مزاج سے میل نہیں کھاتے اور اس کے بنیادی ڈھانچے سے ہم آہنگ نہیں ہیں ایسے الفاظ کو حذف کرنے یا ان کو تبدیل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اردو کے بعض افعال عربی الفاظ سے بنائے گئے ہیں ۔ افعال بنانے کے لیے لفظ میں معمولی اضافہ کرتے ہوئے آخر میں ''نا'' مصدر یہ بڑھا دیا گیا؛ تاکہ وہ الفاظ مصدری معنی پر دلالت کریں۔ یہ افعال بھی اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ عربی زبان نے اردو زبان پر بہت گہرا اثر چھوڑا ہے۔ مندرجہ ذیل چند الفاظ ملاحظہ کریں:

''بدلنا'': یہ عربی لفظ ''بدل'' سے ماخوذ ہے۔ متعدی مصدر ''بدلوانا'' اسی لازم مصدر سے مشتق ہے۔ ''بدلہ'' بمعنی اجرت، ''بدلائی'' سامان تجارت میں تبادلہ کے عمل سے پیدا ہونے والے فرق کے معنی میں عام ہے، ''بدلی'' تبدیلی، ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔

''ہولنا'': (ڈرنا) یہ عربی لفظ ''ہول'' سے بنایا گیا ہے۔ ''ہولانا'' فعل متعدی اسی سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں: ڈرانا۔ مصدر ''قبولنا'' و ''قبلوانا'' اعتراف کرنا اور دوسرے سے اعتراف کروانا۔ ''کفنانا'' اور ''دفنانا'' وغیرہ۔ مگر اس قسم کے الفاظ اردو زبان میں فصیح نہیں سمجھے جاتے اس لیے ان کے متبادل دوسرے مصادر استعمال کیے جاتے ہیں جیسے: ''ڈرنا، ڈرانا، اعتراف کرنا، اعتراف کرانا، دفن کرنا''۔

اردو میں بہت سے ایسے مصادر مستعمل ہیں جو عربی الفاظ سے مشتق ہیں اور ان کے ساتھ اردو مصادر کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ ان مصادر کی کئی قسمیں ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

الف۔ ''ہونا''، جیسے: ختم ہونا، فنا ہونا، دفن ہونا، ثابت ہونا وغیرہ۔

ب۔ ''کرنا''، جیسے: حملہ کرنا، فتح کرنا، نفرت کرنا، شروع کرنا، اقرار کرنا، ظلم کرنا، شک کرنا، ثابت کرنا، نصیحت کرنا، سوال کرنا وغیرہ۔

ج۔ ''کروانا''، جیسے: حملہ کروانا، شروع کروانا۔

د۔ ’’دینا‘‘، جیسے: تعلیم دینا، جواب دینا، حساب دینا۔

ح۔ ’’لگانا‘‘، جیسے: قیاس لگانا، تہمت لگانا، الزام لگانا۔

اس طرح کے افعال کی ایک بڑی تعداد اردو ڈکشنری میں موجود ہے جس سے ان لوگوں کی رائے کی تردید ہوتی ہے جن کا کہنا ہے کہ اردو زبان نے عربی سے صرف اسما مستعار لیے ہیں۔

اردو پر پڑنے والے عربی زبان کے اثرات کا ایک نتیجہ یہ ہے کہ عربی ہی کی طرح اردو افعال بھی فاعل کے مذکر یا مونث ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اردو زبان کی یہ ایسی خصوصیت ہے جو نہ کسی ہندوستانی زبان میں موجود ہے اور نہ فارسی زبان میں؛ لہٰذا لامحالہ یہ عربی زبان کا اثر ہے اور وہیں سے یہ خاصیت اردو میں منتقل ہوئی ہے۔ موجودہ دور کے بعض جدید مصنفین [9] نے اس خصوصیت کو سنسکرت سے جوڑنے کی کوشش کی اور اردو پر پڑنے والے سنسکرت کے اثرات میں اس کو شمار کیا ہے۔ لیکن ظاہر ہے ان کی یہ کوشش ایسی ہے جس کی نہ کوئی بنیاد ہے اور نہ تاریخی سند؛ کیونکہ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ اردو پر سنسکرت کا براہ راست کوئی اثر نہیں پڑا؛ بلکہ اردو زبان پر اس کا اثر ہندوستانی زبانوں کے واسطے سے آیا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جس وقت ہندوستانی زبانوں کا اردو زبان کے ساتھ تعلق قائم ہوا اس وقت تک مذکورہ بالا خصوصیت خود انھیں مصنفین [10] کے بہ قول ہندوستانی زبانوں میں ناپید ہو چکی تھی لہٰذا اردو زبان میں سنسکرت سے اس خصوصیت کی منتقلی کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔

اردو زبان نے جمع بنانے کے لیے بھی عربی زبان سے کئی قواعد مستعار لیے ہیں۔ ذوی الارواح کے لیے یا اور نون کا اضافہ کرنا، جیسے: حاضرین، سامعین، غافلین، معاصرین، محبین، متکلمین، قارئین، عاشقین، معلمین، ماہرین، فاتحین وغیرہ۔ [11]

عربی جمع مذکر سالم کے قاعدے پر واو اور نون کا اضافہ کرنا، جیسے: عالموں، فاضلوں، ماہروں، فاتحوں وغیرہ۔ مگر ان کے نون کا نقطہ گرا دیا جاتا ہے۔ اسے اردو میں ’’نون غنہ‘‘ کہا جاتا ہے؛ کیونکہ ان کی ادائیگی ناک سے ہوتی ہے۔ اکثر و بیشتر اردو الفاظ جن میں عربی کے مستعار الفاظ بھی شامل ہیں، کی جمع فارسی قاعدے کے مطابق بنائی جاتی ہے جیسے کرسی میں الف و نون کا اضافہ کر کے اس کی جمع کرسیاں۔ اس نون پر بھی نقطہ نہیں لکھا جاتا ہے اور اسے بھی ناک کے ذریعہ ادا کیا جاتا ہے۔

اردو کے بعض مذکر و مونث الفاظ کے اخیر میں جمع مونث سالم کی علامت ''ات'' کا اضافہ کرنا بھی عربی تاثیر کا نتیجہ ہے، جیسے: کمالات، خیالات، اصلاحات، مقامات، مکانات، حادثات وغیرہ۔

اسی طرح اردو نے عربی جمع مکسر کے بہت سے اوزان بھی مستعار لیے ہیں۔ چند اوزان مندرجہ ذیل ہیں:

1- اَفْعَال : اخبار، احکام، اصحاب، اعمال، اشکال، اقسام وغیرہ۔
2- فُعُول : امور، علوم، غیوب، ملوک، فنون، اصول وغیرہ۔
3- فُعَلاء : شعراء، ادباء، عقلاء، فقراء، غرباء، شرفاء وغیرہ۔[12]
4- اَفعِلاء : اقرباء، انبیاء، اولیاء، اطباء، احباء، اغنیاء وغیرہ۔[13]
5- فِعَال : خصال، بحار، بلاد، صیام وغیرہ۔
6- فُعَّال : عشاق، کفار، حکام، خدام وغیرہ۔
7- اَفعِلہ : ادویہ، السنہ، ازمنہ، امثلہ وغیرہ۔
8- فَعَائِل : جزائر، حقائق، رسائل، مصائب، نوائب وغیرہ۔
9- فَوَاعِل : قواعد، ضوابط، جواہر وغیرہ۔[14]
10- مفاعل : مناصب، مدارس[15]، مراحل، مقابر وغیرہ۔
11- تفاعیل : تفاصیل، تراکیب، تصانیف[16]، تسابیح، تراویح وغیرہ۔
12- افاعل : اکابر، اصاغر، اوامر وغیرہ۔[17]
13- مفاعیل: مساکین، مکاتیب، مفاتیح، مشاہیر وغیرہ۔[18]
14- فُعُل : کتب، رسل، طرق، سبل وغیرہ۔
15- فِعَل : سیر، ملل، حصص، ہمم وغیرہ۔
16- فَعَلہ : طلبہ، جہلہ (اسے ''جہلا'' لکھا جاتا ہے) وغیرہ۔
17- فَعالیل : سلاطین، تواریخ، اسالیب وغیرہ۔
18- فواعیل : قوانین، فوانیس، بواسیر وغیرہ۔
19- فِعلان : اخوان، غلمان وغیرہ۔

20- فَعَالِلَہ : ملائکہ،فراعنہ،اساتذہ وغیرہ

ان اوزان کے علاوہ اردو میں مختلف قلیل الاستعمال اوزان بھی پائے جاتے ہیں ۔نیز اردو میں عربی کی جمع من غیر لفظہ (غیر لفظ سے جمع) بھی رائج ہے جیسے ''امرأۃ'' کی جمع ''نساء'' اور''اُمّ'' کی جمع ''امہات'' وغیرہ۔

اردو زبان میں تثنیہ کا کوئی تصور نہیں ہے۔مگر اس نے عربی زبان سے تثنیہ کے بعض الفاظ مستعار لیے ہیں، جو ہمیشہ حالتِ نصبی میں لکھے جاتے ہیں ، جیسے والدین ، دارین ، جانبین ، فریقین،ضدین،قوسین،نعلین ،قطبین ،شیخین ،صاحبین ،حرمین ،طرفین،عیدین،سبطین ،حسنین ، متخاصمین وغیرہ۔

عربی زبان کے وہ حروف جو فعل کو اسم سے یا اسم کو اسم سے جوڑنے کا کام کرتے ہیں،ان کی ایک قابلِ لحاظ تعداد اردو زبان میں پائی جاتی ہے۔ان حروف میں ۔''ل'' جیسے: لہٰذا، برائے بیان علت و جزا ''لیکن''،''اِلاّ '' استدراک کے لیے،قسم کے لیے''باء''، جیسے: باللہ، یہ''باء''قسم کے علاوہ استعانت اور عوض وغیرہ کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے، استثناء کے لیے''الا'' ، ''سوا''،(سویٰ)اور''ماسوا''(ماسویٰ)،نفی کے لیے''حاشاوکلا''،اوراظہارِ افسوس کے لیے''اف'' وغیرہ قابل ذکر ہیں۔[19]

عربی کے بعض دوسرے حروف بھی اردو میں اپنا وجود رکھتے ہیں ،مثلاً:''من''تبعیضیہ جیسے:من وجہٍ (کسی سبب سے)۔حروف نفی ''لا'' جیسے: لاعلاج،لاثانی۔''ما''موصولہ،جیسے : ماحضر ماحصل۔''علیٰ'' جیسے:علی الاتصال،علی الاعلان،علی الرغم،علی الصباح ۔حرف جر''فی'' جیسے: فی امان اللہ،فی الواقع ، فی الحال وغیرہ۔

اردو نے عربی نحو میں مستعمل اسم جمع بھی مستعار لی ہے۔اسم جمع وہ اسم ہے جو ساخت کے اعتبار سے واحد ہوتا ہے مگر کثیر پر دلالت کرتا ہے۔جیسے: فوج، امت،قوم وغیرہ۔اسی طرح اردو زبان میں عربی کے متعدد اسمائے مشتقات کا استعمال جابجا نظر آتا ہے،مثلاً

1- عربی اسم مفعول جیسے : مظلوم،مرحوم، مغفور، ماجور،محکوم وغیرہ۔

2- عربی اسم فاعل جیسے : عالم،عاقل،ظالم،حاکم وغیرہ۔

3- عربی صفت مشبہ جیسے : شریف، کریم، ذلیل، حبیب وغیرہ۔

4- عربی اسم آلہ جیسے : میزان، مسواک، مقراض وغیرہ۔

5- عربی اسم مبالغہ جیسے : علامہ، قتّال، سجاد وغیرہ۔

6- عربی اسم تفضیل جیسے : اکبر، اصغر، ادنیٰ، اعلیٰ، اظہر من الشّمس وغیرہ۔

اردو میں عربی کی بعض متصل و منفصل ضمیریں بھی مروج ہیں۔ضمیر منفصل جیسے: ''ہو''، ''انا'' وغیرہ[20]۔ضمیر متصل جیسے: ''بہ''، ''فیہما''، ''علیہم''، ''عزیزی''، ''شیخنا'' وغیرہ۔[21]

کسی چیز کی طرف نسبت کا قاعدہ بھی اردو نے عربی سے مستعار لیا ہے، جیسے صحافی، عربی، ہندی، مصری، سعودی، صدیقی، علوی، ذاتی، عطائی وغیرہ۔ یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ یہ قواعد اکثر و بیشتر اردو زبان کے انہی الفاظ میں جاری ہوتے ہیں جن کی اصل عربی ہے۔عربی سے اردو میں آنے والے الفاظ اکثر حالات میں ایک ہی ہیئت میں استعمال ہوتے ہیں،ان کی مختلف گردانیں نہیں آتیں، کیونکہ اردو زبان وحدت لفظ کو بنیاد بناتی ہے، مادہ لفظیہ کی اس زبان میں کوئی اہمیت نہیں ہے، برخلاف عربی زبان کے کہ اس میں بنیادی طور پر لفظ کے مادہ لفظیہ کو بنیاد بنایا جاتا ہے، نا کہ وحدت لفظ کو۔

اردو زبان میں نہ صرف عربی کے الفاظ و معانی اور اصطلاحات و قواعد مستعار لیے گئے ہیں بلکہ تعریف، ترتیب اور تقسیم کے اعتبار سے ان قواعد کو بیان کرنے میں عربی کتابوں کے منہج کی بھی پیروی کی گئی ہے۔

راقم یہاں جان گلکرسٹ کے اس رسالے سے جو اس نے اردو زبان کے قواعد کے موضوع پر ترتیب دیا ہے، چند مثالیں پیش کرنا چاہتا ہے، تاکہ یہ بات واضح ہوجائے کہ عربی زبان نے اردو قواعد پر کس قدر اپنا اثر ڈالا ہے،گلکرسٹ کا یہ رسالہ اردو قواعد کی تاریخ میں خشتِ اول سمجھا جاتا ہے۔

گلکرسٹ کلمے کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے:

''وہ لفظ ہے کہ موضوع ہو واسطے ایک معنی کے''[22]

اس تعریف کا اگر عربی میں ترجمہ کریں تو یوں ہوگا: ''لفظ وضع لمعنیً مفرد ''

گلکرسٹ کی تعریف بعینہ وہی تعریف ہے جو عربی کی کتابوں میں ملتی ہے، بلکہ اس کا لفظ بہ لفظ ترجمہ ہے،ابن حاجب نے اپنی کتاب میں ''کلمہ'' کی تعریف انھیں الفاظ کے ذریعہ کی ہے؛ چنانچہ وہ رقم طراز ہیں: ''الكلمة لفظ وضع لمعنى مفرد''۔ 23ے

پھر کلمہ کو اسم ،فعل اور حرف تین قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ گلکرسٹ نے اسم کی تعریف یوں کی ہے:

''وہ کلمہ ہے کہ دلالت کرے ایک معنی پر ساتھ استقلال کے،یعنی دلالت کے واسطے محتاج دوسرے کا نہ ہو اور اس کے معنی کے ساتھ زمانہ نہ سمجھا جائے''۔ 24ے

ابن حاجب نے اسم کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

''مادل على معنى في نفسه غير مقترن باحد الأزمنة الثلاثه''۔ 25ے

(جو اپنے معنی پر خود دلالت کرے اور اس میں تینوں زمانوں میں سے کوئی زمانہ نہ پایا جائے)

گلکرسٹ کی تعریف میں موجود تشریحی الفاظ اگر حذف کر دیے جائیں تو پھر دونوں تعریفوں میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہے گا۔

گلکرسٹ نے اسم کو مشتق ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے عربی کتابوں کے نہج پر اس کی تین قسمیں کی ہیں اور پھر ان میں سے ہر ایک کی تعریف کی ہے؛ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

''نوع اول۔ جامد: وہ اسم ہے کہ نہ وہ مشتق ہے نہ مشتق منہ ہے، یعنی نکلا ہے کسی سے نہ اس سے کوئی نکلا ہے۔'' 26ے

''نوع ثانی۔ مصدر: وہ کہ نکلیں اس سے افعال یا اسمائے مشتقہ، اور علامت مصدر کی ہندی میں حرف ''نا'' یعنی نون والف ساکن ہے، اور مصدر کی چار قسم ہیں: لازم، جیسا آنا، جانا۔ متعدی بہ یک مفعول، جیسا: مارنا، کاٹنا۔ متعدی بہ دو مفعول، مثلاً کٹوانا، دلوانا۔ متعدی بہ سہ مفعول جیسا: دلانا۔'' 27ے

''نوع سوم۔ مشتق: وہ اسم ہے کہ نکلے مصادر سے، پس مشتق کی چار قسمیں ہیں۔
قسم اول۔ اسم فاعل: وہ کہ دلالت کرے ذات پر اس کی جس سے فعل صادر ہو،

جیسا مارنے والا، یا قائم ہو جس میں، مثلاً مرنے والا۔

قسم دوم۔اسم مفعول: وہ کہ دلالت کرے ذات پر اس شخص کی جس پر فعل واقع ہو۔

قسم سوم۔اسم حالیہ: کہ وہ دلالت کرے فی الواقع موافق اصطلاح عرب کے حال ہے، یعنی جو بیان کرے ہیئت فاعل یا مفعول کی۔

قسم چہارم۔اسم تفضیل: وہ کہ دلالت کرے اوپر اس بات کے کہ اس کے مدلول کو فضیلت یعنی زیادتی ہے اس کے غیر پر''۔[28]

مشتقات کی یہ وہی تعریفات ہیں جو عربی کتابوں میں وارد ہوئی ہیں۔مثلاً ابن حاجب نے اسم مفعول کی تعریف یوں کی ہے:

''ماوقع علیه فعل الفاعل''۔[29]

(جس پر فاعل کا فعل واقع ہو)

اور حال کی وضاحت یوں کی ہے:

''ماتبین هیئة الفاعل او المفعول''۔[30]

(جو فاعل یا مفعول کی ہیئت بیان کرے)

گلکرسٹ نے اس کے بعد اسم ظرف اور اسم آلہ کا ذکر کیا۔مگر ان دونوں کی تعریف بیان نہیں کی، بلکہ صرف مثالوں کے ذکر پر ہی اکتفا کیا۔پھر اس نے نکرہ اور معرفہ کے اعتبار سے اسم کی تقسیم کی ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے:

''اسم باعتبار تعیین وعدم تعیین کے دو قسم ہے:

قسم اول۔نکرہ: وہ اسم ہے کہ دلالت کرے غیر معین پر۔

قسم دوم۔معرفہ: وہ اسم ہے کہ ایک معین چیز پر دلالت کرے اور معرفہ کی چار نوع ہیں، نوع اول :علم۔نوع دوم:ضمیر۔نوع سوم:اسم اشارہ۔نوع چہارم:اسماء موصول''۔[31]

پھر اس نے تذکیر و تانیث سے بحث کی ہے، وہ لکھتا ہے:

''تذکیر و تانیث دو قسم ہے: حقیقی، غیر حقیقی۔

مذکر حقیقی وہ کہ جس کے مقابلے میں ایک مادہ ہووے، جنسِ حیوان سے۔

اور مؤنث حقیقی وہ کہ جس کے مقابل میں ایک نر ہووے جنسِ حیوان سے۔

اور مذکر و مؤنث غیر حقیقی کی دو قسم ہے:

اول سماعی: وہ کہ اہل زبان سے سنا گیا ہے، اور کوئی قاعدہ مقرر نہیں ہے۔

دوسرا قیاسی: وہ کہ اس کے واسطے کوئی قاعدہ ہووے''۔[32]

اردو زبان کی تذکیر و تانیث عام طور پر آرین زبانوں میں رائج قواعد کے مطابق ہوتی ہے، آرین زبانوں کا قاعدہ ہے کہ جس لفظ کے آخر میں الف ہو وہ مذکر سمجھا جاتا ہے، اور جس کے آخر میں یا ہو وہ مونث سمجھا جاتا ہے۔ البتہ اس قاعدے سے بعض الفاظ مستثنا ہیں، جیسے ''دوا'' مونث ہے، باوجودیکہ اس کے آخر میں الف ہے، یا جیسے ''قاضی، مولوی، حاجی'' وغیرہ الفاظ مذکر ہیں اور مردوں کے لیے وضع کیے گئے ہیں گو کہ ان کے آخر میں ''یا'' موجود ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ''تا'' پر ختم ہونے والے ''رحمت، الفت'' جیسے الفاظ اردو میں مونث سمجھے جاتے ہیں، جب کہ آرین زبانوں میں اس طرح کا کوئی قاعدہ نہیں ہے کہ جو الفاظ ''تا'' پر ختم ہوں وہ مونث سمجھے جائیں، بلکہ یہ قاعدہ عربی زبان کا ہے، لہٰذا اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ''تا'' پر ختم ہونے والے الفاظ کا مونث ہونا عربی زبان کے اثرات کا نتیجہ ہے۔ گلکرسٹ نے اس کے بعد اسما کی حالتیں بیان کی ہیں، وہ لکھتا ہے ''اسما کی پانچ حالتیں ہیں'':

اول۔ حالت فاعلیہ: فاعل وہ ہے جس سے فعل صادر ہووے۔ یا جس میں قائم ہو۔

دوم۔ حالت مفعولیت: مفعول وہ ہے جس پر فعل واقع ہو۔

سوم۔ حالت اضافت: وہ کہ نسبت کیا جاوے ایک لفظ طرف دوسرے کی، پس جس کو نسبت کریں اسی کا نام مضاف اور جس کی طرف نسبت کریں وہ مضاف الیہ، اور ہندی میں اضافت میں اصل یہ ہے کہ مضاف الیہ مقدم ہو مضاف پر۔

چہارم۔ حالت ظرفیت: ظرف وہ وقت یا جگہ کہ جس میں فعل صادر ہووے فاعل سے۔ پس ظرف دونوں ع ہے۔ نوع اول: زمان، وہ دو قسم ہے: مبہم یعنی غیر معین جیسا ''وقت'' محدود یعنی معین جیسا ''برس'' یعنی بارہ مہینے کا۔ نوع دوم: مکان بھی دو قسم ہے

مبہم جیسا ''جگہ'' محدود جیسا ''گھر''۔

پنجم۔حالتِ ندا: منادی وہ ہے جس کو بلایا جائے۔''[33]

اس بحث سے فارغ ہوکر گلکرسٹ نے فعل کی بحث شروع کی اور عربی کتابوں کے نہج پر اس کی تعریف وتقسیم کی۔ چنانچہ اس نے فعل کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

''فعل وہ لفظ ہے کہ دلالت کرے ایک معنی پر ساتھ استقلال کے، اور تینوں زمانوں سے ایک زمانہ اس کے ساتھ سمجھا جائے''۔[34]

پھر اس نے عربی قواعد کے طور پر فعل کی متعدد قسمیں کی ہیں، مثلاً ماضی، حال، مستقبل، مثبت، منفی، لازم، متعدی، صحیح، غیر صحیح وغیرہ۔گلکرسٹ لازم ومتعدی کے متعلق رقم طراز ہے:

''لازم: وہ ہے کہ فقط فاعل میں اس کے معنی تمام ہوں اور محتاج مفعول کی طرف نہ ہو۔

متعدی: وہ کہ فاعل میں تمام نہ ہو بغیر مفعول کے، اور اس کی دو نوع ہیں:

اول۔متعدی بنفسہ: وہ کہ بغیر واسطہ کسی حرفِ زائد وعلامات کے ہووے۔

دوسرا۔متعدی بواسطہ: کسی حرف وعلامات کے متعدی ہووے، پس متعدی بالواسطہ کی تحقیق کے واسطے چار نوع مقرر ہیں''۔[35]

گلکرسٹ حرف کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے:

''حرف وہ لفظ کہ بغیر ملائے دوسرے لفظ کے اس کے معنی سمجھے نہ جائیں''۔[36]

مفرد کی بحث کے بعد گلکرسٹ نے مرکبات کی بحث چھیڑی اور عربی کتابوں کے طرز پر مرکب کو کلامی وغیر کلامی دو قسموں میں تقسیم کیا ہے پھر ہر ایک کی تعریف اور اقسام بیان کی ہے: چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ:

''مرکب غیر کلامی: وہ کہ سننے والا اس پر اکتفا نہ کرے، بلکہ منتظر رہے دوسری بات کا، پس مرکب غیر کلامی کی چار نوع ہیں:

نوع اول۔توصیفی: وہ کہ صفت وموصوف سے مرکب ہو۔

نوع ثانی۔ترکیب اضافی: وہ کہ مضاف مضاف الیہ سے مرکب ہو۔

نوع سوم۔ترکیب عددی: وہ کہ دو عدد سے مرکب ہووے۔

نوع چہارم۔ ترکیب امتزاجی: وہ کہ دو لفظ مل جاویں اس طرح کہ گویا ایک لفظ ہے اور وہ مرکب کسی چیز کا نام ہو۔

کلام و جملہ: وہ مرکب ہے کہ سامع اس کے سننے کے بعد محتاج نہ رہے دوسری بات کا، پس جملہ دو قسم ہیں:

اول۔ اسمیہ: وہ کہ مرکب ہووے مبتدا و خبر سے۔

قسم دوم۔ جملہ فعلیہ: وہ کہ ترکیب پاوے فعل و فاعل سے۔ 37

گلکرسٹ نے اپنے رسالے کے اخیر میں خاتمے کے عنوان سے چند فصلیں قائم کی ہیں، پہلی فصل میں حال اور دوسری فصل میں تمیز سے بحث کی ہے، تیسری فصل میں توابع مثلاً صفت، عطف، تاکید اور بدل وغیرہ کی وضاحت کی ہے۔ اس نے ان قواعد و اصطلاحات اور ان تعریفات و تقسیمات کو ذکر کرنے میں عربی کتابوں کی پیروی کی ہے اور انھیں کا نہج اختیار کیا ہے۔ 38

اس پوری تفصیل سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ عربی زبان نے اردو قواعد پر جو اثر ڈالا ہے وہ ہمہ جہت و ہمہ گیر ہے، اس میں گہرائی بھی ہے اور گیرائی بھی۔ اس حقیقت کے باوجود کہ ان دونوں زبانوں کی اصل ایک دوسرے سے جدا اور مزاج ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اردو پر پڑنے والے عربی زبان کے حیرت انگیز اثرات اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ عربی کو اردو زبان کی وسعت و پھیلاؤ اور اس کی نشو و نما میں غایت درجہ دخل رہا ہے، عربی زبان کے یہ اثرات اس بات پر بھی دلالت کرتے ہیں کہ ہندوستانی مسلمانوں کا زبانِ اردو کے ساتھ ہر زمانے میں گہرا تعلق رہا ہے۔

حواشی

-1 قواعد اردو، طبع دوم؛ دہلی: انجمن ترقی اردو 1975، ص 40

-2 ایضاً

-3 ایضاً، ص 20-15

-4 عبدالسلام، مقدمہ قواعد اردو از فدا علی خاں، پٹنہ: خدا بخش اورینٹل لائبریری 1995، ص 16-12

-5 یہ کتاب مطبعہ رفاہ عام سے شائع ہوئی؛ نیز آگرہ مفید عام پریس سے 1907 میں شائع ہوئی

-6 یہ کتاب لاہور مرکزی اردو بورڈ سے 1971 میں شائع ہوئی

-7 تفصیل کے لیے دیکھیے:

الف: رسالہ گلکرسٹ، تدوین: محمد انصار اللہ، علی گڑھ: 1980

ب: میر انشاء اللہ خاں، دریائے لطافت، اردو ترجمہ: برج موہن دتاتریہ کیفی، (اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو، 1935)

ج: عبدالحق، قواعد اردو

د: فدا علی خاں، قواعد اردو

ہ: ابواللیث صدیقی، جامع القواعد

و: عصمت جاوید، نئے اردو قواعد، طبع اول؛ نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، 1981

-8 قواعد اردو، ص 14

-9 جیسے ڈاکٹر عصمت جاوید، دیکھیے: نئے اردو قواعد، ص 90-89

-10 ایضاً، ص 90

-11 عصمت جاوید لکھتے ہیں: عربی کے اندر جمع سالم میں اسم احوال کے تبدیل ہونے سے بدلتا رہتا ہے، دیکھیے: نئی اردو قواعد، ص 87۔ جبکہ صحیح یہ ہے کہ نہ وہ تبدیل ہوتا ہے نہ ہی اس کا وزن ٹوٹتا ہے اسی وجہ سے تو اسے سالم نام دیا گیا، دراصل اس سے ملحق علامت جمع حالت رفع، نصب و جر میں بدلتی

ہے، اسی طرح ان سے لفظ ''حاضرین'' کوتنوین سے لکھنے میں غلطی ہوئی کیونکہ اس پر کبھی بھی تنوین نہیں آتی۔

12-13 ان الفاظ کو بغیر ہمزے کے استعمال کیا جاتا ہے جو کبھی کبھی لکھا تو جاتا ہے لیکن بولا نہیں جاتا

14-15 عصمت جاوید نے ''فعائل'' وزن کے تحت ''جواہر، مدارس'' الفاظ درج کیے ہیں، دیکھیے: نئی اردو قواعد ص89۔لیکن عربی میں جمع مکسر کا ایسا کوئی وزن موجود ہی نہیں ہے۔

16- عصمت جاوید نے اسے انھیں الفاظ میں شمار کیا ہے جو ''فعالیل'' وزن کے تحت درج کیے جاتے ہیں، جو کہ صراحتاً غلط ہے۔

17-18 عصمت جاوید نے جمع کے یہ دونوں اوزان ذکر نہیں کیے ہیں جب کہ یہ دونوں اردو میں معروف و متداول ہیں۔

19- ڈاکٹر سمیر نے لفظ ''حضور'' کو حروف ایجاب، اور ماشاء اللہ، جزاک اللہ اور سبحان اللہ کو حروف استحسان قرار دیا ہے۔اس کا غلط ہونا بالکل ظاہر ہے۔معجم الالفاظ ص34

20- غالب کہتے ہیں ؎

دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر
ہم اس کے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

21- سودا کا شعر ہے ؎

کعبۂ دل کی حقیقت کو پہنچ اے شیخنا
خانقاہ و مدرسہ تیرا ٹھکانا ہے عبث

22- رسالہ گلکرسٹ،ص52

23- دیکھیے: تدریس نحو کے لیے کیپٹن جان بیلی کی جمع کردہ کتب مروجہ کا مجموعہ، (کلکتہ: مطبعہ ایسٹ انڈیا کمپنی 1805) جلد سوم،ص1

24- رسالہ گلکرسٹ،ص52

25- الکافیہ،ص2

26- رسالہ گلکرسٹ،ص55-54

27- ایضاً،ص55-57

28- ایضاً،ص58-63

29- الکافیہ،ص19

30- ایضاً،ص29

31- رسالہ گلکرسٹ،ص65وبعد

32- ایضاً،ص106-107

33- ایضاً،ص116-121

34- ایضاً،ص130

35- ایضاً،ص147-148

36- ایضاً،ص171

37- ایضاً،ص181-190

38- ایضاً،ص191-196

فصل چہارم

رسم الخط اور املا پر عربی زبان کے اثرات

اس باب میں عربی زبان کی سب سے بڑی عطا حروف تہجی ہیں۔ واو کے علاوہ تمام اردو حروف تہجی شکل، تلفظ اور ترتیب میں عربی حروف ہجا سے مشابہ ہیں۔ کیونکہ متاخرین میں اردو حروف ہجا کی معروف ترتیب میں عربی حروف ہجا کی ترتیب کے برخلاف واو ہا سے پہلے آتا ہے۔ اگر دونوں زبانوں کے اس اختلاف کو تسلیم کرلیا جائے تو غالب گمان ہے کہ یہ فارسی زبان کا اثر ہو۔[1] اردو میں عربی کے علاوہ دوسری زبانوں کے حروف تہجی بھی شامل ہیں جن کی ضرورت ان آوازوں کی ادائیگی کے لیے ناگزیر ہے جو عربی میں نہیں پائی جاتیں۔ اس طرح اردو حروف ہجا کی من جملہ تعداد اکیاون تک پہنچتی ہے جن میں سے سینتیس حروف مفرد اور مابقیہ مرکب ہیں۔

مفرد حروف

ا	ب	پ	ت	ٹ	ث	ج	چ	ح
خ	د	ڈ	ذ	ر	ڑ	ز	ژ	س
ش	ص	ض	ط	ظ	ع	غ	ف	ق
ک	گ	ل	م	ن	و	ھ	ء	ی، ے

مرکب حروف:

بھ	پھ	تھ	ٹھ	جھ	چھ	دھ
ڈھ	رھ	ڑھ	کھ	گھ	مھ	نھ

قابل غور بات یہ ہے کہ غیر عربی حروف بھی عربی حروف تہجی کی طرز پر متعین علامات کے اضافے کے ساتھ عربی رسم الخط میں ہی لکھے جاتے ہیں۔ فارسی آوازوں ''پ، چ، گ، ژ'' کو ظاہر کرنے کے لیے ''ب، ج، ک، ز'' میں معمولی تبدیلی کرتے ہوئے ان کو الگ الگ نام دے دیے گئے۔[2] اسی طرح ہندی آوازوں ''ڈ'' اور ''ڑ'' کے لیے ''د'' اور ''ر'' میں تبدیلی کر کے ان کے مناسب نام دے دیے گئے۔ اردو حروف تہجی کی ترتیب میں جن دیگر زبانوں سے حروف مستعار لیے گئے ہیں ان کی ترتیب کا لحاظ کرنے کے بجائے عربی حروف تہجی کی ترتیب کو ہی برقرار رکھا گیا۔ چنانچہ ''پ'' کو با کے بعد، ''چ'' کو جیم کے بعد، ''گ'' کو کاف کے بعد، ''ژ'' کو زا کے بعد، اسی طرح ہندی آوازوں کو ظاہر کرنے والے حروف ''ڈ'' کو دال کے بعد اور ''ڑ'' کو را کے بعد رکھا گیا۔

علامہ سیوطی علم رسم الخط کا تعارف پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''یہ ایسا علم ہے جس میں حروف کے تلفظ، اصل، زیادتی، کمی، وصل، فصل اور بدل کو ملحوظ رکھتے ہوئے الفاظ کے لکھنے کے طریقۂ کار سے بحث کی جاتی ہے''۔[3] اردو نے علم رسم الخط کو اس کے قواعد، اصول اور تعریف کے ساتھ عربی سے مستعار لیا ہے۔ اردو کے اندر عالم عرب میں معروف تمام خط شامل ہیں جن میں سے متاخرین کے درمیان معروف چھ خطوط ثلث، نسخ، تعلیق، ریحان، محقق اور رقاع کو خاص شہرت حاصل ہے۔ اردو میں مستعمل معروف خط دو خطوں نسخ اور تعلیق کا امتزاج ہے، اسی امتزاج کو نستعلیق کا نام دے دیا گیا۔

اردو میں عام طور پر تحریر کے لیے استعمال کیے جانے والے خط کے علاوہ خط مصحف اور خط عروض بھی معروف ہیں اور یہ دونوں خط عادی سے مختلف ہیں اور ان دونوں خط پر خط عادی کو قیاس نہیں کیا جاتا ہے اور اس کے مطابق عام تحریر نہیں لکھی جاتی ہے۔ اسی لیے کہا جاتا ہے:

" خطان لا يقاسان : خط المصحف لأنه سنة ، و خط العروض لأنه
يثبت فيه ما أثبته اللفظ و يسقط عنه ما أسقطه "

(دوخطوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا: خط مصحف کیونکہ وہ توقیفی ہے، اور خط عروض کیونکہ اس میں جو بولا جاتا ہے وہی لکھا جاتا ہے اور جو نہیں بولا جاتا وہ ساقط ہو جاتا ہے)

اردو کی طویل حرکات جیسے الف، الف ممدودہ، یائے معروف و مجہول، واو معروف و مجہول اور مختصر حرکات جیسے زبر، زیر، پیش، عربی سے ہی مستعار لی گئی ہیں۔ تشدید، جزم اور تنوین اردو میں عربی کی راہ سے داخل ہوئی ہیں۔ اردو میں تنوین بالضمہ اور بالکسرہ یعنی دوپیش اور دوزیر کا استعمال بہت کم ہے۔ مشارٌ الیہ، نسلاً بعد نسلٍ جیسے لفظوں میں ہی اس کی مثال دیکھنے کو ملتی ہے۔ البتہ تنوین بالفتحہ یا دوزبر کا استعمال اس قدر عام ہے کہ اس کا احاطہ مشکل ہے۔

اردو میں حروف کو مخرج کے اعتبار سے حلقی، حنکی، اسنانی، شفوی، انفی وغیرہ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ان کی آوازوں کی تقسیم وقفی، صفیری، مکرر اور مصوتہ وغیرہ میں کی جاتی ہے۔[4]

اردو پر عربی رسم الخط کا ہی اثر ہے کہ جس طرح عربی میں الف، دال، ذال، راء، زاء، واو ایسے حروف ہیں جن کو ملا کر نہیں لکھا جاتا اردو میں بھی انھیں منفرد ہی تحریر کیا جاتا ہے۔ وہ حروف جو عربی کے علاوہ دوسری زبانوں سے آئے اور ان کو انہی حروف کے طرز پر ڈھال لیا گیا ہے ان کو بھی اسی طرز پر لکھا جاتا ہے۔

عربی کی ہی طرح اردو حروف کو بھی شمسی اور قمری دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور عربی میں ان حروف کے جو قواعد ہیں وہی قواعد اردو میں بھی نافذ ہیں۔ اردو املا پر عربی کا اثر ہی ہے کہ حروف کی ان دونوں قسموں کے عربی میں معروف قواعد و اصطلاحات کو اردو میں قبول کر لیا گیا اور اس بات کو بھی ملحوظ نہیں رکھا گیا کہ وہ اردو زبان کے مزاج سے میل کھاتے ہیں یا نہیں۔ مثال کے طور پر یائے مجہول اور واو مجہول پر ہی غور کیجیے۔ مولوی عبدالحق لکھتے ہیں:

''یائے مجہولہ اور واو مجہولہ کی آواز عربی میں نہیں آتی اس لیے عربوں نے اس کا نام مجہول یا عجمی رکھا ہے، لیکن اردو میں یہ آوازیں مجہول یا نامعلوم نہیں رہیں اس لیے یہ نام موزوں نہیں معلوم ہوتے مگر اس قدر کثرت سے مستعمل اور مشہور ہیں کہ دوسرے نام اگر رکھے بھی جائیں تو ان کا رواج پانا مشکل ہے''۔[5]

ہمزہ اردو میں مد کے طور پر داخل ہوا اور حرف شمار کیا جاتا ہے یہ بھی عربی زبان کا ہی اثر ہے۔
مولوی عبدالحق لکھتے ہیں:

''یہ درحقیقت 'ی' اور 'واؤ' کے ساتھ وہی کام دیتا ہے جو مد الف کے ساتھ یعنی جہاں ی کی آواز کھینچ کر نکالنی پڑے اور قریب دو (ی) کے ہو، یا جہاں واو کی آواز معمول سے بڑھ کر نکالی جائے وہاں بطور علامت کے اسے لکھ دیتے ہیں، یہ ہمیشہ ی یا واو کے ساتھ آتا ہے''۔[6]

حد تو یہ ہے کہ عربی املا میں رائج غلطیاں بھی اردو میں در آئیں۔ اسی کا اثر ہے کہ رحمان، صلاۃ، زکاۃ، اسماعیل وغیرہ بہت سے الفاظ قرآن کی کتابت کی اتباع میں رحمٰن، صلوٰۃ، زکوٰۃ، اسمٰعیل لکھے جاتے ہیں۔ حالانکہ اس خط کا استعمال قرآن کریم کے ساتھ مخصوص ہے اس کے علاوہ دوسری جگہ ایسے لکھنا صحیح نہیں ہے۔

اردو میں الف مقصورہ کا وجود نہیں ہے اس کے باوجود اردو میں الف مقصورہ کے سینکڑوں الفاظ موجود ہیں جیسے معری، مصلی، منقی، مدعی (علیہ)، مولی، ادنی، اعلی، اُولیٰ، اَولیٰ وغیرہ۔ حالانکہ مجلس اصلاح رسم الخط نے یہ تجویز پاس کی ہے کہ ان حروف کو الف کے ساتھ لکھا جائے نہ کہ الف مقصورہ کے ساتھ۔[7] قرارداد کی شق ملاحظہ ہو:

''عربی میں جو لفظ الف مقصورہ سے لکھے جاتے ہیں اردو میں وہ معمولی الف سے لکھے جائیں اور ان کی تفصیل یہ ہے کہ اعلی، ادنی، اولی علی حالہ علی حدہ، مولی، مولٰینا، معلیٰ، مصلی، معمی، مربی، معری مدعی علیہ وغیرہ

ان میں سے بہت سے لفظ اردو (اور فارسی) میں معمولی الف سے لکھے جاتے ہیں جیسے: مربا، معرا، مصلا، معما، منقا، تقاضا، تماشا، تمنا، تبرا، تولا، کچھ دونوں طرح سے لکھے جاتے ہیں جیسے: مولا (یا مولی) مولانا (یا مولٰینا) معلا (یا معلیٰ) مدعا علیہ (یا مدعی علیہ) کچھ ایسے ہیں ایک زمانے میں سیدھے الف سے لکھے جاتے تھے، مگر لوگوں نے رجعت کی اور وہ پھر الف مقصورہ سے لکھے جانے لگے، جیسے: اعلا، ادنا، اولا.

'علی حِدَۃٍ' دو لفظ ہیں (جو عربی میں کبھی ملا کر نہیں لکھے جاتے) مگر اردو والے

ان کو ملا کر لکھتے ہیں 'علٰحدہ' یا 'علیحدہ'، بہتر ہے کہ علاحدہ لکھا جائے ۔ان سب لفظوں کو یوں لکھنا چاہیے : ادنا ، اعلا ، اولا ، اؤلا ، مولا ، مولانا ، مدعا علیہ ، متوفا ، مستثنا ، صل علا ، مجلاّ ، معما ، مربا ، علاحدہ ، ناموں کو بھی یوں لکھ سکتے ہیں : عیسا ، موسا ، مصطفا ، مرتضا ، کسرا ، صغرا ، کبرا وغیرہ''۔[8]

بعض اردو لغات میں ان الفاظ کو الف سے ہی لکھا گیا ہے جس سے بعض ادبا کو یہ احتمال ہوا کہ ان اصحاب لغات نے الف مقصورہ کو الف سے بدل دیا ہے[9] حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ اردو لغات میں اس قسم کے جو الفاظ الف کے ساتھ لکھے گئے ہیں وہ ان لغات میں درج کیے جانے سے قبل ہی عام استعمال میں تبدیل ہو چکے تھے اور اسی کی اتباع میں لغات میں بھی انھیں الف مقصورہ کے بجائے الف سے لکھ دیا گیا۔ البتہ اردو لغات میں یہ اہتمام ضرور ملحوظ رکھا گیا کہ جہاں کہیں ایسے الفاظ الف کے ساتھ لکھے ہوتے ہیں وہاں یہ اشارہ ضرور کر دیا جاتا ہے کہ ان الفاظ کو اصل عربی میں الف مقصورہ کے ساتھ لکھتے ہیں۔[10]

خواہ مجلس اصلاح رسم الخط نے قرارداد پاس کر دی اور اہل زبان اس پر زور دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود اردو میں ان الفاظ کو الف مقصورہ کے ساتھ ہی لکھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ سرکاری دفاتر اور یونیورسٹیوں میں بھی یہ قرارداد نافذ العمل نہیں ہے؛ یہ حقیقت ان حضرات سے اوجھل رہی کہ زبانیں قراردادوں اور تجاویز سے پروان نہیں چڑھتیں بلکہ مخصوص فطری قواعد کے مطابق پیدا ہوتی ہیں اور نشو و نما پاتی ہیں۔

حروف کے نام بھی عربی کی طرح اس کے پہلے حرف سے لکھے جاتے ہیں۔ مثلاً قاف کو ''ق'' لکھتے ہیں نہ کہ ''قاف''۔ اردو املا میں حروف کو ملا کر لکھنے اور علاحدہ لکھنے میں عربی املا کی رعایت کا التزام رکھا گیا ہے۔ عربی اور اردو دونوں زبانوں میں اصل یہی ہے کہ ایک لفظ دوسرے لفظ سے علاحدہ لکھا جاتا ہے کیونکہ ہر لفظ کا الگ معنی ہوتا ہے۔ ہاں وہ الفاظ اس قاعدہ سے مستثنا ہیں جو دو لفظ ہوں لیکن ایک شے کے مانند ہوں تو انھیں ملا کر ہی لکھا جائے گا جیسے:

1- مرکب ترکیب مزجی، جیسے: علی گڑھ اور کولکاتا

2- ایسا ہو کہ دونوں لفظوں میں سے کسی ایک سے ابتدا نہ کی جا سکتی ہو جیسے: علامت جمع

3- ایسا ہو کہ دونوں لفظوں میں کسی ایک پر وقف نہ کیا جا سکتا ہو، جیسے: باذن اللہ میں با اور فالحمدللہ وفقط میں فا، کیونکہ وہ نا قابل وصل ہے۔

عربی اور اردو دونوں زبانوں میں اگر ایک ہی لفظ میں دو واو جمع ہو جائیں تو ایک کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے داؤد، طاؤس۔ اسی طرح عربی املا کی پیروی میں ''ابن'' کے الف کو نہ ہی لکھا جاتا ہے نہ بولا جاتا ہے۔

اردو املا میں تائے مدورہ (یعنی ''ۃ'') کی تین شکلیں ہیں:

1- بعض الفاظ میں ہا سے بدل جاتی ہے جیسے سلیقہ، صحیفہ، قرینہ، درجہ، جنازہ، مدرسہ وغیرہ، اسے ہائے مختفی کہا جاتا ہے کیونکہ اس قسم کے الفاظ میں اس کی آواز ہا کے بجائے الف سے قریب ہوتی ہے۔

2- بسا اوقات تائے مبسوط (یعنی ''ت'') سے بدل جاتی ہے جیسے محبت، الفت، رغبت، حیرت، عزت، ذلت، رحمت اور برکت وغیرہ۔ عربی میں ان الفاظ کو بالترتیب اس طرح لکھا جاتا ہے محبة، ألفة، رغبة، حيرة، عزة، ذلة، رحمةاور بركة۔

3- بعض الفاظ میں عربی تائے مدورہ کو ہائے مختفی اور تائے مبسوط دونوں سے لکھا جاتا البتہ دونوں صورتوں میں ان کے معنی میں فرق واقع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اکثر اوقات ان کی مذکر و مونث شکل بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔ اردو املا کا یہ قاعدہ مندرجہ ذیل جدول سے واضح ہو جائے گا:

لفظ	مونث	مذکر
إرادة	ارادت: حسن اعتقاد	ارادہ: قصد
إضافة	اضافت: دوسرے کلمے کی طرف نسبت	اضافہ: توسیع، زیادتی، بڑھوتری
منزلة	منزلت: مقام ومرتبہ	منزلہ: عمارت کی ایک منزل
أهلية	اہلیت: قابلیت	اہلیہ: بیوی (مونث) 11؎
شرارة	شرارت: فتنہ، شر، شغب	شرارہ: شعلہ
رسالة	رسالت: نبوت	رسالہ: خط

باب مفاعلۃ کے وزن پر آنے والے الفاظ تائے مدورہ سے لکھے جاتے ہیں لیکن ایسے الفاظ کو اردو میں ہائے مختفی سے لکھا جاتا ہے جیسے مکالمہ، مجادلہ، محاکمہ، معاہدہ، مطالبہ، مصافحہ، معالجہ، مبالغہ، محاورہ وغیرہ۔ بسا اوقات ایسے بہت سے الفاظ تائے مبسوط سے بھی لکھے جاتے ہیں جیسے مشابہت، مطابقت، مناسبت، مماثلت، مدافعت، مخالفت، مشاورت، مناکحت وغیرہ۔ بعض ایسے الفاظ بھی ہیں جو دونوں طرح لکھے جاتے ہیں لیکن دونوں صورتوں میں ان کے اندر معنوی فرق ہو جاتا ہے جیسے معاشرہ اور معاشرت، مراسلہ اور مراسلت وغیرہ۔

عربی اسم منقوص میں بسا اوقات یا کو حذف کر دیا جاتا ہے لیکن اردو میں اسے ہر حال میں باقی رکھا جاتا ہے سوائے لفظ ''صاف'' کے کیونکہ اردو میں یہ لفظ بغیر یا کے داخل ہوا ہے۔ اہل اردو لفظ ''حاجی'' یا کے ساتھ حج بیت اللہ کرنے والے کے لیے استعمال کرتے ہیں اور یہ سمجھتے کہ لفظ ''حاج''، ''قاض و باغ'' کی مانند اسم منقوص ہے۔ لہٰذا جس طرح ان دونوں الفاظ میں یا کا اضافہ کرتے ہیں لفظ ''حاج'' میں بھی یا لگا کر ''حاجی'' بنا دیا۔ یہی حال اراضی اور اسامی کا بھی ہے البتہ ''آراضی'' کو مد سے لکھتے ہیں۔

عربی املا کی تقلید کرتے ہوئے اردو املا میں تنوین بالفتحہ (دو زبر) والے الفاظ میں الف کا اضافہ کیا جاتا ہے جیسے: اتفاقاً، صریحاً، لازماً، مثلاً، معاً، فوراً، عموماً، خصوصاً وغیرہ۔ بعض ادبا کا خیال ہے کہ تائے مدورہ (''ۃ'') پر ختم ہونے والے الفاظ کے اخیر میں بھی الف کا اضافہ ہونا چاہیے جیسے: حقیقتاً، عادتاً، نسبتاً وغیرہ جو کہ عربی املا میں رائج نہیں ہے۔

اردو میں بہت سے عربی مشدد الفاظ کو بلا تشدید استعمال کیا جاتا ہے جیسے: اہلیت، قضیہ [12] ہدیہ، بقیہ وغیرہ۔ اس کے مقابلے میں بہت سے عربی غیر مشدد الفاظ اردو میں مشدد استعمال ہوتے ہیں جیسے: مروت، نبوت وغیرہ۔ ان الفاظ کی اصل مروءت اور نبوءت ہے۔

اسی طرح بہت سے ساکن الاوسط الفاظ کو متحرک استعمال کیا جاتا ہے جیسے: ''جدی'' یہ زمین کے جنوب میں خط استوا سے 23 ڈگری پر ایک فرضی وخیالی خط ہے۔ اسے یہ نام اس وجہ سے دیا گیا کیونکہ یہ آسمان میں اسی نام کے برج کے متوازی ہے جو چھوٹی بکری کے مانند ہے جسے عربی میں جدی کہا جاتا ہے۔ اردو میں یہ لفظ دال کے زیر کے ساتھ رائج ہو گیا ہے۔ [13] اس کے

برعکس بہت سے ایسے الفاظ کو ساکن استعمال کیا جاتا ہے جو عربی میں متحرک ہیں جیسے: ''حَیَوان'' کو اردو لغات میں یائے ساکن کے ساتھ ''حَیْوان'' درج کیا گیا ہے۔[14]

فِعالہ کے وزن پر آنے والے بے شمار الفاظ ایسے ہیں جنھیں فا کے زبر کے ساتھ لکھا جاتا ہے جیسے: صناعت وطباعت وغیرہ۔[15] عام لوگ اس وزن پر آنے والے الفاظ کو فتحۂ اول کے ساتھ استعمال کرتے ہیں جیسے: بشارت، دیانت، لواطت حالانکہ اردو لغات میں ان الفاظ کو زیر کے ساتھ ضبط کیا گیا ہے۔[16]

عربی کے وہ الفاظ جن کا آخری حرف مشدد ہوتا ہے انھیں اردو میں جزم دے دیا جاتا ہے جیسے: خط، قد، در۔ اردو کی مشہور لغت فیروز اللغات میں پہلا لفظ بلا تشدید ذکر کیا گیا ہے اور بعد کے دونوں الفاظ کے حرف آخر کو مشدد ہی ضبط کیا گیا ہے لیکن یہ اور ان کے ہم مثل الفاظ کو عام وخاص سب مخفف ہی استعمال کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اردو میں لفظ کے آخری حرف کا اعراب ظاہر نہیں کیا جاتا۔ اردو شعرا نے ان الفاظ کو دونوں طرح استعمال کیا ہے۔ حتیٰ کہ ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ ایک ہی سطر میں ایک لفظ کو دونوں طرح استعمال کیا گیا ہے۔ ناسخ کا شعر ہے ؎

خطّ جاناں کے برابر خطِ حدّ ادنہیں

ناسخ نے لفظ ''در'' میں را مشدد استعمال کی ہے ؎

ایسا ہوا نہیں کوئی درّ عدن سفید

دریں اثنا میر حسن نے ''مثنوی سحر البیان'' میں اسے مخفف استعمال کیا ہے ؎

درِ گوش جب اس کا تابندہ ہو

اسی طرح لفظ ''قد'' اردو شاعری میں مشدد استعمال کیا گیا ہے۔ ناسخ کا مصرعہ ؎

میرے رونے کے سبب سے قدّ جاناں بڑھ گیا

دبیر لکھنوی اسے مخفف استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں ؎

قد رکھتا ہے طوبیٰ پہ یہ گیسو نہیں رکھتا
سنبل کو ہیں گیسو قد دل جو نہیں رکھتا

حواشی

1- یہ بات معروف ہے کہ پہلے عربی ہجا کی ترتیب عبری ہجائی ترتیب (ابجد، ہوّز...) پر تھی، موجودہ ترتیب متاخرین کی کارکردگی ہے عربی زبان کے مسلمات میں شامل نہیں ہے چنانچہ فیروز آبادی نے باب ہا کو باب واو پر مقدم کیا ہے لیکن تمام ابواب میں فصل واو کو ہا پر مقدم رکھا ہے۔ اسی بنیاد پر جب ہندوستان میں عربی زبان کے طلبہ کی تدریس کے لیے مرتب کردہ بعض لغات یا کتابچوں میں واو کو ہا پر مقدم کیا گیا تو غلط قرار دینا یا انکار کرنا درست نہیں ہے جیسا کہ ڈاکٹر شفیع شیخ نے کیا ہے، دیکھیے: عربی زبان و ادب کا اردو پر اثر، ص 33، اسی طرح ان کا منجد جیسی عربی لغات کو اس موضوع میں بطور استدلال پیش کرنا تعجب خیز ہے۔

2- ابواللیث صدیقی کہتے ہیں: ان حروف کو ''تازی'' بھی کہا جاتا ہے۔ دیکھیے: جامع القواعد، (لاہور: مرکزی اردو بورڈ، 1971)، ص 209، یہ تسمیہ کسی بھی حال میں درست نہیں ہے کیونکہ لفظ ''تازی'' کا مطلب ہے عرب۔

3- ''رسالۃ فی علم الخط''، مجلۃ الجوائب، (قسطنطنیہ: مطبعۃ الجوائب، 13.2ھ) ص 54

4- غلام رسول، جدید اردو قواعد، 1968، ص 18Ã19

5- قواعد اردو، ص 11، حاشیہ: 1

6- ایضاً، ص 14

7- یہ بھی انہی کوششوں کا حصہ ہے جو اردو زبان کے ایک گروہ کی جانب سے اردو کو عربی سے دور کرنے کے لیے کی گئی تھیں۔ اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ اردو زبان میں نہ الف مقصورہ ہے اور نہ ہی اس کے بنانے کا قاعدہ لیکن اسے بنیاد بنا کر اس کو اردو سے خارج کرنے کا جواز نہیں پیدا ہوتا۔ کیا اردو میں تثنیہ الفاظ موجود نہیں ہیں جب کہ اردو میں تثنیہ و قواعد تثنیہ کا وجود نہیں ہے۔ کیا اردو میں ایسے بے شمار عربی الفاظ رائج نہیں ہیں جن کی جمع عربی قواعد اور عربی اوزان جمع پر بنائی جاتی ہے حالانکہ اردو کا ان قواعد سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ غیر عربی الفاظ کو ان اوزان پر نہیں ڈھالنا چاہیے اور اردو میں اس پر عمل ہوتا ہے۔

8- رشید حسن خاں، اردو املا، (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، 1984)، ص 48-49

9- ایضاً،ص49

10- مثال کے طور پر دیکھیے نور اللغات تحت مادہ ''مدعا''۔

11- ہائے مختفی پر ختم ہونے والے الفاظ میں اصل یہ ہے کہ وہ مذکر ہوں لیکن اگر وہ عورتوں کے نام یا صفات ہوں تو مونث ہی رہیں گے۔

12- فیروز اللغات میں یہ تمام الفاظ یائے مشدد کے ساتھ درج کیے گئے ہیں؛ لیکن اردو کے بعض بڑے شعرا اسے مخفف استعمال کرتے ہیں، مثلاً ظفر کا شعر ہے:

جائیں نکل ہم دشت جنوں کو چھوٹیں گھر کے قضیہ سے

ناک میں دم اے ہوش وخرد ہے آٹھ پہر کے قضیہ سے

13- فیروز اللغات، تحت مادہ۔ ڈاکٹر شفیع شیخ کہتے ہیں: دال مشدد کے ساتھ استعال ہوتا ہے، عربی زبان و ادب کا اردو پر اثر، ص43، یہ اعراب عام استعمال اور اردو لغات دونوں کے خلاف ہے۔

14- فیروز اللغات تحت مادہ

15- فیروز اللغات میں فتحۂ اول کے ساتھ درج ہے۔

16- اردو لغات میں اس کا اعراب عربی وزن فعالہ کے مطابق دیا گیا ہے۔ پس بعض محققین کا اسے محرف الفاظ میں سمجھنا غفلت کی علامت ہے۔ مثلاً دیکھیے: شفیع شیخ، عربی زبان وادب کا اردو پر اثر، ص44۔ شاید کہ انھوں نے عام بول چال پر اعتماد کیا ہے۔ اسی طرح ڈاکٹر شفیع نے اردو لغات میں صحیح عربی اعراب کے ساتھ وارد ہونے والے بہت سے الفاظ کو لفظاً متغیر الفاظ میں شمار کیا ہے جیسے: آدمی، اکسیر، جمہوریت، حمل، سفلی، شمال، عدن، عشر عشیر، عظمت، عفی عنہ، علاقہ، قطار، قلعہ، قوس، قزح، کافر، کلمہ، مساوی، معنون، منافی، میت، نشاط اور انھوں نے انھیں غلط قرار دیا ہے۔ فیروز اللغات وغیرہ لغات میں یہ تمام الفاظ عربی اعراب کے ساتھ درج ہوئے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ بات یہ کہ اردو زبان بولنے والے بعض الفاظ کو تبدیل شدہ شکل میں استعمال کرتے ہیں۔ لیکن ان کو غلط قرار دینا کسی حال میں درست نہیں؛ کیونکہ وہ اب اردو الفاظ ہیں عربی نہیں خواہ وہ عربی سے ہی مستعار لیے گئے ہوں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اردو کی لغات اور اردو ادب کے مصادر کو ان کی تصحیح وتغلیط کے لیے معیار بنایا جائے۔

فصل پنجم

اردو تنقید پر عربی زبان کے اثرات

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اردو تنقید نگاری دور حاضر میں مغربی تنقید نگاری کی اتباع کر رہی ہے اور مغربی ناقدین کی جانب سے ثبت کیے ہوئے نقوش قدم پر جادہ پیمائی کر رہی ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ صورت حال بیسویں صدی کے نصف سے شروع ہوئی ہے، اس سے پہلے کی صورت حال بالکل مختلف نظر آتی ہے، کیونکہ اردو زبان کی ادبی تنقید روز اول سے الطاف حسین حالی کی مرتب کردہ علمی منہجیت پر مبنی پہلی کتاب ''مقدمۂ شعر وشاعری'' کے ظہور تک قدیم عربی تنقید نگاری کی وسعت آفاق میں محو پرواز تھی اور مادہ ومنہج کے اعتبار سے عربی تنقید کی پیروی کر رہی تھی۔

عربی تنقید نگاری کی اتباع میں اردو تنقید کی کتابیں عام طور پر شعر کی تعریف اور اس کی ماہیئت کے بیان سے شروع ہوتی ہیں، پھر شعر کے جواز وعدم جواز کے موضوع اور اس کے الہامی یا اکتسابی ہونے سے بحث کی جاتی ہے۔ اس کے بعد شعر کی خوبیوں اور خامیوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اردو تنقید نگاری کے تمام اصول ومسائل اور جملہ نظریات وموضوعات عربی تنقید سے درآمد کیے گئے ہیں۔ جب ہم اردو تنقید کی ان کتابوں کا جائزہ لیتے ہیں جو بیسویں صدی سے قبل ترتیب دی گئیں تو محسوس ہوتا ہے کہ ہندوستانی ناقدین نے جن موضوعات پر بحث کی ہے، وہ سابق میں

عربی کے قدیم ناقدین کے یہاں بحث ومباحثے کا موضوع رہے ہیں،مثلاً شعراور اخلاق کے درمیان تعلق کا مسئلہ ،شعر کے سچے اور جھوٹے ہونے کا مسئلہ ،لفظ اور معنی کی اہمیت کا مسئلہ ، آمد وآورد کا مسئلہ ،قصیدے میں وحدت موضوع کے التزام اور عدم التزام کا مسئلہ اور مبالغے کے جواز وعدم وجواز کا قضیہ وغیرہ۔

اردو زبان کے عظیم تنقید نگاروں کی فہرست میں ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو عربی زبان سے متاثر رہے ہیں مثلاً محمد حسین آزاد،مولانا الطاف حسین حالی، علامہ شبلی نعمانی، امداد امام اثر، وحید الدین سلیم ،مولوی عبدالرحمٰن خاں ،حسرت موہانی ،ڈاکٹر عبدالحق ،مولانا عبدالسلام ندوی ، نیاز فتح پوری، حامد حسن قادری، مسعود حسین رضوی وغیرہ۔فن تنقید کی یہ وہ مستند وعبقری شخصیات ہیں جنھوں نے اردو تنقید نگاری کی نشو ونما اور اسے پروان چڑھانے میں نا قابل فراموش کردار ادا کیا ہے اور یہی وہ نام ہیں جن پر اس فن میں بھروسہ کیا جاتا ہے اور جن سے اس باب میں رجوع کیا جاتا ہے۔

دنیا کی دیگر زبانوں کی طرح اردو زبان میں بھی جب ادب کی تخلیق شروع ہوئی اسی وقت سے تنقیدی افکار ونظریات نے بھی اپنے وجود کا احساس دلانا شروع کر دیا،اگر چہ ہمیں باضابطہ ادبی تنقید کے قدیم نمونے نہیں ملتے ہیں اور جو قدیم تنقیدی ملاحم وآثار دستیاب ہیں وہ سب تذکروں اور شعری دواوین کے مقدموں میں ملتے ہیں،البتہ ان میں ابہام ، پیچیدگی اور منہجیت کا فقدان ہے۔اسی وجہ سے اردو زبان کی ادبی تنقید کو دو قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

پہلی قسم: غیر منہجی تنقید (منہجیت سے خالی ادبی تنقید): یہ تذکروں میں بکھرے ہوئے تنقیدی افکار اور قدیم شعرا کی تنقیدی آرا کی شکل میں ملتی ہے۔

دوسری قسم: منہجی تنقید: یہ سلسلہ آزاد، حالی اور شبلی سے شروع ہوکر تا حال جاری ہے۔

اسی تقسیم کو بنیاد بنا کر اردو تنقید نگاری میں عربی کے اثرات کا جائزہ لیا جائے گا۔

1- غیر منہجی تنقید

اول: تذکروں میں موجود تنقیدی افکار

اردو زبان کی تذکرہ نگاری عربی تذکرہ نگاری کا تسلسل ہی ہے اور اردو زبان کے تذکروں میں وہی طرز اختیار کیا گیا ہے جو عربی زبان کے تذکروں کا ہے جیسے ابن سلام کی ''طبقات الشعراء''، ابن

قتیبہ کی ''الشعر والشعراء'' اورابن المعتز کی ''طبقات الشعراء'' وغیرہ ۔اردو تذکروں میں شعرا کو طبقات میں تقسیم کرنے ،تعین زمانہ اورانتخاب اشعار کے سلسلے میں عربی زبان کے نہج کوملحوظ رکھا گیاہے،حتیٰ کہ اسلوب اوراصطلاحات بھی عربی زبان ہی سے مستعار لی گئی ہیں ۔

''طبقات شعراء الہند'' کے مصنف کریم الدین اپنی کتاب میں اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ''تذکرہ اور طبقات چونکہ شاخیں فن تاریخ گوئی کی ہیں خصوصاً زبان عربی و فارسی میں اس قسم کی بہت سی تصنیف ہوئی ہیں ان کی دیکھا دیکھی زبان اردو میں بھی اس طریقۂ تصنیف کا استعمال کیا ہے'' ۔[1]

اردو زبان میں تالیف شدہ چند اہم تذکرے مندرجہ ذیل ہیں:

-1	نکات الشعرا	میر تقی میر
-2	مخزنِ نکات (1755)	شیخ محمد قیام الدین
-3	چمستانِ شعرا	رائے لکشمن نارائن شفیق اورنگ آبادی
-4	شعرائے اردو (1773-77)	میر حسن دہلوی
-5	تذکرۂ ہندی (1794)	غلام ہمدانی مصحفی
-6	گلشنِ بے خار	نواب مصطفیٰ خان شیفتہ
-7	طبقات شعراء الہند (1847)	فیلن وکریم الدین
-8	گلستانِ سخن (1855)	مرزا قادر بخش صابر

چونکہ مذکورہ بالا کتابوں کے تفصیلی جائزے کی یہاں گنجائش نہیں ہے اس لیے میں آخری کتاب یعنی گلستانِ سخن میں موجود تنقیدی افکار ونظریات کو پیش کروں گا،اس کو منتخب کرنے کی دو وجوہات ہیں ۔اول یہ کہ اس کتاب میں تقریباً وہ تمام تنقیدی افکار ونظریات شامل ہیں جو مذکورہ بالا تمام کتابوں میں موجود ہیں،دوم یہ کہ اس کتاب کی ابتدا میں ایک طویل مقدمہ ہے جس میں تنقیدی افکار ونظریات سے تفصیلی بحث کی گئی ہے،جس کی وجہ سے مجھے ان افکار ونظریات کو سمجھنے اوران سے واقف ہونے میں کافی سہولت ہوئی ۔

گلستانِ سخن کے مصنف نے اپنے اس مقدمے میں تقریباً انہی بحثوں سے اعتنا کیا ہے جن پر عربی کتابوں میں مباحثے ہوئے ہیں۔ مصنف آغاز کتاب میں اپنے اہداف ومقاصد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

اول: اردو زبان کی تحقیق اور وجوہ استعمال الفاظ فصیح اور ترک الفاظ غیر فصیح۔

دوم: حد شعر اور موجود اشعار اور عروض وقافیے کے فوائد کا ذکر بطریق اجمال۔

سوم: ذکر اقسام شعر نظم اور ہر ایک کی تعریف۔

یہ مقدمہ ایک سو تیرہ صفحات پر مشتمل ہے۔[2]

صابر شعر کی تعریف کرتے ہوئے کچھ اس طرح رقم طراز ہیں:

> جاننا چاہیے کہ شعر لغت میں جاننے کو کہتے ہیں یعنی 'دانستن' اور اصطلاح میں کلام موزوں ومقفیٰ کو۔ کلام علم نحو کی اصطلاح میں ان دو کلمہ یا زیادہ کا نام ہے کہ اسناد رکھتے ہوں یعنی ایسی نسبت کی مخاطب کو بعد سکوت قائل کے فائدہ تامہ حاصل ہو اور اس کو مرکب مفید بھی کہتے ہیں۔ جیسے زید قائم (زید کھڑا ہے) لیکن تعریف مذکور میں یہ مراد نہیں بلکہ کلام سے متعلق الفاظ بامعنی مراد ہیں اسناد پر مشتمل ہوں یا نہ ہوں۔ اس واسطے بعضے اس تعریف میں بجائے کلام کے الفاظ بامعنی ایجاد کرتے ہیں تاکہ مرکب غیر مفید بھی بہ شرط وزن وقافیہ شعر کی تعریف میں داخل رہے''۔[3]

یہاں یہ بات قابل توجہ ہے کہ صابر نے شعر کی وہی تعریف کی ہے جو ان سے قبل عرب ناقدین جیسے قدامہ بن جعفر اور ابن رشیق وغیرہ نے کی ہے۔ قدامہ ابن جعفر کہتے ہیں:

> "الشعر قول موزون ومقفی یدل علی المعنی۔"[4]
>
> (شعر ایسے موزوں ومقفیٰ قول کو کہتے ہیں جو بامعنی ہو)

ابن رشیق کا کہنا ہے:

> "بنية الشعر اربعة اشياء۔ وهي اللفظ، والوزن، والمعنى، والقافية، فهذا هو الحد۔"[5]

(شعر کی بنیاد چار باتوں پر ہے: لفظ، وزن، معنی اور قافیہ اور یہی اس کی جامع و مانع تعریف ہے)

لفظ اور کلام کی فصاحت کے لیے صابر نے بعینہ وہی شرائط ذکر کی ہیں جو عربی کتابوں میں مذکور ہیں، چنانچہ لفظ کے فصیح ہونے کے لیے جن شرائط کا وجود ناگزیر ہے ان کے متعلق صابر لکھتے ہیں کہ وہ تنافر حروف، غرابت، اور مخالفت قیاس لغوی سے خالی ہو۔[6] قابل ذکر بات یہ ہے کہ صابر نے مثالیں بھی وہی دی ہیں جو ناقدین عرب نے اپنی کتابوں میں پیش کی ہیں، مثلاً مستشزرات (تنافر حروف)، سیف مُسرّج (لفظ مسرَّج غریب اور غیر مستعمل ہے)، اجلل (مخالفت قیاس لغوی کی مثال، قیاس کے مطابق اسے اجلّ ہونا چاہیے)۔[7] فصاحت لفظ کی وضاحت کے لیے مثالوں کا بھی عربی زبان سے نقل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ عربی تنقید نے اردو تنقید پر غیر معمولی اثر ڈالا ہے، اسی طرح فصاحت کلام کی توضیح کرتے ہوئے صابر کہتے ہیں کہ: کلام کا ضعف تالیف، تعقید اور تنافر کلمات سے خالی ہونا ضروری ہے۔[8]

صابر نے مقدمے کے مقصد (باب) دوم کے مطلب (فصل) سوم میں علم عروض کے مباحث و مسائل کو شامل کیا ہے اور اس سلسلے میں انھوں نے عرب ماہرین عروض و ناقدین کی کلی پیروی کی ہے۔[9]

مطلب (فصل) چہارم میں قافیے پر گفتگو کی گئی ہے۔ اس میں قافیے کی تعریف اس کے ارکان، اوصاف اور عیوب سے بحث کی گئی ہے، صاحب کتاب نے قافیے کی تعریف کچھ اس انداز سے کی ہے:

> ''صاحبان علم و فضیلت پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ قافیہ ان حروف و حرکات سے عبارت ہے جن کی تکرار شعر یا مصرع کے آخر میں لازم یا مستحسن ہے۔ ہم نے استحسان کی قید کا اضافہ اس لیے کیا ہے کیونکہ فارسی شعرا دخیل اور تاسیس کو محسنات بدیعہ سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک ان کی حیثیت ایسی نہیں ہے کہ ان سے اعراض ممکن نہ ہو، لہٰذا ان کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن شعرا عرب کے نزدیک وہ دونوں قافیہ کی ماہیت میں داخل ہیں، چنانچہ فارسی عروضیوں نے عربوں کی اتباع میں انھیں مجازاً حروف قافیہ میں ذکر کیا ہے''۔[10]

اس کے بعد صابر نے ان حروف وحرکات کا تذکرہ کیا ہے جن پر قافیے کی بنیاد ہوتی ہے، نیز ان کی تعریف کرتے ہوئے ان کو مثالوں کے ذریعہ واضح کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ قافیہ ان نو حروف سے مل کر بنتا ہے: روی، تاسیس، دخیل، ردف، قید، وصل، خروج، مزید اور نائرہ۔[11] ان نو میں سے چھ یعنی: روی، تاسیس، ردف، وصل، قید اور خروج قافیے کے حروف لازمہ میں شمار ہوتے ہیں۔ واضح رہے کہ عربوں نے ان حروف کو انھیں ناموں اور تعریفات کے ساتھ استعمال کیا ہے۔[12]

حروف قافیہ کو ذکر کرنے کے بعد قافیے کی حرکات کا تذکرہ کرتے ہوئے صابر کہتے ہیں کہ قافیے کی چھ حرکتیں ہیں: رسّ، اشباع، مجری، حذو، توجیہ اور نفاد۔[13] ان حرکات کی بحث قاضی ابویعلی تنوخی کی ''کتاب القوافی'' میں اسی ترتیب اور انھیں اسماوتعریفات کے ساتھ مذکور ہے۔[14]

صابر نے اپنی کتاب میں بعض مشہور عیوب قوافی: اقواء، اکفاء، ابطاء، اسناد وغیرہ کو بھی شامل کیا ہے اور ہر ایک کی تعریف وتوضیح بھی کی ہے۔ یقیناً یہ اصطلاحات وتعریفات اور تمام تفصیلات قدامہ ابن جعفر کی نقد الشعر اور تنوخی کی کتاب القوافی میں مذکور مباحث کے من وعن موافق ہیں۔[15]

یوں ہم دیکھتے ہیں کہ صابر اردو کے دوسرے تذکرہ نگاروں کی طرح، ناقدین عرب سے بڑی حد تک متاثر ہوئے ہیں اور اپنی کتاب میں مواد ومنہج کے اعتبار سے ان حضرات کی مکمل پیروی کی ہے۔ ڈاکٹر حنیف نقوی نے سچ کہا ہے:

> ''شعر کی بنیادی خوبیاں ان کی (عرب نقادوں) نظر میں یہ ہیں کہ تکلف اور آورد سے پاک اور نادر تشبیہات واستعارات سے مرصع ہونا چاہیے اس کی زبان سادہ اور بندش چست ہو کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معنی ادا کر دیے جائیں۔ اور یہی تصور فارسی تذکروں کے واسطے سے اردو تذکرہ نگاروں کے ورثے میں آیا چنانچہ انھوں نے اپنی تمام تر توجہ پیرایۂ بیان کی لطافت، فصاحت وبلاغت کے آداب کی نگاہ داری زبان کی سادگی، محاورات کی صحت اور وزن وقافیے کے مسلمہ اصولوں کی پابندی کے جائزے تک محدود رکھی۔ یہی وہ نقطۂ آغاز ہے جہاں سے اردو تنقید کی تاریخ شروع ہوتی ہے''۔[16]

کلیم الدین احمد نے اردو تذکرہ نگاری پر تنقید کرتے ہوئے جو کچھ کہا ہے، اس سے یہ بات مزید واضح ہوتی ہے کہ اردو تنقید پر عربی کے اثرات کتنے گہرے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''یہ لفظ صحیح نہیں ہے، یہ محاورہ غلط ہے، یہ بحر نا جائز ہے، بس یہی پرانی تنقید کی بساط ہے۔ ہر بحر کے لیے سند کی ضرورت تھی۔ اس طرز خیال نے ترقی کو ناممکن نہ سہی دشوار تو ضرور بنا دیا ہے''۔ [17]

کلیم الدین احمد کی یہ تنقید باوجودیکہ حد سے متجاوز ہے اور اس میں زمانہ و ماحول کے تقاضوں کی رعایت کیے بغیر بہت سخت حکم لگایا گیا ہے، اس سے صراحتاً یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اردو تذکروں کی تنقید صرف محاسن میں عربی سے متاثر نہیں ہوئی، بلکہ معائب میں بھی اسی کی تابع ہے۔

دوم: اردو شعرا کے رجحانات و نظریات

اردو کے بہت سے شعرا نے اپنے دیوانوں میں دیباچے لکھے ہیں اور بعض نے قواعد، بیان اور عروض وغیرہ پر مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں ان کے شعری شعور کی جھلک ملتی ہے اور ان کے تنقیدی رجحانات کا بھی پتہ ملتا ہے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلا نمونہ فائز دہلوی کا دیباچہ ہے۔ یہ ولی دکنی کے ہم عصر تھے۔ انھوں نے اپنے دیوان کے شروع میں ایک تفصیلی دیباچہ تحریر کیا ہے جس میں عہد نبوی سے پہلے تک کے عرب ناقدین کے یہاں پائے جانے والے اکثر تنقیدی مسائل کا احاطہ کیا گیا ہے۔ انھوں نے ان مسائل کے ذکر میں موضوع اور ترتیب دونوں اعتبار سے عرب ناقدین کی پیروی کی ہے۔ یہاں ان کے تنقیدی نظریات کے بعض پہلوؤں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

فائز دہلوی نے اپنے دیباچے میں وہی مسائل اٹھائے ہیں جو عہد عباسی اور بعد کے ادوار میں عرب نقادوں کے زیر بحث رہے ہیں۔ مثلاً شعر کی حقیقت، اس کی تعریف، اس کے ارکان، مبالغہ وغلو اور شعر گوئی کا جواز و عدم جواز وغیرہ۔ [18]

شعر کہنا جائز ہے یا نہیں؟ یہ سوال تنقید کی قدیم کتابوں کا ایک اہم موضوع ہے۔ فائز دہلوی نے اس پر مفصل بحث کی ہے۔ سب سے پہلے انھوں نے ان آیات اور احادیث کو ذکر کیا ہے جو شعر کے عدم جواز پر دلالت کرتی ہیں، پھر ناقدین عرب کی طرف سے کی گئی ان آیات واحادیث

کی تاویلات کو ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد شعر کے جواز پر دلالت کرنے والی احادیث و آثار کو نقل کیا ہے، جیسا کہ ابن رشیق کی ''العمدۃ'' اور عربی تنقید کی دوسری کتابوں میں مذکور ہے۔[19]

فائز دہلوی نے مبالغہ کے موضوع پر طویل بحث کی ہے اور اس سلسلے میں عرب کے قدیم تنقید نگاروں کے طریقے کو اپنایا ہے، وہ لکھتے ہیں:

''و باید دانست کہ شعر خالی از مبالغہ نہ می باشد و نزد جمعے مطلقاً ممدوح است چناں چہ گفتہ اند ''خیر الكلام ما بولغ فيه و أحسن الشعر أكذبه'' و جمعے براں رفتہ اند کہ مبالغہ در کلام مطلقاً مردود است از جہت آں کہ کذب است و آں عقلاً مذموم و گفتہ اند ''خير الكلام ماأخرج مخرج الحق و الصدق'' و موید ایں آیات و احادیث نیز آوردہ اند یکے ازاں ایں است کہ حق تعالیٰ می فرماید ﴿إنما يفتري على الله الكذب الذين لايومنون بالآخرة﴾ و نیز فرمودہ ﴿فاجتنبوا الرجس من الأوثان و اجتنبوا قول الزور﴾ منع فرمود باری تعالیٰ جل شانہ از عبادت اصنام و کذب، و از حضرت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ مروی است کہ فرمودہ اند کہ ''لعن الله الكاذب'' یعنی لعنت کرد خدا بر کاذب''۔[20]

(معلوم ہونا چاہیے کہ شعر مبالغہ سے خالی نہیں ہوتا اور یہ صفت ایک گروہ کے نزدیک مطلقاً قابل تعریف ہے، جیسا کہ کہا ہے: ''بہترین کلام وہی ہے جس میں مبالغہ کیا گیا ہو اور سب سے اچھا شعر وہ ہے جس میں سب سے زیادہ جھوٹ ہو''۔ دوسرے گروہ کا خیال ہے کہ کلام میں غلو ہر حال میں قابل مذمت ہے کیونکہ وہ جھوٹ ہے اور جھوٹ عقلاً مذموم ہے، کہا گیا ہے: ''بہترین کلام وہ ہے جو حق و صداقت پر مبنی ہو''۔ اس کی تائید میں آیات و احادیث بھی وارد ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿إنما يفتري على الله الكذب الذين لايومنون بالآخرة﴾ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ﴿فاجتنبوا الرجس من الأوثان و اجتنبوا قول الزور﴾، نبی کریم ﷺ سے مروی ہے آپ ﷺ فرماتے

ہیں: ''لعن اللہ الکاذب''یعنی جھوٹے پر خدا کی لعنت ہو۔)

عرب اہل علم وادب نے قافیے کی عمدگی ،معانی کی لطافت ،الفاظ کی شیرینی ،عبارت کی سلاست پر کافی توجہ مرکوز کی ہے۔اسی طرح تشبیہات واستعارات سے بھی خاصا اعتنا کیا ہے۔یہ لوگ قدیم شعرا کی پیروی کرنے اوران کے اسلوب کو اپنانے کی بہت ترغیب دیتے اورجھوٹی تشبیہات ،مبہم اشارات ،دوراز کاراستعارات اورنامانوس الفاظ کے استعمال سے منع کرتے ہیں، نیزعبارت میں تکلف وتصنع اورناموزونیت وپیچیدگی کو بھی ناپسند کرتے ہیں۔

اہل عرب کے ان افکارونظریات کی بازگشت اردوتنقید کی کتابوں میں بھی سنائی دیتی ہے، فائز دہلوی رقم طراز ہیں:

''ودرجمیع اقسام شعرنظم باید بدیع بود، وقوافی درست، ومعانی لطیف والفاظ عذب یعنی درفہمیدن مشکل نہ شودوازعبارات تکلف نہ باشد، وازحروف زائد پاک بود، وکلماتش صحیح ، وشاعر باید کہ طور وترکیب نظم بشناسد درقوانین تشبیہات وفنون استعارات ومحاورات ، وباخبرازتاریخ نظم قدما باشد، کلام حکماء راتتبع کردہ باشد، وبہ طبع سلیم جزایل الفاظ را از رکیک بشناسد واز تشبیہات کاذب و اشارات مجہول و ایہامات ناخوش واوصاف غریب واستعارات بعیدہ و محاورات نادرست وتکلفات نامطبوع محترز باشد.......''۔[21]

(تمام اقسام شعرمیں چاہیے کہ نظم بدیع ہوقافیے درست ہوں،معنی لطیف ہوں، الفاظ شیریں ہوں،عبارت صاف ہو،یعنی اس کے سمجھنے میں دقت نہ ہو، بیان میں تکلف نہ ہو،حروف زائد سے پاک ہوں اورالفاظ صحیح ہوں۔شاعر کے لیے لازم ہے کہ نظم کے طوروترکیب کو پہنچانتا ہو۔تشبیہ کے قاعدوں ،استعاروں کی قسموں اورزبان کے محاوروں سے واقف ہو،قدما کی تاریخ اوراپنی طبع سلیم سے جزیل اور رکیک لفظوں میں امتیاز کرے اورجھوٹی تشبیہوں ،مجہول اشاروں، ناپسندیدہ ایہاموں،غریب وصفوں، بعید استعاروں، نادرست محاوروں اور نامطبوع تکلفوں سے پرہیز کرے۔)

اردو کے بہت کم شعرا ایسے ملیں گے جنھوں نے اپنے شعری رجحانات ونظریات کو اپنے اشعار میں ظاہر نہ کیا ہو، ان کے ان رجحانات ونظریات سے ان کا فنی ذوق اور ادبی تنقید سے متعلق ان کا مسلک نمایاں ہوتا ہے، اس طرح کے چند اشعار یہاں بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں۔

محمد رفیع سودا دہلوی کہتے ہیں ؎

سودا کی فصاحت ہے جو کچھ نظم بیاں میں
رکھتی وہ فصاحت نہیں خاقانی کی تقریر
وہ ربط سخن اور وہ آئین بیاں کا
پائے نہ کبھو کوئی کرے کیسی بھی تدبیر
خوبیِ معانی کہوں یا بندش الفاظ
پاکیزہ بیانی کہوں یا صافیِ تقریر

غالب کا شعر ہے ؎

حسنِ فروغِ شمعِ سخن دور ہے اسد
پہلے دل گداختہ پیدا کرے کوئی

انھیں کا ایک اور شعر ہے ؎

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے

انیس لکھنوی کہتے ہیں ؎

ہے سہلِ ممتنع یہ کلام ادق مرا
برسوں پڑھیں تو یاد نہ ہووے سبق مرا

تعقید سر بہ سر ہے فصاحت کے برخلاف
باریک اس ختن کی ہیں راہیں خطا معاف

علامہ اقبال کا شعر ہے ؎

شاعر کی نوا ہو کہ مغنی کا نفس ہو
جس سے چمن افسردہ ہو وہ بادِ سحر کیا

عربی تنقید اردو زبان پر کس قدر اثر انداز ہوئی ہے، مذکورہ بالا اشعار سے ظاہر ہے۔ ان اشعار سے یہ بات بھی واضح ہے کہ اردو ادب میں انھیں مسائل وموضوعات سے اعتنا کیا گیا ہے جو صدیوں تک عرب ناقدین کے یہاں زیر بحث رہے ہیں۔

2- منہجی تنقید

اردو زبان میں منہجی تنقید کی ابتدا محمد حسین آزاد (1835 تا 1910) الطاف حسین حالی (1837 تا 1914) اور شبلی نعمانی (1857 تا 1914) [22] کی تنقیدی کتابوں کے منظر عام پر آنے کے بعد ہوتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ان تینوں تنقید نگاروں میں سے ہر ایک عربی تنقید سے حد درجہ متاثر تھا جس کی گواہی خود ان کی کتابیں دیتی ہیں۔

آزاد اپنے لکچر میں کہتے ہیں:

> ''کتابوں میں اکثر شعر کے معنی کلام موزوں ومقفی لکھے ہیں لیکن درحقیقت چاہیے کہ وہ کلام موثر بھی ہو ایسا کہ مضمون اس کا سننے والے کے دل میں اثر کرے اگر کوئی کلام منظوم تو ہو لیکن اثر سے خالی ہو تو ایک ایسا کھانا ہے جس میں کوئی مزا نہیں کھٹا نہ میٹھا''۔ [23]

بہت سے عرب ناقدین کی طرح آزاد کی بھی یہی رائے تھی کہ شعر ایک وہبی ملکہ ہے جو دلِ دردمند رکھنے والوں ہی کو حاصل ہوتا ہے، ابوالکلام قاسمی لکھتے ہیں:

> ''وہ شعرا کو تلامیذ الرحمٰن تو نہیں کہتے مگر جو کہتے ہیں اس کا مدعا یہی ہے''۔ [24]

شعر کا اخلاق سے تعلق عرب ناقدین کے یہاں ایک قدیم تنقیدی موضوع رہا ہے۔ اس سلسلے میں عرب ناقدین کے دو گروہ ہیں۔ ایک کے نزدیک شعر کا اخلاق کے تابع ہونا ناگزیر ہے۔ جبکہ دوسرے کے نزدیک دونوں میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ اسلام نے سچائی اور حقیقت بیانی کی تاکید کی ہے اور دوسرے کے جذبات کو مجروح نہ کرنے اور اخلاق واقدار کی پاسداری کرنے کا حکم دیا ہے، لہٰذا ایسے اشعار کہنے سے اسلام نے منع کر دیا جن میں ان احکامات کی خلاف ورزی

ہوتی ہو، چنانچہ متعدد آیات واحادیث ان شعرا کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں جو ہر وادی میں بھٹکتے رہتے ہیں اور جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے: ’’إنما الشعر كلام مولف فما وافق الحق عنه فهو حسن و ما لم يوافق الحق منه فلا خير فيه ‘‘ (شاعری ایک مرتب کلام ہے، اس میں جو حق کے موافق ہے اچھا ہے اور جو حق کے موافق نہ ہو تو اس میں کوئی خیر نہیں ہے)۔ 25

اسلام نے ایسے اشعار پڑھنے سے منع کیا ہے جن سے نفرت وعداوت بھڑکتی ہو اور دوسروں کے جذبات مجروح ہوتے ہوں، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے:

’’الشعر فيه كلام حسن وقبيح ،فخذ الحسن و اترك القبح۔‘‘ 26

(شاعری میں اچھی بات بھی ہوتی ہے اور بری بھی، لہٰذا جو اچھی ہو اسے لے لو اور جو بری ہو اسے چھوڑ دو)

حضرت عمر بن خطابؓ جن کو ابن رشیق نے اپنے زمانے کا سب سے بڑا ناقد شمار کیا ہے وہ زہیر کو دوسرے شعرا پر ترجیح دیا کرتے تھے؛ کیونکہ اس کے اندر سچائی کی صفت تھی، وہ کسی بھی شخص کی انہی خوبیوں کی مدح کرتا تھا جو اس کے اندر قرار واقعی موجود ہوتیں۔ 27 حضرت حسانؓ کا شعر ہے

إن أحسن البيت أنت قائله

بيت يقال: إذا أنشدته، صدقا

(تمھارے اشعار میں سب سے اچھا شعر وہ ہے جسے تم پیش کرو تو کہا جائے کہ سچ کہا)

ان اقوال وآثار کا نتیجہ یہ نکلا کہ پورے عصر اسلامی میں ناقدین کے یہاں اخلاقی عنصر غالب رہا۔ رہی بات ان لوگوں کی جو اشعار کو اخلاق کے تابع کرنے کے مخالف ہیں تو ان کی دلیل یہ ہے کہ ادب کا مقصد اخلاقی تربیت کی انجام دہی نہیں ہے، کیونکہ اگر ہم اس کو ادب کا بنیادی مقصد تسلیم کرلیں تو پھر ادب کے بہت سے مثالی فنی نمونے دائرۂ ادب سے محض اس بنا پر خارج ہو جائیں گے کہ ان کے مضامین اخلاق واقدار سے میل نہیں کھاتے، جیسے بہت سے ہجو یہ وغزلیہ کلام وغیرہ۔

محمد حسین آزاد اس گروہ کے حامی تھے جو اشعار و اخلاق کے باہمی رشتہ و تعلق کا قائل ہے، لہٰذا انھوں نے پوری قوت کے ساتھ اس بات کا دفاع کیا ہے کہ اشعار میں اخلاق و اقدار کا پایا جانا ناگزیر ہے، نیز یہ کہ گھٹیا، افکار اور اخلاق سے ٹکرانے والے مضامین کا شاعری سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

آزاد نے اپنی کتاب ''آب حیات'' میں اردو شعرا کے کلام پر جو تبصرے لکھے ہیں وہ عربی تنقید سے ان کے غایت درجہ متاثر ہونے کی بہترین دلیل ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آزاد کا ادبی تنقید کی بنیاد ڈالنے میں جو حصہ رہا ہے وہ قابلِ اعتراف و لائق تحسین ہے۔

اردو زبان کے جس ناقد کے ہاتھوں تنقید منہجی کی بنیاد پائے تکمیل کو پہنچی وہ الطاف حسین حالی ہیں، جس طرح تجدید شاعری میں انھیں اولیت حاصل ہے اسی طرح تنقید منہجی کی تدوین و توضیح کا سہرا بھی انھیں کے سر ہے۔ شوکت سبزواری کہتے ہیں:

''وہ ہماری شاعری کے مجدد اور تنقید کے مجتہد ہیں''۔ 29

حالی عربی و اسلامی ثقافت کے پروردہ تھے، عرب کی اعلیٰ اقدار و روایات ان کے رگ و ریشے میں سمائی ہوئی تھیں۔ ان کے تنقیدی افکار ان کی بیشتر کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں۔ حالی نے متعدد عظیم شخصیات جیسے سر سید احمد خاں، فارسی کے مشہور شاعر شیخ سعدی شیرازی اور مرزا غالب کی سوانح حیات بھی لکھی۔ یہ تمام کتابیں ان کے تنقیدی شعور کی غمازی کرتی ہیں۔ مگر حالی کا سب سے بڑا کارنامہ ''مقدمۂ شعر و شاعری'' کی تالیف ہے، جو اپنے فن میں بے نظیر ہے۔

حالی نے اپنی اس کتاب کا خاکہ عربی تنقیدی کتابوں کے منہج کو سامنے رکھ کر بنایا ہے۔ یہ وہی منہج ہے جس کو ہم نے اس بحث کی ابتدا میں ذکر کیا ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حالی نے اپنی اس کتاب میں مغربی تنقید کے اصول سے استفادہ کیا ہے، لیکن یہ بھی سچ ہے کہ انھوں نے اپنی تنقید کے بنیادی ڈھانچے کی تعمیر مغربی تنقید کے اصول پر نہیں کی، بلکہ مغربی تنقید سے استفادہ کی حیثیت صرف اتنی ہے کہ انھوں نے عربی تنقید سے اخذ کردہ اصولوں کی تائید میں چند اقوال نقل کیے ہیں۔ حالی نے بطور مثال فارسی اشعار کے ساتھ ساتھ عربی اشعار بھی ذکر کیے ہیں۔ اسی طرح اپنی آرا کی تائید میں عرب ناقدین کے اقوال بہ کثرت نقل کیے ہیں۔ 30

حالی کے نزدیک شعر کے تین بنیادی اوصاف ہیں: قوت تخیل، مطالعۂ کائنات اور تفحص الفاظ۔حالی نے پہلی صفت کو قوت ممیّزہ کے ساتھ مقید کیا ہے، تاکہ شعر اخلاق کے تابع رہے۔ یہ وہ نظریہ ہے جسے اکثر عرب ناقدین نے اختیار کیا ہے۔اسی طرح الفاظ کے تتبع و تفحص کے سلسلے میں عرب ناقدین کی اتباع کرتے نظر آتے ہیں، چنانچہ وہ آورد کو آمد پر ترجیح دیتے ہیں۔اسی وجہ سے وہ ان شعرا کو ترجیح دیتے ہیں جو اشعار کہنے کے بعد پورے سال ان کی تنقیح و تہذیب کرتے رہتے ہیں۔ ایسے شعرا کو عربی میں شعراء الحولیات کہا جاتا ہے۔حالی نے آمد اور آورد سے متعلق اپنی رائے کی تائید میں ابن رشیق کا ''العمدۃ'' میں مذکور قول نقل کیا ہے، ابن رشیق باب آداب الشاعر میں لکھتے ہیں کہ کوئی بھی شاعر اس وقت تک ماہر و کہنہ مشق نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے اشعار میں خوب غور و فکر نہ کرے، تاکہ معیاری اشعار کو باقی رکھے اور غیر معیاری اشعار کو حذف کر دے۔[31]

حالی نے شاعروں کو بلند پایہ شعرا کا کلام پڑھنے اور اسے یاد رکھنے، اس سے استفادہ کرنے کی تاکید کی ہے جیسا کہ عرب ناقدین نے کیا ہے۔ابن رشیق نے اصمعی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

''لا يصير الشاعر في قريض الشعر فحلا حتى يروي أشعار العرب و يسمع الأخبار و يعرف المعاني و تدور في مسامعه الألفاظ۔''[32]

(کوئی بھی شاعر اس وقت تک اپنے کمال کو نہیں پہنچ سکتا ہے جب تک کہ وہ شعرائے عرب کے اشعار کی روایت نہ کرے، ان کے اخبار سے مطلع نہ ہو اور معانی کو اچھی طرح سمجھے نہ؛ حتیٰ کہ اس کے کانوں میں الفاظ گردش کرنے لگیں۔)

لفظ اور معنی کے درمیان افضلیت ادبی تنقید کا ایک اہم مسئلہ سمجھا جاتا ہے، حالی نے اپنے مقدمے میں اس موضوع پر گفتگو تو کی ہے لیکن اپنی کوئی واضح رائے پیش نہیں کی، البتہ ان کی گفتگو سے یہ احساس ضرور ہوتا ہے کہ ان کا میلان لفظ کو معنی پر ترجیح دینے کی طرف ہے، کیونکہ انشا پردازی میں اصل الفاظ ہوتے ہیں، معانی تو الفاظ کے تابع ہوتے ہیں۔ حالی ابن خلدون کا قول نقل کرتے ہیں:

''إن المعاني موجودة عند كل واحد و في طوق كل فكر منها ما يشاء و يرضى فلا تحتاج إلى صناعة۔''[33]

(معانی ہر شخص کے ذہن میں موجود ہوتے ہیں اور ہر فکر میں پسندیدہ مفاہیم ہوتے ہیں، ان کے لیے کسی ہنر کے اکتساب کی ضرورت نہیں۔)

ابن خلدون نے الفاظ کو پیالے اور معانی کو پانی سے تشبیہ دی ہے۔ حالی نے ابن خلدون کی یہ تشبیہ بھی ذکر کی ہے، ابن خلدون کا کہنا ہے کہ پانی کو چاہو سونے کے پیالے میں بھرلو اور چاہو چاندی کے پیالے میں اور چاہو کانچ یا مٹی کے پیالے میں، ظرف کی تبدیلی سے پانی کی حقیقت میں کچھ فرق نہیں آتا۔

حقیقت یہ ہے کہ معانی ہر انسان کے پاس ہوتے ہیں، مگر ان کو الفاظ کا جامہ پہنانے میں لوگ باہم فضیلت واختلاف رکھتے ہیں۔ جاحظ کہتے ہیں:

"المعاني مطروحة في الطريق يعرفها العجمي و العربي و البدوي و القروي و المدني و إن الشأن في إقامة الوزن و تخير الألفاظ و سهولة المخرج و كثرة الماء و في صحة الطبع و جودة السبك"[34]

(معانی تو راستوں پر پڑے ہوئے ہیں، جن کو عجمی، عربی، دیہاتی اور شہری ہر کوئی جانتا ہے، اصل معاملہ تو جملوں کی موزونیت، انتخاب الفاظ، عبارت کی سلاست، طبیعت کی سلامتی اور بندش کی چستی کا ہے۔)

حالی شاعری میں اخلاق واقدار کے طرفدار تھے۔ انھوں نے سچائی اور واقعیت کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا ہے کہ:

شاعری میں جھوٹ اور غلو سے احتراز کرنا ناگزیر ہے۔[35]

"شعر اگرچہ براہ راست علم اخلاق کی مانند تلقین وتربیت نہیں کرتا، لیکن ازروئے انصاف اس کو علم اخلاق کا نائب مناب اور قائم مقام کہہ سکتے ہیں اور اسی بنا پر صوفیائے کرام کے ایک جلیل القدر سلسلے میں سماع کو جس کا جزو اعظم اور رکن رکین شعر ہے، وسیلۂ قرب الٰہی اور باعث تصفیہ نفس وتزکیۂ باطن مانا گیا ہے"۔[36]

حالی نے اپنے مقدمے میں جو بحثیں کی ہیں ان تمام میں وہ عرب ناقدین سے حد درجہ متاثر نظر آتے ہیں۔ انھوں نے ناقدین عرب کی کتابوں سے جا بجا اقتباسات نقل کیے ہیں، ان کی

آرا و نظریات کا سہارا لیا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ ان کے مقدمے کے اہم مصادر و مراجع میں ابن رشیق کی عمدہ، ابن خلدون کا مقدمہ، سیوطی کی مزہر شامل ہیں۔

شبلی نعمانی بھی اس سلسلے میں آزاد اور حالی ہی کے ہم نوا و ہم خیال ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ انھیں آزاد اور حالی کے بالمقابل عربی زبان و ادب پر زیادہ قدرت تھی، جس کے نتیجے میں ان کی تنقیدی تحریروں میں عربی کتابوں کا اثر زیادہ نمایاں نظر آتا ہے، شبلی نے بلاغی تنقید کی طرف زیادہ توجہ دی ہے، انھوں نے دلائل الاعجاز، نقد الشعر، العمدۃ اور الشعر و الشعراء سے کافی استفادہ کیا ہے، بلاغت سے متعلق ان کی ساری بحثیں جاحظ اور جرجانی سے ماخوذ ہیں۔ شبلی جاحظ سے بہت متاثر تھے۔ اسی تاثر کا نتیجہ تھا کہ وہ لفظ کو معنی پر فضیلت دیتے تھے اور بلاغت کے لیے شرط لگاتے تھے کہ کلام فصیح اور مقتضائے حال کے مطابق ہو۔

اردو تنقید کے ان تینوں علمبرداروں کے بعد آنے والے ناقدین نے بھی انہی کی پیروی کی اور انھیں کے نقوش قدم کو اپنے لیے نشان راہ بنایا ہے جن میں مولوی عبدالرحمٰن، امداد امام اثر، وحید الدین سلیم، حسرت موہانی، ڈاکٹر عبدالحق، عبدالسلام ندوی، نیاز فتح پوری، حامد حسن قادری اور مسعود حسین رضوی ادیب وغیرہ کا نام نمایاں ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ''مرأۃ الشعر'' کے مؤلف عبدالرحمٰن نے کتاب کے مقدمے میں سبب تالیف ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

> ''1923 میں مجھے عربی شعر پر کچھ اڈیشنل یونیورسٹی لکچرز کا اتفاق ہوا''۔
>
> پھر ان کے احباب نے اصرار کیا کہ وہ ان لکچرز میں فارسی اردو مثالوں کا اضافہ کر دیں تاکہ اس کی افادیت بڑھ جائے چنانچہ وہ آگے لکھتے ہیں:
>
> ''ناچار 1925 میں فارسی اردو کی مثالیں بڑھائیں یہ اصل و اضافہ کا مجموعہ ہے جو اہل نظر کے سامنے ہے۔۔۔۔''[37]

اردو زبان پر عربی زبان کی اثر اندازی کی وضاحت کے لیے عبدالرحمٰن کی مذکورہ بالا عبارت ایسی مضبوط دلیل ہے جو دیگر تمام دلیلوں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ اس طور پر کہ عربی اشعار کی تنقید پر لکھی جانے والی کتاب محض چند معمولی اضافوں کے ذریعہ اردو شاعری کی تنقید کی ایک اہم کتاب

بن گئی اوراضافے بھی صرف نمونوں اورمثالوں کی شکل میں کیے گیے ہیں۔

مولوی عبدالرحمٰن معروف تنقید نگار ہیں۔انھوں نے نہ صرف یہ کہ پورے جوش وخروش کے ساتھ اخلاقی معیار اورقدیم عربی اقدار کا دفاع کیا ہے بلکہ ان اقدار ومعیار کواردو زبان میں حرف بہ حرف رائج کرنے کی بھی ترغیب دیتے تھے۔وہ ان مغربی تنقیدی افکار کوآڑے ہاتھوں لیتے تھے جوان کے زمانے میں ہندوستانی فکر کا حصہ بنتے جارہے تھے۔انھوں نے حالی اوران کی کتاب کا نام لیے بغیر مغربی تنقید سے متاثر کتابوں اوران کے مصنفوں کوبھی نشانہ بنایا ہے۔

مولوی عبدالرحمٰن نے قدیم عربی کتابوں میں موجود تمام تنقیدی مسائل سے بحث کی ہے۔ان مسائل کوذکر کرنے میں ان کا منہج یہ ہے کہ پہلے وہ کوئی تنقیدی مسئلہ ذکر کرتے ہیں پھراس کے بارے میں مختلف آرا نقل کرتے ہیں اس کے بعدان آرا کا تجزیہ کرتے ہیں اوراخیر میں اپنی رائے پیش کرتے ہیں۔ان کی رائے اکثر وبیشتر میانہ روی، اعتدال اورغیر جانب داری پرمبنی ہوتی ہے۔

غلو کے بارے میں ان کا کہنا ہے:

’’میں کہتا ہوں کہ اصل مبالغہ کے جواز میں کلام نہیں حقیقت سے تجاوز کرنا ہی اگر گناہ ہے تو استعارہ بھی مجاز ہے اور حقیقت سے بُعد پیدا کرتا ہے اگر مبالغہ ناجائز ہے تو استعارہ کو جائز کہنا بھی تحکم ہے‘‘

مگراپنے اس جواز کووہ مقید کرتے ہیں:

’’لیکن جیسے ہرتشبیہ یا استعارہ پسندیدہ نہیں ہر مبالغہ بھی قابل قبول نہیں جومبالغہ حقیقت سے قریب قریب ہواس کی خوبی وجواز میں ہرگز کلام نہیں‘‘۔[38]

پھروہ اپنی رائے پراستدلال کرنے کے لیے زہیر بن سلمٰی جیسے راست گوشاعر کے دوشعر نقل کرتے ہیں جن میں سے ایک مندرجہ ذیل ہے:

ولأنت أشجع من أسامة إذ

دعي إلى النزال ولُجَّ في الذُّعر

(تواس شیر سے بھی بہادر ہے جسے دعوت مبارزت دی گئی ہو یا جس پرخوف طاری ہو)

اشعار کو مبنی بر حقیقت ہونا چاہیے یا نہیں؟ اس مسئلے پر تفصیلی گفتگو کرنے اور مختلف آرا نقل کرنے کے بعد عبدالرحمٰن لکھتے ہیں:

''نہ صداقت ہر شعر کا حسن ہے اور نہ ہر اکذب احسن''۔[39]

یہ بات پیش نظر رہے کہ جن ناقدین کا یہاں ذکر ہوا ہے ان سبھی کے نزدیک لفظ کو معنی پر ترجیح حاصل ہے؛ البتہ امداد امام اثر اس سے مستثنا ہیں؛ کیونکہ ان کے نزدیک معنی کو لفظ پر برتری حاصل ہے۔ انھوں نے اس مسئلے میں جاحظ اور ابن خلدون کے بجائے ابن قتیبہ اور جرجانی کا موقف اختیار کیا ہے۔ ابن قتیبہ کا مسلک یہ تھا کہ لفظ اور معنی دونوں یکساں اہمیت رکھتے ہیں۔ ابن قتیبہ نے حسن و قبح کے اعتبار سے شعر کی چار قسمیں کی ہیں۔ ان کی اس تقسیم کا مطلب یہی ہے کہ خود معانی کے اندر، باعتبار حسن و قبح، آپس میں تفاوت ہوسکتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ معانی راستے میں پڑے ہوئے ہیں، جیسا کہ جاحظ نے کہا ہے۔

معنی کی فضیلت اخلاقی نقطۂ نظر کے زیادہ قریب ہے، اسی وجہ سے اثر نے اسے اختیار کیا۔

امداد امام اثر کے عربی تنقید سے متاثر ہونے ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ تصنع وتکلف سے پر رعایت لفظی کے مخالف تھے۔ اسی طرح اس بیجا غلو پر بھی اعتراض کرتے تھے جس سے فطرت ابا کرتی ہو۔ انھوں نے اپنی کتاب میں عربی اشعار اور اس کے محاسن کا ذکر کیا ہے۔ اس ضمن میں امرؤالقیس، حماسہ، متنبّی، زہیر اور فرزدق وغیرہ کے اشعار نقل کیے ہیں۔ ان کی کتاب کا یہ باب 174 صفحات پر مشتمل ہے۔

اب تک کی بحث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ عربی زبان نے اردو زبان کی ادبی تنقید پر کافی گہرے اور قابل لحاظ اثرات مرتب کیے ہیں۔ اردو تنقید کی نشوونما اور اس کی تدوین میں عربی زبان کا بڑا اہم کردار رہا ہے، اس میدان میں بھی عربی نے جو حصہ داری نبھائی ہے وہ اردو زبان وادب کے دیگر میدانوں میں اس کی جانب سے ادا کیے جانے والے حصوں سے کچھ کم نہیں ہے۔

حواشی

1- ایف فیلن وکریم الدین،طبقات شعراء الہند،مرتبہ: عطا کاکوری،(پٹنہ: عظیم الشان بک ڈپو، 1971)ص1تا9

2- گلستان سخن،تقدیم: وحید قریشی ص203-90

3- ایضاً،ص129

4- نقد الشعر،(لیدن اے، جے، بریل،ص1956)ص2

5- العمدۃ فی صناعۃ الشعر ونقدہ،(طبع اول؛مصر:مطبعہ امین ہندیہ،1925)ص1تا77

6- گلستان سخن،ص121

7- ایضاً

8- ایضاً،ص123-121

9- ایضاً،ص167-138

10- ایضاً،ص163

11- ایضاً

12- قاضی ابویعلیٰ عبدالباقی التنوخی(چوتھی صدی ہجری کی شخصیات میں ہیں)،کتاب القوافی ،ص97-74

13- گلستان سخن،ص167

14- کتاب القوافی،ص103-98

15- ایضاً،ص125-117

16- ابوالکلام قاسمی،عربی اور فارسی تنقید کا اثر اردو تنقید پر،علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اردو میں پیش کردہ پی ایچ ڈی کا مقالہ،آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی،نمبر:T-3082،ص146

17- ایضاً،ص145

18- سید مسعود حسین رضوی ادیب، فائز دہلوی اور دیوان فائز،(طبع دوم؛لکھنو:نظامی پریس،1965)،ص58وبعد

19- ایضاً،154

20- مسعود حسین رضوی ادیب، فائز دہلوی اور دیوان فائز،ص152

-21 ایضاً،ص152

-22 ڈاکٹر ابوالکلام قاسمی کی رائے ہے کہ آزاد کی کتابیں تنقید منہجی کے معیار پر پوری نہیں اترتیں، البتہ ان کتابوں کو تنقید منہجی کے تمہیدی مرحلے کی حیثیت حاصل ہے، لہٰذا انھیں - بقول قاسمی - تذکرہ نگاری کی ارتقائی صورت قرار دیا جاسکتا ہے، جو دورِ جدید یعنی دورِ تنقید منہجی کی آمد کی نوید سناتی ہیں۔ دیکھیے عربی و فارسی تنقید کا اثر اردو تنقید پر، ص 6

-23 ایضاً،ص206

-24 ایضاً،ص207

-25 ابن رشیق ،العمدة،ص1 تا9

-26 ایضاً

-27 قدامہ بن جعفر،نقد الشعر،ص28

-28 ابوالکلام قاسمی،عربی و فارسی تنقید کا اثر اردو تنقید پر،ص207

-29 مقدمۂ شعر و شاعری پر وحید قریشی کا مقدمہ،(علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس1996)،ص22

-30 تفصیل کے لیے دیکھیے: الطاف حسین حالی،مقدمۂ شعر و شاعری،(دہلی: مکتبہ جامعہ لمٹیڈ،1977)۔

-31 ابن رشیق ،العمدة،1 تا123

-32 ایضاً،1 تا132

-33 احسان عباس،تاریخ النقد الأدبی عند العرب،(طبع اول؛ بیروت: موسسة الرسالة،1971)،ص627

-34 داؤد سلوم،النقد العربی القدیم بین الاستقراء والتالیف،(طبع دوم؛ بغداد: مکتبہ اندلس،ص1970)،ص219

-35 الطاف حسین حالی،مقدمہ شعر و شاعری،ص100

-36 ایضاً،ص28

-37 مراة الشعر،(لکھنؤ: اتر پردیش اردو اکادمی،1978)،ص3-2

-38 ایضاً،ص134

-39 ایضاً،ص235

-40 کاشف الحقائق،(طبع اول؛ نئی دہلی: ترقی اردو بیورو،1982)،ص89

-40 ایضاً،ص90

باب چہارم

اردو ادب پر عربی زبان کے اثرات

تمہید

بالواسطہ و بلاواسطہ اثرات

ترکی زبان کے ایک ادیب کا قول ہے:

" نظرت في أحوال شعراء الروم و الترك جميعا فوجدتهم خلفا لشعراء إيران . وقلدالشعراء الفرس العرب ، و اتخذوا أوزانهم ، و سرنا نحن على آثارهم ، فكأننا أحفاد العرب . و آثار العرب بحر و الفارسية و التركية نهران منه ۔"[1]

(میں نے تمام رومی و ترکی شعرا کے حالات کا جائزہ لیا تو میں نے یہ پایا کہ ان تمام نے شعرائے ایران کی اتباع کی ہے اور شعرائے ایران نے عربوں کی پیروی کی ہے، ان کے اوزان حاصل کیے۔ ہم نے بھی انہی کے طریق کی پیروی کی اس اعتبار سے ہم عربوں کے پوتے ہیں۔ عرب سمندر ہے اور فارسی و ترکی اس کی دوندیاں ہیں۔)

ترکی کے متعلق جو کچھ کہا گیا اس کا انطباق مکمل طور پر نہ صرف اردو شاعری بلکہ اردو ادب کی تمام اصناف و اقسام اور رجحانات پر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ایک طرف اردو ادب اعربوں کے

پوتے ہیں تو دوسری طرف فارسی ادب اور اردو ادب کے درمیان رضاعت کا رشتہ ہے۔ کیونکہ اردو نے فارسی ہی کی مانند عربی سے براہ راست اثرات قبول کیے ہیں۔ اردو زبان و ادب پر فارسی کے وسیلے سے عربی اثرات کی آمد ایک متفق علیہ بات ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ البتہ جہاں تک دوسری صورت حال یعنی براہ راست اثرات قبول کرنے کا معاملہ ہے تو اس ضمن میں بہت سے شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں جن کی اصل بنیاد ناواقفیت اور معلومات کا نہ ہونا ہے۔ جس طرح گزشتہ ابواب اور فصلوں میں ہم نے متعدد براہ راست اثرات کا مشاہدہ کیا ہے آئندہ بحث میں بھی اس نوع کی مثالیں ملیں گی۔ جس سے ان لوگوں کا مغالطہ دور ہوجائے گا جو یہ کہتے ہیں کہ اردو ادب پر عربی کے جو کچھ اثرات پائے جاتے ہیں وہ سب فارسی کے واسطے سے آئے ہیں۔ دراصل یہ نظریہ ان جدید اردو ادبا کا پیدا کردہ ہے جن کا عربی زبان وثقافت سے کوئی رشتہ نہیں رہا۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اردو زبان کے اکثر و بیشتر ادبا و شعرا عربی ثقافت سے واقف اور عربی علوم وآداب سے آراستہ ہوا کرتے تھے اور یہ سلسلہ گزشتہ صدی کے نصف اول تک جاری وساری تھا۔ چنانچہ اس بات میں کوئی شک وشبہ ہونا ہی نہیں چاہیے کہ انھوں نے فارسی کے وسیلے کے ساتھ اور بغیر وسیلے کے عربی سے براہ راست اثرات بھی قبول کیے ہوں گے۔ اردو زبان و ادب پر نظر رکھنے والے کسی بھی شخص کو براہ راست عربی اثرات کی موجودگی میں ذرا سا بھی تردد نہیں ہوگا۔ جب ہم نے اردو زبان وعلوم کے بڑے اور اہم مصنفین مثلاً الطاف حسین حالی، شبلی نعمانی، امداد امام اثر، نجم الغنی رامپوری وغیرہ کے کارناموں پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ وہ عربی ذخائر سے براہ راست استفادہ کرتے ہیں۔

جب حالی نے اردو کا مشہور مقدمہ تصنیف کیا جسے آج بھی ادبی تنقید میں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے تو عربی تنقید کی اہم کتابیں مثلاً قدامہ بن جعفر کی نقد الشعر، ابن رشیق قیروانی کی العمدۃ، جاحظ کی کتابیں، قالی کی امالی، اصفہانی کی اغانی ان کے پیش نظر تھیں۔ انھوں نے ان عرب تنقید نگاروں کے اصول وقواعد سے استفادہ کیا اور بار بار ان کتابوں کی طرف اشارہ بھی کیا جن میں قیروانی کی العمدۃ کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ اسی طرح بے شمار عربی شعرا کا تذکرہ کیا ہے اور ان کے اشعار درج کیے ہیں۔[2]

اردو زبان میں بلاغت پر لکھی گئی کتابوں میں عربی کتابوں جیسے سکاکی کی مفتاح العلوم، قزوینی کی تلخیص المفتاح اور تفتازانی کی تصنیف مختصر المعانی شرح تلخیص المفتاح کی پیروی کی گئی ہے۔ان اردو کتابوں پر فارسی کے واسطے سے عربی اثرات یا خود فارسی کے اثرات شاذ و نادر ہی نظر آتے ہیں۔اردو میں بلاغت کی سب سے مشہور کتاب نجم الغنی رامپوری کی بحر الفصاحت اردو زبان پر عربی کے براہ راست اثر کی بہترین مثال ہے کیونکہ یہ کتاب تفتازانی کی مختصر المعانی سے ماخوذ ہے۔اس میں صرف مختصر المعانی کے موضوعات، ترتیب اور احکام کی ہی اتباع نہیں کی گئی بلکہ تھوڑا سا تسامح و توسع سے کام لیا جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو مثالوں کے ساتھ یہ اسی کا ترجمہ ہے۔[3]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اردو زبان و ادب پر عربی کا اثر بلا واسطہ اور فارسی کے وسیلے سے دونوں طرح مرتب ہوا ہے لیکن اردو زبان کے علوم پر شاعری اور نثر کے مقابلے میں زیادہ تر اثرات براہ راست ہی مرتب ہوئے ہیں۔ بہر حال جو بھی صورت حال ہو، ہے تو عربی کا ہی اثر خواہ بلا واسطہ ہو یا بالواسطہ۔

اس باب میں اردو ادب پر عربی زبان کے اثرات کا مطالعہ کیا جائے گا جس کے لیے بحث کو تین فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

پہلی فصل : اردو ادب پر عربی زبان کے مجموعی اثرات

دوسری فصل : اردو نثر پر عربی زبان کے اثرات

تیسری فصل : اردو شاعری پر عربی زبان کے اثرات

فصل اول

اردو ادب پر عربی کے مجموعی اثرات

کسی بھی ادب کے مزاج اوراس کی بنیاد کی تشکیل میں تلمیحات، تشبیہات، استعارات، الفاظ ومحاورات بہت ہی اہم کردارادا کرتے ہیں۔ ہر ادب کا اپنا خاص ماحول ہوتا ہے۔اس کے اپنے درخت، پھل، مرغزار، پھول، چرند، پرند، ندیاں، کتب واصنام، شخصیات، پہاڑ، وادیاں، مقامات، بستیاں، عشاق، معشوقات، اساطیر، حکایات، رموزاوراشارات ہوتے ہیں جواسی کے ساتھ خاص ہوتے ہیں اوردوسرے ادب میں نہیں پائے جاتے ہیں۔

جب ہم اس پہلو سے اردوادب کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر بے شمار عربی تلمیحات، تشبیہات، استعارات، الفاظ اور اصطلاحیں موجود ہیں۔ اردوادب کے طالب علم کو کوئی ایسا نثری فقرہ یا شعری ٹکڑا نہیں ملتا جس میں یہ عناصر شامل نہ ہوں۔ اردو کے ہندآریائی زبان ہونے کے باوجود ان عناصر کی کثرت اردو طالب علم کوٹھہرنے پر مجبور کرتی ہے۔ یہ امور محققین کوبھی ہمیشہ سے حیرت زدہ کرتے رہے ہیں چنانچہ اردوادبا نے مختلف انداز سے اس کی توجیہہ کرنے کی کوشش کی ہے اوراس سلسلے میں کئی رائیں پائی جاتی ہیں۔بعض نے اسے اردوادب کے ایک شدید متعصّبانہ رجحان سے تعبیر کیا ہے۔[4]

میں اس صورت حال کی نہ تو کوئی توجیہہ کروں گا، نہ کسی رائے کو دوسری رائے پر ترجیح دوں گا اور نہ ہی کسی خاص موقف کو باطل قرار دوں گا کیونکہ یہ تمام باتیں میرے موضوع کے دائرے سے خارج ہیں۔ میرا مقصد صرف ان عربی عناصر کا علمی و موضوعی اعتبار سے جائزہ لینا ہے جو اردو ادب کا حصہ بن چکے ہیں۔

الفاظ (مفردات)

سب سے قابل توجہ چیز اردو ادب کے ہر دو نظم و نثر میں مستعمل عربی الفاظ کی کثرت ہے۔ ادبی کتابوں کے مقابلے میں علمی و دینی کتابوں میں عربی الفاظ کا استعمال کہیں زیادہ ہے، جس شخص کی بھی نظر اردو میں لکھی گئی فقہ، طب، کلام اور منطق کی کتابوں پر ہے اس سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔ بلکہ یوں کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ یہ کتابیں اپنے موضوع اور اصطلاحات کے اعتبار سے عربی کتابوں کی نقل ہیں۔ بہت کم نثری جملہ یا شعری ٹکڑا ایسا ہوتا ہے جو عربی الفاظ سے خالی ہو الّا یہ کہ شعوری طور پر اس سے احتراز کی کوشش کی گئی ہو۔ اردو سے عربی الفاظ کو خارج کرنے کی خاصی جدو جہد بھی کی گئی لیکن کامیابی حاصل نہیں ہوسکی اور تمام تر کوششیں رائیگاں چلی گئیں اور ان کی حیثیت صنائع و بدائع کے نمونوں سے زیادہ نہیں۔

مقالے کے دوسرے باب میں راقم نے اردو میں پائے جانے والے عربی الفاظ کو حتی المقدور جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان الفاظ کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے اور اس فہرست میں ان الفاظ کو شامل کیا گیا ہے جن میں معنوی یا لفظی تصرف نہیں ہوا اور ان الفاظ کو شامل کیا گیا ہے جن میں معنوی یا لفظی یا دونوں قسم کے تصرفات ہوئے ہیں۔ ان عربی الفاظ کو علاحدہ فصل میں ذکر کیا گیا ہے جو اردو میں غیر عربی سوابق ولواحق کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔ ان جملوں، فقروں، ضرب الامثال اور حِکَم کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے جو اردو نے عربی سے مستعار لیے ہیں۔ اس فہرست میں ہزاروں الفاظ شامل ہیں جس سے واضح اشارہ ملتا ہے کہ عربی زبان نے اردو ادب کے مزاج کو کس حد تک متاثر کیا ہے۔ اس کی تشکیل میں کتنا اہم کردار ادا کیا ہے اور اس پر کس حد تک اثر انداز ہوئی ہے۔ یہاں تک کہ اردو ہند آریائی نسل سے تعلق رکھنے کے باوجود سامی الاصل عربی زبان کے قریب ہوگئی ہے۔

اس سلسلے میں اردو نثر و نظم کی ایک ایک مثال کی پیش کش پر اکتفا کیا جائے گا تا کہ یہ ثابت ہو جائے کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ بالکل حقیقت ہے۔ آنے والی فصلوں میں اس موضوع پر قدرے تفصیل سے گفتگو کی جائے گی۔

معروف شاعر منیر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مدحیہ قصیدہ لکھا ہے، قصیدے کے چند اشعار بطور مثال ملاحظہ ہوں ؎

ترے ناخنوں میں ہے عقدہ کشائی
انامل مقالید قفل مآرب

اسی پر ہے نص القیا فی جہنم
خدا سورۂ قاف میں ہے مخاطب

علی بحر زخار علم لدنی
علی ہے مغیث الوری فی النوائب

ہوا حکم کونوا مع الصادقین
ہیں منصوص اس کے یہ بارہ اطائب

نبی کے یہی جزء ہیں اقربا ہیں
سب ان کے سوا من قبیل الاجانب

بظاہر مسلمان کی صورتوں میں
طویل المحاسن قصیر الشوارب

تری نکث بیعت سے کچھ پھل نہ پایا
فصاروا کمن صار فی اللیل حاطب

فرس کا اگر وصف ورد زباں ہو
تو الکن ہے طی اللسانی میں غالب

مطیع اشارات راکب سراسر
نہ کالبرق خاطف نہ للنفع جالب

شیخ عبدالغفور نساخ نے میر انیس اور مرزا دبیر[5] پر تنقید کی اور ان کے مرثیوں میں در آنے والے اغلاط کی طرف اشارہ کیا تو میر محمد رضا نے ''تطہیر الاوساخ'' کے نام سے اس کی تردید میں ایک رسالہ لکھا۔ رسالے کے مقدمے میں وہ لکھتے ہیں:

''ثانیاً یہ بات کالنار علی العلم ہے کہ اکثر تلامذۂ میر صاحب و مرزا دبیر صاحب نے بہ لحاظ اپنے پڑھنے کے، اکثر تصرفات بہ تغیر و تبدل الفاظ و مصرع و بند کے کیے ہیں، بہ نظر اختصار کسی مرثیے سے کچھ بند نکال ڈالے اور کہیں درمیان مرثیہ میں کوئی مطلع یا بند ایجاد کر کے الحاق کیا تا کہ وہیں سے پڑھنا شروع کریں، کہیں بغرض بکاء و ابکاء مضامین مبکیہ موزوں کر کے شامل مرثیہ کیے، کہیں الفاظ میں موافق اپنے فہم و سلیقے کے کمی و بیشی کی، یا مشتاقین نے جو مرثیۂ جدید زبان سے ان صاحبوں

کی مجلس میں سنا خفیہ تحریر کیا اور جو الفاظ یا مصرع بہ سبب عجلت تحریر یا عدم سماعت کے رہ گئے اس کی تکمیل بہ طور خود کی اس باعث سے کہ نقل مرثیہ جدید و نو تصنیف کا دستیاب ہونا شاعر سے غیر ممکن تھا، پس جو کچھ مرثیے ان کے تلامذہ کے پاس ہیں ان میں اکثر کا اصل نہیں ہیں، تغیر و تبدل و اضافہ و نقصان ان میں بہت ہے، اور انہی مرثیوں کی نقل وہ مرثیے ہیں جو مطبوع ہوئے ہیں پس مراثی مطبوعہ من قبیل بناء الفاسد علی الفاسد ہیں''۔[6]

تلمیحات

اس ضمن میں جو دوسری قابل توجہ چیز ہے وہ ہے عربی تلمیحات کی کثرت۔ ان تلمیحات کی علمی حیثیت اور ادبی اہمیت سے وابستگان ادب بخوبی واقف ہیں۔ تلمیحات کلام میں ایجاز و اختصار پیدا کرنے کا اہم ترین وسیلہ ہوتی ہیں کیونکہ ایک لفظ یا جملہ ماضی کے واقعات و حادثات پر اتنے معنی خیز انداز میں دلالت کرتا ہے کہ کئی صفحات پر انھیں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ نیز ان سے کلام میں رونق، خوبصورتی اور گہرائی و گیرائی پیدا ہوتی ہے۔ ان میں پوشیدہ واقعات و حادثات انسانی جذبات کو بیدار کر دیتے ہیں؛ کیونکہ وہ علمی اور فکری طور پر ان واقعات سے ارتباط رکھتا ہے۔

تلمیح لمح یلمح سے مصدر ہے۔ اصطلاح میں تلمیح ایسے لفظ کو کہتے ہیں جو کسی تاریخی واقعے، دینی حکایت یا اساطیر کی طرف اشارہ کرے اور لفظ کو سنتے ہی قاری کا ذہن اس واقعے کی طرف منتقل ہو جائے۔ اردو میں عربی تلمیحات اتنی بڑی تعداد میں مستعمل ہیں کہ شاید جلدیں بھی اس کے لیے کم پڑ جائیں۔ ان میں چند تلمیحات مثالاً ذکر کی جائیں گی جو اردو ادب میں کثرت کے ساتھ استعمال کی جاتی ہیں۔ تلمیحات کے ذکر کرنے کے بعد ان سے متعلق واقعات و حوادث کی طرف اشارہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے کیونکہ وہ واقعات بہت حد تک عام ہوتے ہیں اور اگر ضرورت ہوتی بھی ہے تو ہلکا سا اشارہ ذہن کو بہ آسانی اس طرف منتقل کر دیتا ہے۔

''**آب بقا**'' وہ پانی ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی اس کو پی لے تو اسے موت نہیں آئے گی۔ حضرت خضر، سکندر ذوالقرنین کو اس کے پاس لے گئے تھے لیکن جب اس نے پانی پینے والوں کی خستہ حالت دیکھی تو پینے سے انکار کر دیا اور عجز و لاچارگی کی زندگی پر موت کو

ترجیح دی۔ اردو ادب میں یہ تلمیح مشہور اور کثیر الاستعمال ہے۔ ادبا و شعرا مختلف تراکیب مثلاً آب حیات، آب حیواں، آب زندگانی، آب خضر وغیرہ کے ساتھ اس کا استعمال کرتے ہیں۔ ذوق دہلوی کا شعر ہے ؎

کہانیاں ہیں حکایات خضر و آب بقا ☆ بقا کا ذکر ہی کیا اس جہان فانی میں

''آب زمزم''۔ میر کا شعر ہے ؎

دعا کرتا ہے یہ کعبہ میں زمزم ☆ خداوندا یہ طوفاں ہو کہیں کم

''آب کوثر''۔ قرآن کی آیت ہے: ''إنا أعطيناك الكوثر'' (ہم نے آپ کو کوثر عطا کیا)، کہا جاتا ہے کہ کوثر جنت کے حوضوں میں سے ایک حوض ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بطور تکریم عطا فرمایا ہے۔ اسیر کا شعر ہے ؎

آب کوثر سے بھرے جام کرے زینت قصر
کہہ دو رضواں سے کہ ہم سوئے ارم آتے ہیں

''آتش طور''۔ (جو آگ موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر نظر آئی تھی) اسی طرح شعلۂ ایمن، شعلۂ سینا اور شعلۂ طور وغیرہ۔ مجروح کا شعر ہے ؎

تھی چہرے سے یہ تراوش نور
پڑتا تھا گمان شعلۂ طور

''آتش نمرود''۔ علامہ اقبال کا شعر ہے ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل تھی محو تماشائے لب بام ابھی

''آدم خاکی''۔ اردو میں کئی تلمیحات ہیں جو آدم علیہ السلام اور ان کے قصے کے گرد گھومتی ہیں جسے قرآن و سنت وکتب تفاسیر میں ان کی خلقت، طینت، ملائکہ کا ان کو سجدہ کرنا، ابلیس کا انکار کرنا، ابلیس کا اظہار تکبر، آدمؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ علم الاسماء، ان کی خلافت، جنت میں داخلہ، لغزش، جنت سے ان کا نکلنا، زمین پر اترنا وغیرہ واقعات پر اردو ادب میں بکثرت تلمیحات موجود ہیں جن کو اکثر اردو ادبا و شعرا نے استعمال کیا ہے۔

اقبال کا شعر ہے ؎

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

ان ہی کا ایک اور شعر ہے ؎

یہ سب ہیں ایک ہی سالک کے جستجو کے مقام
وہ جس کی شان میں آیا ہے علّم الأسماء

درد دہلوی کہتے ہیں ؎

باوجودیکہ پر و بال نہ تھے آدم کو
واں یہ پہنچا کہ فرشتوں کا بھی مقدور نہ تھا

آتش لکھنوی نے ابلیس کے انکار کو اس طرح بیان کیا ہے ؎

نافہمی کی دلیل ہے سجدے سے یہ ابا
ابلیس کو حقیقت آدم عیاں نہ تھی

''آفتاب حشر''۔ وزیر کا شعر ہے ؎

تر دامن اس قدر ہوں کہ اے آفتاب حشر
سایہ مرا خجل کرے ابر بہار کو

''ابن مریم''۔غالب کا شعر ہے:

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

''ارنی''۔ یہ تلمیح قرآن کریم سے ماخوذ ہے۔اس میں موسیٰ علیہ السلام کے قول'' رب أرني أنظر إليك ''(سورۂ اعراف،آیت 143)(اے میرے پروردگار! اپنا دیدار مجھے کرادیجیے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں) کی طرف اشارہ ہے۔اسی طرح اس لفظ کا استعمال طلب ملاقات کے لیے بھی کیا جاتا ہے۔اسی سے ''ارنی گو'' تلمیح بھی مشتق ہوئی ہے۔اسی طرح موسیٰ،طور، برق، تجلی، وادی ایمن، ید بیضاء، عصا، غشی، پتھر پر ضرب لگانا، دریا کا پھٹنا، نیل، من وسلویٰ، فرعون، سامری

وغیرہ الفاظ بھی اردو ادب میں بطور تلمیح استعمال کیے جاتے ہیں۔
رشک کا شعر ہے ۔

اب تو باتیں بھی ہو گئیں موقوف
ارنی ہے نہ لن ترانی ہے

سودا کا شعر ہے ۔

ہر سنگ میں شرار ہے تیرے ظہور کا
موسی نہیں جو سیر کروں کوہ طور کا

آتش کا شعر ہے ۔

موسیٰ کو تیرے حکم سے دریا نے راہ دی
فرعون کو تو نے غرق کیا رود نیل کا

''آزر''۔ قرآن کریم میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں آزر کا لفظ آیا ہے۔ آزر حضرت ابراہیمؑ کے باپ کا نام ہے۔ اردو ادب میں اس سے کئی تلمیحات وضع کی گئی ہیں جیسے ابراہیمؑ کی آزمائش اور نمرود کے سامنے ان کا دلائل پیش کرنا، ملکوت السماوات والارض کا مشاہدہ کرنا، ''نمرود کی خدائی''، ''گلزار ابراہیم'' وغیرہ۔ غالب کا شعر ہے ۔

نقش پا کی صورتیں وہ دلفریب
تو کہے بت خانۂ آزر کھلا

علامہ اقبال کا شعر ہے ۔

آگ ہے اولاد ابراہیم ہے نمرود ہے
پھر کسی کو کیا کسی کا امتحاں مقصود ہے

مرزا غالب کہتے ہیں ۔

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

''اصحاب فیل''۔ ذوق دہلوی کا شعر ہے ۔

وادیٔ بطحا میں جیسے بر سر اصحاب فیل
معجزہ طیراً ابابیل آیا وقت انہدام

''اصحاب کہف''۔منیر کا شعر ہے ۔

کانپے پہاڑ نالۂ فرقت نصیب سے
اصحاب کہف چونکے صدائے مہیب سے

''اعجاز مسیحا''۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت اور حیات سے متعلق اردو میں کئی تلمیحات موجود ہیں مثلاً ان کی معجزانہ ولادت، گہوارے میں ان کا گفتگو کرنا، اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دینا، نابینا اور کوڑھ کے مریض کو ٹھیک کر دینا، ان کی کنیت، ان کا لقب، ان پر اتاری گئی کتاب، یہود کا ان کو سولی پر چڑھانے کی کوشش کرنا، ان کا آسمان پر اٹھایا جانا وغیرہ تمام واقعات اردو میں بطور تلمیح استعمال ہوتے ہیں۔''اعجاز مسیحا'' مردوں کو زندہ کرنے اور بیمار کو صحت مند کرنے کی تلمیح ہے جو اردو کی کثیر الاستعمال تلمیحات میں شامل ہے۔غالب کا شعر ہے ۔

اک کھیل ہے اورنگ سلیماں مرے نزدیک
اک بات ہے اعجاز مسیحا مرے آگے

غالب کا ایک اور شعر ہے ۔

مر گیا صدمۂ یک جنبش لب سے غالب
ناتوانی میں حریف دم عیسیٰ نہ ہوا

ناسخ کہتے ہیں ۔

آج کل سے کچھ نہیں اپنی زباں معجز بیاں
نطق عیسیٰ کی طرح رکھتے ہیں مادر زاد ہم

''الست'' یا ''روز الست''۔یہ تلمیح اللہ تعالیٰ کے قول '' أ لست بربکم '' (سورۂ اعراف، آیت 172) (کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟) سے مستنبط کی گئی ہے۔محسن کاکوروی کا شعر ہے ۔

عالم میں وہی ہوا ہے چلتی
جو صبح اَلست کو چلی تھی

نظر کا شعر ہے ۔

لیتا ہے جان میری تو میں سر بدست ہوں
اے یار میں تو کشتۂ روز اُلست ہوں

"اُلف لیلہ" ذوق دہلوی کا شعر ہے ۔

درازی میں شب غم کی اگر بہلائے دل مجنوں
خیال زلف لیلیٰ اس کے حق میں اُلف لیلہ ہو

"اُلم نشرح"۔ قرآنی تلمیح ہے جس سے معجزۂ شق صدر کی طرف اشارہ ہے۔ قرآن کریم کی ایک سورہ اسی لفظ سے شروع ہوتی ہے اور اس سورہ کا نام بھی اسی لفظ پر ہے۔ اس لفظ سے واضح چیز سے کنایہ کیا جاتا ہے۔ سودا کا شعر ہے ۔

اُلم نشرح ہوا عالم میں تیرا عشق اے سودا
نہ پنہاں ہوسکے دریائے دل میں ماہ کی صورت

"اُناالحق"۔ یہ قول حسین بن منصور الحلاج کی طرف منسوب ہے۔ امیر مینائی کا شعر ہے ۔

دی گئی منصور کو سولی ادب کے ترک میں
تھا اُنا الحق حق مگر اک حرف گستاخانہ تھا

"باغ ارم"۔ اسی طرح باغ شداد، جنت شداد، جنت ارضی، بہشت شداد، بہشت ارم، گلزار ارم وغیرہ تلمیحات کا ایک ہی معنی ہے۔ انشا کا شعر ہے ۔

جو شخص مقیم رہ دل دار ہے زاہد
فردوس لگے اس کو نہ باغ ارم اچھا

"برادران یوسف"۔ اس سے حاسد اقربا کی طرف کنایہ کیا جاتا ہے۔

بھاگ ان بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی
بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر پائیں

اردو ادب میں استعمال ہونے والی بہترین تلمیحات قرآن کے احسن القصص یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے سے ماخوذ ہیں جیسے "ماہ کنعان، چاہ کنعان، بازار مصر، یوسفؑ کی

فروختگی، ان کا حسن، ان کی تعبیر بیانی، گریۂ یعقوبؑ، زندان یوسف، پیراہن یوسف، بوئے پیراہن، پیر کنعان (یعقوب علیہ السلام)، زلیخا اور زنان مصر وغیرہ۔

روشن ہے وہ ہرایک ستارے میں زلیخا
جس نور کو تو نے مہ کنعان میں دیکھا

رضا بریلوی کا شعر ہے ۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

غالب کا شعر ہے ۔

نسیم مصر کو کیا پیر کنعاں کی ہوا خواہی
اسے یوسف کے بوئے پیرہن کی آزمائش ہے

سودا دہلوی کا شعر ہے ۔

مجھ کو ان آنکھوں نے محجوب اس پیمبر سے کیا
لے گئی ہیں آبرو یہ گریۂ یعقوب کی

''بردہ''۔امام بوصیری کا قصیدہ ہے۔اس تلمیح کا استعمال قصیدے کی شہرت اور لوگوں کے درمیان اس کی مقبولیت پر دلالت کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ناسخ کا شعر ہے ۔

ہے جو اے ناسخ وظیفہ خلق کا
یہ غزل ہے یا قصیدہ بردہ ہے

اردو شعرا نے قصیدے کی شہرت کے باعث اس میں مستعمل تلمیحات کو بھی خوب برتا ہے۔علامہ اقبال کا مشہور قصیدہ ''ذوق وشوق'' جو ان کے دیوان بال جبریل میں شامل ہے، اس کے بیشتر اشعار انھوں نے اپنے قیام فلسطین کے دوران لکھے تھے۔اس سفر میں انھوں نے نیت کی تھی کہ وہ روضۂ اطہر اور مسجد نبوی کی زیارت کے لیے جائیں گے لیکن قسمت نے ساتھ نہیں دیا۔ان اشعار میں دیار حبیب ﷺ سے والہانہ محبت کا اظہار کیا گیا ہے ۔

سرخ و کبود بدلیاں چھوڑ گیا سحاب شب
کوہ اضم کو دے گیا رنگ برنگ طیلساں
گرد سے پاک ہے ہوا برگ نخیل دھل گئے
ریگ نواح کاظمہ نرم ہے مثل پرنیاں
آگ بجھی ہوئی ادھر ٹوٹی ہوئی طناب اُدھر
کیا خبر اس مقام سے گزرے ہیں کتنے کارواں

مذکورہ اشعار میں وارد تلمیحات بوصیری کے قصیدے کے اس شعر سے ماخوذ ہیں ۔

أم هبت الريح من تلقاء كاظمة
أو أومض البرق في الظلماء من إضم

(یا کاظمہ کی طرف سے ہوا چلی ہے یا اضم کی طرف سے تاریکی میں بجلی چمکی ہے)(یہ دو مقام کے نام ہیں)

''تخت سلیمان'' ۔لفظ سلیمان اردو ادب میں زبردست اقتدار اور قدرت کاملہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ سلیمان علیہ السلام کے قصے سے متعلق اور بھی کئی تلمیحات ہیں جیسے ''مور (چیونٹی) سلیمان''، ''انگشت سلیمان'' اور پیک (قاصد) سلیمان وغیرہ غالب کا شعر ہے ۔

استخواں ریزۂ موراں ہے سلیماں کا نگیں

رضا کا شعر ہے ۔

آج تک تخت سلیماں خلق کہتی ہے جسے
ایک خاکہ تھا وہ میرے خانۂ برباد کا

الطاف حسین حالی وطن کی ایک مٹھی خاک کو انگشت سلیمانی سے فائق گردانتے ہیں ۔

لوں نہ اک مشت خاک کے بدلے
گر ملے خاتم سلیمانی

''چوب کلیم'' (عصائے موسیٰ)۔علامہ اقبال کا شعر ہے ۔

دفعۃً جس سے بدل جاتی ہے تقدیر امم
یہ وہ قوت کہ حریف اس کی نہیں عقل حکیم
ہر زمانے میں دگرگوں ہے طبیعت اس کی
کبھی شمشیر محمد ہے کبھی چوب کلیم

''حرب بسوس''۔عرب کے دو بڑے قبائل بکر اور تغلب کے درمیان چلنے والی قبائلی جنگ جس میں بعد میں دیگر عرب قبائل بھی شامل ہو گئے تھے۔ جنگ کے شعلے تقریباً نصف صدی تک بھڑکتے رہے۔حالی کا شعر ہے ؎

وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی
صدی جس میں آدھی انھوں نے گنوائی

''خوان خلیل''۔حالی کا شعر ہے ؎

خوان نعمت پر ہے تیرے مہمانوں کا ہجوم
نام پھر زندہ ہوا خوان خلیل اللہ کا

''دعائے خلیل''۔خواجہ الطاف حسین حالی کا شعر ہے ؎

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

''ذبح عظیم''۔ظفر علی خان اس تلمیح قرآنی کو یوں استعمال کرتے ہیں ؎

تازہ پھر ہوتی ہے سنت آج ابراہیم کی
ہو رہا ہے آج پھر حل عقدۂ ذبح عظیم

''رجعت خورشید''(سورج کا واپس لوٹنا)۔ناسخ کہتے ہیں ؎

کیا ضرر منکر ہوئے دوچار اگر خفاش طبع
جس نے دیکھا رجعت خورشید کے اعجاز کو

''زمرۂ لا یحزنون''۔اس تلمیح میں اللہ تعالیٰ کے قول ''ألا إن أولياء الله لا خوف عليهم و لا هم يحزنون ''(بے شک اولیاء اللہ کو کوئی خوف ہے نہ کوئی غم) کی طرف اشارہ ہے۔

اقبال کا شعر ہے ۔

عطا اسلاف کا جذب دروں کر
شریک زمرۂ لا یحزنوں کر

''سدسکندر''۔داغ دہلوی اس تلمیح کو اپنے شعر میں استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں ۔

جوش گریہ وہ ہے طوفاں گر نہ روکیں اس کو ہم
پار ہو سد سکندر کو یہ پانی توڑ کر

''شاہ لافتی'' (علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ایک لقب)۔اس میں مشہور مقولہ''لا فتى إلا علي لا سيف إلا ذو الفقار '' (علی کے علاوہ کوئی جوان نہیں، ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں) کی طرف اشارہ ہے۔اردو میں حضرت علیؓ کی عبقری شخصیت اور سیرت سے متعلق بہت سی تلمیحات استعمال ہوتی ہیں۔جیسے شاہ مرداں،شاہ نجف،حیدر کرار،مشکل کشا،بوتراب،ساقیٔ کوثر،باب علم، مولود کعبہ،اسداللہ،خیبرشکن،ذوالفقار،خاک نجف،دلدل وغیرہ۔یہ تمام تلمیحات ان کے متعلق احادیث وآثار سے مستنبط ہیں۔ناسخ کا شعر ہے ۔

آئے ناسخ کیا نظر جز شہسوار لافتی
سرمۂ بینش غبار راہ دلدل ہوگیا

''صدائے کن فیکون''۔یہ تلمیح علامہ اقبال کے شعر میں استعمال ہوئی ہے۔(اس تلمیح کا ماخذ سورۂ یٰسین میں وارد اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:''اس کا امر یوں ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے تو کہتا ہے کہ''کن''ہوجا''فیکون''تو وہ ہوجاتی ہے)مترجم

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آرہی ہے دمادم صدائے کن فیکون

''ضرب کلیم''۔اقبال کا شعر ہے ۔

ہزار چشمے ترے سنگ راہ سے پھوٹے
خودی میں ڈوب کے ضرب کلیم پیدا کر

''طوفان نوح''۔کسی نے کیا خوب کہا ہے ۔

طوفان نوح لانے سے اے آنکھ فائدہ
دو اشک ہی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

''علم لدنی''۔سورۂ کہف میں وارد اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وعلّمناہ من لدنّا علماً﴾ یعنی ہم نے اسے (خضر کو) اپنے پاس سے ایک علم دیا، سے ماخوذ ہے۔ اس کا معنی ہے ایسا علم جو بلا کسب حاصل ہوا ہو جو اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو عطا کرتے ہیں۔ محسن کاکوروی کا شعر ہے ؎

صدر ایوان رسالت کا عجب سینہ ہے
صورت علم لدنی کا یہ آئینہ ہے

''غار حرا''۔ مکہ مکرمہ میں ایک غار ہے جس میں نبی کریم ﷺ بعثت سے قبل اعتکاف کیا کرتے تھے۔ یہ وہی غار ہیں جس میں آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی۔ حالی کا شعر ہے ؎

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

''فتح مبین''۔فتح مکہ کی تلمیح ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فتح مبین کہا ہے۔ظفر کا شعر ہے ؎

ہر اک فرعون بے ساماں کی گردن کو جھکا دے گی
وہ ملت قرعہ جس کے نام پر فتح مبیں کا ہے

''قارون''۔ناسخ کا شعر ہے ؎

ساتھ زر کے پستیِ ہمت بھی ہوتی ہے زیاد
ورنہ مائل سوئے اسفل کس طرح قاروں ہوا

''کوہ طور''۔غالب کا شعر ہے ؎

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ، ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

''لاتقنطوا''۔حالی اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں ؎

دوزخ ہے گر وسیع تو رحمت وسیع تر
لاتقنطوا جواب ہے ہل من مزید کا

(واضح رہے کہ ''لا تقنطوا'' اور ''ھل من مزید'' قرآنی آیات کے اجزا ہیں جن کا بالترتیب معنی ہے ''مایوس مت ہو'' اور ''کیا کچھ مزید ہے؟''۔ قرآن کے مطابق دوسرا فقرہ جہنم اس وقت ادا کرے گی جب اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ ''کیا تو بھر گئی'') مترجم

''معراج''۔ اقبال نے اس تلمیح کو یوں استعمال کیا ہے ؎

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

''نفخہ صور''۔ مومن خان مومن کا شعر ہے ؎

شور محشر، خروش، واویلا
نفخۂ صور جوش، واویلا

''وامق''۔ (عرب کے مشہور عاشقوں میں سے ایک عاشق)۔ زکی یوں کہتے ہیں ؎

مر گئے قیس وامق اور زکی
آدمی اٹھ گئے زمانے سے

''ہل من مزید''۔ (قرآن کی ایک آیت کا جز)۔ قدر کا شعر ہے ؎

بھرو جو صورت دوزخ بھی پیٹ زاہد کا
ڈکار نعرۂ ہل من مزید ہو جائے

''یاجوج وماجوج''۔ قرآن کریم میں ان کا ذکر آیا ہے۔ اقبال کا شعر ہے ؎

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون

جو تلمیحات پیش کی گئی ہیں وہ بہت تھوڑی ہیں جنھیں صرف بطور مثال پیش کیا گیا ورنہ اردو میں اس قسم کی تلمیحات کا ذخیرہ بہت ہی وسیع ہے۔ نیز یہ کہ تلمیحات صرف شاعری تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ شاعری کے علاوہ تمام اصناف نثر میں ان کا خوب خوب استعمال کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر کئی کتابیں بھی تصنیف کی جا چکی ہیں۔ [7]

تشبیہات و استعارات

اردو ادب میں عربی یا عربی ادب سے ماخوذ تشبیہات و استعارات کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ ان کی کثرت اردو پر عربی زبان کے گہرے اثرات کی واضح دلیل ہے۔ یہ صورت حال محققین کو حیرت و تعجب میں مبتلا کر دیتی ہے کیونکہ زبانیں تشبیہات و استعارات اپنے ماحول اور مزاج سے تیار کرتی ہیں لیکن اردو میں یہ معاملہ مختلف نظر آ تا ہے۔ اردو تشبیہات کی بڑی تعداد عرب ماحول اور ان کی ثقافت سے مستعار ہے چنانچہ یہاں خوبصورت مردوں کو یوسف سے، عورتوں کو ظباء (ہرنوں) سے، پلکوں کو محراب قبلہ سے، آنکھ کو نرگس سے، دانتوں کو لولو (موتی) سے، زلف کو سانپ سے، ہونٹ کو گلاب سے، خوبصورت چہرے کو چاند اور صبح سے، بہادر کو شیر سے تشبیہ دی جاتی ہے۔اسی طرح عادل کو عمر فاروقؓ سے، سخی کو حاتم سے، فصیح کو سحبان (ابن وائل، عرب کا مشہور خطیب) سے، مدح نبیؐ کرنے والے شاعر کو حضرت حسانؓ سے، دولت مند بخیل کو قارون سے، سخت دل اور ظالم کو حجاج سے، سرکش اور عاصی کو فرعون سے، سرکشوں اور نافرمانوں کی سرکوبی کرنے والے کو موسیٰ سے، جادوگر کو سامری سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

زمانۂ قدیم میں عرب ادبا و شعرا نے ان تشبیہات کو خوب استعمال کیا۔حیرت کی بات ہے کہ ہندوستان میں بے شمار ندیاں، لاتعداد شہر، مختلف پہاڑ، انواع واقسام کے درخت پائے جاتے ہیں لیکن اردو ادب میں ان کو قابل توجہ نہیں سمجھا گیا یہاں ہمیشہ نیل، دجلہ، فرات، حجاز، مصر، کنعان، بابل، بغداد، دمشق، طور، فاران، نخیل، طوبیٰ اور ام غیلان پر ہی توجہ مرکوز کی گئی۔ ہندوستان کے بہت سے مقامات ہیں جہاں کا حسن مشہور ہے۔ پری چہروں کی کثرت ہے لیکن اردو ادب میں لیلیٰ، عذرا اور سلمیٰ وغیرہ کا ذکر چھایا رہا ہے۔ یہاں تک کہ اردو میں خود لفظ لیلیٰ معشوق کے معنی میں مستعمل ہونے لگا اور محبوب کو ''لیلائے من'' کہا جاتا ہے۔سرزمین ہند بتوں اور اصنام سے پٹی پڑی ہے لیکن اس کے باجود جب بھی بتوں کا ذکر آتا ہے لات وعزیٰ، مناۃ وہبل وغیرہ کا ہی ذکر کیا جاتا ہے جو کہ زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے معبود اور بت تھے۔ناسخ کا شعر ہے ؎

روز نو روز جبیں ہے، شب معراج ہے زلف
ذوالفقار ابروئے محبوب ہے قرآں عارض

عربی میں چہرے کو دن سے تشبیہ دینا معروف ہے۔شاعر کہتا ہے ؎

کم وجوہ مثل النہار ضیاء

لنفوس کاللیل في الإظلام

(بہت چہرے دن کے مانند روشن ہیں ایسے لوگوں کے لیے جورات کی مانند تاریک ہیں)

عربی ہی کی طرح اردو میں بہادر کو شیر سے تشبیہ دی جاتی ہے۔اقبال کا شعر ہے ؎

آئین جواں مرد حق گوئی و بیباکی

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

مرزا دبیر لکھنوی کہتے ہیں ؎

اس شان سے غازی صف جنگاہ میں آیا

غل تھا کہ اسد لشکر روباہ میں آیا

متنبّی اپنے ممدوح کو شیر سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتا ہے ؎

کالسیف في إخدامه والغیث في

إرهامه و اللیث في إقدامه

(کاٹنے میں تلوار کی طرح ، برسنے میں موسلا دھار بارش کی طرح اور اقدام کرنے میں شیر کی طرح ہے)

شاعر کی یہ تشبیہ کتنی ہی عمدہ ہے ؎

لولا احتقار الأسُد شبهتهم بها

و لکنها معدودة في البهائم

(اگر شیروں کو حقیر نہ سمجھتا تو میں انھیں شیروں سے تشبیہ دیتا لیکن شیروں کا شمار بہائم میں ہوتا ہے)

اردو میں سخی کے لیے حاتم کی تشبیہ استعمال کی جاتی ہے جو عربی سے مستعار لی گئی ہے۔مصحفی نواب آصف الدولہ کا قصیدہ کہتے ہوئے کہتے ہیں ؎

جب میں اس کی سخاوت کے، جو ہیں رتبہ شناس
قصۂ بخشش حاتم کو سمجھتے ہیں زٹل

سحر لکھنوی منورالدولہ کی مدح کرتے ہوئے کہتے ہیں ؎

جہاں میں نام ہے مانند حاتم طائی
ولایتوں میں ہے ضرب المثل بجود و سخا

مشہور عربی شاعر ابوتمام، احمد بن معتصم کی مدح میں کہتا ہے ؎

إقدام عمرو في سماحة حاتم
في حلم أحنف في ذكاء أياس

(وہ پیش قدمی میں عمرو، سخاوت میں حاتم، بردباری میں احنف اور ذکاوت میں ایاس کی مانند ہے)

عرب شعرا اگر جا گھر کے چراغ کو بطور تشبیہ استعمال کرتے ہیں۔ امراوء القیس کا شعر ہے ؎

يضيئ الظلام بالعشي كأنما
منارة ممسي راهب متبتل

(رات میں تاریکی کو اس طرح روشن کرتا ہے جیسے چراغ عابد شب زندہ دار)

اسی تشبیہ کو انشا نے بھی استعمال کیا ہے ؎

اے آتش فراق ترا بل بے سوز داغ
جھلکے ہے دل میں دور سے جوں دیر کا چراغ

اردو نے جن عربی تشبیہات کو اخذ کیا ہے ان میں نرگس کی تشبیہ بھی شامل ہے۔ اردو کے شاعر آبرو کا شعر ہے ؎

نرگس ہے چشم، سرو ہے قد، غنچہ ہے دہن
رخ رشک گل ہے، غیرت ابر بہار زلف

عربی شاعری میں اس تشبیہ کا استعمال بکثرت ملتا ہے۔ ابونواس کا شعر ہے ؎

لدى نرجس غض القطاف كأنه
إذا ما منحناه العيونَ عيون

اردو شاعری میں ممدوح کو آفتاب و ماہتاب اور سمندر سے تشبیہ دینے کا رواج عربی زبان کے زیراثر ہی آیا ہے؛ کیونکہ عربی میں یہ تشبیہات اس وقت بھی استعمال کی جاتی تھیں جب ابھی اردو زبان وجود میں بھی نہیں آئی تھی۔ مندرجہ ذیل شعر میں سودا اپنے ممدوح کو سمندر سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ہیں ؂

آگے تجھ بحر کرم کے صدف پر گوہر
مٹھی اس کی ہے جسے نکلے بہ شدت چیچک

اسیر، نواب کلب علی خاں رامپوری کو آفتاب و ماہتاب سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ہیں ؂

آفتاب فلک جاہ و حشم
بدر تابندۂ الطاف و کرم

متنبّی نے یہ تینوں تشبیہات ایک ہی قصیدے میں ایک ساتھ استعمال کی ہیں ؂

كالبدر من حيث التفتَ رأيتَه
يهدي إلى عينيك نورا ثاقبا
كالبحر يقذف للقريب جواهر
جودا و يبعث للبعيد سحائبا
كالشمس في كبد السماء وضوءها
يغشى البلاد مشارقا و مغاربا

(وہ چاند کی مانند ہے تم جدھر آنکھ اٹھاؤ گے نور ہی نور نظر آئے گا
وہ سمندر کی مانند ہے جو قریب والوں کو جواہر دیتا ہے اور دور والوں کے لیے بادل بھیجتا ہے
وہ آسمان پر سورج کی مانند ہے جس کی روشنی مشرق و مغرب کے ممالک کو محیط ہے)

اردو میں عربی کی ہی طرح دانت کو موتی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ناسخ کا شعر ہے ؂

جی میں آتا ہے کریں موزوں ترے دانتوں کا وصف
موتیوں کہ ہو جو سمرن استخارہ کیجیے

ایسے ہی ایک یمنی شاعر کہتا ہے ؎

أشبــــه ثــغــره و الــقـــات فيــــه
و قــد لانــت لــرقبتـــه الـقـلـوب
لآل قـــد نبتـــن عـــلـــى عـــقيـــق
و بيــنهــمـــا زمــــــــرد ة تـذوب

(میں قات (ایک نشہ آور سبز نبات جو اہل یمن استعمال کرتے ہیں) سے بھرے
اس کے دہانے کی تشبیہ بیان کر رہا ہوں جس کے حضور بے شمار دل سرنگوں ہیں
جیسے عقیق پر موتیاں اگ آئی ہیں اور ان کے درمیان زمرد پگھل رہا ہے)

عربی میں عشق کو آگ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔کہا جاتا ہے کہ ''العشق نار یحرق ما سوی اللہ'' (عشق ایک ایسی آگ ہے جو اللہ کے سوا سب کو جلا کر خاک کر دیتا ہے)۔اقبال نے بھی یہ تشبیہ استعمال کی ہے ؎

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

اردو میں علم کو جنت سے مشابہت دی جاتی ہے جو کہ عربی کی مشہور تشبیہ ہے۔اقبال کا شعر ہے ؎

علم میں بھی سرور ہے لیکن
یہ وہ جنت ہے جس میں حور نہیں

اردو کے مشہور شاعر سودا دہلوی اپنے ایک قصیدے میں اپنے محبوب کی منظر کشی کرتے ہوئے عرب کی محبوباؤں پر اسے فائق قرار دیتے ہیں ؎

ایسے تم غیرت سلمٰی ہو کہ عذرا ہیں عذار
ہونٹ شیریں ہیں ہر اک کاکل شب گوں لیلیٰ

حالی نے نبی ہادی ﷺ کو راعی سے تشبیہ دی ہے جو کہ عربی کی رائج تشبیہ ہے۔ان کا شعر ہے ؎

یہ سنتے ہی تھرا گیا گلہ سارا
یہ راعی نے للکار کر جب پکارا

ان تشبیہات سے قطع نظر اردو میں بے شمار ایسی مذہبی تشبیہات موجود ہیں جن کا عربی ادب سے کسی نہ کسی طرح سے ربط ہے۔ ان تشبیہات کو کئی حصوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے:

1- وہ تشبیہات جو قرآن کریم، اس کے اجزا، سورتوں اور آیتوں سے متعلق ہیں۔

2- وہ تشبیہات جو اعمال یعنی نماز، اذان، قیام، رکوع، سجدہ، زکوٰۃ اور حج وغیرہ سے متعلق ہیں۔

3- وہ تشبیہات جو مذہبی شخصیات مثلاً انبیا، ائمہ، شہدا اور صالحین سے متعلق ہیں۔

4- وہ تشبیہات جو مذہبی آثار، شہر اور شعائر پر مشتمل ہیں۔ مثلاً مکہ، مدینہ، طیبہ، حجاز، کعبہ، حجر اسود، بطحا، حرا، صفا، مروہ، سینا، قدس، بغداد، شام، عراق وغیرہ۔ مذہبی تشبیہات کی مثالیں اقبال کی شاعری میں بکثرت ملتی ہیں۔ چند راشعار بطور مثال ملاحظہ ہوں ؎

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

فطرت کا سرود ازلی اس کے شب و روز
آہنگ میں یکتا صفت سورۂ رحمان

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

پاک ہے گرد وطن سے سر داماں تیرا
تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں تیرا

آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں
زندگی مثل بلال حبشی رکھتے ہیں

صحبت پیر روم سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سر بہ جیب ایک کلیم سر بہ کف

بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا براہیم پدر اور پسر آذر ہیں

بندے کلیم جس کے پربت جہاں کے سینا
نوح نبی کا آکر ٹھہرا جہاں سفینہ

قافلۂ حجاز میں ایک حسین بھی نہیں
گرچہ ہے تابدار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

ہے زمین قرطبہ میں دیدۂ مسلم کا نور
ظلمت مغرب میں جو روشن تھی مثل شمع طور

اصطلاحات

اردو میں استعمال ہونے والی اصطلاحیں تمام نہیں تو اکثر عربی سے ہی مستعار ہیں۔ باب سوم میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ اردو زبان کے علوم پر عربی اصطلاحات کا کتنا غلبہ ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ علوم عام مفہوم میں ادب کا ہی حصہ ہیں۔ نثر و شعر کی اکثر اصطلاحات عربی سے ماخوذ ہیں۔ سب سے پہلے تو خود نثر اور شعر ہی عربی اصطلاحات ہیں۔ جدید اصطلاحات بھی عربی ناموں سے موسوم ہیں جیسے نثر مرجز اور نثر عاری، اور شعر سے متعلق اصطلاحات حاجب، مستزاد، قطعہ، مثنوی، رباعی وغیرہ۔ اسی طرح نظم، ادب اور اسلوب عربی اصطلاحیں ہی ہیں۔

اردو نثر کی اہم اصطلاحات: مسجع، مقفیٰ، مرسل، سلیس، قصہ، خطبہ، مقالہ اور امابعد وغیرہ۔ کثیر الاستعمال شعری اصطلاحات: قصیدہ، غزل، مرثیہ، مدح، ہجو، تشبیب، دعا، مطلع، مقطع، مصرع، بیت، شطر، قافیہ، خمریات، مسمط، فرد، بحر، صدر، عجز وغیرہ۔

تراکیب

بیان میں ایجاز اردو زبان کی ایک ایسی صفت ہے جو اسے دیگر ہندوستانی زبانوں میں ممتاز حیثیت عطا کرتی ہے۔ اردو میں مستعمل وصفی تراکیب اور عربی اضافتیں ایجاز کا اہم وسیلہ ہیں۔

عربی تراکیب کا استعمال اردو زبان میں ابتدا سے نثر و نظم دونوں میں ہوتا چلا آ رہا ہے۔ قدیم اردو ادب ایسی مثالوں سے بھرا پڑا ہے۔ یہ تسلسل بیسویں صدی کے نصف اول تک جاری تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانے تک اردو ادبا عربی زبان سے واقفیت رکھتے تھے چنانچہ ان کی تحریروں میں بلا قصد و ارادہ یہ چیزیں شامل ہوتی تھیں۔ یہی حال اردو قارئین کا تھا وہ اس قسم کی تحریروں کی تفہیم پر کماحقہ قدرت رکھتے تھے۔ آزادی کے بعد صورت حال ضرور تبدیل ہوئی اور عربی تراکیب کے استعمال کا رواج کم ہوا لیکن ادبی تحریریں اب بھی ان سے خالی نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ جن لوگوں نے اردو کو عربی اثرات سے دور رکھنے کی صدا لگائی یا لگا رہے ہیں، ان کی تحریریں بھی اس صفت سے عاری نہیں ہیں جو کہ اردو پر عربی زبان و ادب کے اثر کا منہ بولتا ثبوت ہے، جو حد اعجاز کو پہنچا ہوا ہے۔

ان تراکیب کا استعمال تمام اصناف نثر و نظم میں پایا جاتا ہے۔ البتہ ان کے استعمال کی کثرت و قلت کا تعلق مصنف یا شاعر کی ثقافت و ماحول سے ہے۔ مثلاً جب ہم مولانا آزاد جیسے عربی ثقافت میں رچے بسے مصنف کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کی تحریروں میں عربی تراکیب کا سیل رواں نظر آتا ہے۔ ان کی کوئی بھی تحریر خواہ اس کا عنوان کچھ بھی ہو ان میں عربی اشعار، جملے، فقرے اور تراکیب کا استعمال ہر سطر دو سطر کے بعد ضرور مل جائے گا۔ اسی طرح صنف و وزن و ہیئت سے قطع نظر اکثر شعرا نے ان تراکیب سے بقدر استطاعت استفادہ کیا ہے۔ بعض شعرا نے تو شعر کا پورا مصرع تک عربی میں کہا ہے۔ بعض شعرا نے صنعت تلمیع کے طور پر ہر شعر کا ایک مصرع عربی میں کہا ہے۔ اس قسم کی متفرق مثالیں پیش ہیں:

ابوالکلام آزاد تذکرہ میں رقم طراز ہیں:

> ''... باقی یا تو اسمائے مختلفہ ہیں اور مسمیٰ وہی ایک ہے مثلاً ''سنت و سیرت'' کی جگہ ''قرآن و کتاب'' کا لفظ بول دیا جائے کہ نام دو ہو گئے مگر حکایت شہد و عسل سے زیادہ نہیں یعنی بات وہی ایک رہی، دلالت و تسمیہ میں تعدد ہوا، مدلول و مسمیٰ میں نہیں۔

عباراتنا شتی و حسنك واحد

یا پھر اس نسخے کے اجزا و توابع جیسے آثار و سیرت صحابہ و سلف امت اور معارف و بصائر ماخوذہ و مکتسبہ کتاب و سنت کہ گو اشکال و اسما میں تفرقہ و امتیاز ہوا مگر بحکم ''علیکم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين ''اور'' و آخرين منهم لما يلحقوا بهم''اور'' فأولئك مع الذين أنعم الله عليهم ''الخ، اور ''ما أنا عليه و أصحابي ''معناً و حکماً، جز و کل، اصل و فرع، مصدر و مشتق یا شمس و کواکب کا سا معاملہ واقع ہوا۔ روشنی صرف ایک ہی ہے اور ایک ہی کی ہے اگر چاند سے بھی جائے اور چمکیلے ستاروں سے بھی۔

بحریست متحد کہ باشکال مختلف
باراں و قطرہ و صدف و گوہر آمدہ
مشتق چو نیک در نگری عین مصدراست
کیں در صفات ظاہر و خود مضمر آمدہ

و يقرب من هذا ما قيل بالعربية:

و ما البحر إلا الموج لا شيئ غيره
و إن فرقته كثرة المتعدد

اور اگر یہ دونوں صورتیں بھی نہیں تو پھر جو کچھ ہے نہ تو علم ہے اور نہ شفا بلکہ خود جہل ہے اور مرض، اگرچہ دنیا میں زیادہ حصہ انہی مریضوں کا بستا ہے جنھوں نے ہمیشہ طلب مرض کو طلب شفا سمجھا ہے اور سم قاتل سے امید حیات رکھی ہے۔ اور پھر یاد رہے کہ یہی معنی سلف کے اس قول کے ہیں کہ علم نہیں ہے مگر وہ جس میں حدثنا اور اخبرنا ہو، اس کے سوا جو کچھ ہے وہ وساوس وضلالت سے زیادہ نہیں ہے، كما قال الشافعي رضي الله عنه :

كل العلوم سوى القرآن مشغلة
إلا الحديث و إلا الفقه في الدين
العلم ما كان فيه قول حدثنا
و سوى ذلك وسواس الشياطين

اور یہی معنی اس قول نبوی (ﷺ) کے ہیں کہ علم صرف تین ہیں ماسوا ان کے جو کچھ ہے فضل ہے: آیت محکمہ، سنت قائمہ، فریضہ عادلہ اور یہ من جملہ جوامع الکلم نبویہ کے ہے کہ اس دنیا میں علم کی حقیقت اور اس کے حدود و مقاصد و مراتب و انواع کی نسبت جو کچھ بھی کہا جا سکتا ہے وہ سب کچھ ان تین لفظوں میں جمع کر دیا گیا اور بتلا دیا گیا، و لکن لا یعقلها إلا العالمون ، و قدس الله روح القائل و هو حجة السلام (الإسلام) ابن القیم إذ یقول في النونیة الکبری ؎

العلم قال الله قال رسوله

قال الصحابة هم أولو العرفان

ما العلم نصبك للخلاف سفاهة

بین الرسول و بین رأی فلان

(اسی قصیدے کے آٹھ اشعار ذکر نے کے بعد آگے لکھتے ہیں)

و قال الشیخ الأکبر من جملة أبیات افتتح بها الباب الثامن و ثلاث مأیة من الفتوحات ؎

کل علم یشهد الشرع له

فهو علم نبه فلتعتصم

فإذا خالفه العقل فقل

طورك الزم ما لکم فیه قدم" [8]

مولوی سید مہدی علی خاں ملقب بہ محسن الملک اپنے ایک مقالے میں رقم طراز ہیں:

''تمام متکلمین اور حکما کا قول ہے کہ حقائق الأشیاء ثابتة یعنی ہر چیز کی فی حد ذات ایک حقیقت اور ماہیت ہے اور انہی کا یہ مقولہ ہے کہ تقلیب الماهیة محال یعنی ماہیت کا بدل جانا عقلاً محال ہے، اور جو شے عقلاً محال ہو اس کا واقع میں ہونا بھی غیر ممکن''۔[9]

میر انیس حر کی اس بات کی حکایت کرتے ہوئے کہتے ہیں جب وہ ابن سعد کو چھوڑ کر حسینؑ کی طرف بڑھتا ہے اور دور سے کہتا ہے ۔

اے مددگار و معین الضعفاء ادرکنی
اے خبر گیر گروہ غربا ادرکنی
پاؤں لغزش میں ہیں اے دست خدا ادرکنی
ہاتھ باندھے ہوں میں اے عقدہ کشا ادرکنی

میرے اعمال میں ہر چند سراسر ہے بدی
ہوں گنہگار خدائے ازلی و ابدی
آپ ہیں مالک سرکار جناب احدی
اے خداوند جہاں خذ بیدی خذ بیدی
حر پکارا بابی انت و امی یا شاہ
قابل عفو نہ تھے بندۂ آثم کے گناہ
مجھ سے گمراہ کو اک آن میں مل جائے یہ راہ
سب ہے صدقہ انہی قدموں کا خدا ہے آگاہ

ولی دکنی کہتے ہیں ۔

رات کو آؤں اگر تیری گلی میں اے حبیب
زیرلب میں ذکر سبحان الذي أسری کروں

میر تقی میر کا شعر ہے ۔

وصل کی دولت گئی ، ہوں تنگ وصل ہجر میں
یاالٰہی فضل کر یہ حور بعد الکور ہے

انشا کا شعر ۔

اے عشق جلوہ گر ہے خود تجھ میں ذات مولا
والسابحات سبحا فالسابقات سبقا

یہ سبزہ گر چڑھانا منظور صبح دم ہے
تو لیجئے برگ کوئی الناشطات نشطا
اے عشق مجھے شاہد اصلی کو دکھا لا
قم خذ بیدی وفقك الله تعالی

آتش لکھنوی کا شعر ہے ۔

مومن کا مدد گار ہے شاہ نجف اے دل
حامی ہے ترا شیر خدا لا تخف اے دل
ہاتھ سے تیرے ہی لکھی ہے جو اے قاتل قضا
زندگی سے تنگ ہیں ہم بھی رضینا بالقضا

شیفتہ کا شمار ان شعرا میں ہوتا ہے جو اپنے اشعار میں عربی تراکیب خوب کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ ان کا شعر ہے ۔

سو خوف کی ہو جائے مگر رند نظر باز
دل جلوہ گہ لا تشف و شف نہیں کرتا
یا مرسل الریاح ادھر کو بھی بھیجئے
وہ بوئے خوش کہ جیب نسیم یمن میں ہے
کیا کچھ وہاں سے منزل مقصود پاس ہے
یا أیھا الذین سکنتم علی الجبال
ہم اگلے عشق والوں کی تقلید کیوں کریں
اے خوردہ گیر نحن رجال و ھم رجال
کیا مزہ تم سے آشنائی کا
ما شربتم مدامة الإخلاص
شیفتہ نے ہماری داد نہ دی
سچ ہے القاص لا یحب القاص

حسرت موہانی کا شعر ہے ۔

پوچھا اعجاز سے جو میرے مسیحا نے سخن
قال أحييت عظاما هي قد كان رميم

متاخرین شعرا میں اقبال کو عربی تراکیب کے استعمال میں خاص امتیاز حاصل ہے۔ان کے بہت کم اشعار ایسے ہیں جن میں عربی الفاظ موجود نہ ہوں نیز ان کے اکثر قصائد میں عربی تراکیب وفقرے جا بجا ملتے ہیں ۔

آہ اے مرد مسلماں تجھے کیا یاد نہیں
حرف لا تدع مع الله إلها آخر
کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے دفتر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون
قم باذن الله جو کہتے تھے سب رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گور کن

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اردو ادب میں صرف عربی الفاظ کے استعمال پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ عربی تراکیب کا استعمال بڑے وسیع پیمانے پر کیا گیا ہے اور یہ تراکیب اردو ادب میں جزو لاینفک کی حیثیت اختیار کر چکی ہیں۔

نظم ونثر کے مشترکہ لسانی عیوب

نجم الغنی نے اپنی کتاب بحر الفصاحت کے اندر کلام میں پائے جانے والے ان تمام عیوب کا ذکر کیا ہے جن سے نظم ونثر دونوں کا پاک ہونا ضروری ہے تاکہ کلام فصاحت وادب کے قابل قبول معیار تک پہنچ سکے۔نجم الغنی کی ذکر کردہ تمام باتیں اپنے اصول حتیٰ کہ ناموں کے ساتھ عربی بلاغت،نقد اور ادب کی کتابوں سے ماخوذ ہیں۔اردو زبان میں ان کے اندر نہ کوئی اضافہ ہوا نہ ہی کمی کی گئی ہے۔یہ عیوب مندرجہ ذیل ہیں:

1- ''ضعف تألیف'' یہ ہے کہ کلام لسانی قواعد سے خارج اور اہل زبان کے اسلوب کے خلاف ہو یا ضمیر اور حرف ربط کے استعمال میں تقدیم وتاخیر ہو مثلاً ضمیر پہلے ذکر کی جائے اور اس کا مرجع بعد میں مذکور ہو۔میر کا شعر ہے ۔

آدمی اب نہیں جہاں میں میر
اٹھ گئے اس بھی کارواں سے لوگ

جبکہ صحیح یہ ہے کہ کہا جائے: ''اس کارواں سے بھی''۔

2- **''توالی اضافات''** یہ ہے کہ کلام میں پے در پے اضافتیں لائی جائیں۔ انیس کا شعر ہے ؂

میں ہوں سردار شباب چمن خلد بریں
میں ہوں خالق کی قسم دوش محمد کا مکیں

3- **''ابتذال''** یہ ہے کہ کلام میں عام بازاری الفاظ کا استعمال کیا گیا ہو، مثلاً: انیس کا مصرع ہے ؂

کمتی نہیں پانی کی سلامت رہیں عباس

شبلی کہتے ہیں کہ لفظ ''کمتی'' غیر معیاری ہے۔

4- **''تغیر''** کا مطلب ہے لفظ کی شکل یا ساخت تبدیل کر کے صرفی قیاس کے خلاف استعمال کرنا۔ آتش کا شعر ہے ؂

زہر پرہیز ہو گیا مجھ کو
درد درماں سے المضاف ہوا

صحیح لفظ ''المضاعف'' ہے۔

5- **''اثقال وتنافر حروف''** ثقل یہ ہے کہ پہلا لفظ جس حرف پر ختم ہوا اگلا لفظ اسی حرف کی جنس سے شروع ہو جیسے ''طاق قبر''۔ تنافر ایسا لفظ جو سماعت پر گراں ہو اور اس کی ادائیگی مشکل ہو مثلاً قریب المخارج حروف کا جمع ہونا۔

6- **''غرابت لفظی''** کلام میں ایسے الفاظ استعمال کیے جائیں جو متروک ہوں یا ان کی ادائیگی مشکل ہو جیسا کہ ذوق نے اپنے قصیدے میں اس کا التزام کرتے ہوئے مہراق، اتراق، قشلاق، پیلاق، بقباق، قلماق، استنشاق، استبراق، محاق، ازہاق وغیرہ قوافی کا استعمال کیا ہے۔

7- **''مخالفت قیاس لغوی''** یہ ہے کہ لفظ لسانی قیاس کے مطابق نہ ہو۔ جیسے:

الف۔ ''وصل'' وزن کی رعایت کرتے ہوئے لفظ میں اضافہ کرنا۔ جیسے انیس کا مصرع ہے ؂

اس مژدے کو سنتے ہی خوشی ہوگئی شیریں

صحیح ''خوش'' ہے اور یا زائد ہے۔

ب۔ ''قطع'' کسی لفظ کے حروف اصلی میں سے کوئی حرف نکال دینا۔ جیسے دبیر کا شعر ہے ؎

نرغے میں تین دن سے پیاسا نہیں ہوں میں
جینے سے آج اپنے ہراسا نہیں ہوں میں

لفظ ''ہراساں'' سے نون ساقط کر دیا۔

ج۔ ''تخفیف'' مشدد لفظ کو بلا تشدید کر دینا۔ جیسے دبیر کا ہی ایک مصرع ہے ؎

بچپن میں حج کعبہ کیا شہ نے پیادہ

اصل میں لفظ ''حج'' میں جیم مشدد ہونی چاہیے۔

د۔ ''تشدید'' غیر مشدد الفاظ کو مشدد کر دینا۔ میر حسن کا شعر ہے ؎

اگرچہ وہ بے فکر و غیّور ہے
ولے پرورش سب کی منظور ہے

انھوں نے لفظ ''غیور'' کو مشدد استعمال کیا ہے جب کہ درحقیقت وہ غیر مشدد ہے۔

ھ۔ ''قصر (ممدود)'' جیسے ؎

اٹھ پہر اضطرابِ دل ہے
دل ہے یارب کہ مرغ بسمل ہے

صحیح لفظ ''آٹھ'' مد کے ساتھ ہے۔

و۔ ''مد (مقصور)'' ناسخ کا شعر ہے ؎

دل ملک آنگریز میں جینے سے تنگ ہے
رہنا بدن میں روح کا قید فرنگ ہے

لفظ ''انگریز'' میں مد کا استعمال صحیح نہیں ہے۔

ز۔ ''تحریک (ساکن)'' دبیر کے مرثیے کا مصرع ہے ؎

ہے سخت مجھ کو شرم بتول عذرا سے

لفظ ''عذرا'' ذال ساکن کے ساتھ صحیح ہے۔

ح۔''اسکان (متحرک)'' اس کی مثال ہے ممتاز جہاں ممتاز کا یہ شعر ؎

اب تو للہ کرو نظر کرم یا مولا
خون برساتے ہیں یہ دیدۂ نم یا مولا

''نظر'' اصل میں ظا مفتوح ہے۔

ط۔''کلمے کا بے موقع استعمال'' غالب کا شعر ہے ؎

اور میں وہ ہوں کہ گر جی میں کبھی غور کروں
غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہو

لفظ ''مری'' کے بجائے ''اپنی'' کا استعمال صحیح ہے۔

ی۔فارسی اضافت کے طریقے پر ''ہندی کلمے کی ہندی یا عربی و فارسی کی طرف اضافت'' دبیر کا مصرع ہے ؎

پہنچی سکینہ لاش چچا پر لب فرات

اس مصرع میں لفظ ''لاش'' کی اضافت ہندوستانی لفظ ''چچا'' کی طرف کی گئی ہے۔

ک۔''فک اضافت'' دیا شنکر نسیم کا شعر ہے ؎

رو رو کے بکاؤلی دل افگار
بولی کہ خدا علیم ہے یار

مذکورہ بالا مثال میں لفظ ''دل'' کے آخری حرف سے کسرہ کے سقوط کی وجہ سے اضافت ختم ہوگئی کیونکہ یہی کسرہ اضافت کی دلیل ہے جو کہ کلام کے عیب میں شامل ہے۔

ل۔''اضافت زائد'' بلا ضرورت ایک لفظ کی اضافت دوسرے لفظ کی طرف کرنا جیسا کہ میر حسن نے اپنے مندرجہ ذیل شعر میں کیا ہے ؎

ہوا وہ جو اس شکل سے دل پذیر
رکھا نام اس کا شہِ بے نظیر

لفظ ''شہ'' اور ''بے نظیر'' کے درمیان اضافت درست نہیں ہے کیونکہ پہلا مبدل منہ اور دوسرا بدل ہے۔

م۔ ''اسقاط حرف'' اس کی مثال دبیر کا مندرجہ ذیل شعر ہے ؎

یثرب میں کئی سال سے رہتی تھی میں بڑھیا
چھوڑے ہوئے یثرب کو اک عرصہ مجھے گزرا

لفظ ''عرصہ'' سے تقطیع کا لحاظ کرتے ہوئے عین حذف کردیا گیا۔

ن۔ ''کلمات ہندیہ و فارسیہ کو معرب کرنا'' جیسے: مشلول، ملبب، مزیب وغیرہ۔

س۔ ''کسی لفظ کا اصلی معنی چھوڑ کر اپنی طرف سے معنی گڑھنا'' آتش کا شعر ہے ؎

لعب بازی کی بھی حاجت نہ رہی اے آتش
میرے اللہ نے بازیچۂ تن مجھ کو دیا

مذکورہ شعر میں شاعر نے لفظ ''لعب'' کو ''لعبۃ'' (کھلونا) کے معنی میں استعمال کیا ہے۔

ش۔ ''ترکیب کی صورت بدل دینا'' مثلاً منشی کا مصرع ؎

لگا کہنے وہ شیدۂ نامدار

''شیدائے نامدار'' کا استعمال زیادہ مناسب ہے۔

ف۔ ''نون ساکن کو بطور غنہ کے اور غنہ کو بطور ساکن کے استعمال کرنا''۔

ق۔ ''اعلان نون غنہ'' یہ تمام عیوب لسانی قیاس کی مخالفت کے تحت آتے ہیں۔

8- **''تناقض''** یہ ہے کہ کلام میں دو متناقض المعنی الفاظ استعمال کیے جائیں۔ آتش کا شعر ہے ؎

سودا ہے دل کو زلف گرہ گیر یار سے
دل بستگی ہے کافر خوش اعتقاد سے

لفظ ''کافر'' اور لفظ ''خوش اعتقاد'' دونوں متناقض المعنی ہیں لہٰذا کسی مصنف یا شاعر کے لیے مناسب نہیں ہے کہ ایک ہی کلام میں کسی ایک شخص کی صفات کے طور پر استعمال کرے۔

9- **''تنافر کلمات''** کلام میں ایسے الفاظ کو جمع کرنا جن کا سننا سماعت پر گراں ہو اور جن کی ادائیگی مشکل ہو۔

10- **''تعقید''** اس کی دو قسمیں ہیں لفظی و معنوی۔

تعقید لفظی: الفاظ کو مقدم یا موخر کردینے کی وجہ سے کلام کے اندر معنی مرادی مخفی ہو جائے۔

یا دو ایسے الفاظ کو الگ کر دیا جائے جن کا ملانا ضروری ہو۔اس کی بہترین مثال غالب کا مندرجہ ذیل شعر ہے ۔

لیتا، نہ اگر دل تجھے دیتا ، کوئی دم چین

کرتا ، جو نہ مرتا ، کوئی دن آہ فغاں اور

تعقید معنوی: کلام ایسے الفاظ پر مشتمل ہو جو حقیقی معنی کے علاوہ دوسرے معنی میں استعمال کیے گئے ہوں جس کی وجہ سے ترکیب میں پیچیدگی اور سامع کو سمجھنے میں دشواری پیش آئے۔ یا یہ کہ کلام انتہائی دقیق خیالات یا غیر معروف قصے پر مشتمل ہو۔

11- **''کراہت سمع''** کلام میں گھٹیا خیالات اور ایسے بے ہودہ الفاظ استعمال کیے گئے ہوں جن کا سننا ناپسندیدہ ہو اور طبیعت کراہت محسوس کرے۔

12- **''لفظ واحد کی کثرت تکرار''** ادیب یا شاعر ایک ہی مختصر جملے یا ایک ہی شعر میں ایک ہی لفظ کی تکرار کرے۔[10]

حواشی

1- عبدالوہاب عزام، ''تـأثيـر عـلـوم اللغة العربية في البلاد الإسلامية غير العربية ''**مجلّہ مجمع اللغہ العربیہ**، (قاہرہ: مطبعہ الکیلانی الصغیر، مئی، 1961)، جز:13، 37۔ یہ قول ضیاء پاشا کا ہے جسے انھوں نے عربی فارسی اور ترکی کی اپنی منتخبہ شاعری کے مجموعے کے مقدمے میں ذکر کیا ہے۔ اس مجموعے کا نام انھوں نے ''الخرابات'' رکھا ہے۔

2- تفصیل کے لیے دیکھیے: اس کتاب میں باب سوم کی فصل پنجم۔

3- تفصیل کے لیے دیکھیے: باب سوم کی فصل اول۔

4- پرکاش مونس، اردو ادب میں ہندی ادب کے رجحانات، (طبع اول، الہ آباد: مطبع نیشنل آرٹ پریس، 1978)، ص95

5- میر ببر علی انیس متوفی 1874 اور مرزا سلامت علی دبیر متوفی 1875، دونوں کا تعلق لکھنؤ سے ہے، اردو ادب میں ان کا شمار بلند پایہ شعرا میں ہوتا ہے۔ مرثیے میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے کیونکہ یہ ان کا خاص میدان ہے۔ ان دونوں میں زیادہ بڑا شاعر کون ہے اس میں بہت بحث و مباحثہ رہا ہے، زندگی میں بھی ان کے درمیان ادبی چپقلش قائم تھی جو بعد میں ان کے شاگردوں کے درمیان شدید جنگ جیسی صورت حال اختیار کر گئی۔ رفتہ رفتہ یہ نزاع تمام ادبی محفلوں میں داخل ہوگئی اور ہر گروہ دوسرے گروہ کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتا، اپنے شاعر کا دفاع کرتا اور اسے دوسرے پر افضل قرار دیتا۔ یہ مناظرہ بازی جاری ہی تھی کہ علامہ شبلی نعمانی کی کتاب موازنۂ انیس و دبیر منظر عام پر آ گئی۔ اس کتاب میں انھوں نے مضبوط اور حتمی دلائل سے انیس کو دبیر پر فوقیت دی ہے۔ اردو تنقید میں یہ کتاب سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ نیز عربی تنقید اور عربی کتب تنقید کے اثرات کی بھی بہترین مثال ہے۔

6- شبلی نعمانی، موازنۂ انیس و دبیر، ترتیب: فضل امام، (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس 1998)، ص41-40

7- محمود نیازی، تلمیحات، (طبع اول، لکھنؤ: نسیم بکڈ پو، 1964)؛ اکبر حسین قریشی، مطالعۂ تلمیحات و اشارات اقبال، (علی گڑھ: انجمن ترقی اردو 1970)؛ شفیع شیخ، عربی زبان و ادب کا اردو پر اثر، ص310-249

8- تذکرہ، ترتیب: مالک رام، (طبع اول؛ نئی دہلی: ساہتیہ اکادمی، 1968)، ص183-185

9- تہذیب الاخلاق، (لاہور: انڈین اسٹیم پریس) ص1

10- بحر الفصاحت، ص1019-1058

فصل دوم

اردو نثر پر عربی کے اثرات

اس فصل میں اردو نثر پر عربی زبان کے اثرات کا خصوصیت سے جائزہ لیا جائے گا۔ نثر وہ کلام ہے جو اوزان وقوافی سے خالی اور غیر منظوم ہو۔ نثر کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم عام بول چال اور عام گفتگو کی زبان۔ نثر کی یہ قسم ادبی اعتبار سے اہمیت کی حامل نہیں ہے البتہ اس میں ضرب الامثال اور کہاوتوں کا خوب استعمال ہوتا ہے۔ دوسری قسم کی پھر دو قسمیں ہیں: علمی اور ادبی۔ علمی نثر وہ ہے جس میں علمی اور دینی تحریریں ہوں، جیسے مختلف علوم، ریاضی، ہندسہ، سماجی علوم، کتب تفسیر وحدیث، فقہ اور دینی فروعات وغیرہ۔ اس قسم کی نثر فنی کمال، بلاغت اور تصنع کاری سے پاک سیدھی سادی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ادبا و ناقدین اس زبان کو ادبی اعتبار سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے۔ ادبی نثر کا مقام عام بول چال اور علمی نثر سے بہت بلند ہے۔ اس میں تمام فنی خوبیوں اور فصاحت وبلاغت کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ نثر ادبی کی بھی دو شکلیں ہیں: تقریر اور فنی تحریر۔ دوسری شکل یعنی فنی تحریر کو نثر فنی کہا جاتا ہے۔ اس میں قصہ، ناول، افسانہ، ادبی رسائل کتب تاریخ وغیرہ شامل ہیں۔[1]

اردو زبان میں بھی نثر کی وہ تمام اقسام پائی جاتی ہیں جو عربی زبان میں متعارف ومتداول ہیں۔ اردو ادب کی کتابوں میں ان اقسام کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ فنی

تقریر وتحریر کو عالمی ادب میں بہت بلند مقام حاصل ہے اور اردو بھی عالمی ادب کا ہی حصہ ہے اس لیے یہاں بھی اسے ویسی ہی اہمیت حاصل ہے۔ اردو میں تقریر کو کبھی بھی کوئی خاص اہمیت نہیں دی گئی اس کے برعکس صرف فنی تحریر کو ہی موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ آئندہ سطور میں اردو کی فنی نثر، اس کی اقسام اور مختلف اصناف کا جائزہ لیا جائے گا۔ اس کے بعد دینی تحریروں پر مرتب ہونے والے عربی کے اثرات کی تلاش وتحقیق کی کوشش کی جائے گی؛ کیونکہ اردو نثر پر جب بھی عربی اثرات کا ذکر کیا جائے گا تو کسی صورت میں بھی دینی تحریروں سے اغماض ممکن نہیں ہے۔ گو کہ ادب میں اسے فنی حیثیت حاصل نہیں ہے لیکن ادب کے ساتھ اس کا بہت مضبوط تعلق قائم ہے۔ اردو زبان وادب کی نشو ونما اور اس کی ترقی میں اس کی اہمیت سے کسی طور انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ادبی نثر کی ابتدائی کتابوں میں سید اشرف سمنانی کا اخلاق وتصوف پر مبنی رسالہ اور معراج العاشقین کا نام سب سے پہلے آتا ہے۔ اسی طرح اردو ادب کی ابتدا سے فورٹ ولیم کالج کے قیام تک جو بھی نثری کتابیں سامنے آئیں سب دینی موضوعات پر ہی لکھی گئی تھیں۔ حتیٰ کہ اردو نثر کے سرخیل سر سید احمد خاں، شبلی نعمانی اور مولانا حالی کی اکثر تحریروں پر دینی رنگ ہی غالب ہے؛ لہٰذا اس ادبی سرمایے کو دینی تحریر قرار دے کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ عہد حاضر کے بعض اردو ناقدین کا وطیرہ ہے۔

نثر کی اقسام

لفظ اور معنی کے اعتبار سے نثر کو کئی قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ لفظ کے اعتبار سے اردو کتابوں میں نثر کی چار قسمیں کی گئی ہیں: مرسل، مرجز، مقفیٰ اور مسجع۔ ان اقسام کی بنیاد نثر میں اوزان وقوافی کے استعمال اور عدم استعمال پر ہے۔ مرسل وہ نثر ہے جو وزن اور قافیے سے آزاد ہو۔ دو فقروں کے کلمات ہم وزن ہوں لیکن ہم قافیہ نہ ہوں تو نثر مرجز ہے۔ اس کے برعکس قافیہ کی پابندی کرتے ہوئے وزن کی رعایت نہ برتی جائے تو اس کی دو قسمیں ہیں اول یہ کہ فقرے کے آخری الفاظ ہم قافیہ ہوں تو نثر مقفیٰ اور اگر آخری الفاظ ہم قافیہ اور ہم وزن دونوں ہوں تو نثر مسجع۔

اول وہلہ میں ہی یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ نثر کی باعتبار لفظ تقسیم میں اردو زبان نے عربی سے تجاوز کیا ہے کیونکہ عربی کتابوں میں ترسل اور سجع کے علاوہ ان میں سے کوئی قسم نہیں پائی جاتی لیکن درحقیقت یہ تمام اقسام عربی میں موجود ہیں گو کہ ان کے نام مختلف ہیں اور یہ کوئی اہم بات نہیں ہے۔ عربی میں سجع کی تعریف ہے:

"توافق الفاصلتين في الحرف الأخير، و أفضله ما تساوت فقره۔"[2]

(آخری حرف میں دونوں فاصلوں کا موافق ہونا، سب سے افضل وہ ہے جس کے فقرے مساوی ہوں۔)

تعریف سے ظاہر ہے کہ دونوں فقروں کے آخری حرف میں فاصلوں کا موافق ہونا سجع

کی بنیادی شرط ہے۔ جہاں بھی یہ شرط پائی جائے وہ سجع ہے خواہ فقرے مساوی ہوں یا نہ ہوں۔ اگر فقرے مساوی ہوں تو اس سجع کو افضل قرار دیا جائے گا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سجع کی دو قسمیں ہیں: 1۔ عادی، 2۔ افضل۔ اردو نثر میں انھیں مستقل اقسام کی حیثیت حاصل ہے۔ پہلی قسم کو مقفیٰ اور دوسری کو مسجع کہا جاتا ہے۔ بعض ماہرین فن نے دونوں کو مترادف قرار دیتے ہوئے عربی کی مانند انھیں ایک ہی قسم قرار دے دیا ہے۔ نجم الغنی لکھتے ہیں:

> ''بعض کے نزدیک مسجع نثر میں مرادف ہے مقفیٰ کا یعنی ان کے نزدیک سجع کی یہ تعریف ہے کہ پہلے فقرہ کے آخر کا کلمہ دوسرے فقرے کے آخر کے کلمے سے قافیہ میں موافق ہو چنانچہ سکاکی نے کہا ہے کہ سجع نثر میں ایسا ہے جیسے نظم میں قافیہ اور جو تعریف مسجع کے واسطے مذکور ہوئی وہ ان لوگوں کے نزدیک مرصع کی تعریف ہے خواہ نظم میں جاری ہو یا نثر میں۔'' [3]

نثر کی دوسری قسم ''مرجز'' عربی میں بھی پائی جاتی ہے؛ البتہ عربی میں اس کا نام اور کیفیت مختلف ہے۔ نہ صرف اتنا بلکہ عربی میں اس کے نمونے اتنے نادر ہیں کہ بعض اہم عربی محققین کی بھی نظر سے وہ پوشیدہ رہ گئے۔ انہی محققین میں ایک اہم نام رصافی کا بھی ہے۔ ہم وزن بلا قافیہ کلام کی تردید کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں ''عربی میں اس قسم کی نثر کا وجود ہی نہیں ہے''۔ جبکہ معروف ادیب ڈاکٹر احمد مطلوب معترف ہیں کہ عربی میں اس قسم کے نثری نمونے موجود ہیں۔ انھوں نے اسے شعر مرسل کا نام دیا ہے۔ رصافی کے قول پر تبصرہ کرتے ہوئے احمد مطلوب لکھتے ہیں ''رصافی نے جس قسم کی تردید کی ہے اس کے نمونے قدیم کتابوں میں ملتے ہیں''۔ [4]

نثر مرجز اور شعر مرسل دونوں کا مسما ایک ہی ہے صرف نام الگ الگ ہیں۔ جس نے وزن کی رعایت کو ملحوظ رکھا اس نے شعر قرار دیا اور جس نے قافیے کی پابندی کی طرف نظر کی اس نے نثر قرار دیا۔

نثر مرجز

ایسی نثر جس میں وزن کی پابندی کی گئی ہو قافیے کی نہیں۔ اس قسم کی نثر کی مثالیں بہت نادر ہیں۔ آغا غنی کی مرتب کردہ امیر مینائی کے انتخاب یادگار کا مقدمہ اس کی بہترین مثال ہے۔ اس کا ہر فقرہ مفعول مفاعیل کے وزن پر ہے:

> ''دیوان حقیقت کے۔ مطلع کے ہیں دو مصرع۔ اک حمد الٰہی ہے۔ اک نعت پیمبر ہے۔

اس مطلع روشن کے۔ معنی منور سے۔ ہر ذرہ بھی ہے واقف۔ سنتے ہیں ازل سے سب۔
یہ مطلع نورانی۔ پر اس کے سوا اب تک۔ اس ساری غزل میں سے۔ اک شعر نہیں پایا۔
لیکن مجھے ہاتھ آیا۔ اس وقت غنی موقع۔ میں سب کو سناتا ہوں۔ اس مطلع یکتا کا۔ جو حسن
ازل سے ہے۔ اس وقت موافق میں۔ کیونکر نہ ثنا خواں ہوں۔ سامان غزل خوانی۔ کیا
خوب مہیا ہے۔ دربار میں حاضر ہیں۔ نقاد زر معنی۔ عالم کو سخن میرا۔ سننے کی تمنا ہے''۔ 5ؔ

اردو ہی کی طرح عربی میں بھی نثر مرجز بہت ہی نادر المثال ہے اور عربی میں اسے شعر مرسل کہتے ہیں۔ جیسا کہ احمد مطلوب نے لکھا ہے کہ ''ایسی نثر جس میں ایک بحر کی رعایت کی جاتی ہے لیکن قوافی کا التزام نہیں رکھا جاتا۔ قدیم عربوں میں یہ قسم معروف تھی جیسا کہ بعض قدما نے کہا ہے:

أَلَا هَـلْ تَـرَىٰ إِن لَـمْ تَـكُـنْ أُمُّ مَـالِكٍ
بِـمِـلْـكِ يَـدِي أَنَّ الْـكَـفَـاءَ قَـلِيْـلُ
رَأَى مِـنْ رَفِيْـقَيْـهِ جَـفَـاءً وَ غِـلْـظَةً
إِذَا قَـامَ يَبْتَـاعُ الْـقَـلُـوْصَ ذَمِيْـمُ
فَـقَـالَا أَقِلَّاوَ اتْـرُكَـا الـرَّحْلَ إِنَّنِي
بِـمُـهْـلَـكَةٍ وَ الْـعَـاقِبَـاتُ تَـدُوْرُ''

احمد مطلوب مزید لکھتے ہیں کہ ''عربوں نے شعر کی اس قسم پر توجہ مرکوز نہیں کی بلکہ اسے عیب مانتے ہوئے کبھی ''الاکفاء'' کہا اور کبھی ''الاجازۃ'' کا نام دیا''۔ 6ؔ

نثر مقفیٰ

مقفیٰ نثر کی وہی قسم ہے جسے عربی میں نثر عادی کہا جاتا ہے۔ عربی شاعری کے بارے میں مشہور ہے کہ اس کی ابتدا رجز سے ہوئی اور عربی نثر کاہنوں کی مسجع عبارتوں سے وجود میں آئی۔ بعد میں سجع ضرب الامثال، حکم اور خطبات کی شکل اختیار کر گئی۔ قدیم ترین عربی نثر کے نمونے نثر مسجع سے ہی عبارت ہیں۔ کتاب وسنت اور صحابۂ کرامؓ کے اقوال میں سجع کی بے شمار مثالیں پائی جاتی ہیں۔ نثر کی یہ قسم عہد اموی اور عباسی میں رفتہ رفتہ پروان چڑھی یہاں تک کہ تیسری صدی ہجری میں یہ قسم عام ہوگئی۔ حلاج اور اس کی کتاب طواسین پر گفتگو کرتے ہوئے شوقی ضیف نے کہا:

" و واضح أن الحلاج كان يستخدم في كتابه الطواسين السجع و بذلك لاءم بين أسلوبه و أسلوب الكتابة في أواخر القرن الثالث و أوائل القرن الرابع فإن السجع أخذ يعم في الكتابات الأدبية "[7]

(یہ بات واضح ہے کہ حلاج اپنی کتاب ''الطّواسین'' میں سجع استعمال کرتا تھا یہی وجہ ہے کہ اس کے اسلوب اور تیسری صدی کے اواخر اور چوتھی صدی کے اوئل کی تحریروں میں مناسبت پائی جاتی ہے کیونکہ اس عہد کی ادبی تحریروں میں سجع کا التزام عام ہونے لگا تھا)

عربی سجع کی مثال لبید ابن ربیعہ کا وہ قول ہے جس میں وہ پودے کی صفت بیان کر رہا ہے:

"هذه التربة التي لاتذكى نارا ، و لا تؤهل دارا ، و لا تسر جارا ، عودها ضئيل ، و فرعها كليل ، و خيرها قليل ، وبلدها شاسع ، و نبتها خاشع ، و آكلها جائع ، و المقيم عليها ضائع ، أقصر البقول فرعا ، و أخشنها مرعى ، و أشدها قلعا فتعسا لها و جدعا "[8]

(یہ وہ سرزمین ہے جو نہ آگ جلا سکتی ہے، نہ گھر بسا سکتی ہے، نہ ہی کسی پڑوسی کو خوش کر سکتی ہے، اس کی لکڑی بوسیدہ ہے، اس کی شاخ کمزور ہے، خیر اس میں بہت کم ہے، اس کا شہر وسیع وعریض ہے، اس کا پودا جھکا ہوا ہے، اس کا کھانے والا بھوکا ہے، وہاں رہنے والا برباد ہے، سبزیوں میں سب سے چھوٹی شاخوں والا، کھردرے چارے والا، اس کا قلعہ بہت مضبوط ہے، خدا اسے تباہ وبرباد کرے)

قرآن کے اندر خاص طور پر مکی صورتوں میں سجع کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ جیسے قرآن کی آیت ہے:''في سدر مخضود ، وطلح منضود ، و ظل ممدود ''[9]
نبی کریم ﷺ سے منقول ہے'' أللهم أعط مُنفِقا خلَفا ، و أعط مُمسِكا تلَفا''[10]

عہد عباسی وہ زمانہ ہے جس میں نثر کی یہ قسم اپنے منتہائے کمال کو پہنچی۔ معروف فلسفی کندی (متوفی 260) نے اپنے کچھ ساتھیوں کو تلوار ہدیہ کیا اور لکھا:

" الحمد لله الذي خصك بمنافع ما أهديَ إليك ، فجعلك تهتز للمكارم اهتزاز الصارم ، و تمضي في الأمور، مضاء السيف المأثور

(اللامع) ، و تصون عرضك بالإرفاد (الإعطاء) ، كما تصان السيوف في الأغماد ، ويظهر دم الحياة في صفحة خدك المشوف (المجلو) ، كما يشف الرونق في صفحات السيوف "[11]

(تمام تعریف اللہ کے لیے ہے، جس نے آپ کو اس منافع کے ساتھ خاص کیا جو آپ کے پاس ہدیہ کیا گیا ہے، آپ حسن اخلاق کے لیے اس تیزی کے ساتھ حرکت میں آتے ہیں جیسے تیز کاٹنے والی تلوار حرکت کرتی ہے، معاملات ایسے نمٹاتے ہیں جیسے چمکدار تلوار اپنے کام کو نمٹاتی ہے، آپ اپنی آبرو کی حفاظت داد و دہش کے ذریعہ کرتے ہیں جیسے تلوار نیام میں محفوظ رکھی جاتی ہے، زندگی کی رمق آپ کے رخ روشن سے ایسے ظاہر ہوتی ہے جیسے تلوار سے چمک پھوٹتی ہے)

صاحب ابن عبادہ متوفی 385ھ کا قول ہے:

" أ حق ما قيل أمر القادم ، أم ظن كأماني الحالم ؟ و الله بل هو درك الأمان ، و إنه و نيل المُنى سيّان ، فمرحبا أيها القاضي براحلتك ، بل أهلا بك و بكافة أهلك ، و يا سرعة ما فاح نسيم مسراك ، و وجدنا ريح يوسف من رياك "[12]

(آنے والے کے متعلق جو کہا گیا کیا وہ حق ہے، یا خواب دیکھنے والے کی تمناؤں کی طرح گمان ہے؟ بخدا بلکہ وہ امان حاصل کرنا ہے، حصول امان اور حصول تمنا دونوں برابر ہے، اے قاضی آپ اور آپ کی سواری کو خوش آمدید، بلکہ خیر مقدم ہے آپ کا اور آپ کے تمام گھر والوں کا، آپ کی گزرگاہ کی بوئے نسیم کس تیزی کے ساتھ پھیل گئی، اس خوشبو نے خوشبوئے یوسف کی یاد تازہ کر دی)

اردو میں نثر مقفیٰ کی تعریف کرتے ہوئے نجم الغنی رقم طراز ہیں ''نثر مقفیٰ وہ جو مرجز کے برعکس ہو یعنی قافیہ رکھتی ہو اور وزن نہ ہو''۔[13] ''مقفیٰ کا وزن و قافیہ سے آزاد ہونا ضروری ہے''[14] تاکہ وہ نثر مسجع سے ممیّز ہو۔ بہت سے اردو ادبا و محققین اسے مسجع کی ہی ایک شق شمار کرتے ہوئے نثر کو صرف تین قسموں مرجز، مسجع، اور مرسل میں تقسیم کرتے ہیں۔ یہ حضرات مسجع اور مقفیٰ کے

درمیان فرق نہیں کرتے کیونکہ وہ نثر مسجع کے ہر فقرے میں ہم وزن ہونے کی شرط نہیں لگاتے انھوں نے مسجع کی جو تعریف کی ہے وہ عربوں کی بیان کردہ تعریف کے مماثل ہے۔ نثر مسجع کے فقروں میں اگر وزن کا التزام کیا گیا ہو تو اسے نثر مرصع قرار دیتے ہیں۔ ان کے یہاں نثر مسجع کی تین قسم ہے۔ مطرف، متوازی اور متوازن ۔ متوازن کو موازنہ بھی کہا جاتا ہے۔ چوتھی قسم مرصع ہے۔ 15ؔ

نجم الغنی تلخیص المفتاح سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''موازنہ اور سجع میں مبائنت ہے اور کتاب مثل السائر کا مصنف کہتا ہے کہ موازنہ سے سجع اخص ہے'' ۔ 16ؔ

نواب واجد علی شاہ کی کسی محبوبہ کا وہ خط نثر مقفیٰ کی بہترین مثال ہے جس میں اس نے ہجر و فراق کی کیفیت بیان کی ہے اور نواب کی اس کی طرف عدم توجہی کی شکایت کی ہے:

''مجمع جود و کرم ۔ صاحب سیف و علم ۔ حضرت سلطان عالم ، زید عشقہ ، بڑا ہے یہ ظلم و ستم ۔ کہ تم نے محبت نامہ نہ کیا رقم ۔ سچ کہو تمھیں خدا کی قسم ۔ کیوں ہو گئے ہم سے برہم ۔ ہم کو اس کا بہت ہے غم ۔ کس نے الفت کی ہے کم ۔ اپنا تو فرقت سے نکلتا ہے دم ۔ کہ خیریت سے لائے تم کو رب اکرم ۔ پھر ہم تم ہوں باہم ۔ اور نور چشم نگیں آرا بیگم ۔ تسلیم کرتی ہے ہو کر خم'' ۔ 17ؔ

نجم الغنی نے بحر فصاحت میں نثر مقفیٰ کی مثال میں یہ نثری ٹکڑا پیش کیا ہے:

''معشوق کی ہنستی پیشانی میں بوستان مسرت کی شان ۔ عاشق کی جبیں گلستاں کے باب پنجم کا عنوان ۔ اس کی سرنوشت رنگین میں حسن کا افسانہ ۔ اس کے سرخط گلزار میں عبارت عاشقانہ ۔ اس کی چوٹی بنفشے کا جواب ۔ اس کی زلفوں میں عشق پیچے کا پیچ و تاب ۔ اس کی شمیم غالیہ بیز ۔ اس کی ہوا وحشت انگیز ۔ اس کا چہرہ ارغوانی ۔ اس کا رنگ زعفرانی ۔ اس کی بھویں شاخ بادام سے بہتر ۔ اس کی ابرو داغ لالہ احمر...'' 18ؔ

نثر مسجع

نثر مسجع وہ ہے جس میں فقرے برابر ہوتے ہیں ۔ نجم الغنی لکھتے ہیں: ''نثر مسجع وہ ہے کہ الفاظ فقرتین وزن میں برابر ہوں اور حرف آخر میں بھی موافق ہوں'' ۔ 19ؔ اس کی مثال پیش کرتے ہیں:

”کان ملاحت معدوم میان معدن بیوفائی چالاک یگانہ دلبر عیار کے شوق میں
بےقرار ہوں اور جان صباحت موہوم دہان مخزن دلربائی سفاک زمانہ کافرطرار
کے ذوق میں اشکبار ہوں“۔[20]

”سیرت کی بھلائی بیان سے باہر۔صورت کی صفائی گمان سے بڑھ کر۔سیرت
میں سنجیدگی۔صورت میں پسندیدگی“

بعض حضرات اسے نثر مرصع کا نام دیتے ہیں۔ یہاں یہ اشارہ مناسب ہے کہ عربوں نے وزن میں ترصیع کی طرف زیادہ توجہ دی ہے۔قدامہ بن جعفر لکھتے ہیں:

” مـن نـعوت الوزن الترصيع هو أن يتوخى فيه تصيير مقاطع الأجزاء
في البيت على سجع أو شبيه به۔ “[21]

(ترصیع وزن کی صفات میں سے ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں اس بات کا التزام
کیا جائے کہ شعر میں مقاطع اجزا مسجع یا اس کی مانند ہوں۔)

عربوں نے سجع کے جو اصول وقواعد مقرر کیے ہیں اردو والوں نے بھی ان کی طرف توجہ مرکوز کی ہے اور ان کے نزدیک مستحسن یہ ہے کہ سجع تکرار اور تکلف سے پاک ہو اور اس کی ترکیب مضبوط و چست ہو۔جیسا کہ نجم الغنی وغیرہ اردو مصنفین نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

نثر مرسل

اردو میں نثر مرسل کو نثر عاری بھی کہتے ہیں۔نثر مرسل کے الفاظ میں نہ وزن کی قید ہوتی ہے نہ قافیے کی۔

اردو نثر کو باعتبار معنی بھی چار قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ کیونکہ نثر یا تو آسان سلیس ہوگی جس کا مفہوم قاری تک پہنچ سکے یا دقیق اور مشکل ہوگی جس کا مفہوم سمجھنے کے لیے غور وفکر یا لغات کے سہارے کی ضرورت پڑے۔ دونوں میں سے ہر ایک قسم یا تو سادہ ہوگی یعنی اس میں مطلب کو بیان کرنے کے لیے لفظی رعایت کا التزام نہیں کیا گیا ہوگا یا رنگین ہوگی یعنی ادائے مطلب کے لیے چن چن کر الفاظ استعمال کیے گئے ہوں گے۔اس تقسیم میں عربی کا اثر بالکل واضح ہے کیونکہ عربی میں یہ تمام تقسیم موجود ہیں۔نجم الغنی نے اپنی کتاب میں ان کی جو مثالیں ذکر کی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

سلیس سادہ

جس کا معنی بہ آسانی سمجھ میں آ جائے اور مطلب بیان کرنے کے لیے لفظی رعایت نہ کی گئی ہو جیسے سرسید احمد خاں مرحوم کی نثر کا یہ ٹکڑا:

''آمدنی کے ذریعوں میں بظاہر دو ذریعے ایسے معلوم ہوتے ہیں جو تمام ذرائع کو حاوی ہیں ایک زراعت اور دوسرا تجارت مگر ان دو ذریعوں میں زراعت تو ایک ایسی چیز ہے کہ اس میں انسان ایک خاص قسم کی ترقی کر سکتا ہے اور وہ بھی ایک حد معینہ تک مگر تجارت ایک ایسا عام اور قابل ترقی ذریعہ ہے کہ اس کے سبب سے اصناف و انواع کی ترقی حاصل کرنے کا موقع مل سکتا ہے اور اس کے واسطے کوئی ایسی حد نہیں نکلتی جس کے آگے ترقی ناممکن ہو''۔[22]

دقیق سادہ

وہ نثر ہے جس کے معنی دقت سے سمجھے جائیں لیکن مطلب کو ادا کرنے کے لیے لفظی رعایت نہ کی گئی ہو جیسے مولوی عبدالحق کی امیر اللغات پر لکھی گئی یہ تقریظ:

''ہر زبان جو مافی الضمیر کی ترجمان ہے اپنی خصوصیات میں ضرور امتیاز رکھتی ہے اگرچہ وہی مفردات وہی مرکبات وہی کنایے وہی تمثیلیں وہی مقام استعمال وہی مثلیں وہی مقولے ہیں جو لغات میں مستعمل ہیں لیکن خصوصیات لسانی کا بتانا نہایت مشکل اور نکتہ لاینحل ہے۔ یہ مسلم ہے کہ لغت کا موضوع لفظ مفرد ہے، مفردات اصلی، مادے کی جستجو، اشتراک لفظی یا معنوی، حقیقت یا مجاز بتانا اس کے عوارض ذاتی اور محل بحث ہیں۔ لیکن اس کے موضوع کو جو مختلف خلطوں سے مخلوط ہو کر ہر خاص و عام کی زبان پر آتا ہے اس طور ملحوظ رکھنا کہ خاص زبان اور اس کے الفاظ اور مستعملات اخالیط ناگہانی سے الگ ہو کر ممتاز رہیں یا بحث کے مقامات ان عوارض سے الگ ہوں جو عوارض ذاتی یا نوع عوارض ذاتی سے جدا اور اعراض غریبہ میں داخل یا اس کے عین ہیں کوئی آسان امر نہیں''۔[23]

سلیس رنگین

وہ نثر ہے جس کے معنی آسان ہوں اور مطلب کی ادائیگی کے لیے لفظی رعایت کی گئی ہو۔ مثلاً فسانۂ عجائب کی مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ کریں:

''اس سال نیا ساز و سامان ہے، ہولی شب برات سہار سے دست و گریبان ہے، باغبانِ ازل دفینۂ چمن نکالے گا، بوٹہ پتا جوبن نکالے گا نسیمِ سحر غنچوں کی گانٹھ ٹٹولنے لگی، عبیر اور گلال گرہ سے کھولنے لگی، تختۂ لالہ چراغان کا ڈھنگ دکھاتا ہے، فوارہ پچکاری کا رنگ دکھاتا ہے''۔ 24ے

دقیق رنگین

معنی کے اعتبار سے یہ نثر کی چوتھی اور آخری قسم ہے۔ یعنی عبارت کا معنی مشکل ہو غور و فکر کے بغیر سمجھ میں نہ آئے اور لفظی رعایت بھی کی گئی ہو جیسے استاد ذوق کی نثر کا یہ ٹکڑا:

''ذوق تخلص، طوطی شکرستان شیرین زبانی، بلبل چمن زار رنگین بیانی، صیر فی نقود کمال، دستہ بند رنگینی مقال، بانی بنائے فصاحت، میزاب گلشن بلاغت، فارس مضمار سخن دری، شہسوار عرصہ معنی پروری، مسند نشین دیوان دانش و آگاہی استاد حضرت ظل الٰہی شیخ ابراہیم مخاطب بخاقانی ہند''۔ 25ے

اصناف نثر

اقسام ہی کی طرح اپنی اصناف میں بھی اردو نثر عربی سے متاثر ہوئی ہے۔ اردو میں موجود تمام نثری اصناف عربی ادب سے ماخوذ ہیں۔ ان میں اکثر اصناف اپنے عربی ناموں، تعریفات اور فنی اشکال کے ساتھ اردو میں داخل ہوئی ہیں۔

اہم اصناف نثر

1- امثال وحکم (اس میں وصیتیں بھی شامل ہیں لیکن اردو میں بہت نادر ہے)

2- تحریری قصے (قصہ، روایت، حکایت)

3- تقریر وخطابت (اردو میں یہ صنف صرف دینی تقاریر تک ہی محدود ہے)

4- خطوط (اردو میں یہ صنف صرف دوستانہ خطوط تک محدود ہے جہاں تک دفتری خطوط کا تعلق ہے تو ان کی تعداد قابل ذکر بھی نہیں ہے)

5- سیر وسوانح (اس صنف میں تاریخی نوعیت کی تمام تصانیف شامل ہیں جیسے سوانح، خود نوشت، مغازی، دائرۂ معارف، تذکرے، سفرنامے وغیرہ)

6- ادبی مقالات (اس میں ادبی تحقیق کی مختلف اقسام شامل ہیں۔ ادبی تنقید اور تاریخ ادب بھی اس کے ذیل میں آتے ہیں)

1- امثال وحکم

دنیا کے اندر کوئی ایسی زبان نہیں جس میں امثال وحکم موجود نہ ہوں لیکن عربی زبان اس اعتبار سے دیگر زبانوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ثروت مند ہے۔عربی میں حکمت اور مختلف واقعات سے متعلق بے شمار ضرب الامثال پائی جاتی ہیں۔ان کی کثرت کے پس پشت عربوں کے وسیع وطویل تجربے اوران کی عقلوں کی پختگی کارفرما ہے۔عربی میں ان کی تدوین کا آغاز ابتدائے اسلام سے ہوگیا تھا۔امیر معاویہؓ کے زمانے میں ہی عبید بن شربہ اورصحار عبدی نے انھیں جمع کیا تھا لیکن یہ دونوں کتابیں حادثات کا شکار ہوکر ضائع ہوگئیں پھر بعد میں کئی کتابیں تالیف کی گئیں جیسے میدانی کی مجمع الامثال،عسکری کی جمہرۃ الامثال،زمخشری کی المستقصی،مفضل ابن سلمہ کی الفاخر وغیرہ معروف کتابیں ہیں جنھیں عربی ادب میں بنیادی اور امہات الکتب کی حیثیت حاصل ہے۔

اردو کے ابتدائی مصنفین وادبا کی تربیت عربی کے زیرسایہ ہی ہوئی اس لیے وہ عربی ادب وثقافت سے خوب اچھی طرح واقف تھے اوراس واقفیت کی بناپران امثال سے بڑی حدتک مانوس تھے۔چنانچہ انھوں نے اپنی اردوتحریروں میں کبھی بعینہ اور کبھی بصورت ترجمہ ان حکم وامثال کا خوب استعمال کیا ہے۔

لہٰذا اردو میں عربی کی بہت سی امثال وحکم اس طرح شامل ہوگئیں کہ اسی زبان کا جز و لاینفک بن گئیں۔ بعد کے ادوار میں اردو ادبا نے اپنے علمی ذوق واستعداد کے مطابق ان کا استعمال تمام اصناف نثر میں کیا۔اس سے یہ امرواضح طور پرثابت ہوتا ہے کہ اردو پرعربی کے بہت مضبوط ومستحکم اثرات ثبت ہوئے ہیں۔دوران تحریر وگفتگواستعمال میں آنے والےان عام ومروج ضرب الامثال وکہاوتوں کا مجموعہ باب دوم میں ضبط کیا گیا ہے۔یہاں چندایسے نثری نمونے پیش کیے جارہے ہیں جن میں ان کا استعمال ہوا ہے۔

نجم الغنی اپنی کتاب بحرالفصاحت کے مقدمے میں رقم طراز ہیں:

”یہ تو یقین ہے کہ جو دانا اور دور اندیش ہیں وہ بہ سبب اپنی بلند حوصلگی کے میرے کلام کی پستی کو اپنی طرف کھینچیں گے اور بلحاظ مَنۡ صَحِكَ ضُحِكَ کے

حاسدانہ مجھ پر نہ ہنسیں گے کہ اصل ماخذ میرا مقالات اساتذۂ سلف وخلف ہے پس عیاذاً باللہ جس کسی نے نکتہ چینی اوراظہار عیب میں سعی کی تو اس نے گویا دست گستاخ دامن اساتذہ میں مارا کہ میں ان کا مقلداور پیرو ہوں''۔[26]

امدادامام اثر لکھتے ہیں:

''معلوم ہوتا ہے خذ ما صفا و دع ما کدر کا مضمون اس کے گوش مبارک تک پہنچا ہی نہیں''۔[27]

مرزا محمد رضا خاں لکھتے ہیں:

''ثانیاً یہ بات بھی کالنار علی العلم ہے''۔[28]

اس کے علاوہ اردو میں بے شمار ایسی ضرب الامثال مروج ہیں جو عربی سے ترجمہ شدہ ہیں جیسے ''دام کرائے کام'' عربی مثل ہے ''النقود تحل العقود''۔ ''پانی آیا تیمّم برخاست'' عربی مثل ''اذا حضر الماء بطل التیمم'' کا ترجمہ ہے۔ ''تدبیر کے پر جلتے ہیں تقدیر کے آگے'' عربی مثل ''اذا حلت المقادیر ضلت التدابیر'' کا ترجمہ ہے۔ عربی ہی کی طرح اردو میں فصیح و بلیغ شخص کے لیے سحبان، سخی کے لیے حاتم اور چالاک کے لیے لومڑی کی مثال دی جاتی ہے۔

2- تحریری قصے

قصہ ان اصناف میں شامل ہے جن کے آغاز کا سہرا عربی زبان کے سر ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں عرب قصے، کہانیوں سے بہت شغف رکھتے تھے۔ وہ محفلیں منعقد کرتے، رات بھر داستان گو بہادری وشجاعت کی داستانیں سناتے تھے۔ شوقی ضیف لکھتے ہیں:

" إن النضر بن الحارث المكي كان يقص على قريش أحاديث عن أبطال الفرس أمثال رستم و إسفنديار ، و أكثر ما يستهويهم من القصص أحاديث قصاصهم عن أيامهم و حروبهم ...."[30]

(نضر بن حارث مکی قریش کو فارس کے بہادروں جیسے رستم اور اسفند یار کی بہادری کے قصے سناتا تھا۔ انھیں ایسے قصے زیادہ پسند آتے تھے جو بدلے اور قصاص کے واقعات پر مشتمل ہوتے تھے۔)

عرب قبائل کے درمیان مسلسل جنگیں ہوتی رہتی تھیں جن میں پیش آنے والے واقعات ہی قصوں کا ایک بہت بڑا منبع تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ابوالفرج اصفہانی نے اپنی ایک کتاب میں سترہ سو لڑائیوں کا ذکر کیا ہے۔ قرآن کریم میں بھی انبیاء کرام اور گزشتہ قوموں کے کئی واقعات بیان ہوئے ہیں۔ قرآن کی ایک سورہ کا نام ہی سورۂ قصص ہے۔ قصہ اور اس سے مشتق الفاظ قرآن کریم میں پندرہ بار استعمال ہوئے ہیں جیسے قرآن کی آیت ہے '' نحن نقص عليك أحسن القصص '' و '' لقد كان في قصصهم عبرة لأولى الألباب ''[31] و '' فاقصص القصص لعلهم يتفكرون ''۔[32] نبی کریم ﷺ کے بارے میں مروی ہے کہ آپ ﷺ قصہ سناتے تھے، دوسروں سے قصہ سنانے کے لیے کہتے تھے اور قصہ سنتے تھے۔ صحابی رسول تمیم داریؓ نے امیر المومنین حضرت عمرؓ سے جمعہ کے دن نماز کے بعد مسجد نبوی میں قصہ سنانے کی اجازت مانگی تو حضرت عمرؓ نے اجازت دے دی۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے حسن بصریؒ کو بھی اجازت دی تھی کہ وہ مسجد میں لوگوں کو قصہ سنائیں۔ یہ بات ذکر کی جا چکی ہے کہ قصص کی تدوین کا سلسلہ عہد اموی کی ابتدا میں شروع ہوا۔[33]

عربوں میں قصے کی صنف کو عروج عہد عباسی کے آخری ایام میں حاصل ہوا۔ دوسری زبانوں سے منقول قصوں کو اس زمانے میں خاصی شہرت حاصل ہوئی جن میں سے مشہور ترین قصہ کلیلہ ودمنہ ہے۔ عربی زبان کے مشہور قصوں میں عنترہ کا قصہ، قصۂ براق، قصۂ بکر وتغلب، قصۂ شیبان ونوشیرواں، الف لیلہ ولیلہ۔ سہل بن ہارون متوفی 215ھ نے کلیلہ ودمنہ کی طرز پر ثعالبہ و عفراء، النمر والثعلب اور وامق وعذرا لکھی۔ جن کتابوں میں عربی کے تمام قصوں کو جمع کیا گیا ہے ان میں عربی کے مشہور ادیب جاحظ کی کتاب البخلاء، ابن شہید اندلسی کی زوابع، ہمدانی اور حریری کی مقامات اور معری کی رسالة الغفران وغیرہ بہت معروف ہیں۔

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ عربی نثر میں فکشن یعنی قصصی ادب کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ عربی قصے کا سفر ضرب الامثال سے شروع ہوا جنھیں بجا طور پر عربی قصوں کا منبع کہہ سکتے ہیں، پھر یہ سفر منقول وترجمہ شدہ قصوں سے ہوتا ہوا خالص عربی رنگ کے طبع زاد قصوں تک پہنچا۔ گزشتہ گفتگو سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ جو لوگ عربی نثر میں قصے کے وجود کا انکار کرتے ہیں

ان کا انکار کرنا صحیح نہیں ہے۔ ان کے خیال کے مطابق عربی میں دوسری زبانوں کی اتباع میں جو قصے لکھے گئے ہیں ان کو کوئی خاص ادبی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ اردو کے ہم عصر ناقدین وادبا اسی کے قائل ہیں۔ یہ حضرات قصے کا منبع مغربی ادب کو قرار دیتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ یہ فن مشرقی مزاج میں شامل ہے لہٰذا مغربی ادب کو اصل منبع قرار دینا مناسب نہیں ہے۔ اس نظریے کی تردید کرتے ہوئے محمود تیمور رقم طراز ہیں:

" سارعنا إلى الإنكار على الأدب العربي أن فيه قصة و ما كان ذلك الإنكار إلا لأننا وضعنا نصب أعيننا القصة الغربية في صياغتها الخاصة بها و الإطار المرسوم لها ، و نتخذها المقياس و الميزان و فتشنا في أدبنا العربي ، فإذا هو قد خلا منها أو يكاد ، و شد ما أخطأنا في هذا الوزن و القياس ، فللأدب العربي قصص ذو صبغة خاصة به و الإطار الموسوم له ۔"[34]

(عربی ادب میں صنف قصہ کے وجود کے انکار میں ہم نے جلد بازی سے کام لیا ہے۔ اس انکار کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مغربی قصے کو اس کی مخصوص ساخت اور دائرے کے ساتھ کو ہی ہم نے اپنا مرکز نگاہ بنا لیا ہے اور اسی کو معیار و میزان بنا کر عربی ادب میں اس کی تلاش شروع کر دی تو پایا کہ عربی ادب اس سے تقریباً خالی ہے۔ اس وزن و معیار میں ہم سے شدید غلطی سرزد ہوئی۔ عربی ادب میں جو قصے موجود ہیں ان کا اپنا مزاج اور معیار ہے۔

اردو میں قصے کی بنیاد عربی میں موجود قصے کی اساس پر ہی رکھی گئی۔ اردو زبان میں اس سفر کی ابتدا عربی اور فارسی سے منقول قصوں سے ہوئی۔ اگر یہ کہا جائے تو قطعی بے جا نہ ہوگا کہ اردو کی قدیم داستانوں کا سرا کہیں نہ کہیں عربی قصوں سے ضرور ملتا ہے۔ بعض قصے تو براہ راست عربی سے ترجمہ کیے گئے اور بعض وہ ہیں جو عربی سے فارسی میں ترجمہ ہوئے اور پھر فارسی سے اردو میں۔ ایسے بھی بے شمار قصے موجود ہیں جن کا بنیادی خیال عربی قصوں سے ماخوذ ہے۔ اردو کی تمام قدیم داستانیں عربی کردار، ماحول اور مقامات کے گرد گھومتی نظر آتی ہیں۔ پروفیسر گیان چند جین لکھتے ہیں:

''اردو داستانوں کی جائے وقوع یا تو مشرق وسطیٰ کے مقامات ہیں یا ایسے شہر جن کا وجود فرضی ہے''۔[35]

عربی داستان کی طرف ادبا و عوام کے رجحان کا پتہ اس بات سے چلتا ہے کہ اردو میں الف لیلہ و لیلہ اور کلیلہ و دمنہ کے دسیوں ترجمے موجود ہیں۔ گیان چند جین نے صرف الف لیلہ کے سولہ ترجموں اور اس کے قصوں کے تین مجموعوں کا ذکر کیا ہے۔ جن میں سے چند یہ ہیں:

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف/مترجم	سن اشاعت	مقام اشاعت
1	الف لیلہ اردو	شاکر علی	1803	فورٹ ولیم کالج کلکتہ
2	حکایات جلیلہ (دو جلد)	شمس الدین احمد	1836/39	چنئی (مدراس)
3	الف لیلہ (چار جلد)	عبدالکریم	1842	
4	الف لیلہ (دس جلد)	حیدر علی فیض آبادی		
5	ہزار داستان	منشی حامد علی خاں	1889	مطبع نولکشور، کانپور
6	شبستان حیرت (چار جلد) 250 راتوں پر مشتمل ہے	مرزا حیرت دہلوی		
7	الف لیلہ (دو جلد)	رتن ناتھ سرشار	1901	
8	الف لیلہ و لیلہ (7 جلد)	ڈاکٹر ابوالحسن	1940-44	انجمن ترقی اردو ہند، دہلی[36]

اسی طرح دیگر بہت سے ادبا نے مختلف زمانوں میں کلیلہ و دمنہ کا ترجمہ یا تو براہ راست عربی سے یا فارسی ترجمہ ''انوار سہیلی'' کے واسطے سے کیا۔ ان میں چند مشہور تراجم یہ ہیں:

1- ''ترجمہ انوار سہیلی'' مولف نامعلوم، یہ کام اٹھارہویں صدی میں مکمل ہوا۔

2- ''محیط دانش'' منشی لالہ رام، یہ کتاب انیسویں صدی کی ابتدا میں تالیف کی گئی۔

3- ''مثنوی دانش'' (منظوم ترجمہ) افروز آفاق وشہرت دہلوی۔

4- ''خرد افروز'' حفیظ الدین احمد، یہ ترجمہ 1803 میں مکمل ہوا۔

5- ''بستان حکمت'' فقیر محمد گویا، 1836 میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

6- ''مثنوی کلیلہ ودمنہ'' (کلیلہ ودمنہ کا منظوم ترجمہ) قدر بلگرامی۔ 37

اب ہم اہم کلاسیکی داستانوں پر عربی زبان کے اثرات کا جائزہ لیں گے کیونکہ یہ ان موضوعات میں شامل ہے جس کو اردو محققین اور ناقدین نے کبھی قابل توجہ نہیں سمجھا۔ انھوں نے اردو داستان کے تمام لازمی عناصر پلاٹ، ماحول، کردار، فکر اور مقاصد پر بحث کی، اس کی طوالت اور انوکھے پن پر گفتگو کی، اس کے اندر موجود اخلاقیات، معاشرتی تہہ داریاں ہر ایک کو بڑی تفصیل و وضاحت کے ساتھ پیش کیا۔ ان کی تحریروں میں داستان سے متعلق ہر بات نظر آتی ہے سوائے عربی اثرات کے؛ حالانکہ یہ بہت ہی اہم موضوع ہے جس پر سنجیدگی سے غور کرنے اور تحقیق کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کتاب میں اردو داستانوں پر عربی اثرات کے بعض پہلوؤں کی طرف اشارے پر اکتفا کیا گیا ہے۔

1- سب رس کا شمار اردو کی مشہور اور قدیم ترین داستانوں میں ہوتا ہے۔ اسے ملا وجہی نے 1635-36 میں تالیف کیا۔ یہ داستان 17 ویں صدی کی اردو نثر کا اہم ترین نمونہ ہے۔ ملا وجہی نے کتاب کے مقدمے میں لکھا ہے کہ ان کا یہ عمل اختراعی ہے لیکن محققین نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ سب رس فتاحی نیشاپوری کی تالیف ''حسن ودل'' سے ماخوذ ہے اور فتاحی کی اس کتاب کی اساس عربی قصے پر رکھی گئی ہے۔ جہاں تک سب رس کے اسلوب کا تعلق ہے اس پر عربی زبان کے اثرات بالکل واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ سب رس کے اسلوب کا امتیاز اس کی نثری سجع بندی ہے جو عربی قصوں اور خصوصاً مقامات کا وطیرہ ہے۔ مولف نے محض دو سجع بند فقروں پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ پے در پے سات سات پانچ پانچ فقروں میں قوافی کا التزام کیا ہے۔ عربی الفاظ، ضرب الامثال اور مقولے جا بجا دیکھنے کو ملتے ہیں۔ گیان چند جین لکھتے ہیں:

> ''سب رس کا اسلوب فسانۂ عجائب کی طرح رنگین مرصع اور مسجع ہے.....وہ محض
> دو مسجع فقروں پر بس نہیں کرتے کم از کم پانچ سات قافیے ضرور لاتے ہیں....
> جا بجا عربی، فارسی، اردو اقوال اور ضرب الامثال سے کام لیا ہے''۔ 38

قصے کے ابتدائی جملوں سے ہی اس کے اسلوب کی مذکورہ تمام صفات عیاں ہو جاتی ہیں:

''تمام مصحف کا معنی الحمدللہ میں ہے مستقیم۔ اور تمام الحمدللہ کا معنی بسم اللہ میں ہے

قدیم۔ اور تمام بسم اللہ کا معنی بسم اللہ کے ایک نقطے میں رکھا ہے کریم۔ سمجھ دیکھ
خاطر لیا تال۔ حدیث بھی یوں آئی ہے کہ" العلم نقطة کثرھا جھال۔"[39]

وجہی کتاب کے اختتام پر لکھتے ہیں:

"الحمدللہ دونوں کا ہوا وصال۔ دل اپنا خوش تو سب عالم خوشحال۔ دل کو ملیا جیو کا جانی۔ یو وصال مبارک یو خوشی ارزانی۔ ایتی جفا دل پڑی تو میسر ہوئی وصال کی گھڑی۔ مرداں نے مشقت سوں امید کے دروازے کھولے ہیں۔ من طلب شیئاً جداً فوجد کر بولے ہیں"۔[40]

2- 19 ویں صدی کی جن تحریروں کو شہرت عام حاصل ہوئی ان میں "نوطرز مرصع" بھی شامل ہے۔ میر محمد عطا حسین خان تحسین نے 1775 میں اسے تالیف کیا۔ داستان کا اسلوب حد درجہ آراستہ و پیراستہ اور خوش نما ہے۔ عبارتیں عربی فارسی الفاظ سے بھری ہوئی ہیں۔ اسی بنا پر فورٹ ولیم کالج نے اس کتاب کو شائع نہیں کیا جس کا ذکر گلکرائسٹ نے باغ و بہار کے مقدمے میں کیا ہے۔[41] یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ فورٹ ولیم کالج کا قیام اردو نثر کی تاریخ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اسی کالج کی زیر سرپرستی ملازمت پیشہ ادبا نے اردو نثر کو عربی و فارسی کے اثرات سے پاک کرنے کی منظّم کوشش شروع کی تھی۔ بہت سے محققین اور ادبا یہ سمجھتے ہیں کہ کالج کا قیام اردو زبان و ادب کی ترقی و ترویج کی غرض سے ہوا تھا جو کہ سراسر مغالطہ ہے کیونکہ اس کے قیام کے پس پشت سوائے استعماری ضرورتوں کی تکمیل کے کچھ نہیں تھا۔

نوطرز مرصع کی نثر کا نمونہ:

"جس وقت زلف خاتونِ شب کی کمر تک پہنچی اور چشم خلایق کی خمار نشہ غنودگی کے سے سرمست خواب غفلت کے ہوئی یکا یک ایک صندوق چوبیں فراز دیوار حصار کے سے مانند خورشید کے برج حمل کے سے جلا بخش دیدۂ تماش بیں کا ہوا۔ فقیر واردات اس عجائبات کے سے کمال متعجب ہوا کہ آیا یہ خیال طلسمات کا ہے یا مسبب الاسباب حقیقی نے اوپر اس بکس کے نظر ترحم کی فرما کے خزانۂ غیب سے دولت غیر مترقب مرحمت کی"۔[42]

3- داستان امیر حمزہ۔ یہ ایک مسلسل قصوں پر مبنی داستان ہے جو چھیالیس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ بالاتفاق اردو کی طویل ترین داستان ہے۔ البتہ اہل ادب کے درمیان اس کی اصل اور تاریخ میں ضرور اختلاف ہے۔ درحقیقت یہ داستان الف لیلہ ولیلہ کی مانند حکایتوں اور قصوں کا مجموعہ ہے جو نسل در نسل چلے آ رہے تھے جن میں کچھ ترجمہ تھے اور کچھ طبع زاد۔امان علی خان غالب لکھنوی نے اسے اردو کا قالب پہنایا اور اس میں بعد میں مزید قصوں کا اضافہ کیا گیا۔

گیان چند جین نے اس کو عربی الاصل قرار دینے سے انکار کیا ہے لیکن شمس الرحمٰن فاروقی نے اپنی کتاب ''ساحری شاہی صاحب قرآنی''[43] میں اس داستان کی اصل اور اس کے مصنف یا مصنفین کے تیئں دسیوں احتمالات ذکر کیے ہیں جن میں اکثر سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ اس کی اصل عربی ہی ہے۔فاروقی صاحب نے سہیل بخاری کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس داستان کی اصل نویں دسویں صدی کے دورانیے میں تالیف کردہ ''مغازی حمزۃ'' نامی کتاب ہے۔اسی طرح وہ اپنی کتاب ''زبدۃ الرموز'' میں لکھتے ہیں کہ اس داستان کی اساس حمزہ بن عبدالمطلب کی شجاعت و بہادری پر رکھی گئی ہے جسے شیخ مسعود مکی نے جمع کیا اور اس میں اپنی طرف سے بہت سے قصوں کا اضافہ کر دیا۔[44] اس میں وہ اضافہ بھی شامل ہے جو ان قصوں پر مشتمل ایک دوسری کتاب ''رموز حمزۃ'' میں منقول ہے کہ اس قصے کی متعدد روایات ہیں صحیح ترین روایت وہ ہے جو عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے ہم تک پہنچی ہے۔[45]

خود گیان چند نے ''سیـرۃ الأمیـر حمزۃ البھلوان الکبیرۃ'' (پہلوان امیر حمزہ کی بڑی سوانح) نامی عربی کتاب کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ کتاب مصر سے تین جلدوں میں شائع ہوئی۔[46] نیز فارسی کے بڑے شاعر محمد تقی بہار سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: اس داستان کا ہیرو حمزہ بن عبداللہ خارجی ہے نہ کہ حمزہ بن عبدالمطلبؓ ہیں۔ یہ داستان عباسی دور میں مامون رشید کی خلافت میں ہونے والے ان معرکوں کا ذکر ہے جنھیں حمزہ خارجی نے سر کیا ہے نیز یہ داستان اس کے سفر ہند، سندھ، چین، روم اور سرندیپ وغیرہ پر مشتمل ہے۔حمزہ خارجی کے پیرووٴں نے ان جنگوں اور اسفار کے حالات جمع کیے اور اس میں رسول ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کا نام نامی شامل کر دیا تا کہ اسے مسلمانوں میں رواج اور قبولیت مل سکے۔[47]

داستان کی اصل عربی ہونے کے علاوہ اس میں بہت سے عربی عناصر موجود ہیں۔ داستان کا اسلوب عربی کے قدیم قصوں کی طرح مسجع اور پر تکلف ہے۔ عربی اثر ہی کی دین ہے کہ ہندوستانی شخصیات کے نام بھی عربی ہیں۔

4- فسانۂ عجائب۔ رجب علی بیگ سرور لکھنوی نے 1824 میں تالیف کی۔ جب سرور نے اس کی تالیف کا خیال ظاہر کیا تو ان کے احباب نے اشارہ کیا کہ اس میں عام بول چال کی زبان استعمال کی جائے، اسلوب کو سہل اور آسان رکھا جائے تا کہ اس کی عبارتوں کی تشریح کے لیے ہمیں فرنگی محل کی تنگ گلیوں کے چکر نہ کاٹنے پڑیں[48]۔ دوستوں کی اس ترغیب اور فورٹ ولیم کالج کی آسان نثر کی تحریک سے متاثر ہو کر رجب علی بیگ سرور نے مشکل اور غریب عربی و فارسی الفاظ سے اجتناب کی کوشش کی اور طباعت سے قبل اس قسم کے بہت سے الفاظ نکال دیے۔ وہ خود لکھتے ہیں:

> ''نیاز مند کو اس تحریر سے نمود نظم و نثر و جودت طبع کا خیال نہ تھا، شاعری کا احتمال نہ تھا بلکہ نظر ثانی میں جو لفظ دقت طلب غیر مستعمل عربی و فارسی کا مشکل تھا اپنے نزدیک اسے دور کیا...''[49]

اس کے باوجود محققین کو عربی و فارسی الفاظ کی کثرت کا گلہ ہے۔ گیان چند جین لکھتے ہیں: فسانۂ عجائب میں بھاری بھر کم عربی و فارسی الفاظ کا استعمال مسلمہ حقیقت ہے۔ مزید لکھتے ہیں: داستان بھاری بھر کم الفاظ سے بوجھل ہے۔[50]

بے شمار عربی تراکیب، قرآن وسنت کے اقتباسات استعمال ہوئے ہیں۔ داستان کی ابتدا میں سرور رقم طراز ہیں:

> ''سزاوار حمد و ثنا۔ خالق ارض و سما جل و علا صانع بیچون و چرا ہے۔ جس نے رنگ بے ثباتی سے بایں رنگا رنگی تختۂ چمن پر از لالہ و گل، جزو کل بنایا...اور انسان ضعیف البنیان کو اشرف المخلوقات فرمایا....صفت اس کی محال ہے....جس کی شان میں مخبر صادق یہ فرمائے۔ دوسرا اس عہدے سے کب بر آئے، ما عرفناك حق معرفتك۔
>
> بعد حمد خالق جن و بشر۔ حاکم قضا و قدر۔ مبدء شام و طالع سحر۔ نعت سید کائنات۔

خلاصۂ موجودات....اس کے حق میں یہ حکم آیا ہے۔ بچشم غور دیکھو کسی اور نے بھی یہ رتبہ پایا ہے، لولاك لما خلقت الأفلاك ، سرحلقۂ اولین۔خاتم المرسلین۔ صفت کریم۔احمد بے میم ،محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ الطاہرین واصحابہ المکرّمین وسلم''۔51

اردو کی دوسری مشہور داستانوں میں حیدر بخش حیدری کی ''آرائش محفل'' ہے جسے انھوں نے فورٹ ولیم کالج کے لیے 1801 میں فارسی سے ترجمہ کیا تھا۔ میر امن دہلوی کی ''باغ و بہار'' بھی فارسی سے ترجمہ ہے۔ میر امن کالج میں بطور مترجم خدمات انجام دیتے تھے۔ باغ و بہار کو اردو تاریخ میں نثر مرسل کا اولین نمونہ قرار دیا جاتا ہے۔ عالم علی کی ''زبدۃ الخیال'' فارسی سے منقول طویل داستان ہے جو پندرہ جلدوں پر مشتمل ہے۔52

یہ تمام داستانیں عربی سے متاثر ہیں اگر چہ انھیں فارسی سے نقل کیا گیا ہے کیونکہ فارسی زبان پہلے سے ہی عربی سے متاثر تھی۔

اردو میں موجود ناول بھی داستان سے زیادہ مختلف نہیں ہیں۔فرق صرف یہ ہے کہ اس کی زبان عام بول چال کی زبان سے زیادہ قریب ہے۔فرضی قصے بھی اسی فہرست میں شامل ہیں جن کی زبان اور عربی مقامات کی زبان میں بڑی حد تک یکسانیت پائی جاتی ہے۔دوسرے یہ کہ داستان کے برخلاف ان کا ماحول اور کردار حقیقی معاشرے سے قریب ہیں۔ڈپٹی نظیر احمد کو اردو کا اولین ناول نگار قرار دیا جاتا ہے۔ انھوں نے اردو کا پہلا ناول ''مراۃ العروس'' کے نام سے 1869 میں ،اس کے علاوہ ''بنات النعش'' 1872 کے قریب، ''ابن الوقت'' 1888 میں، ''ایامیٰ''اور''رویائے صادقہ'' 1894 میں تالیف کیا۔ان ناولوں میں سب سے نمایاں جو چیز ہے اور سب سے پہلے جس چیز کی طرف ذہن متوجہ ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ان تمام ناولوں کے نام عربی ہیں جو بڑی حد تک عربی کے ان ناولوں کے مشابہ ہیں جو عربی ادب کے عصر جدید کی ابتدا میں لکھے گئے تھے۔ جہاں تک اردو حکایت کا تعلق ہے تو وہ ان دینی یا چھوٹے تاریخی قصوں سے عبارت ہے جن میں فن افسانہ نگاری کے اصولوں کی رعایت کا التزام نہیں کیا گیا ہے۔ ان قصوں کا مقصد عموماً درستی اخلاق اور دینی روح بیدار کرنا ہوتا ہے۔ اردو میں موجود اس قسم کی حکایات کا سرچشمہ

عربی زبان میں موجود انبیاء کرام، صحابہؓ، اولیا اللہ و صالحین کے قصے ہیں۔ ان حکایات کے اسلوب اور ساخت میں بالکل واضح طور پر عربی زبان کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔

اردو کے تحریری قصوں پر عربی زبان کے اثرات کا ہی نتیجہ ہے کہ ان میں عربی تشبیہات و تلمیحات جا بجا دیکھنے کو ملتی ہیں۔ ان کا ہیرو ہمیشہ خوبصورتی میں یوسف ثانی، عشق میں قیس بن ملوّح (مجنوں) کا محسود، سخاوت میں حاتم سے فائق اور عقل و دانش میں ارسطو کا استاد ہوتا ہے۔

اردو قصوں کی اہم ترین خصوصیات میں جادو ٹونے کی طرف جھکاؤ، طوالت، آراستہ نثر، معاشرے کی ہمہ جہت تصویر کشی اور نتائج کا استخراج وغیرہ شامل ہیں۔ یہی وہ صفات ہیں جو محمود تیمور نے عربی کے قدیم قصوں کی ممتاز صفات بیان کی ہیں۔[53]

خطبات

عربی میں خطبے کی بہت ساری اقسام ہیں جن میں دو اقسام بہت اہم ہیں: اول دینی نصیحت آمیز خطبات دوم سیاست و حکمرانی سے متعلق خطبات۔ اردو میں دوسری قسم کے خطبات نہیں ہیں اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے عہد حکومت کی بساط اردو زبان کے ارتقا سے قبل ہی پلٹ چکی تھی۔ البتہ تحریک آزادی کے بعض قائدین کی تقریروں کو اس فہرست میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ پہلی قسم کے بے شمار خطبات موجود ہیں جن میں عربی دینی خطبات کی تمام صفات من و عن موجود ہیں۔ ان خطبات کی اہم خصوصیات میں یہ ہے کہ ان کی ابتدا حمد اور نبی کریم ﷺ پر درود و سلام سے ہوتی ہے۔ خطبے کے اس جز کو خطبۂ مسنونہ کہا جاتا ہے جو عام طور پر عربی زبان میں ہی ہوتا ہے۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد ''اما بعد'' کا استعمال اور خطبے کا اختتام عربی کے منقول جملے مثلاً ''وما علینا إلا البلاغ''، ''وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین'' و''سبحان ربك رب العزة عما یصفون و سلام علی المرسلین و الحمد لله رب العالمین'' پر ہوتا ہے نیز دوران خطبہ قرآن و حدیث کے اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں۔

ان خطبات کے موضوعات بعینہ وہی ہوتے ہیں جو عربی زبان کے دینی خطبات کے ہوتے ہیں جیسے کتاب و سنت پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنا، جناب محمد رسول اللہ ﷺ و صحابۂ کرامؓ کی اتباع، اسلامی اخلاق کی پابندی، ذکر آخرت، دنیا سے بے رغبتی اور ترغیب و ترہیب وغیرہ۔

دینی فرقوں کی کثرت اور مذہبی تعصب کی وجہ سے اردو میں دینی خطابت کو زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ خطابت کی یہ قسم ابتدائے اسلام کے سیاسی خطبات کے مشابہ ہے۔ اس قسم کے خطبات میں منطقی طرز پر غور وفکر اور دلائل و براہین و بلاغت اور زبان و بیان کی چاشنی پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔ جبکہ خالص دینی خطبات کی اہم صفت یہ ہے کہ ان میں سادگی، دل کو چھو لینے والا انداز اختیار کیا جاتا ہے۔ دوران خطبہ اشعار کا استعمال اور عربی اقوال کا پیش کرنا اردو میں دینی خطبات کی تمام اقسام میں عام ہے۔

دینی خطبات کے نمونوں میں مولانا ابوالکلام آزاد کی وہ تقریر ملاحظہ ہو جو انھوں نے جمعیۃ العلماء کے اجلاس میں کی تھی جو 18 تا 21 نومبر 1921 کو لاہور میں منعقد ہوا تھا۔

"الحمد لله الذي جعلنا أمة التوحيد و جعل ديننا دين التوحيد و سياستنا سياسة التوحيد و أعز من استقاموا منا على التوحيد و أذل من انحرفوا منا عن التوحيد ....

و الصلاة و السلام على محمد خاتم أنبيائه و رسله و صفيه من خلقه الذي بعثه بتوحيد الألوهية و الربوبية ، ليحرر الخلق من رق العبودية للعوالم السماوية و الأرضية ، و بتوحيد السياسة لتكون الشعوب و القبائل أمة واحدة تضمنها شريعة عادلة واحدة.........

جمعیۃ العلماء ہند کا یہ تیسرا سالانہ اجتماع ہے جس کی صدارت کے لیے آپ نے اس عاجز کو منتخب فرمایا ہے، بلاشبہ یہ ایک بڑی عزت ہے جو ہندوستان کی اسلامی آبادی میں کسی خادم علم وملت کو حاصل ہو سکتی ہے، لیکن دنیا کی تمام عزتوں کی طرح ادائے فرض اور مسئولیت کا بار گراں بھی اپنے ساتھ رکھتی ہے.....آیئے عزم وعمل کی اس نازک اور پر آشوب گھڑی میں ہم سب کے دل اس کارفرمائے حقیقی کے آگے جھک جائیں..... ربنا آتنا من لدنك رحمة و هيىء لنا من أمرنا رشدا۔

حضرات علمائے کرام !

قبل اس کے کہ ہمارا سفر نظر وفکر شروع ہو مجھے ایک لمحے کے لیے ان عزیزان

ملت سے مخاطب ہونے دیجیے جو آج آپ کی اس مجلس میں چشم نظارہ اور دل پر
شوق لے کر حاضر ہوئے ہیں ۔

اے عزیزان ملت ! ....''[54]

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اردو کے دینی خطبات عربی خطبات کے دوش بدوش چلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ موضوع، پیش کش اور ادبی و فنی خصوصیات میں انہی کی اتباع کی جاتی ہے۔

خطوط و مکاتیب

اردو ادب میں سرکاری یا دفتری خطوط کا فقدان ہے ۔ اس کا سبب وہی ہے جو سیاسی خطبات کی عدم موجودگی کا ہے۔ اس کے بالمقابل ذاتی نوعیت کے خطوط پورے آب و تاب کے ساتھ موجود ہیں۔ ان خطوط پر بھی عربی زبان کا بہت ہی گہرا اثر دکھائی پڑتا ہے۔ طرز بیان، موضوع، ہیئت ہر اعتبار سے اسے محسوس کیا جا سکتا ہے۔ اردو خطوط عام طور پر مسجع نثر میں لکھے گئے جو کہ عربی زبان کے اثر کا ہی نتیجہ ہے کیونکہ عربی خطوط میں سجع کا رواج چوتھی صدی ہجری سے ہی رہا ہے۔ شوقی ضیف لکھتے ہیں:

" و كان السجع أصبح لغة جميع الرسائل منذ أوائل القرن الرابع بل
مع أواخر القرن الثالث فليس هناك كاتب إلا و يسجع وإن فاته
السجع في مكان عاد إليه في أمكنة أخرى۔ "[55]

(چوتھی صدی کی ابتدا بلکہ تیسری صدی کے اواخر سے ہی تمام قسم کے خطوط مسجع
عبارت میں ہی لکھے جانے لگے تھے۔ ہر شخص سجع کا التزام کرتا تھا۔ اگر کہیں
ایک جگہ سجع بھول جاتا تو اگلے مقام پر اس کی پابندی ضرور کرتا تھا۔)

عربی کے اپنے ہم نظیر ادبا کی ہی مانند اردو ادبا نے بھی اس کا خاطر خواہ التزام کیا۔ اردو ادیب ''خوف ، امید، رغبت، ڈر، تعریف ، مذمت ، غصہ ، عذر، نرمی، تعزیت وغیرہ جذبات کی عکاسی کے لیے اسی کا سہارا لیتا تھا'' ۔[56]

خطوط میں مرزا غالب نے نئے اسلوب کا آغاز کیا۔ سجع سے پاک سلیس، سادہ اور آسان نثر ان کے خطوط کی اہم خصوصیت ہے۔ ان کے اکثر خطوط اسی طرز پر لکھے گئے ہیں لیکن بعض خطوط

میں مروج طرز بھی اختیار کیا گیا ہے۔ غالب کے سوانح نگار الطاف حسین حالی اپنی کتاب یادگار غالب میں رقم طراز ہیں:

''مرزا نے بعض اردو خطوط میں اور خاص کر اردو تقریظوں میں مسجع عبارت لکھنے کا التزام کیا ہے اگر چہ اس زمانے میں ایسا التزام بادرہ میں شمار کیا جاتا ہے خصوصاً اردو بمقابلۂ عربی و سنسکرت وغیرہ کے نہایت محدود زبان ہے وہ اس قسم کے تصنع اور ساختگی کی متحمل نہیں معلوم ہوتی لیکن مرزا نے جس قسم کی مسجع عبارت خطوط یا تقریظ وغیرہ میں لکھی ہے اس پر یہ گرفت مشکل سے ہو سکتی ہے''۔ 57؎

مذکورہ خصوصیات و عناصر کا مشاہدہ مندرجہ ذیل خطوط میں کیا جا سکتا ہے۔

غالب نواب رامپور محمد یوسف علی خاں کو ارسال کردہ خط میں لکھتے ہیں:

''حضرت ولی نعمت آیۂ رحمت سلامت بعد تسلیم معروض ہے نوازش نامے کے ورود سے عزت اور ادراک صحت و عافیت مزاج اقدس سے مسرت حاصل ہوئی پرچہ ہنڈی اس توقیع میں ملفوف پایا سو روپیہ بابت تنخواہ دسمبر 1864 معرض وصول میں آیا، زیادہ حد ادب

تم سلامت رہو ہزار برس
دولت و عز و جاہ روز افزوں

16 جنوری 1865 حضور کی سلامتی کا طالب: غالب''۔ 58؎

راجہ کشن پرشاد نظام حیدر آباد کو روانہ کردہ مکتوب میں لکھتے ہیں:

''پیر و مرشد، اعلیٰ حضرت حضور بندگان عالی خلد اللہ ملکہ، مدظلہ العالی

بعز عرض اقدس میرساند

فرمان خداوند جہاں پناہی مع تین کشتیوں کے جن میں نو قبضہ شمشیر عطیہ شاہی پانچ اس خانہ زاد کے لئے اور چار دونوں غلام زادوں کے واسطے عطا ہوئے شرف ورود لا کر باعث صد ہزاراں افتخار ہوا......خداوند عالم بحق إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحاً مُبِيناً صمصام فتح وظفر کو بمصداق وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَ النُّجُومُ

مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِہٖ تمام عالم پر فاتح رکھے،اور نعرۂ کوس صاحبقرانی تمام جہاں میں بلند فرمائے جب تک خدائے عز وجل کی صفت ناصری باقی ہے تب تک حضرت کی شمشیر فتح ونصرت مع تخت و بخت و دولت وعظمت جرأت وجلالت و بسالت وجاہ وحشم فاتح ابواب فتوح رہے آمین

بدخواہان دولت کی ہستی موہوم برق صمصام سے بمصداق لَهُمْ عَذَابٌ حَرِيْقٌ فِي النَّارِ وَ السَّقَر ہو آمین......

زیادہ حد ادب

الٰہی آفتاب عمرو دولت واقبال تاباں ودرخشاں باد

جاں نثار خانہ زاد موروثی

کشن پرشاد عفی عنہٗ'' ۔59

مولانا ابوالکلام آزاد نے علمائے کرام اور ہم عصر قائدین کو جو مکتوبات روانہ کیے تھے ان میں بھی یہ تمام خصوصیات اعلیٰ پیمانے پر موجود ہیں جس کی مثال متاخرین میں کسی کے یہاں نہیں ملتی ہے۔ ان کی دیگر کتابوں اور مقالات کی طرح ان خطوط میں بھی عبارت کی خوبصورتی، معنی آفرینی کے ساتھ لفظی تاثیر وغیرہ خصوصیات مشترک ہیں۔ البتہ بعض اوقات وہ ایسے الفاظ اور مشکل ونادر عربی تراکیب استعمال کرتے ہیں جن کی وجہ سے ان پر گرفت بھی کی جاتی ہے لیکن اس سے عربی زبان کا اثر بھی واضح ہوتا ہے۔ ان خطوط میں خواجہ حسن نظامی کو ارسال کردہ خط مورخہ 3 نومبر 1912:

'' زادنا الله و إياكم حمية الإسلام

خط پہنچا، یہ سچ ہے، مگر اس میں مصر وشام کی کیا خصوصیت ہے سیاحت قلبی کے جغرافیے کی کوئی حد نہیں، یہ تمام مواقع جو آپ نے لکھے ہیں پیشتر ہی سے پیش نظر تھے.....آتے اتوار کو دوسرا جلسہ عام ہے اس کے بعد قطعی ارادۂ سفر، و الإتمام من الله۔

و أنا الفقير المكنى بأبى الكلام الدهلوي۔''60

عبدالرزاق ملیح آبادی کو لکھتے ہیں:

''حضرت مجمع الفضائل مولانا صاحب مدفیوضہ

السلام علیکم، مزاج شریف، والا نامہ ورود ہوا، شرف اعتماد ہمراہ لایا خادم آپ کی اس عنایت بے غایت کا حد درجہ ممنون و مشکور ہوا کہ اس نالائق پر نظر مشفقانہ فرمائی اور جواب عریضہ سے افتخار و عزت افزائی بخشی۔

.... حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی لائف میں نے تھوڑے عرصے سے شروع کردی ہے لیکن جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے واقع میں ایک بہت بڑے سرمایے کی ضرورت ہے اور وقت کثیر درکار ہے لیکن السعي مني و الإتمام من الله۔

تمدن عرب، الفاروق، دربار اکبری، ترجمہ قرآن نظم وغیرہ میں قبل منگا چکا ہوں سبحان اللہ یہی کتابیں تو ہمارے لیے سرمایۂ ناز ہیں، اللهم زد فزد۔

خادم العلماء

غلام محي الدين آزاد كان الله له۔'' 61

5- سیرت و سوانح

عربی میں معروف و مروج تاریخی تحریریں جیسے کہ سیرت نگاری کی دونوں اقسام شخصی و عمومی، جنگ، طبقات، سوانح، معاجم، ملفوظات، سفرنامے وغیرہ تمام اقسام اردو میں بھی پائی جاتی ہیں اور ان تمام اقسام پر عربی اثرات موجود ہیں۔ چنانچہ ان اقسام کا نام بھی عربی ناموں پر ہے۔ ان میں اسلوب، مواد اور پیش کش ہر اعتبار سے عرب ادبا کی پیروی کی جاتی ہے۔ طبقات شعرائے ہند کے مولف کریم الدین لکھتے ہیں ''شعرا کی سوانح اور طبقات تاریخ کی ہی ایک اقسام ہیں۔ عربی اور فارسی میں اس سلسلے کی بے شمار کتابیں تصنیف کی گئیں اور ان کی اتباع میں اردو زبان میں کتابیں لکھی گئیں''۔ 62

کریم الدین نے طبقات شعرائے ہند میں جو بات کہی ہے وہ اردو کی تمام تاریخی تحریروں پر یکساں طور صادق آتی ہے۔ الطاف فاطمہ نے اپنی کتاب ''اردو میں سوانح نگاری کا ارتقا'' میں

اس کو زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتی ہیں ''سوانح نگاری کی جملہ اصناف پر جو کتابیں تصنیف کی گئی ہیں عربی زبان کے نقش قدم کی اتباع پر لکھی گئی ہیں''۔63

اردو سوانحی کتابوں میں عربی کتابوں کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں البتہ سیر و سوانح کی عربی کتابوں کا جو معیار ہے علمی مباحث، حقائق کی تلاش، گہرائی و گیرائی وہ اردو کتابوں میں خال خال ہی نظر آتا ہے۔سید عبداللہ اپنی انگریزی کتاب '' The spirit and substance of urdu prose under the influence of Sir Syed Ahmad Khan '' میں لکھتے ہیں:

> ''بڑے افسوس کی بات ہے کہ طریقۂ تنقید میں حقائق کی تلاش اور صحیح صورت حال کی پیش کش کا جو طریقہ عربوں میں رائج ہے اس معیار پر بہت کم فارسی اور اردو کتابیں پوری اترتی ہیں''۔64

اردو میں انبیائے کرام، صحابہؓ، صالحین اور مذہبی شخصیات کی سیرت پر بہت زیادہ لکھا گیا ہے۔اسی طرح شعرا، صوفیا اور فقہا کی سوانح پر بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔اس صنف نثر میں جن شخصیات نے کمال حاصل کیا ہے ان میں سب سے نمایاں نام خواجہ الطاف حسین حالی کا ہے۔ حالی نے سب سے پہلے اس کی طرف توجہ مبذول کی اور پوری جد و جہد صرف کرتے ہوئے اس کو بلند معیار عطا کیا۔اس سلسلے کی حالی کی سب سے پہلی کتاب فارسی کے مشہور شاعر شیخ سعدی شیرازی کی سوانح ''حیات سعدی'' کے نام سے 1881 میں منظر عام پر آئی۔اس کے بعد 1896 میں مرزا غالب کی سوانح ''یادگار غالب'' منظر عام پر آئی۔ بعد ازاں انھوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے بانی سر سید احمد خان کی سوانح ''حیات جاوید'' کے نام سے لکھی۔ یہ کتاب 1901 میں شائع ہوئی۔

اس نثری صنف کو پروان چڑھانے والوں میں دوسرا اہم نام علامہ شبلی نعمانی کا ہے۔ انھوں نے ہیروز آف اسلام سیریز کا سلسلہ شروع کیا اور ''المامون'' (1889)، سیرۃ النعمان (1891)، الفاروق اور الغزالی (1902) میں طبع ہوئیں۔سب سے آخر (1910) میں سیرۃ النبی ﷺ تصنیف کی۔اس کتاب کو زبردست شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔

شبلی نہ صرف یہ کہ عربی زبان سے واقف تھے بلکہ عربی علوم وفنون پر دستگاہ رکھتے تھے۔ عربی کی امہات کتب پر ان کی گہری نگاہ تھی جس کا عکس ان کی تحریروں میں صاف نظر آتا ہے۔ چنانچہ ان کی کتابیں عربی زبان وادب کے اثرات کا نمونہ بن گئیں۔

آئندہ سطور میں اردو میں سوانح نگاری کے دو نمونے درج کیے جاتے ہیں۔ ایک حالی کی یادگار غالب سے اور دوسرا شبلی نعمانی کی الفاروق سے۔ اردو تنقید پر عربی کے اثرات کے عنوان کے تحت طبقات الشعرا کے حوالے سے سیرت نگاری کا ذکر گزر چکا ہے۔

حالی لکھتے ہیں:

''اردو بمقابلۂ عربی وسنسکرت وغیرہ کے نہایت محدود زبان ہے وہ اس قسم کے تصنع اور ساختگی کی متحمل نہیں معلوم ہوتی لیکن مرزا نے جس قسم کی مسجع عبارت خطوط یا تقریظ وغیرہ میں لکھی ہے اس پر یہ گرفت مشکل سے ہوسکتی ہے، عربی اور سنسکرت زبانوں کے سوا اور زبانوں کی مسجع نثروں میں عموماً یہ عیب ہوتا ہے کہ دوسرے فقرے میں جو پہلے فقرے کی رعایت سے خواہ مخواہ قافیہ تلاش کرنا پڑتا ہے تو اس میں تصنع اور آورد کا رنگ پیدا ہوجاتا ہے اور اس لیے پہلے فقرے کے مقابلے دوسرا فقرہ بہ سبب لزوم مالایلزم کے کم وزن ہوجاتا ہے، مگر مرزا کی مسجع نثر میں یہ بات بہت کم دیکھی جاتی ہے''۔[65]

شبلی رقم طراز ہیں:

''خلافت کی حیثیت سے حضرت عمرؓ کا جو اصلی کام تھا مذہب کی تعلیم وتلقین تھی اور درحقیقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کارناموں کا طغرا یہی ہے، لیکن مذہب کی روحانی تعلیم یعنی توجہ الی اللہ، استغراق فی العبادۃ، صفائے قلب، قطع علائق، خضوع وخشوع یہ چیزیں کسی محسوس اور مادی سررشتۂ انتظام کے تحت میں نہیں آسکتیں اس لیے نظام حکومت کی تفصیل میں ہم اس کا ذکر نہیں کرسکتے، اس کا ذکر حضرت عمرؓ کے ذاتی حالات میں آئے گا البتہ اشاعت اسلام، تعلیم قرآن وحدیث، احکام مذہبی کا اجرا اس قسم کے کام انتظام کے تحت میں آسکتے ہیں

حضرت عمرؓ نے اس کے متعلق جو کچھ کہا اس کی تفصیل ہم اس موقع پر لکھتے ہیں''۔ 66؎

6- ادبی مقالات

نثر کی یہ صنف ادبی مطالعے، تنقید اور تاریخ ادب جیسے مختلف میدانوں کا احاطہ کرتی ہے اور اس کی متعدد صورتیں ہوتی ہیں۔ ادبی مقالات پوری طرح سے ادبی رنگ و آہنگ سے عبارت ہوتے ہیں۔ ان میں لفظی آرائش اور معنوی تہہ داری ہوتی ہے۔ دوسری اصناف کی طرح ادبی مقالات پر بھی عربی زبان کا خاصا اثر ہے۔ اس قسم کی تحریروں میں عربی تراکیب، تشبیہات، استعارات اور اصطلاحات خوب مستعمل ہیں۔ اردو تنقید پر عربی زبان کے اثرات کے تحت اس کا بیان کیا جا چکا ہے۔ عصری اختلافات، ادبی تنازعات اور فکری تحریروں کی نیرنگی سے قطع نظر تمام قسم کے مقالات کا اگر بغائر نظر مطالعہ کیا جائے تو یہ اثرات بہ آسانی ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔

حتیٰ کہ مذکورہ بالا اثرات عصر حاضر کی تحریکات جدیدیت، مابعد جدیدیت کے علمبر دار مصنفین کی تحریروں پر بھی واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہ گروپ ہے جس نے ماضی کے تمام نقوش مٹا کر تعبیر کی نئی شکلوں کو پروان چڑھانے کی حتیٰ المقدور کوشش کی لیکن اس کے باوجود انھیں اس جہت میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی اور عربی اثرات کا خاتمہ نہ ہو سکا۔ عربی زبان سے ناواقفیت اور مغربی ثقافت کا غلبہ وہ اسباب ہیں جن کے باعث موجودہ دور کے اردو مقالات میں یہ اثرات کم ہو گئے ہیں۔ آئندہ سطور میں بطور نمونہ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

1- مرزا محمد رفیع سودا

''انسان کہ جس فن سے آپ کو کما ینبغی ماہر نہ کرے چاہیے کہ اس میں اپنی حد سے سخن باہر نہ کرے گفتگوئے جاہل پہلوئے عالم مورد انفعال بلکہ خموشی ہے اس کی برابر صد کمال''۔ 67؎

2- رتن ناتھ سرشار

''علمائے فرنگی محل کی مصنفات مسلمات المشهور كالشمس في نصف النهار ہیں، کربلائے معلا، مدینۂ منورہ، مشہد مقدس، بیت اللہ تک کے قدرداں

اور نکتہ داں، ان بزرگان خورشید ضمیر بیضا تحریر کے کلام قدرت القیام پر احسنت کہتے ہیں"۔68

3- سر سید احمد خان

"ہمیشہ تعلیم سے یہ مقصود رہا ہے کہ انسان میں ایک ایسا ملکہ اور اس کی عقل اور ذہن میں ایک جودت پیدا ہوتا کہ جو اموراس کو پیش آئیں ان کے سمجھنے کی، برائی بھلائی جاننے کی اور عجائب قدرت الٰہی پر فکر کرنے کی اس کو طاقت ہو، اس کے اخلاق درست ہوں، معاملات معاش کو نہایت صلاحیت سے انجام دے اور امور معاد پر غور کرے"۔69

4- محمد حسین آزاد

"یہ نظم اردو کی نسل کا بابا آدم (ولی دکنی) ملک عدم سے چلا تو اس کے سر پر اولیت کا تاج رکھا گیا....وہ کسی کے شاگرد نہ تھے اور یہ ثبوت ہے فصیح عرب کے قول کا کہ الشعراء تلامیذ الرحمان"70

5- امداد امام اثر

"مضامین عشقیہ ایسے نہ ہوں کہ معشوقان بازاری کی طرف محمول کیے جاسکیں، فسق وفجور سے تمام تر بے لگاؤ ہوں عشق پیرایۂ فسق میں نہ دیکھا جائے بلکہ اس عظمت اور بزرگی کی شان سے بندش پائے جو اس کی شان ہے، تعالی العشق عن فهم الرجال ۔"71

6- ابوالکلام آزاد

"فی الحقیقت یہی وہ مقام منتہائے عزیمت اور سبقت بالخیرات باذن اللہ ہے جس کو قرآن حکیم نے "عزم امور" سے تعبیر کیا ہے:إن ذلك من عزم الأمور اور یہی وہ طبقات ثلاثہ اعمال انسانیت کا آخری اور اعلیٰ طبقہ ہے، جو صرف وصول الی الحق ہی پر قانع نہیں ہوجاتا بلکہ جادۂ حق میں سب سے آگے نکل جانا اور بڑھ جانا چاہتا ہے"۔72

-7 رشید احمد صدیقی

''ذاکر صاحب کا مطالعہ بڑا وسیع اور متنوع ہے۔ یونیورسٹی میں کم ایسے لوگ ہوں گے جو موصوف کی مانند کثیر المشاغل اور عدیم الفرصت ہوں یا جن کی ضمنی دلچسپیاں اتنی ہوں جتنا ذاکر صاحب کی۔ اس کے باوجود مطالعہ کتب پر اتنی توجہ اور وقت صرف کرتے ہوں جتنا ذاکر صاحب...''[73]

-8 سجاد ظہیر

''تحریک پر دوسرا حملہ اس پہلو سے کیا گیا کہ وہ ہماری قدیم مشرقی تہذیب ہماری عظیم تمدنی روحانی اور اخلاقی روایات کی منکر اور مخالف ہے، اس کا مقصد پاکیزہ ادب کی تخلیق اور تہذیب نفس نہیں ہے بلکہ بے ادبی پھیلانا اور تذلیل نفس ہے، وہ انسانی دماغ اور روح کو بلندی کی طرف لے جانے کے بجائے دماغ میں انتشار اور نظام اخلاق میں بے ضابطگی پھیلا کر انسان کو حیوانیت اور مادہ پرستی کی طرف لے جائے گی''۔[74]

-9 شمس الرحمان فاروقی

''یہیں پر ادبی اور غیر ادبی علامت کا آخری بنیادی فرق بھی واضح ہو جاتا ہے غیر ادبی علامت کے لیے ممکن ہے کہ وہ فی نفسہ بے معنی ہو مثلاً ریاضی کی علامات، مذہب کی بہت سی علامات، یا خوبصورت نہ ہو مثلاً شیولنگ کی علامت، لیکن ادبی علامت نہ صرف فی نفسہ بامعنی اور خوبصورت ہوتی ہے بلکہ اس میں ایک انوکھی شدت وقوت ہوتی ہے جو عام الفاظ میں مفقود ہوتی ہے''۔[75]

-10 ظفر احمد صدیقی

''ہمارے کلاسیکی ادب کی جڑیں فارسی و عربی زبان و ادب میں پیوست ہیں اور جدید ادب پر مغرب کے اثرات زیادہ ہیں۔[76] اگر کوئی شخص مجمع البحرین ہو تو کیا کہنا مجھے اگر ایک طرف یہ احساس ہوتا ہے کہ میں اپنی بنیادوں سے واقف ہوں تو دوسری طرف یہ بے اطمینانی بھی رہتی ہے کہ مغربی ادب بالخصوص

جدید تنقید سے بے بہرا ہوں لعل اللہ یحدث بعد ذلك أمراً۔''77

یہ دس مثالیں ہیں (تلك عشرة كاملة)۔ مذکورہ بالا مثالیں بغیر تلاش اور بغیر کسی خاص مقصد کے کیف ما اتفق جمع کی گئی ہیں اس کے باوجود ان تحریروں میں الفاظ، تراکیب اور اصطلاحات کی سطح پر عربی زبان کا بالکل واضح اثر نظر آرہا ہے۔

اردو کی دینی تحریروں پر عربی کے اثرات

اردو کی قدیم وجدید دونوں قسم کی فنی تحریروں پر دقت نظر سے بحث کی گئی۔ جہاں تک دینی تحریروں کا تعلق ہے؛ اس کی تمام تر عظمتوں کے باوجود بہت کم محققین نے اس سمت خامہ فرسائی کی زحمت گوارا کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی تحریروں کے بہت سے گوشے تشنۂ تحقیق ہیں۔ ان تحریروں میں نہ صرف یہ کہ فنی باریکیاں اور خوبیاں موجود ہیں بلکہ بعض تحریریں اس مرتبے کو پہنچی ہوئی ہیں کہ دوسری ادبی تحریروں کے مقابلے میں کسی اعتبار سے بھی کم درجہ نہیں رکھتیں۔ لیکن عام طور پر انھیں دینی تحریر کا نام دے کر علاحدہ کر دیا گیا اور اس نہج سے اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی گئی۔ مندرجہ ذیل مثالوں سے دینی تحریروں پر عربی زبان کے اثرات کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ ذوالفقار احمد نقوی اپنی کتاب درالمنظوم کے مقدمے میں رقم طراز ہیں ؎

''الحمد لله على أفضاله
ثم الصلاة على النبي و آله
و صحبه الذين صاروا خلفا
من بعده له و نالوا شرفا

حمد وثنا کے لائق وہی ارحم الراحمین ہے جس نے بمقتضائے رحمت عامہ ورافت خاصہ ابوالبشر کو اپنے اسمائے حسنی وصفات عالیہ کا مظہر بنایا، لَمْ يَكُنْ شَيْئاً مَذْكُوراً کی حضیض سے اٹھا کر فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعاً بَصِيراً کے اوج پر پہنچایا، نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي کا عزّ امتیاز بخشا، وَ عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا کا تاج سر پر رکھا، ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ کی مجلس میں فضیلت علم کا اظہار فرمایا، إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ کے اجمال کا فی الجملہ پتا دیا، إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً کی مسند پر متمکن کیا، اُسْكُنْ أَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ کا محل رہنے بسنے کو دیا، فَكُلَا مِنْهَا رَغَداً کا اذن عام

عطا فرمایا، اس امر عام کو وَلَاتَقرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ کے نہی خاص سے مقید کیا، پھر بمقتضائے حکمت ہائے گونا گوں وشیونات بوقلمون فَاُکُلَا مِنھَا کا ظہور رہوا، پھر اِهبِطَا مِنهَا کے خطاب سے ان کو مشرف فرما کے سرزمین ہند کو ان کے قدوم فیض لزوم سے شرف بخشا، خلافت و نبوت کا منصب عطا فرمایا اور حسب ضرورت وحکمت وقتاً فوقتاً ان کی اولاد وامجاد سے انبیا ورسل کو پیدا کیا اور سلسلۂ ارسال رسل کو جاری وساری رکھا تا کہ بندے پستیِ جہل ونادانی سے نکل کر علم ودانائی وکمال انسانی پر پہنچیں، تحصیل معاش ومعاد کے اسباب کا ملکہ باحسن اسلوب وطرز مرغوب حاصل کریں پھر اس سلسلے کو سید الانبیاء والمرسلین شفیع المذنبین خاتم النبیین حضور پرنور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم فرمایا، سارے کمالات انبیائے سابقین کے آپ کی ذات تقدس آیات میں رکھے اور ان کے سوا اور بہت کمال آپ کو عطا کیے‘‘۔ 78

حواشی

1- شوقی ضیف،الفن و مذاهبه فی النثر العربی،(طبع ششم؛مصر:دارلمعارف)ص15

2- علی الجارم،البلاغة الواضحة،ص269

3- بحرالفصاحت،ص1011

4- احمد مطلوب،دراسات بلاغیة و نقدیة،(عراق:دارالرشید للنشر،)ص 295

5- نجم الغنی،بحرالفصاحت،ص1009

6- دراسات بلاغیة و نقدیة،ص30-529

7- تاریخ الأدب العربی،(طبع سوم؛قاہرہ:)ص534:4

8- عبدالحلیم ندوی،تاریخ عربی ادب،(طبع سوم؛نئی دہلی:ترقی اردو بیورو،1989)ص107:1

9- سورۂ واقعہ:30-28

10- امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔صحیح بخاری:کتاب الزکوٰۃ

11- شوقی ضیف،تاریخ الادب العربی،564:4

12- احمد حسن زیات،تاریخ الأدب العربی،(طبع24؛معلومات نشر غیر موجود)ص238

13- بحرالفصاحت،ص1009

14- امیر اللہ خاں شاہین،اردو اسالیب نثر(دہلی:جمال پرنٹنگ پریس،1977)ص38

15- ایضاً،ص38-36

16- بحرالفصاحت،ص1012

17- امیر اللہ خاں شاہین،اردو اسالیب نثر،ص38

18- بحرالفصاحت،ص1009

19- ایضاً،ص1010

20- ایضاً

21- نقد الشعر،ص14

22- بحر الفصاحت،ص16-1015

23- ایضاً،ص1016

24- ایضاً،ص17-1016

25- ایضاً،ص1018

26- ایضاً،4

27- کاشف الحقائق،ص92

28- شبلی نعمانی،موازنۂ انیس ودبیر،ص40

29- الفن و مذاهبه فی النثر العربي،ص16-15

30- سورۂ یوسف،آیت:3

31- سورۂ یوسف،آیت:111

32- سورۂ اعراف،آیت:176

33- محمود تیمور،القصص في أدب العرب ماضيه و حاضره،(مصر:جامعہ الدول العربیہ، معہد الدراسات العالیہ،1958)،ص45-30

34- ایضاً،ص26

35- اردو کی نثری داستانیں،(لکھنؤ:اتر پردیش اردو اکادمی،1987)،ص85

36- ایضاً،ص24-421

37- ایضاً،ص458-457

38- ایضاً،ص129

39- سب رس،ترتیب وتقدیم:ڈاکٹر عبدالحق،(کراچی:انجمن ترقی اردو پاکستان،1952)

40- ایضاً

41- اردو کی نثری داستانیں،ص204

42- ایضاً

43- نظری مباحث، جلد اول (قومی کونسل برائے فروغ اردو نئی دہلی، 1999)

44- ساحری شاہی صاحب قرآنی، ص338

45- ایضاً، ص342

46- اردو کی نثری داستانیں، ص683

47- ایضاً، ص692

48- فرنگی محل: لکھنؤ کے محلوں میں ایک محلّہ جہاں شیخ نظام الدین اولیاؒ اور ان کے بھائی شیخ قطب الدینؒ کی اولادیں رہتی ہیں۔ ان میں بہت بڑے بڑے علما پیدا ہوئے۔

49- اردو کی نثری داستانیں، ص543

50- ایضاً، ص129

51- فسانۂ عجائب، ترتیب وتقدیم: اطہر پرویز، (طبع اول؛ الہ آباد: سنگم پبلشرز، 1969)، ص103-104

52- سنبل نگار، اردو نثر کا تنقیدی مطالعہ، (علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، 2003)، ص60 وبعد

53- القصص في أدب العربي ماضيه و حاضره، ص58-59

54- خطبات آزاد، ترتیب: مالک رام، (طبع چہارم؛ نئی دہلی: ساہتیہ اکادمی، 1990)، ص83-84

55- تاریخ الادب العربی، ص4:541

56۔ ایضاً

57- یادگار غالب، (کانپور: نامی پریس، 1897)، ص191

58- خطوط غالب، ترتیب: مالک، (لکھنؤ: سرفراز قومی پریس، 1962)، ص253

59- رقعات شاد، (حیدرآباد: محبوب پریس، 1319ھ)، ص19-20

60- خطوط ابوالکلام آزاد، ترتیب: مالک رام، (طبع اول؛ نئی دہلی: ساہتیہ اکادیمی، 1991)، ص1:58

61- ایضاً، ص1:18-19

62- طبقات الشعراء الہند، ص1:9

63- اردو میں سوانح نگاری کا ارتقا، (طبع اول؛ کراچی: اردو اکادمی سندھ، ص1961)، ص41

64- ایضاً، ص42

-65 یادگار غالب، ص191

-66 الفاروق، (اعظم گڑھ: معارف پریس، 1956)، ص110

-67 حامد حسن قادری، داستان تاریخ اردو، ص52۔ متن ان کے دیوان مرثیہ کے مقدمہ سے ماخوذ ہے۔

-68 فسانۂ آزاد، (طبع اول؛ نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، 1986)، ص22

-69 الطاف حسین حالی، حیات جاوید، (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، 1982)، ص90

-70 آب حیات، (لاہور: نولکشور پریس، 1907)، ص83

-71 کاشف الحقائق، ص370

-72 تذکرہ، ص108

-73 گنج ہائے گراں مایہ، (طبع اول؛ کراچی: مکتبہ دانیال، 1991)، ص103

-74 روشنائی، (دہلی: محبوب المطابع، معلوم طبع غیر موجود)، ص148

-75 شعر غیر شعر اور نثر، (الہ آباد: شب خون کتاب گھر، 1973)، ص118

-76 اگر ان کے قول ''جدید ادب پر مغرب کے اثرات زیادہ ہیں۔۔۔'' سے مراد گزشتہ ایک صدی میں اردو ادب کے جدید عناصر ہیں تو یہ مسلمہ امر ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اگر مراد یہ ہے کہ مغرب کا اثر بحیثیت مجموعی عربی اثر پر غالب ہے تو یہ درست نہیں ہے اور غالباً ان کا مقصود پہلی ہی بات ہے۔

-77 نقش معنی، (طبع دوم؛ دہلی: بھارت آفسیٹ، 2001)، مقدمہ:6

-78 الدر المنظوم في ترجمة ملفوظ المخدوم، (دہلی: مطبع انصاری، 1309ھ)، ص3-2

فصل سوم

اردو شاعری پر عربی زبان کے اثرات

جس طرح اردو شاعری پر فارسی زبان و ادب کے اثرات ہیں ویسے ہی عربی زبان و ادب کے بھی اثرات ہیں۔ یہ بات سچ ہے کہ اردو شعر و ادب پر عربی کے اثرات فارسی کے واسطے سے آئے لیکن اس کا یہ مطلب قطعی نہیں ہے کہ عربی کے براہ راست اثرات کو بالکلیہ مسترد کر دیا جائے جیسا کہ عام طور پر اس موضوع پر لکھی جانے والی اردو کتابوں میں ذکر کیا جاتا ہے۔ اردو مصنفین کے اس رویے کی بنیادی وجہ عربی زبان و ادب سے ان کی ناواقفیت ہے۔ اس فصل میں پہلے اردو پر فارسی زبان و ادب کے اثرات کا ذکر ہوگا پھر فارسی پر عربی زبان و ادب کے اثرات کا بیان ہوگا نیز عربی زبان کے اردو پر براہ راست پڑنے والے اثرات کا بھی تذکرہ ہوگا۔

اردو شاعری پر فارسی شاعری کے اثرات

تمام ادبا اور قدیم و جدید محققین کا اتفاق ہے کہ اردو پر فارسی کے بہت زیادہ اثرات ہیں۔ حتیٰ کہ بعض اردو شعرا نے خود ہی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ انھوں نے فارسی شعرا کی تقلید کی ہے۔ اردو شعرا کے سرخیل میر تقی میر کہتے ہیں ؎

تبعیت سے جو فارسی کے میں نے ہندی شعر کہے
سارے ترک کے بچے ظالم پڑھتے ہیں ایران کے بیچ

غالب کا شعر ہے ۔

ہوں ظہوری کے مقابل میں خفائی غالب
میرے دعوے پہ یہ حجت ہے کہ مشہور نہیں
طرز بیدل میں ریختہ لکھنا
اسداللہ خاں قیامت ہے

ذوق کا شعر ہے ۔

مدح حاضر کے لئے حاضر دربار ہو ذوق
تو ہے خاقانیٔ ہند اور وہ خاقان زماں

مذکورہ بالا شعروں سے اس بات کا پختہ ثبوت ملتا ہے کہ اردو شعرا نے موضوع، اسلوب اور معنی میں فارسی شعرا کی پیروی اور نقل کی ہے۔ سودا کا شعر ہے ۔

سودا سے کہا میں نے ترے شہرے کو سن کر
دیکھا جو تجھے آ کے تو اے بے سرو پا ہیچ
بولا کہ تجھے یاد نہیں مصرعہ بیدل
عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

میر کا شعر ہے ۔

جس جائے سراپا میں نظر جاتی ہے اس کے
آتا ہے مرے جی میں یہیں عمر بسر ہو

مذکورہ بالا شعر فارسی کے مشہور شاعر نظیری کے شعر کا لفظ بہ لفظ ترجمہ ہے ۔

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

سودا دہلوی کا شعر ہے ۔

راز دیر و حرم افشا نہ کریں ہم ہرگز
ورنہ کیا چیز ہے یاں اپنی نظر سے باہر

بعینہٖ یہی بات حافظ شیرازی نے بھی کہی ہے ۔

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست

میر حسن سودا کے بارے میں کہتے ہیں: ''طرزش بطرز طالب آملی می ماند'' یعنی ان کا اسلوب فارسی شاعر طالب آملی کے اسلوب کے مانند ہے۔[1]

اردو کے تمام ناقدین نے اس موضوع پر بحث کی ہے۔ بعض نے اس اقدام کو آفریں کہتے ہوئے اس کا دفاع کیا ہے جبکہ بعض نے اسے سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ تنقید کرنے والوں میں اکثریت نئے ناقدین کی ہے۔ عندلیب شادانی لکھتے ہیں: اردو شاعری فارسی شاعری کا ایک نسخہ ہے ۔ فارسی شاعری کے تمام لوازمات وشعریات اردو میں بھی موجود ہیں۔ اگر ان کی حیثیت اختراع وتخلیق کی نہیں ہے تو یہ سراسر تقلید ہے۔[2]

سید علی جواد زیدی رقم طراز ہیں:

> ''اردو شاعری میں فارسی عناصر کی حیثیت بنیاد اور اساس کی ہے۔ اردو قصیدے کی بنیاد فارسی قصیدے پر ہے، وزن، معنی، تخیل، مضمون، استعارہ، تشبیہ، تلمیح، صنائع، تخلص اور اسالیب مدح سب کا سب فارسی سے ماخوذ ہے۔ ہمارے قصیدہ گو شعرا کا دیرینہ خواب یہی رہا ہے کہ کاش وہ خاقانی، انوری اور عرفی کی ہمسری کر سکتے''۔[3]

اردو غزل مدحیہ قصائد سے زیادہ مختلف نہیں ہے۔ صورت، تخیل، معانی اور اسلوب میں فارسی غزل کے نقش قدم پر گامزن ہے۔ اردو شعرا ولی، میر، سودا، درد، مصحفی وغیرہ کے اشعار میں فارسی شعرا رومی، حافظ، عرفی، نظیری اور صائب کا اثر بالکل واضح نظر آتا ہے۔ جوش ملیح آبادی نے اردو غزل پر تنقید میں مبالغہ کرتے ہوئے اسے شرمناک پیروی قرار دیا ہے۔[4]

مسعود حسین رضوی نے اردو غزل اور اس کی اصل کے بارے میں پائے جانے والے شبہات کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے اردو غزل کو فارسی عناصر وخصوصیات کے باعث

ہندوستانی مزاج کے لیے نامانوس قرار دیا ہے۔ اردو شعرا میں فارسی شعرا کی تقلید کا اس قدر رجحان پایا جاتا ہے کہ وہ اپنے تجربات اور کیفیات کے بیان کے لیے بھی فارسی شعرا کے مرہون منت نظر آتے ہیں۔ غزل کے شعرا اپنے معشوق کی ایسی تصویر کشی کرتے ہیں جسے کوئی بھی عقل سلیم اور صاحب فہم قبول نہیں کر سکتا۔ غلمانوں سے حسن وعشق کی باتیں، رقیبوں کی کثرت وغیرہ اسے قابل قبول اخلاقی معیار سے گرا دیتی ہیں اور یہ تمام امور فارسی شاعری کا خاصہ ہیں جو اردو میں در آئے ہیں۔

یہ اور اس طرح کی بے شمار خصوصیات ہیں جن سے فارسی شاعری کے اثرات کا پتہ چلتا ہے۔ جس طرح اردو نے فارسی کی اکثر خصوصیات کو اپنے دامن میں سمویا ہے اسی طرح فارسی نے عربی سے کسب فیض کیا ہے۔ آئندہ سطور میں فارسی پر عربی شاعری کے اثرات کا مختصراً جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔

فارسی شاعری پر عربی شاعری کے اثرات

فارسی شاعری کا آغاز ایران میں طلوع اسلام کے بعد شروع ہوا۔ اسلام سے قبل فارسی شاعری کا وجود نہیں تھا کیونکہ اہل فارس کو اوزان، بحر اور قوافی سے واقفیت ہی نہیں تھی۔ جہاں تک مذہبی نغمات کا تعلق ہے جس کو بنیاد بناتے ہوئے پروفیسر براؤن نے قبل از اسلام فارسی شاعری کے وجود کی وکالت کی ہے تو یہ نغمات اوزان وقوافی سے آزاد اور نظام بحر سے پوری طرح خارج تھے کیونکہ بحر تو عربوں نے متعارف کرائی۔ عام طور پر یہ بات کہی جاتی ہے کہ بہرام گور نے سب سے پہلے فارسی شعر کہا جیسا کہ محمد عوفی لکھتے ہیں:

''باید دانست کہ اول کسے کہ شعر پارسی گفت بہرام گور بود۔''[5]

(جاننا چاہیے کہ بہرام گور فارسی کا اولین شعر گو ہے)

عوفی نے بہرام کے چار عربی کے اور ایک فارسی کا شعر درج کیا ہے؛ لیکن بہرام کو اولین فارسی شاعر تسلیم کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ بہرام عربی نژاد تھا۔ بچپن سے جوانی تک اس کی تعلیم و تربیت عرب ممالک میں ہوئی۔ دوسرے یہ کہ وہ مستقلاً فارسی شاعری نہیں کرتا تھا۔ عوفی کے ذکر کردہ اس ایک شعر کے علاوہ اس کا کوئی شعر نہیں ملتا اور یہی وجہ ہے کہ فارسی علمی حلقوں میں اسے فارسی شاعر نہیں مانا جاتا۔

جب اہل فارس دامن اسلام میں داخل ہوئے اور دفتری و دینی زبان عربی سیکھنا شروع کی تو انھیں عربی شاعری سے واقفیت ہوئی۔انھوں نے عربی شاعری کے قواعد اور نظام بحر سیکھے، ردیف، قافیہ، زحاف، علت اور طریقۂ تقطیع وغیرہ کو جانا۔اس کے بعد شعرائے ایران نے پہلی بار عربی شاعری میں طبع آزمائی شروع کی۔ثعالبی نے اپنی کتاب یتیمۃ الدھر میں اس دور کے کئی ایرانی شعرا کا ذکر کیا ہے جو عربی زبان میں شاعری کرتے تھے 6۔اس کے بعد انھوں نے فارسی میں مشق سخن کی کوشش کی۔اس ضمن میں سب سے پہلا نام خواجہ زادہ عباس مروزی کا لیا جاتا ہے جنھوں نے سب سے پہلے وزن و قافیے کی رعایت کرتے ہوئے شاعری کی۔ان کا اولین فارسی قصیدہ وہی ہے جو انھوں نے مرو میں خلیفہ مامون کے سامنے 193ھ میں پیش کیا تھا اور اس میں یہ دعویٰ کیا تھا کہ فارسی میں شاعری کرنے والا میں پہلا شخص ہوں ؎

اے رسانیدہ بدولت ، فرق خود بر فرقدین
گسترانیدہ بہ فضل وجود ، در عالم یدین
مر خلافت را تو شائستہ چو مردم دیدہ را
دین یزداں را تو بائستہ چو رخ را ہر دو عین
کس بریں منوال پیش از من چنیں شعرے نہ گفت
مر زبان پارسی را ہست با ایں نوع بین

اس کے بعد فارسی میں بڑی تعداد میں لوگوں نے شعر کہنا شروع کیا۔ان تمام شعرا نے عربوں کی ہی اتباع کی۔اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ان کے سامنے متنبّی، ابونواس، بحتری اور ابوتمام وغیرہ عربی شعرا کے علاوہ کوئی دوسرا نمونہ موجود ہی نہیں تھا۔فارسی کے ان شعرا نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ انھوں نے عرب شعرا کی اتباع کی ہے، ان کے طریقے کو اختیار کرتے ہوئے اپنے اشعار کو جلا بخشی ہے۔صرف اتنا ہی نہیں انھوں نے عرب شعرا کی کھل کی تعریف بھی کی ہے۔فارسی کے مشہور شاعر انوری کا شعر ہے ؎

شاعری دانی کدامے قوم کردند آنکہ بود
اول شاں امرؤالقیس آخر شاں بو فراس

(جانتے ہو کہ کس قوم نے واقعی شاعری کی ہے یہ وہ قوم ہے جس کی پہلی کڑی
امرءالقیس اور آخری کڑی ابوفراس ہمدانی تھا)

فارسی کا بڑا شاعر منوچہری خود پر اس لیے فخر کرتا ہے کہ اسے کئی عربی دیوان زبانی یاد ہیں اور اپنے ساتھی کو عار دلاتا ہے کہ اسے عربی قصیدہ ''الا هبی بصحنك فاصبحين'' پڑھنا نہیں آتا ہے ۔

من بسے دیوان شعر تازیاں دارم زبر
تو نہ دانی خواند اَلا ہبی بصحنک فاصبحین

اپنے ایک قصیدے کے آخیر میں کہتا ہے:

بداں وزن ایں شعر گفتم کہ گفت است
ابو الشیص اعرابی باستانی
سألقاك و الليل ملق الجران
غراب ينوح على غصن بان

دوسرا شعر عربی قصیدہ گو شاعر ابوشیص کا ہے جس کو بنیاد بنا کر منوچہری نے اپنا یہ قصیدہ لکھا ہے۔ فارسی شعرا عربی زبان کے آثار کی اتباع کرتے رہے۔ انھوں نے اپنے اشعار میں کتاب و سنت سے ماخوذ عربی تشبیہات، استعارات اور محاورات کا بخوبی استعمال کیا ہے۔ جس کی نظیر ہمیں انوری کے مندرجہ ذیل اشعار میں بھی دیکھنے کو ملتی ہے ۔

چہ روئے راہ تردد قضى الأمر فقم
چہ کشی نفس تخیل بلغ السيل زباه
سیر آب است حق ہمی گوید
و من الماء كل شيئ حي
بعد ازیں من چہ بر زباں آرم
چکنم آخر الدواء الكي

عرب شعرا کی اتباع میں انھوں نے اپنے اشعار میں عربی معانی کو بھی نظم کیا ہے جیسے قدیم دیار اوران کے کھنڈروں پر رکنا اور رکنے کا مطالبہ کرنا اور اس پر رونا رلانا وغیرہ، لامعی جرجانی کہتا ہے ۔

هست ایں دیار یار اگر شاید فرو آرم جمل

پرسم رباب و دعد را حال از رسوم و از طلل

رباب اور دعد کے علاوہ شاعر نے اس قصیدے میں سُعدیٰ اور میؔ کا بھی ذکر کیا ہے جو کہ مشہور عرب معشوقات ہیں۔ فارسی شاعری پر عربی کے اثرات کا ہی نتیجہ ہے کہ فارسی شعرا نے اپنے اشعار میں عربی مثالوں کو بھی برتنے کی کوشش کی ہے۔اس ضمن میں متنبیؔ کا ایک شعر پیش ہے ؎

إذا رأيــت يـنـوب الـليـث بـارزة

فـلا تـظـنـن أن الـلـيـث يبتسـم

طوسی یہی بات فارسی قالب میں ڈھال کر کہتا ہے:

نہ باید شد از خندۂ شہ دلیر

نہ خندہ است دنداں نمودن ز شیر

مذکورہ باتوں سے فارسی پر عربی زبان کے اثرات کا واضح طور پر پتہ چلتا ہے۔فارسی کی گود میں پروان چڑھنے والی اردو زبان میں بھی یہ تمام اثرات منتقل ہوئے۔فصل اول میں ہم نے دیکھا تھا کہ کس طرح اردو اشعار میں عربی تراکیب، تشبیہات اور استعارات بھرے پڑے ہیں، عربی کی دینی و تاریخی تلمیحات کو برتا گیا ہے، علمی و ادبی اصطلاحات کو استعمال کیا گیا ہے۔اردو شاعری پر عربی کے یہ اثرات خواہ بالواسطہ ہوں یا بلا واسطہ اردو کی مختلف اصناف پر ان کے اثرات کے ذکر سے قبل اس پر روشنی ڈالنا ضروری ہے کہ اردو اور عربی اصناف شعر میں کیا فرق ہے کیونکہ موضوع کی نزاکت اور اکثر ناقدین ادب کے اس موضوع کو نہ سمجھ پانے کی وجہ سے بہت سی غلطیاں واقع ہوئی ہیں۔

اردو اور عربی اصناف شعر

اردو اصناف سخن پر عربی کے اثرات کا جائزہ لینے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اردو اور عربی میں اصناف کے کیا معنی ہیں اس لیے کہ اردو کے چھوٹے ، بڑے ، قدیم و جدید تمام ادبا و ناقدین نے اصناف و ہیئت میں خلط ملط کیا ہے۔انھوں نے قصیدے کو شاعری کی ایک صنف قرار دے دیا اور یہ سمجھا کہ عرب بھی اسے صنف ہی قرار دیتے ہیں جیسا کہ ابو محمد سحر نے اپنی کتاب ''اردو میں قصیدہ نگاری'' اور ''انتخاب قصائد اردو'' میں، ڈاکٹر سید عبد اللہ نے اپنی کتاب

''مباحث''میں، سید عابد علی عابد نے ''انتقاد ادبیات'' میں 7، سید علی جواد زیدی نے اپنے مقالہ ''اردو قصیدہ نگاری اور صنف قصیدہ'' 8، اختر انصاری نے ''غزل اور غزل کی تعلیم'' 9 میں لکھا ہے۔ اوران کے علاوہ اور بہت سے ادبا وتنقید نگار جنھوں نے قصیدہ نگاری کو اپنا موضوع بنایا ہے، ان کی رائے بھی یہی ہے۔ طرفہ تماشا یہ کہ اردو میں قصیدے کا یہ معنی اس قدر رائج ہے کہ بہت سے عربی داں اور عربی زبان وادب سے وابستہ لوگوں کو بھی اس سلسلے میں مغالطہ ہوگیا۔ ممبئ یونیورسٹی میں شعبۂ عربی ادب کے صدر شفیع شیخ اپنی کتاب ''عربی زبان وادب کا اردو پر اثر'' میں لکھتے ہیں:

''قصیدے کی صنف عربی زبان سے بواسطہ فارسی اردو میں آئی''۔ 10

حالانکہ اردو میں جسے قصیدہ کہا اور سمجھا جاتا ہے عربی میں ویسی کوئی صنف ہے ہی نہیں۔ بلکہ یہ رجز، مقطوعہ اور موشحہ کے مقابلے میں شعری ہیئتوں میں ایک ہیئت ہے۔ درحقیقت یہ تقابل بھی ابتدا میں تھا بعد کے زمانے میں قصیدہ اور عربی شاعری کی حیثیت لازم وملزوم کی ہوگئی۔ شاعری کی دوسری ہیئتوں کو اس کے مقابلے میں قبولیت و پذیرائی نہیں ملی اور وہ صرف عربی ادب کی درسی کتابوں کی زینت بن کر رہ گئیں۔

عربی میں اصناف شعر کی تقسیم موضوع کے اعتبار سے ہوتی ہے۔ شعر میں بیان کردہ موضوع کا اعتبار کیا جاتا ہے جیسے مدح، ہجو، وصف، مرثیہ، فخر، غزل (یعنی محبوب سے بات کرنا)، خمریات، زہد اور حکمت وغیرہ۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قصیدہ عربی میں شعر کی صنف نہیں ہے نیز عربی میں اصطلاح قصیدہ اردو اصطلاح سے بالکل جداگانہ معنی میں استعمال ہوتی ہے۔ اس فرق کو نہ سمجھنے ہی کی وجہ سے بہت ساری مشکلات پیدا ہوئیں جس سے اردو ادبا وتنقید نگاروں کو سامنا رہا ہے۔ اس جانب علمی طور پر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں شعبۂ اردو کے پروفیسر ظفر احمد صدیقی نے اپنے مقالے میں سب سے پہلے لوگوں کی توجہ مبذول کرائی۔ 11

اس سے بھی عجیب وغریب بات اردو ادبا کا یہ گمان ہے کہ عربی میں سوائے قصیدے کے کوئی صنف موجود نہیں تھی۔ اختر انصاری لکھتے ہیں:

''عربی قصیدے نے زمانۂ جاہلیت میں عروج وارتقا کی منزلیں طے کی تھیں،
اور اسی ایک صنف سخن پر ساری عربی شاعری مشتمل تھی''۔ 12

بلا شبہ ان کی غلطی کی بنیادی وجہ ان کا یہ گمان ہے کہ اردو کی ہی طرح عربی میں بھی قصیدہ نظم کی ایک صنف ہے۔

دوسری چیز جس کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ عربی میں مستعمل اصطلاح ''غرض'' اردو شاعری میں استعمال کی جانے والی اصطلاح ''صنف'' کے ہم معنی نہیں ہے۔ ان دونوں زبانوں میں بہت فرق ہے جس سے ناواقفیت کی بنا پر اکثر ادبا و محققین نے ایسے احکامات صادر کر دیے جن کی کوئی علمی حیثیت نہیں ہے۔ اس لیے کہ اردو میں اصناف شعر کی تقسیم کئی اعتبار سے کی جاتی ہے۔ کبھی موضوع کے بدلنے سے دو علیحدہ صنف گردانی جاتی ہے جیسے غزل اور قصیدہ دو الگ الگ اصناف سخن ہیں گو کہ ان کی ہیئت ایک ہی ہے۔ کبھی یہ تقسیم ہیئت کے پیش نظر ہوتی ہے جیسے شہر آشوب اور مرثیہ (اگر انھیں صنف تسلیم کیا جائے کیونکہ یہ بحث مختلف فیہ ہے) ان دونوں کی ہیئت جداگانہ ہے لیکن دونوں کا موضوع ایک ہوتا ہے۔ شہر آشوب میں اجتماعی مرثیہ ہوتا ہے جب کہ مرثیے میں انفرادی۔ بسا اوقات یہ تقسیم ہیئت اور وزن کو مدنظر رکھتے ہوئے بھی کی جاتی ہے جیسے مثنوی اور رباعی۔ صرف وزن کی ہی وجہ سے رباعی ایک مستقل صنف کی حیثیت رکھتی ہے۔

اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اردو اصناف کے تعین میں ہیئت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور موضوع کا درجہ ثانوی ہے۔ جب کہ عربی اغراض (اصناف) کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ وہاں ہیئت کا کوئی کردار ہی نہیں ہے۔ صرف موضوع کو بنیاد بناتے ہوئے اغراض کی تقسیم کی جاتی ہے۔ لہٰذا اردو اصناف کا عربی اغراض کے ساتھ موازنہ کرنا درست نہیں جیسا کہ اردو ادبا کی بڑی تعداد نے کیا ہے؛ کیونکہ عربی زبان میں ''اغراض'' کی اصطلاح اس معنی میں مستعمل ہی نہیں جس معنی میں اہل اردو بولتے ہیں۔ عربی ادبا و ناقدین نے جب عربی اغراض اور ان کی تعداد کا ذکر کیا تو اس سے اردو محققین کو بڑی حیرانی ہوئی کیونکہ وہ اسے اردو ''اصناف'' پر قیاس کر رہے تھے۔[13] عربی میں صنف شعر کوئی ثابت شدہ شے نہیں ہے اور نہ ہی ایسا ممکن ہے کیونکہ موضوع میں کمی زیادتی ہوتی ہے، موضوع میں تنوع پیدا ہوتا ہے، زمان و مکان اور انسانی طبائع کی تبدیلی سے موضوع بدلتا رہتا ہے۔ اغراض شعر کو کسی حد تک اردو غزل کے موضوعات کے مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے جس کے اندر ہر عہد میں کمی زیادتی ہوتی ہے، ایک دبستان ادب سے دوسرے دبستان

میں کافی فرق پایا جاتا ہے۔ آج غزل کے شعرا جن موضوعات کو نظم کر رہے ہیں نصف صدی قبل غزل میں ان موضوعات کا تصور ہی نہیں تھا۔ انتہائی تلاش و جستجو کے بعد بھی قدیم غزل کے موضوعات کا اثر عصر حاضر کی غزلیہ شاعری میں نظر نہیں آتا ہے۔ اسی طرح جدید شعرا نے ان موضوعات پر اشعار کہے جن سے قدیم شعرا نے کبھی تعرض نہیں کیا۔ کچھ موضوعات ایسے بھی ہیں جو عام ہیں اور بنیادی حیثیت رکھتے ہیں جن میں قدیم و جدید مختلف دبستان ادب کے شعرا سب یکساں طور پر شریک ہیں۔ ٹھیک اسی طرح عربی اغراض کی بھی دو قسم ہے، پہلی قسم عام اور اساسی ہے جس پر عربی شاعری کی بنیاد ہے اور اس کے چار موضوعات: مدح، ہجو، غزل اور رثا ہیں۔ ابن رشیق کے قول'' بنی الشعر علی أربعة أركان وهی المديح والهجا والنسيب والرثاء''[14] کا یہی مطلب ہے کہ عربی شاعری کے چار ارکان ہیں۔ دوسری قسم اضافی اور فرعی ہے۔ اس قسم میں بے شمار اغراض ہیں جو عصر جاہلی میں مختلف تھیں عہد اموی اور عباسی میں کچھ اور، عہد حاضر میں کچھ اور ہو چکی ہیں۔ اس کے پس پشت بہت سے عوامل کارفرما ہوتے ہیں جیسے شاعر کی شخصیت، ثقافت، مزاج اور عہد وغیرہ۔ تقاضائے زمانہ کے مطابق ان فرعی اغراض میں کمی زیادتی بھی ہوتی رہتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محققین کے درمیان ان کی تعداد کے سلسلے میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض نے تو مذکورہ اغراض پر ہی اکتفا کیا ہے جب کہ بعض نے چھ اغراض شمار کی ہیں۔[15] ابو تمام کی تالیف حماسہ بارہ اغراض پر مشتمل ہے۔[16] حقیقت میں یہ کل دس ہیں لیکن دس تک ہی ان کو محدود کرنا ممکن نہیں ہے۔ کبھی کبھی ادیب کے اپنے ذوق سے بھی غرض بدل جاتی ہے۔ بعض ادبا اجمال کو پسند کرتے ہیں اور بعض تفصیل کو ترجیح دیتے ہیں۔ ایسی صورت حال میں عربوں میں اغراض کی تعداد اور ان کے اسما میں اختلاف ہونا فطری بات ہے۔ نیز یہ کہ جب اس کا مفہوم پوری طرح سمجھ لیا جائے تو حیرت کی کوئی وجہ بھی باقی نہیں رہ جاتی۔

اردو شاعری پر عربی زبان و ادب کے اثرات کا مشاہدہ شاعری کے تمام گوشوں پر کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح شاعری کی تمام اصناف، ہیئت اور اوزان میں بھی یہ اثر دیکھا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلے شعری اصناف پر عربی اثرات کا ذکر کیا جائے گا۔ بعد ازاں دیگر پہلوؤں پر پڑنے والے اثرات کا جائزہ لینے کی کوشش کی جائے گی۔

1- قصیدہ

قصیدہ دراصل مدح ہے۔ اسے وسعت دیتے ہوئے بعض دوسری اقسام مثلاً ہجو، فخر، اعتذار، زہد اور حکمت وغیرہ کو بھی قصیدے میں ہی شمار کرلیا جاتا ہے۔ فارسی میں بسا اوقات مدح کو بھی قصیدے سے تعبیر کر دیا جاتا ہے کیونکہ جس وقت فارسی میں شاعری کی ابتدا ہوئی اس وقت عربی قصائد مدح و توصیف تک ہی محدود تھے لہٰذا فارسی میں بھی مدحیہ قصائد کا رواج پروان چڑھا یہاں تک کہ قصیدہ اور مدح دونوں کو مرادف المعنی سمجھا جانے لگا۔ فارسی اور اردو میں لفظ قصیدہ اسی معنی میں استعمال بھی کیا جاتا ہے۔ قصیدہ گوئی، قصیدہ خوانی اور قصید پڑھنا جیسی تراکیب کا استعمال عام ہے۔ اردو قصیدے میں صنف، موضوع، ہیئت ہر اعتبار سے عربی قصیدے کی تقلید کی گئی ہے۔ اصطلاحات، معنی اور موضوع بھی وہیں سے مستعار لیے گئے ہیں۔

اردو قصیدے کی اولاً دو قسمیں ہیں:

1- تمہیدیہ قصیدہ

تمہیدیہ قصیدہ تشبیب، تخلص، مدح اور دعا پر مشتمل ہوتا ہے۔

2- خطابیہ قصیدہ

خطابیہ قصیدے میں تشبیب اور تخلص نہیں ہوتا۔ 17ے

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اردو میں یہ اقسام عربی مدحیہ قصائد کے واسطے سے داخل ہوئیں۔ عربی میں بھی مدحیہ قصائد کی یہی دو قسمیں ہیں۔ باوجودیکہ اردو شعرا نے بھی فارسی شعرا کی طرح اپنے قصائد میں عرب قصیدہ گویوں کی پیروی کی لیکن ان کے کمال تک رسائی حاصل نہ کرسکے۔ عربی قصائد کی امتیازی صفات واقعیت، حقیقی توصیف جیسی خصوصیات سے متصف نہ ہوسکے۔ بے جا تعریفات کیں، غیر حقیقی صفات سے متصف کیا اور اپنا کلام سستے داموں فروخت کر دیا۔ علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں: ''اسی کا اثر ہے کہ عربی شعرا نے اپنے ممدوح کو زندہ جاوید کر دیا جب کہ شیخ سعدی کے ممدوح ابوبکر سعد زنگی کو کوئی نہیں جانتا''۔ 18ے

یہاں یہ اشارہ کرنا ضروری ہے کہ علامہ شبلی نے عرب شعرا کو فارسی شعرا پر فوقیت دی ہے اور ان کے اشعار میں واقعیت، انوکھے پن اور موضوعیت کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ عرب شعرا

صرف اسی کی تعریف کرتے ہیں جو واقعی مستحق ہوتا ہے۔ممدوح کی صرف وہی خوبی بیان کرتے ہیں جو واقعی اس میں موجود ہوتی ہے۔اسی طرح وہ اپنی غزل میں بھی سچائی برتنے کی کوشش کرتے تھے مبالغہ آرائی سے کام نہیں لیتے تھے۔ان کے جذبات عشق، جوانمردی اور سچائی جیسی صفات سے لبریز ہوتے تھے۔[19]

لیکن تاریخ ادب عربی سے واقف کار اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ پوری عربی شاعری کا ایک ہی نہج نہیں ہے۔شبلی نعمانی نے عرب شعرا اوران کی شاعری کی جو خصوصیات بیان کی ہیں وہ متاخرین شعرا اور ان کی شاعری پر صادق نہیں آتیں۔عہد عباسی کے زریں دور (132ھ/750 سے 232ھ/ 847) کے بعد جو شعرا پیدا ہوئے ان کی روش اورفارسی و اردو شعرا کی روش کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔ان کی شاعری فارسی اوراردو شاعری سے ہم آہنگ نظر آتی ہے۔مبالغہ آمیزی، تصنع، ابتذال، رکاکت، عدم صداقت، عدم واقعیت وغیرہ جو صفات شبلی نعمانی نے فارسی اوراردو شاعری کی شمار کرائی ہیں وہ عربی میں فارسی شاعری کی نشو نما سے پہلے ہی راہ پا چکی تھیں۔ چنانچہ شبلی نعمانی نے اسے جس قدر عام رکھا ہے اسے درست نہیں قرار دیا جاسکتا۔ راقم السطور کے خیال میں اس بات کا امکان ہے کہ بہت سے عیوب فارسی شاعری میں عربی سے ہی داخل ہوئے ہوں اور پھر براہ فارسی اردو میں در آئے ہوں۔

قصیدے کی خوبصورتی کے جو معیارات عربوں نے وضع کیے تھے وہ تمام کے تمام اہل اردو نے اختیار کر لیے۔ان میں ایک یہ ہے کہ عمدہ قصیدے کا تین مقام پر عمدہ ہونا ضروری ہے جہاں شاعر کو رنگینی وحسن کاری سے کام لینا چاہیے۔تفتازانی ان مقامات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

پہلا مقام مطلع ہے۔ مطلع شیریں، چست و درست اور گہرے معانی پر مشتمل ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ سب سے پہلے سامع مطلع ہی سنتا ہے اگر مطلع بہتر ہوتو سامع پورے قصیدے تک متوجہ رہے گا۔ دوسری چیز ہے گریز۔گریز کہتے ہیں تشبیب سے مقصود اصلی مدح کی طرف آنا۔ضروری ہے کہ یہ منتقلی بڑی رعایت اور مہارت کے ساتھ کی جائے اور یوں محسوس ہو کہ شاعر بلا ارادہ مدح کی طرف متوجہ ہوا ہے۔تیسرا مقام ہے موضوع جس پر شاعر کو سب سے زیادہ توجہ دینی ہوتی ہے۔

قصیدے کی عمدگی کا دارومدار اختتام پر ہوتا ہے کیونکہ سامع کے ذہن میں اسی کی یاد باقی رہتی ہے اوراس کے دل پر نقش ہوجاتی ہے۔[20]

یہ تینوں مذکورہ خصوصیات فارسی اور اردو میں بھی عمدہ قصیدے کی لازمی صفات قرار دی گئی ہیں۔شبلی نعمانی[21] اورنجم الغنی رامپوری[22] وغیرہ نے اس کی صراحت کی ہے۔

عربی کے مدحیہ قصائد کی طرح اردو قصائد کا بھی بھاری بھرکم الفاظ، فصیح و بلیغ معنی اور گہرے وعمدہ خیالات سے متصف ہونا ضروری ہے۔نجم الغنی لکھتے ہیں:

> ”قصیدے میں فصاحت و بلاغت و متانت تینوں باتوں کا ہونا ضرور ہے....لغوی معنی قصیدے کے گاڑھے مغز کے ہیں چونکہ ان اشعار میں بڑے بڑے مضامین زورطبیعت اور پوری طاقت کے ساتھ لکھے جاتے ہیں اسی مناسبت سے ان کوقصیدہ کہنے لگے....“[23]

جب اردو قصائد میں شاعر کو بھاری بھرکم الفاظ کے استعمال کی حاجت پیش آتی ہے تو ان قصائد میں عربی الفاظ کی بھرمار ہوجاتی ہے اس لیے کہ دونوں کا منبع ایک ہی ہے۔اس بنا پر ہمیں اردو قصائد میں بڑی کثرت کے ساتھ عربی الفاظ وتراکیب دیکھنے کو ملتی ہیں۔مثال کے طور پر مشہور شاعر ذوق دہلوی کا قصیدہ تائیہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔قصیدے کا مطلع ہے:

شب کو میں اپنے سر بستر خواب راحت
نشۂ علم میں سرمست غرور و نخوت

انھوں نے اس قصیدے میں چوہتر (74) قوافی کا استعمال کیا ہے جن میں سے ستر قوافی عربی کے ہیں۔قصیدے میں استعمال عربی الفاظ کی تعداد غیر عربی الفاظ سے زیادہ ہے۔

اردو قصائد کے اندر ہیئت اور تعداد اشعار میں عربی قصائد کی ہی پیروی کی گئی ہے۔جس طرح عربی میں قصیدے کے کم از کم اشعار کی تعداد سات ہے اسی طرح اردو میں کم از کم تعداد سات مقرر کی گئی ہے۔ جہاں تک زیادہ سے زیادہ تعداد کا مسئلہ ہے اس سلسلے میں کئی اقوال ملتے ہیں جن میں سے اکثر اقوال عربی کتابوں سے ہی ماخوذ ہیں۔عربی قصیدے کا ہی اثر ہے کہ اردو قصائد کو قافیے کے آخری حرف سے جانا جاتا ہے۔ذوق دہلوی کے مذکورہ بالا قصیدے کو قصیدہ تائیہ کے نام سے جانا جاتا ہے کیونکہ اس میں قافیہ حرف تا پر ختم ہوتا ہے۔

اردو شعرا نے اپنے قصائد میں عربی علمی اصطلاحات کا خوب استعمال کیا ہے۔ اس کی مثالیں اکثر مدحیہ قصیدہ گو شعرا کے یہاں بڑی آسانی سے دیکھنے کو مل سکتی ہیں۔ قصیدے کے باعث بہت سے افراد کو عربی علوم وفنون سے واقفیت کا شوق پیدا ہوا۔ استاد ذوق کی ہی مثال لیجیے انھوں نے بڑھاپے میں ان علوم کو سیکھا اور اپنے قصائد میں ان کا استعمال کیا۔ قصیدہ تائیہ کو اس ضمن میں خاص مقام حاصل ہے کیونکہ اس کے اشعار میں سینکڑوں عربی علمی اصطلاحیں استعمال کی گئی ہیں اور بڑی ہنر مندی کے ساتھ ان علوم کی کتابوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ قصیدے کے اشعار ملاحظہ ہوں:

شب کو میں اپنے سر بستر خواب راحت
نشہ علم میں سرمست غرور و نخوت
مزے لیتا تھا پڑے علم و عمل کے اپنے
تھا تصور مرا ہر امر میں تصدیق صفت [24]
ہوگیا علم حصولی تھا حضوری مجھ کو
تھا مرا ذہن نہ محتاج حصول صورت [25]
جو مسائل نظری تھے وہ بدیہی تھے تمام
عقل کو تجربے کی اتنی ہوئی تھی کثرت [26]
نہ غرض مجھ کو نتیجے سے نہ کچھ شکل سے کام
تھی مری فکر کو ہر شکل خطا سے عصمت [27]
ذہن میں سب مرے حاضر صور علمیہ
پر جتائی نہ تھی منظور مجھے علمیت
چارو ناچار جو ترغیب سے یاروں کی کبھی
درس و تدریس پہ آجاتی تھی مجھ کو رغبت
کبھی ہمت تھی مری قاعدہ صرف میں صرف
کبھی تھی نحو میں ہر نحو مجھے محویت

کبھی منطق کو تفوق تھا مرے ناطقے سے
تحت حکمت ہو یہ فن گرچہ ہے تحت حکمت
کبھی میں کرتا تھا تصریح معانی و بیان
کبھی میں کرتا تھا توضیح نجوم و ہیئت 28ے
کبھی تھا علم الٰہی کی طرف ذہن رسا
کبھی کرتی تھی طبیعی میں طبیعت جودت
کبھی تھا عقل پہ مذہب مرا مانند حکیم
کبھی مثل متکلم مجھے پاس ملت 29ے
کبھی کرتا تھا قدم چرخ کا ثابت بجہات
اور کبھی کرتا تھا باطل بہ سماء انشقت 30ے
کبھی انکار قیامت پہ میں لاتا تھا دلیل
کبھی تکرار تناسخ پہ مجھے سوجھت
حشر اجساد میں تھا گاہ تردد مجھ کو
کبھی تھی عالم برزخ میں مجھے اک حیرت 31ے
کبھی تھی عرصہ تدویر فلک کی مجھے سیر
کبھی میں ناپتا تھا سطح زمیں کی وسعت
کبھی ثابت مرے نزدیک فلک کی گردش
کبھی مثبت مرے نزدیک زمین کی حرکت 32ے
کبھی میں کرتا تھا اعراض میں جوہر قائم
کبھی میں کرتا تھا معلول سے ثابت علت 33ے
کبھی منقول پہ مائل کبھی سوئے معقول
کبھی میں فقہ پہ راغب کبھی سوئے حکمت
کبھی کرتا تھا مجسطی پہ حواشی تحریر
کبھی کرتا تھا اشارات و شفا کی صحت 34ے

کبھی میں کرتا تھا قانون سے تشریح علاج
کبھی میں کرتا تھا قاموس میں تصحیح لغت 35
کبھی مشائیوں سے کرتا تھا میں پیش روی
کبھی میں کرتا تھا قاموس میں تصحیح لغت 36
کبھی میں نفی حقائق میں تھا سوفسطائی
کبھی میں معتزلی باعث ردّ رویت 37
گہ ملاحد کی تھی تردید کلام الحاد
گہ وجودی و شہودی سے بیان و حدت 38
کبھی میں شیخ شیوخ اور کبھی شیخ رئیس
کبھی علامہ کبھی صوفی صافی طینت 39
مائل موسیقی ایسا کہ ادا کرنا تھا
کبھی میں بارہ مقام اور کبھی چاروں مت
کبھی میں شاعر غرا و ادب دان بلیغ
نظم میں نام مرا نثر میں میری شہرت
کبھی پیش نظر انجیل و زبور و توریت
کبھی مصحف میں نظر میری سرہرآیت
کبھی زردشتیوں میں ایسا کہ سارے موبد
ژند و پاژند میں کرتے تھے مری تبعیت
کبھی یہ آگہی شاستر و بید وپران 40
کروں اک بات سے پنڈت کی کتھا میں کھنڈت
آخرش دیکھا تو العلم حجاب الاکبر 41
عاقبت پایا تو ہاں ابلہ کو اہل جنت
فائدہ کیا جو ہر اک علم کی جانی تعریف
فائدہ کیا جو ہر اک فن کی کھلی ماہیت

بے مقدر نہ پڑے صورت بہبود نظر
دورآئینہ دل سے نہو زنگ کلفت
علم سے لاکھ ہو شیخی تری پر بے تقدیر
نہ کہے کوئی تجھے شیخ علیہ الرحمت

2- غزل

اردوشاعری میں سب سے جاذب نظربات غزلیہ شاعری کی کثرت ہے بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اردو کے تمام شعرا خواہ وہ کسی عہد، دبستان اور ماحول کے پروردہ ہوں ان کے یہاں غزلیہ شاعری پرزورضرور ملے گا۔اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ اردوشاعری کا بڑاذخیرہ غزلیہ شاعری پر مشتمل ہے۔اس میدان میں اردواورعربی غزل دونوں میں خاص مشابہت پائی جاتی ہے کیونکہ عربی شاعری میں بھی غزلیہ شاعری کا بڑاذخیرہ موجود ہے۔عربی زبان کے زیادہ تر دواوین غزلیہ شاعری پر مشتمل ہیں۔شیخ امین، ڈاکٹرشکری فیصل کی کتاب ''تطورالغزل'' سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔عربی شاعری کی ثروت سونے کے ایک سکے کی مانند ہےجس کے دورخ ہیں:

" ---نقش الشعراء على صفحتها الأولى عواطفهم التى ابتعثها الحب ، و ما يؤ دى إليـه من وصل أو هجر ، و من سعادة أوشقاء ، ومن لذة أو غـضة ، و صـوروا هـذه الـعـواطف ، وسبكوا في تصويرها ملكاتهم و مـواهبهـم ، أما الصفحة الأخرى فقد جمعوا عليها أغراضهم ، ونشروا فـي أطـرافهـا كـل الـفـنـون الثـانية ، كـائـنة مـا كانت هذه الأغراض والفنون"42

(جس کے ایک رخ پرشعرا نے جذبات محبت اور راہ محبت میں آنے والے مراحل جیسے وصل وہجر،خوش بختی وبدبختی،لذت وذلت وغیرہ کے احساسات کو نقش کیاہےاوراس نقش نگاری اورزرگری میں اپنی تمام تراستعداد وصلاحیت کا استعمال کیاہے۔اس کے دوسرے رخ پراپنی تمام اصناف سخن کوجمع کردیاہےاور

سکّے کے حاشیہ پر تمام دوسرے مقاصد وفنون بکھیر دیے، خواہ یہ مقاصد وفنون
کوئی بھی ہوں۔)

اردو ادبا و ناقدین کو شدید مغالطہ ہے کہ عربی میں غزل کوئی مستقل صنف نہیں ہے۔عربی قصائد میں تشبیب کے اشعار ہی غزلیہ شاعری شمار ہوتے ہیں۔غزل کا ارتقا کلی طور پر ایران میں ہوا۔اختر انصاری لکھتے ہیں: قصیدہ عربوں کے ہمراہ ایران پہنچا اور ایران میں صنف غزل ارتقا پذیر ہوئی۔اہل فارس نے غزل کو تشبیب قصائد سے علاحدہ مستقل صنف کی حیثیت دی''۔43

اس مغالطے میں قدیم وجدید سب مشترک ہیں۔یہاں تک کہ علامہ شبلی نعمانی نے بھی اپنی مشہور زمانہ کتاب ''شعرالعجم'' میں اس سلسلے میں کوئی روشنی نہیں ڈالی ہے حالانکہ دوسرے ادبا و محققین کی طرح انھوں نے یہ نہیں کہا کہ عربی قصیدہ اردو قصیدے کی مانند ایک مستقل صنف سخن ہے، یا یہ کہ عربی میں قصیدے کے علاوہ کوئی صنف نہیں پائی جاتی ہے، یا یہ کہ غزل صرف تشبیب قصائد تک ہی محدود تھی عربی میں اس کی مستقل کوئی حیثیت نہیں ہے۔اس کے باوجود انھوں نے اس عام غلط فہمی کی طرف صراحتاً اشارہ نہیں کیا اور نہ ہی اس کی اصلاح کی بلکہ اس کے برعکس غزل پران کی گفتگو سے اس مغالطے کو مزید تقویت ہی ملتی ہے۔وہ لکھتے ہیں'' فارسی غزل عربی تشبیب کی توسیعی شکل ہے''۔44 اسی طرح انھوں نے عربی غزل کے بجائے تشبیب اور عشقیہ شاعری کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

جبکہ سچ یہ ہے کہ غزل عربی شاعری کی سب سے قدیم اور مشہور صنف ہے۔ایسا کبھی نہیں ہوا کہ عربی غزل محض تشبیب تک محدود رہی ہو۔ایسے بہت سے شعرا ہیں جنھوں نے صرف غزلیہ شاعری کی ہے جن میں عمر ابن ابی ربیعہ ایک مشہور نام ہے۔اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اس سے مدح کی گزارش کی تو اس نے جواب دیا کہ میں صرف عورت کی تعریف کرتا ہوں یعنی میں صرف غزل کے شعر کہتا ہوں۔اکثریت تو انہی شعرا کی ہے جنھوں نے تشبیب میں غزلیہ اشعار کہے، لیکن ایسے شعرا بھی ہیں جنھوں نے تشبیب سے الگ ہٹ کر صرف غزل کے اشعار سے شناخت قائم کی ہے۔لہٰذا یہ کہنا کہ عربی میں غزل کا وجود ہی نہیں یا اسے مستقل صنف کی حیثیت حاصل نہیں ہے صحیح نہیں ہے۔اس سے عربی شاعری اور تاریخ ادب عربی سے عدم واقفیت کا پتہ چلتا ہے۔

اردوغزل کے مختلف عناصر عربی غزل سے مستعار ہیں۔ خود اصطلاح غزل عربی سے ماخوذ ہے۔ وزن وقافیے میں بھی عربی غزل کی ہی پابندی کی جاتی ہے۔ چنانچہ پہلے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں جسے اصطلاح میں مطلع کہا جاتا ہے۔ اگر حسن مطلع نہ ہوتو یہ التزام صرف ہر شعر کے دوسرے مصرعے میں ہوگا۔ عام طور پر غزل کے آخری شعر میں شاعر اپنا نام پیش کرتا ہے جسے اردوشاعری کی اصطلاح میں تخلص کہا جاتا ہے۔ تخلص کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ شاعر وہاں سے اپنا کلام ختم کرتا ہے، عربی میں تخلص کا یہی معنی ہے۔ اردوشاعری میں اس اصطلاح کا استعمال بھی اردو پر عربی اثرات کا حصہ ہے۔ بسا اوقات فارسی اور اردو شعرا تخلص کا استعمال اس لیے بھی کرتے ہیں تاکہ لوگ ان کے نام کو یاد رکھیں یا ان کے شعر کو کسی اور کی طرف منسوب نہ کردیں کیونکہ ان دونوں زبانوں میں عربی میں رائج اسناد اور شعری روایت کا وجود نہیں رہا ہے۔ تخلص اختیار کرنے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ اکثر و بیشتر اصل نام ارکان بحر میں نہیں آپاتے ہیں۔

اردو شعرا نے اپنے محبوب کا جو سراپا شاعری میں تراشا ہے وہ عربی شعرا کے محبوب سے مختلف نہیں ہے۔ اردو اور عربی دونوں شاعری میں محبوب کے لیے گوری رنگت، سرخی مائل، سرو قامت، ہرن جیسی آنکھیں، ہرنی جیسی چال، سرخ گلاب کی مانند رخسار، موتی جیسے دانت، جوبن ابھرے ہوئے، گردن صراحی دار، زلفیں جیسے سرد تاریک رات، خوش خرام، اخلاق مند، انتہا درجہ حسین، نرم و نازک، لباس خوشبو سے معطر جیسی صفات استعمال کی جاتی ہیں اور یہی جسمانی و تخلیقی صفات عربی محبوبہ کی بھی ہوتی ہیں۔ گردش زمانہ نے ان صفات وصورتوں میں کوئی خاص تبدیلی نہیں کی ہے۔

محبوب کے وصل یا ہجر، ملاقات یا وداع کی کیفیت، خیالات، جذبات واحساسات کا اظہار اردو اور عربی دونوں شعرا ایک ہی انداز میں کرتے ہیں۔

ایک اہم بات جس کی جانب اردو غزل کا مطالعہ کرنے والے کی توجہ مبذول ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس میں محبوب کے لیے ضمیر مذکر استعمال کی جاتی ہے لیکن یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اس سے ہمیشہ تغزل بالغان ہی مراد نہیں ہوتا بلکہ اس سے بعض شعرا کسی اور عالم کے محبوب کو مراد لیتے ہیں۔ جیسے ابن عربی، ابن فارض اور خواجہ میر درد وغیرہ۔ بعض شعرا ایسے بھی ہیں جنھوں

نے محض تقلید میں یا ضمیر مونث حقیقی کے استعمال میں مانع حیا کی وجہ سے مذکر ضمیر استعمال کی لیکن ان کا منشا مونث ہی تھا۔ بہت سے شعرا کی مراد مذکر حقیقی ہی رہی ہے۔ کئی شعرا کی حیات کے مطالعے سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے۔ اسی طرح میر تقی میر وغیرہ بہت سے شعرا کے یہاں ایسے اشعار ملتے ہیں جو تغزل بالغلمان کی طرف نشاندہی کرتے ہیں بلکہ ان میں کچھ تو ایسے بھی تھے جو اپنے کردار سے ان اقوال کو درست ثابت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔[45]

بہت سے ناقدین نے اردو اور فارسی غزل کے اس رنگ کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ ان ناقدین میں سرفہرست علامہ شبلی نعمانی کا نام آتا ہے۔ انھوں نے اسے مہلک مرض قرار دیا ہے جو فارسی شاعری سے اردو میں داخل ہوا؛ لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے کہ یہ مرض ایران میں پیدا ہوا کیونکہ فارسی میں شاعری کی ابتدا سے پہلے ہی یہ مرض عربی شاعری کو لاحق ہو گیا تھا۔ ابن حجۃ حموی نے ''خزانۃ الادب'' میں اس قسم کی بہت سی مثالیں جمع کی ہیں۔ بہاء الدین لڑکوں سے عشقیہ باتیں اور تغزل کرنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

أيا معشر الأصحاب مالي أراكم

على مذهب والله غير حميد

فهل أنتم قوم لوط بعينهم

فما منكم من فعله برشيد

فإن لم تكونوا قوم لوط بعينهم

فما قوم لوط منكم ببعيد [46]

(اے لوگو! تمھیں کیا ہو گیا کہ ایسا کام کرتے ہو جو بخدا درست نہیں ہے۔ کیا تم قوم لوط ہو، جو کوئی بھی تم میں یہ کام کرتا ہے وہ نیک نہیں ہے۔ اگر تم بعینہٖ قوم لوط نہیں ہو تو قوم لوط سے دور بھی نہیں ہو)

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اس مرض کے جراثیم ایران میں زیادہ تیزی کے ساتھ پھیلے۔ کیونکہ یہاں غزل کے اس رنگ کے فروغ کے لیے نہایت سازگار ماحول فراہم تھا۔ جس میں وہاں کی ثقافت اور معاشرے میں غلمان کی کثرت نے آگ میں تیل کا کام کیا۔

اردو غزل نے عربی غزل کے دوسرے رنگوں کو بھی اختیار کیا ہے جیسے: عذری غزل، عمری غزل اور رمزی غزل۔ آخری قسم کی غزل میں یہ محسوس ہوتا ہے کہ روئے سخن محبوب یا محبوبہ کی طرف ہے لیکن درحقیقت شاعر کی مراد اللہ تعالیٰ یا محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اعلیٰ صفات ہوتی ہے۔ غزل کا یہ رنگ اردو میں خوب پایا جاتا ہے۔

اردو اور عربی غزل کے درمیان سب سے اہم فرق موضوع کا عدم تسلسل ہے۔ اردو غزل کا ہر شعر موضوع کے اعتبار سے مستقل اور گزشتہ شعر سے جدا ہوتا ہے۔ کلیم الدین احمد لکھتے ہیں:

''غزل مغربی ادب میں پھل پھول نہ سکی وجہ وہی بے ربطی اور پراگندگی ہے جسے غزل کا طرۂ امتیاز سمجھا گیا''۔ 47

عربی غزل کے اشعار میں موضوعاتی ربط ہوتا ہے جیسا کہ اس کی طرف کلیم الدین احمد نے اشارہ کیا ہے اور اس کی تعریف کی ہے۔ 48

صرف کلیم الدین احمد تنہا ایسے ناقد نہیں ہیں جنھوں نے اردو غزل کی اس صورت حال پر اس قسم کی تنقید کی ہے بلکہ ایسے ناقدین کی ایک بڑی تعداد موجود ہے جنھوں نے موضوعاتی بے ربطی کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ انھی ناقدین میں جوش ملیح آبادی کا نام بھی شامل ہیں۔ انھوں نے اسے ''تنگنائے غزل'' سے تعبیر کیا ہے۔ 49

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ ناقدین حد سے تجاوز کر گئے اور اس میں زیادتی سے کام لیا ہے کیونکہ اس کے علاوہ غزل کی بے شمار خوبیاں بھی ہیں اور حقیقت اسی وقت سامنے آسکتی ہے جب خرابیوں کے ساتھ ساتھ اچھائیوں کا بھی ذکر ہو۔ اردو میں مستقل موضوع پر لکھی گئی غزلیں بھی موجود ہیں۔ قدیم شعرا کے یہاں اس کے نظائر کثرت سے ملتے ہیں۔ اردو میں غزل کی اس قسم کو غزل مسلسل کہا جاتا ہے۔

اگر ہم اردو غزل کا مطالعہ ان لازمی صفات و خصوصیات کی روشنی میں کریں جو جدید غزل میں پائے جاتے ہیں تو اس سے اردو غزل پر عربی کے اثرات کا صاف پتہ چلتا ہے۔ قدامہ بن جعفر کہتے ہیں:

''فيجب أن يكون النسيب الذى يتم به الغرض هو ما كثرت فيه

الأدلة علـى التهـالك في الصبابة و تظاهرت في الشواهد على إفراط اللوعة ، وما كان فيه من التصابى والرقة أكثر من الإباء والعز ... وقد يدخل في النسيب التشوق و التذكر لمعاهد الأحبة ... [50]

(مطلوبہ غزل کی لازمی صفات یہ ہیں کہ اس میں گرویدگی و وارفتگی کے دلائل بکثرت موجود ہوں، سوزش عشق کے شواہد کا غلبہ ہو، انکار وخودداری کے بالمقابل گرویدگی وعاجزی کا پہلو زیادہ ہو،غزل میں بے تابی اورمحبوب کے لیے شوق کا اظہاراور دیاراحباب کا ذکر بھی داخل ہے)

ابن رشیق لکھتے ہیں:

” حق النسيب أن يكون حلو الألفاظ رسلها ، قريب المعنى سهلها غير كز ولا غـامـض ، و أن يـختـار لـه من الكلام ما كان ظاهر المعنى ، لين الإيثار ، رطب المكسر شفاف الجوهر يطرب الحزين و يستخف الرصين ... “[51]

(غزل کا حق یہ ہے کہ الفاظ نرم وشیریں ہوں،قریب المعنی اورسہل ہوں، گنجلک وپیچیدہ نہ ہوں، ایسے کلام کا انتخاب کیا جائے جن کا معنی واضح ہو،جن کی ادائیگی آسان ہو۔ اپنی حقیقت میں عمدہ ہو جو غمزدہ کوخوش کرسکے اورسنجیدہ اور خوش مزاج کو ہلکا پھلکا کردے۔)

قدامہ اورابن رشیق کی بیان کردہ مذکورہ صفات میں اہم صفت رقت اورسوزش عشق ہے۔ عرب ناقدین کی نظر میں یہ غزل کی دو اہم ترین صفات ہیں۔ اردو غزل میں یہ دونوں صفات ہر عہد خصوصاً قدیم شاعری میں بہت ملتی ہیں۔ ولی دکنی کا شعر ہے ؎

ولی شعر میرا سراپا ہے درد
خط و خال کی بات ہے خال خال

میر کا شعر ہے ؎

ہم کو شاعر نہ کہو میر کہ صاحب ہم نے
دردو غم جمع کیے کتنے تو دیوان کیا

انہی میں ایک صفت عشق ومحبت میں فنا ہوجانا بھی ہے جس کی مثال اردوغزل میں جا بجا دیکھنے کوملتی ہے۔ناسخ کے اشعار ملاحظہ ہوں ۔

جیب میں چاک در یار نظر آتا ہے
سینے میں روزن دیوار نظرآتا ہے
دست غربت میں نگہ اپنی جدھر جاتی ہے
وہی کوچہ وہی بازار نظرآتا ہے
یہ بھی اس ماہ کے کیا میری طرح عاشق ہیں
جو ستارہ ہے سو بیدار نظرآتاہے
شعلہ داغ سر شوریدہ کا بجھتا ہی نہیں
مثل طرہ سر دستار نظرآتا ہے

آسان اور شیریں الفاظ کا استعمال بھی غزل کا خاصہ ہے۔اردو کے استاد شعرانے بھی اسے برتنے کی کوشش کی ہے۔اس میدان میں ولی، مصحفی، جرأت اورآتش کوخصوصی مقام حاصل ہے۔[52]

غزل کی ایک اہم صفت یہ بھی ہے کہ اس میں عاشق غیوراور منکر ہواور معشوق شرمیلا اور باحیاہو،اس تک رسائی مشکل ہو۔شاعر کہتا ہے:

خود إذا كثر الحديث تعوذت
بحمى الحياء وإن تكلم تقصد

(انتہائی حسین ہے جب زیادہ بات کی جاتی ہےتو حیا کی حفاظت گاہ میں پناہ لیتی ہےاور جب گفتگوکرتی ہےتو میانہ روی اختیار کرتی ہے)

ایک دوسرا شاعر کہتا ہے ۔

وإني لأستحيك حتى كأنما
علي بظهر الغيب منك رقيب

(مجھے آپ سے حیا آتی ہے جب آپ تنہائی میں بھی ہوتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ غیب سے کوئی نگرانی کررہاہے)

ایک دوسرے شاعر کا شعر ہے ؎

دیــــار الـــلـــواتـــي دارهـــن عـــزيـــزة

بســـمـــر الـــقـــنـــايحـــفـــظـــن لا بـــالـــتـــمـــائـــم

(ان لوگوں کا دیار جن کا گھر عزیز ہے ان کی حفاظت نیزوں سے ہوتی ہے نہ کہ تعویذوں سے)

اپنی معشوقہ کی طرح ہی اردو غزل کا عاشق بھی عموماً ان اعلیٰ صفات سے عاری ہوتا ہے۔اس کا سبب فارسی شاعری ہے اور یہ چیز اردو میں فارسی کی اتباع کا نتیجہ ہے۔ علامہ شبلی نعمانی اور عبدالسلام ندوی نے اس موضوع پر طویل بحث کی ہے۔لیکن ایسا نہیں ہے کہ اردو غزل کا دامن ان صفات سے بالکلیہ خالی ہے گو اس کی مثالیں کم ملتی ہیں۔غالب کا شعر ہے ؎

دیکھنا قسمت کی آپ اپنے پہ رشک آ جائے ہے

میں اسے دیکھوں بھلا کب مجھ سے دیکھا جائے ہے

داغ کہتے ہیں ؎

تم خواب میں بھی آئے تو منہ کو چھپالیا

دنیا میں دیکھو پردہ نشیں اور بھی تو ہیں

دوسرے کئی موضوعات وصفات میں دونوں زبانوں کی غزلیہ شاعری کا مشترک ہونا اردو پر عربی اثرات کا ہی لازمی اثر ہے۔غزل کی ایک صفت صحرانوردی اور بادیہ نشینی ہے۔امرؤالقیس کہتا ہے ؎

تـــری بـــعـــر الآرام فـــي عـــرصـــاتـهـــا

وقيـــعـــانهـــا كـــأنهـــا حـــب فـلـفـل

(تم دیکھو گے ان کے صحن اور میدانوں میں اونٹوں کی مینگنیاں ایسے پڑی ہوتی ہیں گویا کہ وہ کالی مرچ کے دانے ہوں)

میر کا شعر ہے ؎

جہاں آگے بہاریں ہوگئی ہیں

وہاں اب خار زاریں ہوگئی ہیں

انہی صفات میں چارہ گر اور ناصح کو سخت سست کہنا اور اس کو ملامت کرنا بھی شامل ہے۔ عربی کا مشہور شاعر متنبّی کہتا ہے ؎

القلب أعلم يا عذول بدائه

وأحق منك بجفنه وبمائه

(اے ملامت گر! دل اپنی بیماری کو زیادہ جانتا ہے اپنی پلکوں اور آنسوؤں کا تم سے زیادہ حق دار ہے)

غالب کا مشہور زمانہ شعر ہے ؎

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح

کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

غزل کے موضوعات میں ایک اہم موضوع شراب بھی ہے۔عرب شعرا کی مانند اردو شعرا نے اس موضوع پر مختلف انداز اور طریقوں سے اشعار کہے ہیں۔شعرا کے دیوان پلٹ کر دیکھے جائیں تو شراب و کباب سے شاعری بھری پڑی ہے۔اسی طرح غم ہجراں اور طول شب فراق بھی دونوں زبانوں کی غزلیہ شاعری کا مشترکہ موضوع ہیں۔

3- مرثیہ

عربی رثاء کو اردو میں مرثیہ کہا جاتا ہے لیکن معنوی اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ بلکہ یہ نام اردو رثائی شاعری پر عربی کا پہلا اثر شمار کیا جا سکتا ہے۔ابتدا سے مرثیہ اردو شاعری کی ایک اہم ترین قسم رہی ہے۔اردو مرثیہ نگاری اور عرب شعرا کی رثاء نگاری میں موضوع اور تعریف کسی اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔الطاف حسین حالی لکھتے ہیں:

> ''مرثیہ پر بھی اس لحاظ سے کہ اس میں شخص متوفی کے محامد و فضائل بیان ہوتے ہیں، مدح کا اطلاق ہو سکتا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ زندوں کی تعریف کو قصیدہ بولتے ہیں اور مُردوں کی تعریف کو، جس میں تأسف اور افسوس شامل ہوتا ہے مرثیہ کہتے ہیں''۔ 53

قدامہ ابن جعفر لکھتے ہیں:

" إنـه ليـس بيـن الـمـرثية والمدحة فصل إلا أن يذكر في اللفظ ما
يدل على أنه هالك ..." [54]

(بنیادی طور پر مرثیہ اور مدح میں کوئی فرق نہیں۔ محض یہ کہ مرثیے میں ایسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ممدوح اس دنیا سے رخصت ہو چکا ہے۔)

ابن رشیق کا قول ہے:

" وليس بين الرثاء والمدح فرق إلا أن يخلط بالرثاء شيء يدل على
أن الـمقصود به الميت ... وسبيل الرثاء أن يكون ظاهرة التفجع ،
بيّن الحسرة مخلوطا بالتلهف والأسف..." [55]

(رثاء اور مدح میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ رثاء میں ایسی چیزوں کا ذکر بھی ہوتا ہے جس سے معلوم ہو کہ جس کا ذکر ہو رہا ہے وہ مر چکا ہے۔ رثاء کا طریقہ یہ ہے کہ آہ وزاری ہو، افسوس کے ساتھ حسرت ویاس بھی شامل ہو۔)

اردو کے قدیم شعرا نے مرثیہ گوئی میں موضوع اور ہیئت، مواد اور طرز ہر اعتبار سے عربی شعرا کی ہی اتباع کی ہے۔ اردو کے مشہور شاعر سودا کا تحریر کردہ مرثیہ اس کی بہترین مثال ہے۔ مرثیے کا مطلع ہے ؎

گردوں پر از خروش و فغاں وامصیبتا
شیون درون کون و مکاں وامصیبتا

بعد کے شعرا نے موضوع اور ہیئت دونوں اعتبار سے اس میں تبدیلی کر دی۔ مرثیہ نگاری کے نئے طرز کے آغاز کا سہرا دبستان لکھنؤ کے شعرا مرزا دبیر اور میر انیس وغیرہ کے سر ہے۔ اردو مرثیہ نگاری میں حضرت حسینؓ اور ان کے رفقا کی کربلا میں شہادت کے واقعے کو خاص موضوع بنایا گیا۔ جہاں تک ہیئت کا سوال ہے اس کے لیے مسدس کو مختص کر لیا گیا۔ مسدس مسمط کی ہی ایک قسم ہے۔ [56] مرثیے میں بند ہوتے ہیں۔ ہر بند میں چھ شعر ہوتے ہیں۔ پہلے بند اور ہر بند کے چھٹے مصرعے کا ہم قافیہ ہونا ضروری ہے۔ لیکن موجودہ مرثیوں میں اس لازمی شرط کا التزام

نہیں کیا جاتا جو مسدس کا خاصہ رہا ہے۔ کیونکہ ابتدائی چار مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں اور آخر کے دونوں مصرعوں کا قافیہ الگ ہوتا ہے اسی طرز پر پورا مرثیہ لکھا جاتا ہے۔ مرثیے کی یہ ہیئت ترکیب بند کے بجائے مسمط سے زیادہ قریب ہے۔ خواہ مرثیے کی یہ ہیئت ترکیب بند کے قریب ہو یا مسمط کے اردو میں مرثیے کی کوئی مستقل شکل و ہیئت نہیں ہے؛ حالانکہ غزل کے بعد اردو شاعری میں مرثیہ نہ صرف یہ کہ سب سے مشہور صنف ہے بلکہ غزل کے بعد سب سے زیادہ شہرہ بھی اسی کا ہے۔ چونکہ اردو میں اصناف سخن کی تقسیم میں ہیئت و شکل کو اساسی حیثیت حاصل ہے لہٰذا مرثیے کو مستقل صنف نہیں قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ اس کی کوئی حتمی ہیئت نہیں ہے۔ اردو ادبا کی ایک بڑی تعداد نے اسی نظریے کی اتباع کی ہے۔ نجم الغنی رامپوری نے بھی مرثیے کو اردو اصناف میں شمار نہیں کیا ہے۔ 57

اس مسئلے سے صرف نظر کہ اردو مرثیہ عرب نقادوں کے بیان کردہ عناصر سے آراستہ و ممتاز ہے۔ اردو مرثیے میں تکلیف، غم اور حسرت کا بیان ہوتا ہے، رونے رلانے کے خیالات قلم بند کیے جاتے ہیں اور یہ مرثیے ان موضوعات سے بھرے ہوتے ہیں۔ انتہائی مبالغہ آرائی اور واقعیت کے فقدان کے باوجود اسے اردو ادب کا قیمتی سرمایہ مانا جاتا ہے۔ ان مرثیوں میں آل بیتؑ اور ان کو درپیش آنی والی تکالیف اور مظالم کو بیان کیا تا ہے۔ آل بیت عرب تھے، پورا واقعہ عرب میں پیش آیا یہی وجہ ہے کہ کسی دوسری صنف کے مقابلے مرثیے میں عربی الفاظ، تراکیب اور فقروں کا استعمال بکثرت ہوتا ہے۔ اردو مرثیے کے مندرجہ ذیل اشعار عربی اثرات کی بہترین مثال ہیں ۔

انصاف کا اس وقت طلب گار ہوں تم سے
ہے کون مراد آیہ لا أسئلکم سے
آفت فاقہ کشی ، بے پدری ، تشنہ لبی
دم بہ دم لب پہ یہ ہے أین أبی أین أبی
واں اقتلوا الحسین کا اعدا میں شور ہے
پر کچھ ہمارا پالنے والوں پہ زور ہے

عشرہ ہے کہ ہے جلوہ نما قدرت باری
توفیق عزا موجب صد شکرگزاری
بستان تولی میں چلی باد بہاری
سر سبز ہے سرو چمن تعزیہ داری
کس کے لئے أکملت لکم دینکم آیا
أتممت علیکم کاملا ہے کسے پایا
حامی ہے سب کا کون حیات و ممات میں
کس کی ثنا ہے سورۂ والعادیات میں

4- مثنوی

مثنوی عربی لفظ ہے جو مثنیٰ سے مشتق ہے۔ جس کا معنی ہے دو۔ یہ ایک مسلسل نظم ہے جس میں ہر شعر کا مستقل قافیہ ہوتا ہے اسی وجہ سے اسے مثنوی کیا جاتا ہے۔ شعرا اس صنف کا استعمال قصص، امثال وحکم کو نظم کرنے کے لیے کرتے ہیں۔ مثنوی کے بارے میں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ عجمی صنف ہے اور اس کا موجد فارسی شاعر رودکی ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔ علامہ شبلی نعمانی نے اسے عربی رجز سے مربوط کیا ہے [58] کیونکہ مثنوی اور رجز ہیئت اور معنی دونوں اعتبار سے ہم مثل ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مثنوی بھی رجز کا ہی ایک رنگ ہے جس میں ہر دو مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ اس میں واقعات، قصے وغیرہ نظم کیے جاتے ہیں۔ رجز کو سب سے زیادہ فروغ عہدِ اموی میں ملا۔ اس زمانے میں شعرا نے طویل رجز لکھے۔ بعض ایسے رجز بھی لکھے گئے جن کے اشعار کی تعداد سو سے زیادہ تک پہنچ گئی۔ اس میدان میں دو شاعر روبہ اور عجاج کو کافی شہرت ملی۔ عبداللہ بن معتز نے عصر عباسی میں کئی طویل رجز لکھے جن میں شکار وغیرہ کے واقعات قلم بند کیے۔

رجز کے علاوہ عربی شاعری میں ایک اور ہیئت پائی جاتی ہے وہ ہے مزدوج جو مکمل طور پر مثنوی کے مشابہ ہے۔ شعرا نے اس کا استعمال خاص طور پر قصے اور امثال نظم کرنے کے لیے کیا۔ ابان بن عبدالحمید لاحقی [59] نے عربی کی مشہور کتاب کلیلہ دمنہ کو مزدوج میں ہی منظوم کیا ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ سب سے پہلے جس فارسی شاعر نے مثنوی کہی وہ رودکی [60] ہے۔ یہ مثنوی بھی

کلیلہ و دمنہ کے قصے پر مشتمل تھی۔ راقم کی نظر میں یہ بات بہت ممکن ہے کہ رودکی نے لاحقی کے مزدوج سے واقفیت کے بعد اس کو فارسی کا لبادہ پہنا دیا ہو۔

عربی کے مشہور شاعر ابوالعتاہیہ نے ایک مزدوج لکھا جس کا نام ''ذات الأمثال'' رکھا۔ اس کا شعر ہے ؂

يــا لــلشبــاب الــمـرح التـصــابـي
روائــح الــجــنة فــي الشبـــاب
حسبك مــمـــا تبتــغيـــه الــقـوت
مـــا أكثــر الــقـوت لــمــن يـمـوت
الــفـــقـــر فيهـــا جـــاوز الــكــفـــافـا
مـــن اتـــقـــى الـلـــه رجـــا وخـــافـــا
لــكـــل مـــا يـــؤذيـــه إن قـــل ألـــم
مـــا أطــول الـليــل عــلــى من لـم ينـم
إن الـــفســـاد ضــده الـــصـــلاح
ورب جـــد جـــره الـــمـــزاح

(ہائے عشق میں گرویدہ جوانی، جنت کی خوشبو جوانی میں ہی ہے
جو رزق تجھے حاصل ہے وہ کافی ہے مرنے والے کے لیے رزق بہت زیادہ ہے
رزق میں محتاجگی کفایت سے تجاوز کر گئی جو اللہ سے تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ
پر امید بھی ہوتا ہے اور ڈرتا بھی ہے
ہر تکلیف دہ چیز اگر چہ کم ہو باعث تکلیف ہوتی ہے جاگنے والے کو رات کتنی طویل ہوتی ہے
فساد کی ضد صلاح ہے بسا اوقات مزاح سنجیدگی تک کھینچ لے جاتا ہے)

نجم الغنی نے لکھا ہے کہ مثنوی کے سات اوزان ہیں۔61؎ لیکن دیکھنے میں آتا ہے کہ اردو کے بڑے شعرا میر، مومن، محمد حسین آزاد وغیرہ نے انھی سات اوزان پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مثنوی کو نظم کرنے کے لیے مختلف اوزان پر طبع آزمائی کی ہے۔

5- رباعی

رباعی اردو شاعری کی مشہور صنف ہے۔ اسے ''دوبیتی'' اور ''ترانہ'' بھی کہا جاتا ہے۔ رباعی میں چار مصرعے ہوتے ہیں اور اسی بنا پر اسے رباعی کہا جاتا ہے۔ تیسرے مصرعے کے علاوہ بقیہ تینوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں ۔ رباعی بحر ہجز میں لکھی جاتی ہے۔ اسی طرح اس کے اوزان بھی مخصوص ہیں۔ جملہ اوزان کی تعداد چوبیس ہے جن میں مشہور ترین وزن ''لاحول ولا قوۃ اِلاّ باللہ'' ہے۔ واسطی کی رباعی دیکھیے ؎

عاشق میں ہوا ہوں اک بت کا ناگاہ
کچھ کام نہیں ہے مجھکو جز نالہ و آہ
اب کفر سے مطلب ہے نہ اسلام سے کام
لاحول ولا قوۃ اِلاّ باللہ

نجم الغنی نے مثنوی کی ایجاد کے متعلق ایک قصہ نقل کیا ہے جو اردو اور فارسی کتابوں میں ملتا ہے۔[62] لیکن یہ واقعہ مشکوک نظر آتا ہے۔ البتہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قدیم عرب رباعی سے واقف نہیں تھے یہ خالص عجم کی ایجاد ہے۔ رودکی کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے رباعی کا آغاز اسی نے کیا۔ بعد میں بعض عرب شعرا نے فارسی شعرا کی اتباع میں رباعی کہنے کی کوشش کی لیکن عربی میں اس صنف کو رواج نہیں مل سکا۔

عربی زبان کا رباعی پر صرف اس قدر اثر ہے کہ اس کی بحر، اوزان اور ارکان عربی سے ماخوذ ہیں۔

یہ تھیں اردو کی اہم اصناف سخن۔ ان کے علاوہ دوسری اصناف کم اہمیت کی حامل ہیں ان میں سے ایک مسمط ہے جس کا ذکر مرثیے کے تحت ہو چکا ہے۔ انہی اصناف میں ''ترکیب بند'' بھی ہے۔ ترکیب بند غزل مسلسل ہے جس میں ایک قسم کا موضوعی تسلسل ہوتا ہے۔ اس میں کئی بند ہوتے ہیں اور ہر بند کے بعد دو مصرعے ہوتے ہیں جو ہم قافیہ ہوتے ہیں اور ان کا قافیہ بند کے قافیے سے علاحدہ ہوتا ہے۔ ہر بند کا آغاز مطلع سے ہوتا ہے اس کے بعد دوسرا بند شروع ہوتا ہے جو حسب سابق دو مصرعوں پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں نہ بند کی تعداد متعین ہے اور نہ بند میں اشعار کی

تعداد متعین ہے۔ البتہ پہلے بند میں جتنے اشعار ہوتے ہیں بعد کے بند میں اسی تعداد کی اتباع کی جاتی ہے۔ ہر بند میں الگ قافیہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ انہی اقسام میں ترجیع بند بھی ہے۔ یہ بھی ترکیب بند کی ہی طرح ہے البتہ اس میں یہ فرق ہے کہ پہلے بند کے بعد جو شعر ہوتا ہے ہر بند کے بعد اسی شعر کی تکرار ہوتی ہے جو کہ ہم قافیہ ہوتا ہے۔ ایک صنف قطعہ بھی ہے۔ قطعہ میں مطلع نہیں ہوتا۔ ایک شعر کا دوسرے شعر سے معنوی ربط ہوتا ہے۔ مکمل مفہوم سمجھنے کے لیے چاروں مصرعے سننے کی ضرورت ہوتی ہے۔ انہی اقسام میں مستزاد اور فرد بھی ہیں۔[63]

اردو شاعری پر قرآن کریم کے اثرات

اردو شاعری پر قرآن کریم کے اثرات بھی عربی زبان کے اثرات میں شامل ہیں۔ یہ بہت ہی وسیع، ہمہ جہت اور دقیق موضوع ہے جس کے تمام پہلوؤں کا احاطہ بہت ہی مشکل ہے۔ اسی لیے یہاں صرف اس کے بعض پہلوؤں سے متعلق مثالوں کی پیش کش پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جن میں ایک اردو شعرا کا اپنے اشعار میں قرآنی آیات کا استعمال کرنا ہے۔ مختلف شعرا کے اشعار بطور مثال ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں ۔

ولی دکنی کا شعر ہے ۔

رات کو آؤں اگر تیری گلی میں اے حبیب
زیرلب میں ذکر سبحان الذی اسریٰ کروں

انشا ۔

اے عشق جلوہ گر ہے خود تجھ میں ذات مولا
والسابحات سبحا فالسابقات سبقا

محمد علی شاد ۔

کوئی پہنچا نہ تا مقصود سبحان الذی اسریٰ
بنادے شاد کو بھی رازدار علم الأسما

حسرت موہانی ۔

پوچھا اعجاز سے جو میرے مسیحا نے سخن
قال أحييت عظاماً هي قد كان رميم

ناسخ ؎

طول شب فراق سے ناسخ جو تنگ ہے
کیایاد قل اعوذ برب الفلق نہیں

میر حسن ؎

صبح کو طائران خوش الحان
پڑھتے ہیں کل من علیھا فان

ذوق دہلوی ؎

کبھی کرتا تھا قدم چرخ کا ثابت بجہات
اورکبھی کرتا تھاباطل بہ سماء انشقت

حالی ؎

دوزخ ہے گر وسیع تو رحمت وسیع تر
لا تقنطوا جواب ہےھل من مزیدکا

اقبال ؎

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان رفعنا لك ذكرك دیکھے

دوسرے عناصر ؎

اردومیں عربی شاعری سے داخل ہونے والی دیگرخصوصیات میں فخرو تعلّی ہے۔ دورجاہلیت میں عربوں کے تفاخر کا سبب قبائلی عصبیت تھی اوراسلام میں اس کا سبب تھی دینی حمیت لیکن اردوشعرا کے فخر کا منبع یہ دونوں نہیں ہیں بلکہ ان کا فخرفخر ذاتی ہے۔میر کا شعر ہے ؎

سارے عالم پر ہوں میں چھایا ہوا
مستند ہے میرا فرمایا ہوا

اس قسم کے فخر کی مثال عرب شعرا کے یہاں بکثرت ملتی ہے۔البتہ وہ انسانی کمالات مثلاً عقل، پاک دامنی ،شجاعت ،انصاف ،سخاوت وغیرہ پرفخر کرتے تھے۔عربوں کواپنی زبان دانی پر

بڑا ناز تھا۔ اس کے برخلاف اردو شعرا کے تفاخر کے بارے میں علامہ شبلی نعمانی طنز کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''ہم اقلیم شاعری کے شہنشاہ ہیں، حروف والفاظ ہماری باج گزار رعایا ہیں جو ہمارے سامنے دست بستہ کھڑے رہتے ہیں جسے ہم چاہتے ہیں لے لیتے ہیں''۔ 64ؔ

اس قسم کے فخر عموماً واقعیت اور شاعری سے پرے ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود اسے اردو شاعری پر عربی زبان کا ہی اثر قرار دیا جا سکتا ہے۔

ایک مخصوص مشترک عنصر تصنیع بھی ہے جو اردو اور عربی شاعری دونوں میں مشابہ ہے۔ تصنیع کہتے ہیں عروض بحر کی رعایت کرتے ہوئے نثر لکھنا کہ نثر اور نظم دونوں طرح اس کو پڑھا جا سکے۔ مولوی غلام علی امام کا بعض دوستوں کو ارسال کردہ مندرجہ ذیل خط اس کی بہترین مثال ہے۔ وہ خط میں رقم طراز ہیں:

''جان اہل نیاز بندہ نواز بعد تعظیم اور عجز و نیاز یہ گذارش ہے آپ سے کہ دعا آپ کے حق میں رات دن کرنا اور ہمیشہ فراق میں مرنا دل کو ہر وقت مضطرب کرنا کب تلک آخر ایک دن جو قضا آئی تو بندہ بے گناہ مرا حال سے اپنے مطلع کیجیے اور جلدی میری خبر لیجیے''

اس عبارت کو شعر کے انداز میں اس طرح لکھا جا سکتا ہے ؎

جان اہل نیاز بندہ نواز
بعد تعظیم اور عجز و نیاز
یہ گذارش ہے آپ سے کہ دعا
آپ کے حق میں رات دن کرنا
اور ہمیشہ فراق میں مرنا
دل کو ہروقت مضطرب کرنا
کب تلک آخر ایک دم جو قضا
آئی تو بندہ بے گناہ مرا
حال سے اپنے مطلع کیجیے
اور جلدی مری خبر لیجیے (1)

عرب اس قسم کو بدیع کے نام سے جانتے ہیں اور یہ امیر خسرو دہلوی متوفی 651ھ/ 1353ء کی ایجاد نہیں ہے جیسا کہ نجم الغنی رامپوری کا خیال ہے۔ 65ؔ بلکہ صدیوں قبل عربوں کے یہاں یہ صنعت دیکھنے کو ملتی ہے۔ ابوالعلی المعری متوفی 449ھ/ 1057ء اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

" أصلحك الله وأبقاك ، لقد كان من الواجب أن تأتينا اليوم إلى منزلنا الخالي،

لكي يحدث لي أنسك ، يا زين الأخلاء فما مثلك من غيّر عهدا أو غفل"

(اللہ آپ کو سلامت رکھے اور آپ کا سایہ دراز کرے، ضروری تھا کہ آپ آج ہمارے خالی گھر تشریف لاتے، تاکہ مجھے آپ سے انسیت ہوتی، اے دوستوں کی زینت عہد شکنی اور تغافل میں آپ کا کوئی مثیل نہیں ہے)

اس عبارت کو شعری ہیئت میں لکھا جا سکتا ہے ۔

أصـــلـــحك الـــلــــه وأبـــــــــ
قـــاك لـــقـــد كـــان مـــن الـــــ
واجـــب أن تـــأتيـــنـــا الـــــــ
يـــوم إلـــى مـــنـــزلـــنـــا الــــ
خـــالـــي لـــكـــي يـــحـــدث لـــي
أنســـك يـــا زيـــن الأخـــلــــ
لاء فـــمـــا مثـــلك مـــن
غيّـــر عهـــدا أو غـــفـــل 66ؔ

معریٰ سے پہلے کی اس طرح کی بہت ساری مثالیں عربی کتابوں میں موجود ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معریٰ سے قبل بھی عرب اس صنعت سے واقف تھے اور اس کو برتتے تھے۔ لہٰذا کوئی بعید نہیں ہے کہ اردو اور فارسی میں یہ صنعت عربی کے زیر اثر ہی داخل ہوئی ہو۔

اردو ادبا اور محققین کی عادت ہے کہ وہ ان تمام جدید شکلوں اور صنعتوں کو فارسی کی طرف منسوب کر دیتے ہیں جو قدیم عربی ادب یا جاہلی شاعری میں نہیں پائی جاتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انھیں فارسی ادب سے تو مکمل واقفیت تھی جب کہ عربی ادب کی نشو ونما اور ارتقا سے انھیں واقفیت

نہیں تھی؛ چنانچہ جب انھیں فارسی میں یہ صنعتیں اور ہیئتیں دیکھنے کو ملیں تو انھوں نے اس کی اختراع اہل فارس سے ہی منسوب کر دی۔ اردو کے قدیم ادبا عربی زبان و ادب سے واقفیت رکھتے تھے لیکن ان کی معرفت صرف ابتدائی زمانے تک ہی محدود تھی۔

انہی خصوصیات میں شعر حماسی بھی ہے۔ اردو میں حماسہ کے اشعار کہنے والا پہلا شاعر نصرتی ہے۔ اس کے اشعار میں متنبّی کی حماسی شاعری کا مکمل عکس نظر آتا ہے جو کہ براہ راست اثر کا بین ثبوت ہے۔

ایک اہم تاثیر صنعت توجیہ ہے جس میں کتابوں کے ناموں کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ عربی شاعر کہتا ہے ؎

أضحى لمشكاة العلوم محررا
كشافها من غير ما إلياس [67]

ولديه مفتاح العلوم فمن يرم
إتقانه يقصده بين الناس [68]

وبصدره مغن و كافي كل ذى
لب عن التوضيح بالكراس [69]

درر الهداية من بحار علومه
كنز ومنفقة نديم الباس [70]

لا زال يسبقني فوارس فضله
فجزاؤه عندي مكين أساس [71]

لكن عجزي عنه أقعدني وليس
لمقعد مجرى ذوى الأفراس [72]

اردو میں اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ محسن کاکوروی کا قصیدہ ''صبح تجلی'' اس کی بہترین مثال ہے۔ چند اشعار بطور مثال پیش خدمت ہیں ؎

بیضاوی صبح کا بیان ہے ☆ تفسیر کتاب آسمان ہے [73]
آثار سحر ہوئے نمایاں ☆ سیپارہ لیے ہوئے ہے دوراں [74]

واللیل کو ختم کر چکا ہے ☆ آمادہ دور والضحیٰ ہے 75
عنوان فلک ہے در منثور ☆ لوح زریں سورۂ نور 76
اطراف بیاض مطلع صاف ☆ والفجر کے حاشیہ پر کشاف 77
مضمون طلوع صبح صادق ☆ مشہور روایت مشارق 78
موقوف حدیث شب کی تصحیح ☆ رکھ دیجیے طاق پر مصابیح 79
ہے کس کو خطاب ایزد پاک ☆ لولاک لما خلقت الافلاک 80
پیداہوئے بادشاہ ذی جاہ ☆ آرائش تخت لی مع اللہ 81
عین عرفان و مردم عین ☆ ابروئے جبین قاب قوسین 82
ہے ذکر ولادت پیمبر ☆ اعلیٰ و اولیٰ اہم و اکبر 83

دیگر رنگ و آہنگ جن میں اردو اور عربی شاعری دونوں مشترک ہیں یا اردو شاعری عربی سے متاثر ہوئی ہے ان میں تاریخ شاعری اور معما، چیستاں، شجرۂ نسب بیان کرنا، کئی قافیے، اعدادی اشعار اور صنعت معجمہ ومہملہ وغیرہ۔ اسی طرح اردو نے عربی سے سرقہ اور اس کے اندر آنے والے مضامین مستعار لیے ہیں۔ نیز اس کے تحت کیا کیا آتا ہے اور کیا نہیں اور سرقہ کی اقسام بینہ وخفیفہ وغیرہ بھی۔

حواشی

1- عبدالسلام ندوی، شعرالہند، (طبع چہارم؛ اعظم گڑھ: مطبعہ المعارف، 1946)، 1:41
2- شاہدہ بیگم، اردو غزل کی تنقید، (علی گڑھ: یونیورسل بک ہاؤس، 2000) ص156
3- مقالہ ''اردو قصیدہ نگاری اور صنف قصیدہ'' کتاب ''اردو قصیدہ نگاری''، ترتیب: ام ہانی اشرف، (ٹانڈہ، نشاط: برقی پریس، 1982) ص89
4- شاہدہ بیگم، اردو غزل کی تنقید، ص143
5- لباب الالباب، ص20
6- شبلی نعمانی، شعرالعجم، 4:114
7- ظفر احمد صدیقی، نقش معنی، ص10
8- ام ہانی اشرف، اردو قصیدہ نگاری، ص89 و بعد
9- اختر انصاری، غزل اور غزل کی تعلیم (طبع دوم؛ نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، 2001) ص40
10- ایضاً، ص330
11- کتاب نقش معنی کا مقالہ اول، ص44-9
12- غزل اور غزل کی تعلیم، ص40
13- ظفر احمد صدیقی، نقش معنی، ص16-10
14- العمدۃ، ص1:78
15- قدامہ بن جعفر، نقد الشعر، ص34
16- دیوان حماسہ، (لاہور: مکتبہ سلفیہ، 1925)
17- نجم الغنی، بحر الفصاحت، ص69
18- شعرالعجم، جلد5 ص26
19- شعرالعجم، جلد پنجم، باب قصیدہ و غزل، ص75-1

-20 مختصر المعانی، ص534

-21 شعر العجم، ص7:5

-22 بحر الفصاحت، ص70-74

-23 ایضاً، ص68

-24 تصور و تصدیق علم منطق کی اصطلاح ہیں اور یہ دونوں علم کی دو قسمیں ہیں۔

-25 اس میں علم کی دو دوسری قسموں کی طرف اشارہ ہے۔ ایک علم حصولی: ذہن میں صورت کا آنا، دوسرا علم حضوری: شے کا عقل میں حاضر ہونا یہی افضل و مکمل ہے۔

-26 اس میں علم منطق کے ایک مسلمے کی طرف اشارہ ہے کہ نظری قضیہ کثرت تعامل اور تجربہ سے بدیہی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

-27 منطق وہ علم ہے جو ذہن کو خطائی الفکر سے بچاتا ہے۔ اور اس کے وسائل ہیں: قیاس، استقرا اور تمثیل۔ شکل قیاس کی صورتوں میں سے ایک صورت ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ: وہ اس علم میں رسوخ رکھنے کے باعث ان وسائل سے بے نیاز ہے۔

-28 توضیح، علم اصول فقہ میں صدر الشریعہ عبد اللہ بن مسعود کی مشہور عربی تالیف ہے۔ تصریح علم الہیئت کی کتاب ہے۔

-29 اس شعر اور سابقہ شعر میں چار علوم عقلیہ کی طرف اشارہ ہے: الٰہیات، طبیعیات، حکمت اور کلام۔

-30 اس میں فلاسفہ کے نظریہ آسمان کے قدیم ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ ان کے نزدیک قدیم سے مراد ہے جس میں عدم نہ ہو۔

-31 قیام قیامت، تناسخ اور حشر الاجسام کا شمار اہم فلسفیانہ مسائل میں ہوتا ہے۔

-32 قدما کا نظریہ تھا کہ آسمان چکر لگا رہا ہے اور زمین ساکن ہے۔ پھر کوپرنکس نے ثابت کیا کہ زمین سورج کے گرد گردش کر رہی ہے۔

-33 جوہر، عرض، علت، معلول سب علم منطق کی اصطلاحیں ہیں۔

-34 مجسطی علم الہیئت کی کتاب ہے۔ اشارات، تنبیہات اور شفا شیخ الرئیس ابن سینا کی کتابیں ہیں۔

-35 القانون علم طب میں ابن سینا کی مشہور کتاب ہے۔ قاموس سے مراد فیروز آبادی کی القاموس المحیط ہے۔

36- مشائیہ اوراشراقیہ فلسفے کے معروف مدارس ہیں۔

37- سوفسطائیت فلسفے کا معروف نظریہ ہے جو شک اور نفی حقائق پر قائم ہوتا ہے۔ وہ اس بات سے انکار کرتا ہے کہ اشیا کی حقیقت ثابت ہے۔ فلسفہ قدیم کا بنیادی نظریہ ہے۔ اسی طرح اس میں اشاعرہ اور عام مسلمانوں کے برخلاف معتزلہ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں سر کی آنکھوں سے نہیں دکھائی دے گا کیونکہ وہ مکان اور چیز سے منزہ ہے۔

38- وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود تصوف کے مسائل ہیں۔

39- شیخ الشیوخ سے شاید شیخ سہاب الدین سہروردی مراد ہیں۔ جو کہ ایک معروف سلسلۂ صوفیہ کے بانی ہیں۔

40- ان اشعار میں فن موسیقی پر ان کی قدرت اور کتب آسمانی، اور ہندوؤں اور مجوسیوں کی کتابوں پر ان کے کمال کی طرف اشارہ ہے۔

41- العلم حجاب اکبر (علم بہت بڑا حجاب ہے) یہ قول الشیخ الاکبر محی الدین ابن عربی کی طرف منسوب ہے۔

42- مطالعات فی الشعر العثمانی والترکی، (طبع چہارم؛ بیروت: دار العلم للملا ئین، 1986) ص115

43- غزل اور غزل کی تعلیم، ص40۔ حیرت اس بات سے ہوتی ہے کہ ڈاکٹر شفیع شیخ جو کہ ایک یونیورسٹی میں صدر شعبۂ عربی ہیں انھوں نے اس رائے میں ان کی موافقت کی ہے، وہ کہتے ہیں: غزل عربی میں کبھی مستقل صنف نہیں رہی ہے۔ عربی زبان وادب کا اردو پر اثر، ص341۔ اس کے تین صفحات کے بعد اس سے بھی عجیب وغریب بات کہی ہے اور وہ یہ کہ ''عمر بن ابی ربیعہ نے اپنی پوری زندگی میں سوائے غزل کے کچھ نہیں کہا''۔ ص344

44- شعر العجم، جلد5 ص73

45- جو کچھ نجم الغنی کی بحر الفصاحت میں بیان ہوا ہے اس سے راقم السطور کی اس تقسیم کی تائید ہوتی ہے۔ ص60-61

46- شیخ امین، مطالعات فی الشعر العثمانی والترکی، ص125

47- اردو شاعری پر ایک نظر، (الہ آباد، اسرار کریمی پریس، 1985)، ص69

48- ایضاً، ص80

49- یہ مقالہ کراچی سے شائع ہونے والے اردو مجلّہ ''ماہ نو'' میں 1959 میں شائع ہوا۔ شاہدہ بیگم، اردو غزل کی تنقید، ص142

50- نقدالشعر،ص65

51- العمدۃ،جلد2ص93

52- عبدالسلام ندوی،شعرالہند،جلد2ص295

53- مقدمہ شعروشاعری،ص189

54- نقدالشعر،ص49

55- العمدۃ،جلد2ص95

56- مسمط لغت میں: تسمیط سے اسم مفعول ہے۔ معنی ہے: دھاگے میں موتی پرونا۔ اصطلاح میں مسمط ایک شعری ہیئت ہے۔ اس میں شاعر ایک ہم وزن شعری قطعات نظم کرتا ہے۔ پہلا بند اور ہر بند کے آخری مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ مسمط کی آٹھ اقسام ہیں: مثلث، مربع، مخمس، مسدس، مسبع، مثمن، متسع، معشر۔ دیکھیے: نجم الغنی، بحرالفصاحت،ص79

57- بحرالفصاحت،شعر کی تعریف اوراس کی اقسام ذکر کی گئی ہیں،ص103-48

58- شعرالعجم،جلد4ص249

59- وہ آبان ابن الحمید اللاحقی الرقاشی ہیں۔ بصرہ کے کثیرالکلام شاعر ہیں۔ بغداد منتقل ہوئے اور برامکہ سے منسلک ہوگئے۔ کلیلہ و دمنہ کو منظوم کیا۔ سنہ 200ھ/ 815 میں وفات ہوئی۔ دیکھیے: الزرکلی، الاعلام، جلد1ص28

60- یہ فریدالدین ابوالحسن محمد بن عبداللہ ہیں۔ عہد صفاری کے اواخر میں ماوراءالنہر کے رودک نامی قریے میں پیدا ہوئے۔ وہ نابینا تھے۔ نصر بن احمد السامانی (301ھ/ 914-331ھ/ 943) کے دربار سے وابستہ ہوگئے اوراس کی خاطر کلیلہ ودمنہ کو عربی سے فارسی میں) شعر میں منتقل کیا۔ بہت ہی قادرالکلام اور زودگو شاعر تھے کہا جاتا ہے کہ انھوں نے لاکھوں اشعار کہے ہیں لیکن چند ہزار کے علاوہ ان کے اشعار محفوظ نہیں رہے۔ سنہ 343ھ/ 953 میں وفات ہوئی۔ دیکھیے: ہرمان ایتھ، تاریخ ادبیات فارسی، فارسی ترجمہ: رضازادہ شفق، (تہران: مطبعہ بانگ ملی، 1958)،ص26-24

61- بحرالفصاحت،ص96-90

62- ایضاً۔ص239

63- ایضاً۔ص 79-97

64- ایضاً۔ص 876-877

65- ایضاً۔ص 876

66- بکری شیخ امین، مطالعات فی الشعر العثمانی والترکی ص 219

67- ابو جعفر طحاوی کی تالیف مشکاۃ العلوم، زمخشری کی کشاف۔

68- سکاکی کی مفتاح العلوم، اور سیوطی کی الاتقان فی علوم القرآن۔

69- مغنی، شاید شمس الدین محمد شربینی متوفی 977ء کی فقہ شافعی میں تالیف کردہ مغنی المحتاج الی معرفة معانی الفاظ المنهاج ہے یا ابن ہشام کی نحو میں تالیف کردہ مغنی اللبیب۔کافی، شاید احمد بن عباد القناوی متوفی 859ھ کی تالیف الکافی فی علم العروض و القوافی ہے۔اللب، شاید زکریا انصاری متوفی 925ھ کی لب الاصول ہے۔جو ابن سبکی کی جمع الجوامع کا اختصار ہے۔توضیح سے مراد صدر الشریعہ الاصغر متوفی 747ھ کی فقہ حنفی میں تالیف کردہ کتاب التوضیح فی حل غوامض التنقیح ہے۔

70- برہان الدین علی المرغینانی متوفی 593ھ کی الهدایہ۔کنز سے مراد امام نسفی کی کنز الدقائق ہے۔یہ دونوں فقہ حنفی کی کتابیں ہیں۔

71- اساس، زمخشری کی اساس البلاغۃ۔

72- شرف الدین یحیٰ بن عبد الملک العصامی کا القصیدہ۔

73- بیضاوی، ناصر الدین عبداللہ بن عمر البیضاوی کی تفسیر بیضاوی۔تبریز میں 684ھ یا ایک سال بعد وفات پائی۔تفسیر کی مشہور و معروف کتاب ہے جو کہ برصغیر میں سب سے زیادہ رائج ہے۔

74- ''سیپارہ'' قرآن کریم کے پاروں میں سے ایک پارہ

75- اس میں قرآن کریم کی دو سورتوں: سورۃ اللیل اور سورۃ الضحیٰ کی طرف اشارہ ہے۔

76- سیوطی کی الدر المنثور فی التفسیر الماثور۔

77- زمخشری کی کشاف۔

78- مشارق سے مراد امام رضی الدین حسن الصغانی لاہوری متوفی 650ھ کی کتاب مشارق الانوار النبویہ فی صحاح الاخبار المصطفویہ ہے۔

79- مصابیح: ولی الدین محمد بن عبداللہ عراقی کی کتاب مشکاۃ المصابیح ۔ یہ کتاب 737ھ میں تالیف کی گئی ۔ حدیث کی مشہور کتاب ہے اور ہندوستان میں سب سے زیادہ رائج ہے۔

80- لو لاك لما خلقت الأفلاك۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حدیث قدسی ہے۔

81- نبی پاک ﷺ کی طرف منسوب قول: " لي مع الله وقت لا يسع فيه ملك مقرب و لا نبي مرسل " أو كما قال ﷺ۔

82- قاب قوسین: سورۂ نجم کی آیت کا ایک ٹکڑا ہے۔

83- محسن کاکوروی، ''صبح تجلی'' دیوان مدحت نبی، ترتیب: محمد نور الحسن، (لکھنؤ: اتر پردیش اردو اکیڈمی، 1982)، ص75-86۔

اختتامیہ

1- میں اللہ تعالی کی حمد ثنا بجالاتا ہوں جس نے اس کام کی تکمیل کی توفیق بخشی۔اب وہ نتائج ذکر کیے جارہے ہیں جن تک اس تحقیقی مقالے کے ذریعہ رسائی حاصل ہوئی ہے۔وہ نتائج مندرجہ ذیل ہیں:

2- پورے عہد اسلامی میں عربی زبان کونہایت ہی اعلیٰ و بلند مقام حاصل تھا۔عہد عربی اور عہد غزنوی دونوں ادوار میں عربی کو سرکاری زبان کا درجہ حاصل تھا۔ یہ زمانہ مختصر نہیں تھا جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے بلکہ یہ عرصہ ساڑھے پانچ صدیوں پر محیط ہے۔پورے عہد اسلامی میں عربی ایک زندہ اورتہذیب وثقافت کی زبان تھی۔یہی وہ سبب ہے کہ اس نے اردو پر اس قدر گہرے اثرات مرتب کیے۔اس مقالے میں ہندوستان کے اندر عربی زبان کو اس طرح پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ کسی بھی غیر جانبدار محقق و مصنف کو عربی زبان کے اس کردار میں ذرا بھی شبہ نہیں ہوسکتا۔

3- اہل اردو نے اردو زبان کی نشو ونما کے متعلق جو قدیم و جدید نظریات پیش کیے ہیں ان میں مقصدیت کا فقدان ہےاورخوداننظریات میں شدید تعارض ہے۔لسانیات کی معرفت بھی ان حضرات کو کسی ایک نظریے یا کم ازکم باہم متقارب نظریے تک رسائی دلانے میں کامیاب نہیں ہوسکی۔جو لوگ سندھ میں اردو کی ابتدائی نشو ونمایااس کی نشو ونما میں عربی زبان کے کردار سے انکار کرتے ہیں ان کے اس انکار کے پس پشت علمی حقیقت سے زیادہ تقلیدی رجحان کی کارفرمائی ہے؛ کیونکہ مستشرقین کی اتباع اور

عربی زبان سے کم واقفیت وہ اسباب ہیں جس کی وجہ سے انھوں نے عربی اور اردو کے درمیان تعلقات کو قطع کر دیا۔ اس مقالے سے ثابت ہو گیا ہے کہ اردو محققین نے زبان کی نشو ونما کے سلسلے میں اسی راستے کی پیروی کی جو جارج گریسن، گراہم بیلی، ژول بلاک وغیرہ نے تیار کیا تھا جنھیں مذہبی، سیاسی اور استعماری وجوہات کی بنا پر عربی سے کد تھا۔ اردو محققین نے کوئی نئی چیز پیش نہیں کی۔ یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ اردو زبان عربی کے زیر اثر پروان چڑھی اور سندھ ونواح سندھ میں اس کی اولین نشو ونما ہوئی۔

-4 اس مقالے نے ان بعض غلطیوں کو بھی منکشف کر دیا جو اردو مصنفین و محققین کے درمیان خاص طور پر اور اردو بولنے والوں میں عام طور پر رائج تھیں۔ ان غلطیوں کا تعلق اردو لغات، اردو علوم اور اردو ادب سے ہے۔

-5 اردو لغات پر عربی کا بہت ہی گہرا اثر ہے۔ عربی سے مستعار الفاظ اردو زبان میں ریڑھ کی ہڈی کے مانند ہیں اگر ان الفاظ کو نکال دیا جائے تو اردو کا بولنا مشکل ہو جائے گا۔ اس تحقیق کے ذریعے سے بہت سے الفاظ کے عربی الاصل ہونے کو بھی واضح کر دیا گیا جن کو اردو لغات میں دوسری زبانوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر سمیر عبدالحمید کی معجم الالفاظ العربیہ فی اللغہ الاردیہ وغیرہ دیگر کتابوں میں ہونے والے تسامحات کو بھی واضح کیا گیا۔

-6 اردو زبان کے عربی الفاظ میں ہونے والے لفظی ومعنوی تغیرات لسانیات کے مقررہ اور متعینہ قواعد کے تابع ہیں۔ اس کتاب میں ان اسباب کو بھی بیان کیا گیا ہے جنھوں نے ان تغیرات میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ کتاب میں صوتی ومعنوی تغیر کی اقسام کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

-7 اس تحقیق سے حاصل ہونے والے نتائج میں سے یہ بھی ہے کہ اردو علوم پر عربی کے اثرات اہل اردو کے تصور اور گمان سے کہیں زیادہ ہیں۔ یہ علوم درحقیقت اپنے ناموں، اصطلاحات، اصول اور مسائل کے ساتھ عربی علوم ہی ہیں۔ ان علوم پر تصنیف کردہ کتابیں براہ راست عربی سے ماخوذ ہیں جس سے قدیم وجدید دونوں گروہ کی اس بات کی تردید ہو جاتی ہے کہ یہ عربی علوم فارسی کی راہ سے اردو میں داخل ہوئے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان علوم پر علاحدہ علاحدہ تحقیق کی جائے تا کہ عربی اثرات زیادہ گہرائی اور جامعیت کے ساتھ اجاگر ہو سکیں۔

-8 اردو ادب پر بھی عربی اثرات اردو لغات اور علوم پر پڑنے والے اثرات سے کسی صورت میں کم نہیں ہیں۔ نثر ہو یا نظم اردو ادب میں عربی کے بے شمار اثرات موجود ہیں۔ یہ اثرات نثر کے جملہ فنون اور انواع واقسام میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح اردو شاعری اور اس کی تمام اصناف، ہیئتوں اور اوزان میں بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔

عربی اور اردو مصادر و مراجع

اول: عربی کتب

1	احسان عباس	تاریخ النقد الأ دبی عند العرب، طبع اول؛ بیروت: مؤسسة الرسالة، 1971
2	احمد مطلوب	دراسات بلاغیه و نقدیه،عراق:دارالرشید للنشر،غیر معلوم
3	امین علی السید	العروض والقافیہ،طبع اول؛ریاض:جامعہ امام محمد بن سعود،1402ھ
4	الاندلسی، بدرالدین محمد	کتاب المصابیح،طبع اول؛مصر:المطبعۃ الخیریہ،1341ھ
5	البخاری،امام محمد بن اسماعیل	الادب المفرد، ترتیب و تقدیم: کمال یوسف الحوت، طبع اول؛ بیروت: عالم الکتب،1984
6	بدیر متولی حمید	میزان الشعر،طبع اول؛ قاہرہ: دارالمعرفہ،1961
7	البعلبکی روحی	المورد،طبع اول؛ بیروت: دارالعلم للملایین ،1988
8	البلاذری، ابوالحسن	فتوح البلدان،تعلیق:رضوان محمد رضوان، بیروت: دارالکتب العلمیہ ،1983
9	التفتازانی، سعدالدین	مختصر المعانی، دہلی: مکتبہ مجتبائیہ،1324ھ
10	التنوخی	کتاب القوافی،تدوین:عمرالاسعد،طبع اول؛بیروت:دارالارشاد 1970

11	جمیل احمد	حرکة التـألیف بـاللغة العربیة فـی الأ قلیم الشمالی الهندی فی القرنین الثامن عشرو التاسع عشر،کراچی: جامعۃ الدراسات الاسلامیہ
12	ابن جنی	الخصائص،تدوین:محمدعلی النجار،قاہرہ:مطبعۃ دارالکتب العلمیہ ،1952
13	الجوالیقی،ابوالمنصور	المعرب من الکلام الاعجمی علی حروف المعجم ،تدوین وتقدیم:احمدمحمدشاکر، تہران:1966
14	ابن الحاجب	الکافیہ،کولکاتا:مطبعہ شرکۃ الہندالشرقیہ،1805
15	الحموی،یاقوت	معجم البلدان،بیروت:دارصادر،1977
16	داؤدسلوم	النـقـد العربی القدیم بین الاستقراء والتألیف ،طبع دوم؛بغداد: مکتبہ اندلس،1970
17	ابن رشیق القیروانی	العمدۃ،طبع اول؛مصر:مطبعہ امین ہندیہ،1925
18	رمضان عبدالتواب	فصول فی فقہ العربیہ،طبع دوم؛قاہرہ:مکتبہ الخانجی،1983
19	زیات احمدحسن	تاریخ الأدب العربی،طبع24؛معلومات نشرغیرموجود
20	سمیرعبدالحمیدابراہیم	مـعـجـم الألفاظ العربیه فی اللغة الأردیة ،ریاض:مامعہ الامام محمد بن سعود،1996
21	سیدعلیم اشرف جائسی	فـصـول فی التعریف بالهند العربیة الا سلامیة ،طبع اول؛جائس: دارالعلوم جائس،2003
22	السیوطی،جلال الدین	اتمام الدرایہ،علی ہامش مفتاح العلوم،مصر:مطبعہ میمنیہ
23		رسالۃ فی الخط،قسطنطنیہ:مطبعہ الجوائب،1302ھ
24		المتوکلی،مخطوطہ،قاہرہ:دارالکتب المصریہ
25	السیوطی،عبدالرحیم	الفتح القریب الوافی، حاشیة الأرجوزة المسماة ب "القول السدید الشافی"،مصر:مطبعہ محمدآفندی مصطفیٰ،1320ھ
26	شاخت،وا۔بوزورتھ	تراث الاسلام نامی کتاب میں ''الہند''، مقالات کا مجموعہ، مجلّہ: عالم المعرفہ،طبع دوم؛کویت:المجلس الوطنی للثقافۃ والفنون والآداب،1988

27	شوقی ضیف	الفن ومذاہبہ فی النثر العربی،طبع ششم؛مصر:دارالمعارف
28		تاریخ الادب العربی،طبع دوم؛ قاہرہ
29	صبحی صالح	دراسات فی فقہ اللغہ ،طبع دوم؛بیروت:منشورات المکتبہ الاہلیہ،1962
30	طبانہ،بدوی	البیان العربی،طبع دوم؛ قاہرہ: مکتبۃالانجلو المصر یہ،1958
31	العسکری،ابوالہلال	کتاب الصناعتین،طبع اول؛آستانہ:مطبعہ محمود بک ڈپو1320ھ
32	علی الجازم ومصطفیٰ امین	البلاغۃ الواضحہ ،دہلی: دانش بک ڈپو،
33	ابن قتیبہ	الشعروالشعراء،تدوین:احمد محمد شاکر،قاہرہ:دارالمعارف،1958
34	القزوینی،محمدالخطیب	التلخیص ،مصر: داراحیاءالکتب العربیہ،
35	محمودتیمور	القصص فی ادب العرب ماضیہ وحاضرہ،مصر: جامعہ الدول العربیہ معہدالدراسات العالیہ،1958
36	ابن المعتز	کتاب البدیع،شرح وتعلیق: محمد عبدالمنعم خفاجی،مصر:مصطفیٰ البابی الحلبی،1945
37	المقدسی،محمدالبشاری	احسن التقاسیم فی معرفۃ الاَقالیم،لندن: بریل،1890
38	الوافی،علی عبدالواحد	علم اللغہ ،طبع پنجم؛مصر: مکتبہ نہضہ مصر،1962
39		فقہ اللغہ ،طبع چہارم؛مصر:مطبعہ لجنۃ البیان العربی،1956
40		اللغہ والمجتمع ،مصر: داراحیاءالکتب العربیہ،1945
41	الہاشمی،السیداحمد	جواہرالبلاغہ،مصر:مطبعہ السعادہ،1960

دوم: اردو کتب

42		اردودائرۂ معارف اسلامیہ،طبع اول؛لاہور،پنجاب یونیورسٹی1966
43	آزاد،ابوالکلام	تذکرہ،ترتیب،مالک رام،طبع اول؛نئی دہلی،ساہتیہ اکادمی1968
44	آزاد،محمدحسین	آب حیات،لاہور:نولکشور پریس1907
45	آمنہ الطاف فاطمہ	اردو میں سوانح نگاری کاارتقا،طبع اول؛کراچی،اردواکیڈمی سندھ1961
46	اثر،امدادامام	کاشف الحقائق،طبع اول؛نئی دہلی،ترقی اردو بیورو1982

47	احمد دین	سرگزشت الفاظ، لاہور، مطبع کریمی
48	احمد دہلوی، سید	فرہنگ آصفیہ، دہلی نیشنل اکیڈمی، 1974
49	احمد علی شوق رامپوری	تذکرہ کاملان رامپور، طبع دوم؛ پٹنہ، خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری 1986
50	اختر انصاری	غزل اور غزل کی تعلیم، طبع دوم؛ نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان 2001
51	اختر اورینوی	بہار میں اردو زبان کا ارتقا، پٹنہ، لیبل لیتھو پریس 1957
52	اعجاز حسین، سید	مختصر تاریخ ادب اردو، دہلی، اردو کتاب گھر
53	ام ہانی اشرف (مرتبہ)	اردو قصیدہ نگاری، ٹانڈہ، نشاط، برقی پریس 1982
54	امیر اللہ خاں شاہین	اردو اسالیب نثر، دہلی، جمال پرنٹنگ پریس 1977
55	انشاءاللہ خاں میر	دریائے لطافت، ترجمہ، برج موہن دتاتریہ کیفی، اورنگ آباد: انجمن ترقی اردو، 1935
56	ایف فیلن، وکریم الدین	طبقات شعراء الہند، مرتبہ، عطا کاکوی، پٹنہ، عظیم الشان بک ڈپو، 1971
57	بیگ، مرزا خلیل احمد (مرتب)	اردو زبان کی تاریخ، طبع اول؛ علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس 1995
58	پرکاش مونس	اردو پر ہندی ادب کے رجحانات، طبع اول؛ الہ آباد، نیشنل آرٹ پریس 1978
59	جان بیلی (مرتب)	''متداول کتابوں کا مجموعہ'' برائے تدریس نحو، کولکاتا ایسٹ انڈیا کمپنی، 1805
60	جان گلکرسٹ	رسالہ، تدوین، محمد انصار اللہ، علی گڑھ 1980
61	جمیل جالبی	تاریخ ادب اردو، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس 1977
62		حقائق (مقالات کا مجموعہ) ''اردو کے آغاز کے نظریے''، الہ آباد، نیشنل آرٹ پریس 1978
63	حالی الطاف حسین	یادگار غالب، کانپور، نامی پریس 1897

64		حیات جاوید، نئی دہلی، ترقی اردو بیورو1982
65		مقدمہ شعروشاعری، دہلی، مکتبہ جامعہ لمٹیڈ 1977
66	حسن، محمد	ہندی ادب کی تاریخ، طبع چہارم؛ دہلی، سیما آفسیٹ پریس1980
67	ذوالفقار احمد نقوی	الدر المنظوم فی ترجمۃ ملفوظ المخدوم، دہلی، مطبع انصاری1309ھ
68	رشید حسن خاں	اردو املا، نئی دہلی، ترقی اردو بیورو، 1974
69		زبان اور قواعد، طبع اول؛ نئی دہلی، ترقی اردو بیورو1976
70	سجاد ظہیر	روشنائی، دہلی، محبوب المطابع
71	سجاد مرزا	تسہیل البلاغت، دہلی، محبوالمطابع
72	سحر بدایونی دیبی پرشاد	معیار البلاغت، طبع پنجم ؛لکھنؤ، نولکشور پریس1947
73	سرشار، رتن ناتھ	فسانۂ آزاد، طبع اول؛ نئی دہلی، ترقی اردو بیورو1986
74	سرور، رجب علی بیگ	فسانۂ عجائب، ترتیب و تقدیم، اطہر پرویز، طبع اول؛ الہ آباد، سنگم پبلشرز، 1969
75	سکسینہ، رام بابو	تاریخ ادب اردو، طبع پنجم ؛لکھنؤ، مطبعہ منشی تیگ کمار، 1986
76	سنبل نگار	اردو نثر کا تنقیدی مطالعہ، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس2003
77	سید احمد خاں	آثار الصنادید، دہلی، اردو اکیڈمی1990
78	سید علیم اشرف جائسی	قرآن میں معرب الفاظ، طبع اول؛ جائس: دار العلوم جائس2006
79	سید مختار احمد	قاموس الاغلاط، حیدرآباد، 1936
80	شاد، کشن پرشاد	رقعات شاد، حیدرآباد، محبوب پریس1319ھ
81	شبلی نعمانی	شعر العجم، اعظم گڑھ، مطبعہ المعارف1956
82		الفاروق، اعظم گڑھ، معارف پریس1956
83		موازنۂ انیس ودبیر، ترتیب، فضل امام، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس1998
84	شفیع شیخ	عربی زبان وادب کا اردو پر اثر، دہلی، فینس آفسیٹ پریس، 2000

85	شوکت سبزواری	داستان زبان اردو، دہلی، اردو بازار
86	صابر، قادر بخش	گلستان سخن، تدوین، وحید قریشی، طبع اول؛ لاہور مجلس ترقی ادب 1966
87	صدیقی، ابواللیث	اردو کے بعض الفاظ کی سرگزشت، بنگلور، مطبعہ ہمدرد
88		جامع القواعد، لاہور، مرکزی اردو بورڈ 1971
89	صدیقی، رشید احمد	گنج ہائے گرانمایہ طبع اول؛ کراچی، مکتبہ دانیال 1991
90	صدیقی، ظفر احمد	نقش معنی، طبع دوم،؛ دہلی، بھارت آفسیٹ 2001
91	صدیقی، کمال احمد	آہنگ اور عروض، طبع اول؛ نئی دہلی، ترقی اردو بیورو 1989
92	ظفر الرحمٰن	فرہنگ اصطلاحات پیشہ وراں، دہلی، انجمن ترقی اردو 1939
93	عبدالحق	اردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام، اورنگ آباد، انجمن ترقی اردو 1933
94		قواعد اردو، طبع دوم؛ دہلی، انجمن ترقی اردو 1975
95	عبدالرحمٰن	مراۃ الشعر، لکھنؤ، اتر پردیش اردو اکیڈمی، 1978
96	عسکری، محمد	آئینۂ بلاغت، لکھنؤ، صدیق بک ڈپو، 1937
97	عبدالسلام	فدا علی خاں کا مقدمہ قواعد اردو، پٹنہ، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری 1995
98	عصمت جاوید	نئی اردو قواعد، طبع اول؛ نئی دہلی، ترقی اردو بیورو 1981
99	عبدالوہاب اشرفی	تفہیم البلاغت، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس 1992
100	غلام حسین بلگرامی	قواعد عروض، مطبعہ شام اودھ، 1288ھ
101	غلام رسول	جدید اردو قواعد، 1968
102	فاروقی، شمس الرحمٰن	درس بلاغت، طبع سوم؛ نئی دہلی، ترقی اردو بیورو، 1979
103	فاروقی شمس الرحمٰن	ساحری شاہی صاحب قرآنی، جلد اول: نظری مباحث، نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان 1999
104	" "	شعر غیر شعر اور نثر، الہ آباد، شب خون کتاب گھر 1973

105	فتح محمد خاں	مصباح القواعد، آگرہ، مفید عام پریس 1907
106	فیروز الدین، مولوی	فیروز اللغات، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس 1994
107	قریشی، اکبر حسین	مطالعۂ تلمیحات و اشارات اقبال، علی گڑھ، انجمن ترقی اردو، 1970
108	قریشی، وحید	"مقدمہ" کتاب مقدمہ شعر و شاعری، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، 1996
109	کلیم الدین احمد	اردو شاعری پر ایک نظر، الہ آباد، اسرار کریمی پریس 1985
110	گیان چند جین	اردو کی نثری داستانیں، لکھنؤ، اتر پردیش اردو اکیڈمی 1987
111	مالک رام (مرتب)	خطبات آزاد، طبع چہارم؛ نئی دہلی، ساہتیہ اکیڈمی 1990
112	" "	خطوط ابوالکلام آزاد، طبع اول؛ نئی دہلی، ساہتیہ اکیڈمی 1991
113	" "	خطوط غالب، لکھنؤ، سرفراز قومی پریس 1962
114	محسن کاکوروی	کلیات نعت، لکھنؤ، اتر پردیش اردو اکیڈمی، 1982
115	مسعود حسین خاں	مقدمہ تاریخ زبان اردو، طبع ہفتم؛ علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس 1987
116	مسعود حسین رضوی ادیب	فائز دہلوی اور دیوان فائز، طبع دوم؛ لکھنو، نظامی پریس 1965
117	مہدی علی خاں (محسن الملک)	تہذیب الاخلاق، لاہور، انڈین اسٹیم پریس
118	مہذب لکھنوی	مہذب لکھنوی، لکھنؤ، سرفراز قومی پریس 1960
119	نجم الغنی رامپوری	بحر الفصاحت، لکھنؤ، مطبعہ نولکشور
120	" "	مفتاح البلاغت، لاہور، مطبعہ خادم التعلیم 1921
121	ندوی، سلمان شمس	ہندوستان کے مشرقی کتب خانے، لکھنؤ، نظامی پریس 1973
122	ندوی، سید سلیمان	عرب و ہند کے تعلقات، اعظم گڑھ، دار المصنفین 1984
123	" "	نقوش سلیمانی، طبع دوم؛ اعظم گڑھ، معارف پریس 1980
124	ندوی، عبد السلام	شعر الہند، طبع چہارم؛ اعظم گڑھ، المعارف 1949
125	نصیر الدین ہاشمی	دکن میں اردو، طبع اول؛ نئی دہلی، ترقی اردو بیورو، 1985
126	" "	دکنی کلچر، طبع اول؛ لاہور، مجلس ترقی ادب 1963
127	نور الحسن نیر	نور اللغات، نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان 1998

128 نیازی،محمود — تلمیحات،طبع اول،لکھنؤ،نسیم بک ڈپو1964
129 وجہی،ملا — سب رس، ترتیب و تقدیم، ڈاکٹر عبدالحق، کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان،1952
130 وفاراشدی — اردو کی ترقی میں اولیائے سندھ کا حصہ، لاہور،مغربی پاکستان اردو اکیڈمی،1994
131 " " — مہران نقش،''سندھی ادب کا تاریخی جائزہ''، کراچی، مکتبہ اشاعت اردو1986
132 ولیام ہنٹر — ہمارے ہندوستانی مسلمان،اردوترجمہ، صادق حسین، لاہور، مطبعہ دین محمدی،1944

دیگرمراجع

اول:فارسی

133 نظامی عروضی سمرقندی، چہارمقالہ،تدوین:محمدمعین،تہران:مطبعہ تاباں،1953
134 عوفی،محمد،لباب الالباب،تدوین:سعیدنفسی،تہران،مطبعہ اتحاد،1957
135 ہرمان اتھ،تاریخ ادبیات فارسی،فارسی ترجمہ:رضازادہ شفق،تہران،مطبعہ بانگ ملی1958

دوم:انگریزی

136 Bakalla, M. H. Arabic Culture
Through its Language and LIterature,
London, Kegan Paul International, 1984
137 Graham Bailey, T. , A History of Urdu Literature, Delhi, Sumit Publication, 1979
138 John Lyonns, Introduction to theoretical linguistic, Cambrige, University press, 1968
139 Max Muller, Lectures on the science of language, London, 16th edition, Longmans Green and co, 1871

140 The New Encyclopaedia of Britanica, (15th edition; Chicago, The University of Chicago, 1981.

141 Sayce, A. H. Introduction to the science of language, 2nd ed; London, Kegan Paul Trench & co, 1883.

142 Sayce, A. H. The principle of comprative phillology, London, 1885.

مجلّات

143	مجلّہ الآداب	بغداد
144	مجلّہ ثقافۃ الہند	نئی دہلی
145	مجلّہ حضارۃ الاسلام	شام
146	مجلّہ الجوائب	قسطنطنیہ
147	مجلّہ اللسان العربی، جامعہ الدول العربیہ	رباط
148	مجلّہ المجمع العلمی العربی	دمشق
149	مجلّہ مجمع اللغۃ العربیۃ	قاہرہ
150	مجلّہ معارف (اردو)	اعظم گڑھ
151	مجلّہ نگار	لکھنؤ

مقالات ومخطوطات

152 ابوالکلام قاسمی، عربی اور فارسی تنقید کا اثر اردو تنقید پر، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں شعبۂ اردو میں پیش کردہ پی ایچ ڈی مقالہ، شعبۂ مقالات، آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، نمبر، T-3082

153 سیوطی، جلال الدین، التوکلی، دارالکتب المصریہ کے مخطوطہ کی زیراکس کاپی

154 مخطوطہ نمبر: T-86، شعبۂ مقالات، مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، تحت عنوان

Arabic words in Urdu, Whose meaning, Pronounciation, or Form have changed

دنیا میں چند زبانیں ایسی ہیں جن زبانوں نے دنیا کی تقریباً تمام زبانوں کو کسی نہ کسی حد تک متاثر کیا ہے۔ عربی ان میں سے ایک ہے۔ اردو کے ساتھ تو اس کا رشتہ اس لیے بھی ملتا ہے کہ اردو کا رسم الخط بھی عربی ہے۔ پورے عہد اسلامی میں عربی ایک زندہ اور تہذیب و ثقافت کی زبان تھی۔ یہی وہ سبب ہے کہ اس نے اردو پر اس قدر گہرے اثرات مرتب کیے۔ زیر نظر کتاب ''اردو زبان و ادب پر عربی کے اثرات'' کے مصنف ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی نے اس کتاب میں اردو زبان کے آغاز و نشو و نما سے لے کر موجودہ شکل تک اس کے تمام مراحل میں عربی زبان کے وسیع و عمیق اور متنوع اثرات و کردار کو مدلل انداز میں پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ یہ اپنی نوعیت کی اولین کتاب ہے جو لسانی تقابلی مطالعے کے نئے دروازے کھولے گی۔ مذکورہ کتاب میں اردو لغات پر عربی کا گہرا اثر، عربی سے مستعار الفاظ اور اردو الفاظ کے عربی الاصل ہونے کو بھی واضح کر دیا گیا ہے ساتھ ساتھ اردو نثر اور اردو شاعری پر عربی زبان کے اثرات سے متعلق معلومات فراہم کی گئی ہے۔

سید علیم اشرف جائسی نے فاضل، ایم اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔ جائسی صاحب مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد کے شعبہ عربی میں صدر کے منصب پر فائز ہیں۔ ان کی متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ان کے علاوہ کئی درجن تحقیقی مقالے ملک و بیرون ملک کے رسائل اور مجلّات میں شائع ہوئے ہیں جن میں سے کئی ایک کا مختلف زبانوں میں ترجمہ بھی ہوا ہے۔ محمد طارق نے اس عربی کتاب کا ترجمہ اردو زبان میں کیا ہے اور ترجمہ کے اصول و ضوابط کو بھی مدنظر رکھا ہے۔ ''اردو زبان و ادب پر عربی کے اثرات'' بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ امید ہے کہ عربی سے اردو تراجم اور لسانیات سے تعلق رکھنے والے طلبا کے لیے یہ کتاب مفید ثابت ہوگی۔

ISBN 978-93-87510-89-0

9 789387 510890

فروغ اردو بھون
NCPUL
New Delhi

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند
فروغ اردو بھون ایف سی، 33/9
انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولا، نئی دہلی-110025

قیمت -/225 روپے